عمران سیریز

جلد نمبر
27

جونک اور ناگن

93 - سہ رنگی موت
94 - متحرک دھاریاں
95 - جونک اور ناگن
96 - لاش گاتی رہی

ابن صفی

عمران سیریز نمبر 93

سہ رنگی موت

(پہلا حصہ)

پیشرس

میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ ''کالی کہکشاں'' پسند تو ضرور کی گئی۔ لیکن بے شمار خطوط میں اس بات کا شکوہ کیا گیا ہے کہ کہانی کے ساتھ پورا پورا انصاف نہیں ہو سکا۔ میں نے خود ہی عرض کر دیا تھا کہ بعض حصوں کی تفصیل کہانی کا لطف دوبالا کر دیتی۔ خیر اب ''سہ رنگی موت'' ملاحظہ فرمایئے۔ یہ کہانی عام شمارہ تو کیا صرف ایک عدد خاص نمبر کے بس کا بھی روگ نہیں۔ لہٰذا چھپے گی اور آپ کی متعدد فرمائشات بھی پوری ہو جائیں گی۔ یہ کتاب تو محض پیش خیمہ ہے!

اور ہاں! شائد میں نے پچھلی کتاب کے پیشرس میں رحمان صاحب کا نانہالی نام کرم رحمان، لکھ دیا تھا۔ اس پر میرے بہتیرے پڑھنے والوں نے یاد دلایا ہے کہ اُن کا نام فضل الرحمٰن (ایف رحمٰن) ہے۔ چلئے یہی سہی، مجھے بھلا اُن کے نانہالی اور دادیہالی جھگڑوں سے کیا سروکار.... یہ چکر تو اُن کے دادا اور نانا کے درمیان چلتا تھا۔ نانا ''کرمو'' کہہ کر پکارتے تھے اور دادا ''فضلو'' کہہ کر.... مجھے پیشرس لکھتے وقت نانہالی ہی نام یاد آیا

تھا.... خیر.... اگر آپ بھی اُن کے دادا ہی کے طرفدار ہیں تو مجھے کیا۔ "ایف رحمان" ہی سہی .... لیکن میں اُن صاحب کی فرمائش ہرگز نہیں پوری کرسکتا جنہوں نے کیپٹن فیاض کی بیوی کا نام پوچھا ہے۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ پرائی بیویوں کے نام یاد رکھتا پھروں۔ ویسے اس کہانی میں کیپٹن فیاض پر ایسی بپتا پڑی ہے کہ خود بھی بیوی کا نام بھول گئے ہیں۔ مجھے کہاں سے یاد رہے گا۔

بھائی امتحان نہ لیا کیجئے! کہاں تک یاد رکھوں.... ویسے یاد پڑتا ہے کہ کسی کتاب میں فیاض کی بیوی کا بھی نام آیا تھا....!

سنگ ہی اور تھریسیا کی واپسی کے خواہش مندوں سے گذارش ہے کہ "آگے آگے دیکھئے...." فلمی گیت نہیں بلکہ مشہور مصرعہ مراد ہے!

ایک صاحب نے عمران سیریز کے آئرن جوبلی نمبر کے بارے میں لکھا ہے کہ کہیں وہ "بیچارہ آئرن جوبلی" نمبر نہ ثابت ہو۔ مطمئن رہیں۔ ابھی بہت دن ہیں۔ انشاء اللہ اُسے ضخیم ناول کی شکل میں پیش کروں گا۔ بشرط حیات وہ میری ناول نگاری کا سلور جوبلی نمبر بھی ہوگا۔!

ابن صفی

۲۱ر جون ۱۹۷۶ء



کیپٹن فیاض نے ایک ماہ کی چھٹی لی تھی اور ساراوان کے جنگل میں منگل منارہا تھا۔ یعنی وہ شکار کا سیزن تھا۔ اور شکار کا سیزن ساراوان کے جنگل کو دھاکوں کا شہر بنا دیتا تھا۔ بے شمار شکاری یہاں کیمپ کرتے تھے۔ ہر طرف خیمے ہی خیمے نظر آتے۔ لیکن شکار وہی لوگ کرپاتے تھے جنہیں مقامی شکار کھلانے والوں کا تعاون حاصل ہو جاتا تھا۔

سیزن کی ابتداء میں ان لوگوں کا باقاعدہ طور پر نیلام ہوتا تھا۔ بسا اوقات اتنی بڑی بڑی بولیاں لگتیں کہ شکاریوں کو پسینہ آجاتا۔ اور زیادہ تر شکاری ان کی خدمات سے محروم ہو جاتے تھے۔ لہٰذا انہیں صرف پکنک ہی پر اکتفا کرنا پڑتا۔ شکار خواب و خیال ہو کر رہ جاتا۔

پیشہ ور شکار کھلانے والے جانتے تھے کہ جنگل کے کن حصوں میں شکار ہو سکتا تھا اور پھر ان کی رہنمائی کے بغیر بھٹک جانے کا بھی اندیشہ رہتا تھا۔ کیمپ تک واپسی ناممکن تو نہیں البتہ مشکل ضرور ہو جاتی تھی۔

اس بار کیپٹن فیاض اپنی پارٹی سمیت ذرا دیر سے پہنچا تھا اور سارے شکار کھلانے والے پہلے ہی کام سے لگ چکے تھے! کسی طرح بھی کوئی ایسا آدمی نہ مل سکا جو جنگل میں ان کی رہنمائی کرسکتا....! لہٰذا اُس کی پارٹی صرف پکنک منارہی تھی۔

کیپٹن فیاض یہاں پہلی بار نہیں آیا تھا۔ لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ محض اپنی یادداشت کے سہارے اُن مقامات تک پہنچ سکتا ہے جہاں پہلے بھی شکار کھیل چکا تھا۔ ساراوان کا جنگل کچھ ایسا ہی تھا۔

پارٹی میں ایک خان صاحب ایسے بھی تھے جنہیں ایک دن تاؤ آگیا، کہنے لگے "میاں جنگلوں کا کیڑا ہوں! یہ عزیزم ساراوان کس شمار و قطار میں ہیں۔ افریقہ کے جنگلوں میں شکار کھیل چکا

ہوں.... وہ شکاری ہی کیا جو روئیدگی کی زبان نہ سمجھ سکے....!"

"روئیدگی کی زبان....!" کسی نے حیرت سے کہا "یہ کیا ہوتی ہے خان صاحب....!"

"جنگل میں پائی جانے والی نباتات راستہ بتاتی ہے۔ درخت سرگوشیاں کرتے ہیں۔ پودے اشارہ کرتے ہیں۔ بس سمجھنے والا ہونا چاہئے۔!"

"مت بکواس کرو....!" فیاض نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔!

"لو بھئی ایسے ایسے تجربہ کار لوگ بھی اسے بکواس سمجھنے لگیں تو پھر بس اللہ ہی حافظ ہے۔!"

"بکواس نہیں تو اور کیا ہے۔!"

"کیپٹن فیاض صاحب! میں پیدائشی شکاری ہوں۔!"

"حکیم لقمان کے بارے میں سُنا تھا کہ جڑی بوٹیاں انہیں اپنے خواص بتا دیا کرتی تھیں۔ یا پھر یہ پیدا ہوئے ہیں نباتات کی زبان سمجھنے والے۔"

"کپتان صاحب! تھانہ نہ باشد!" خان صاحب بھنا کر بولے۔

"میں نے آپ کو روکا تو نہیں.... بسم اللہ تشریف لے جایئے جب نباتات پوری معلومات فراہم کر دیں تو واپس آ کر ہمیں بھی لے جایئے گا۔!"

"تو گویا میں واقعی بکواس کر رہا ہوں۔!" خان صاحب آنکھیں نکال کر بولے۔

"جی نہیں! مستند آپ کا ارشاد.... لیکن پہلے آپ کچھ شکار کر لایئے اُس کے بعد ہم آپ کی رہنمائی قبول کر لیں گے۔!"

"تاؤ دلا رہے ہو پیارے... اچھا میں تنہا ہی جا رہا ہوں... کچھ نہ کچھ لے کر ہی واپس آؤں گا۔!"

"کیوں کیڑے کلبلائے ہیں دماغ میں.... کیا پہلے بھی کبھی ادھر آ چکے ہو۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم دیکھ لینا!" خان صاحب کسی قدر نرم پڑتے ہوئے بولے۔

بہر حال انہوں نے شکار کا تھیلا اٹھایا تھا۔ رائفل کاندھے سے لٹکائی تھی اور نکل کھڑے ہوئے تھے۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی انہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن کون سنتا ہے! فیاض خاموش ہی رہا تھا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ بھٹکیں گے اور پھر دوسرے شکاریوں کے ساتھ کسی نہ کسی طرح کیمپ میں واپس آ جائیں گے۔ ابھی تک ایسا ہوا نہیں تھا کہ کوئی اناڑی شکاری بھی بالکل ہی مفقود الخبر ہو گیا ہو.... دو چار دن بعد کیمپ تک پہنچ ہی جاتا تھا۔

رات تک خان صاحب کی واپسی نہ ہوئی تو خواہ مخواہ کی بدمزگی پیدا ہو گئی۔ وہ خان صاحب ہی کے بارے میں سوچ جا رہے تھے اور ساراوان کے جنگلوں کی پرانی کہانیاں اکھڑ رہی تھیں۔ حشرات الارض سے لے کر بھوت پریت تک کی کلاسیکی کہانیاں۔!

"چلو سو جاؤ....!" کسی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "صبح آ کر وہ اطلاع دیں گے کہ انہیں نیلم پَری اٹھا کر لے گئی تھی۔!"

"تب پھر شائد ہی وہ اُسے چھوڑ کر واپس آئیں۔!" دوسرا بولا۔

"یارو.... سنجیدگی سے غور کرو.... پتا نہیں بیچارے پر کیا گذری ہو۔!" تیسری آواز آئی۔!

انہوں نے زمین پر بستر لگائے تھے! اور سراپردہ گرا دینے کی وجہ سے خیمے میں تاریکی تھی۔

باہر کہیں الاؤ جل رہے تھے اور کہیں پیٹرومیکس کی روشنی بے کراں تاریکی میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ کبھی کبھی جانوروں کی آوازیں دور تک سناٹے میں لہراتی چلی جاتیں۔

کچھ دیر پہلے شکاریوں نے خاصی رنگ رلیاں منائی تھیں۔ کہیں موسیقی کی محفلیں جمی تھیں۔ اور کہیں نقلیں اتارنے کا اکھاڑا لگا تھا.... لیکن اب صرف وہ روشنیاں باقی تھیں جنہیں رات بھر قائم رہ کر جنگلی جانوروں کو اس عارضی بستی سے دور رکھنا تھا۔ فیاض کے خیمے میں بھی خراٹے گونجنے لگے۔

پھر اچانک وہ سب جاگ پڑے تھے۔ باہر شور ہو رہا تھا! بوکھلا کر خیمے سے باہر نکل آئے۔

بہت تیز ہوا چل رہی تھی اور کئی خیمے دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔!

"گرادو.... جلدی سے خیمہ گرادو....!" فیاض حلق پھاڑ کر چیخا تھا۔ پھر جلدی جلدی خیمے کی طنابیں کاٹی جانے لگی تھیں۔!

تھوڑی دیر بعد آگ پر قابو پا لیا گیا تھا اور آگ لگنے کی وجہ کے سلسلے میں چھان بین نہیں کی گئی تھی۔ کیونکہ وجہ تو صاف ظاہر تھی۔ باہر الاؤ جل رہے تھے۔ اچانک ہوا تیز ہو گئی اور چنگاریاں اُڑ کر خیموں پر گریں اور جو ہونا تھا ہو گیا۔!

صرف مالی نقصان ہوا تھا۔! زندگیاں محفوظ تھیں۔ الاؤ ٹھنڈے کر دیئے گئے اور پھر وہاں مکمل تاریکی ہو گئی تھی۔ لیکن اس حادثے کے بعد شائد ہی کسی کو نیند آ سکی ہو۔!

دوسری صبح وہ خیمے دوبارہ نصب کر دیئے گئے تھے۔ جنہیں پچھلی رات کو گرا دیا گیا تھا۔

ایک طرف یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور دوسری طرف کیپٹن فیاض، خان صاحب کے بارے میں دوسری پارٹیوں کے افراد سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔! کچھ شکاری رات گئے واپس بھی آئے تھے لیکن کسی نے بھی فیاض کے بیان کردہ حلیئے والے آدمی سے متعلق کچھ نہ بتایا۔!

پھر دوپہر تک فیاض نے ایک ایسے پیشہ ور شکاری کو تلاش کر لینے میں کامیابی حاصل کر لی تھی جس نے تین گنا معاوضے پر اُن کے ساتھ جانے پر رضامندی ظاہر کر دی تھی۔!

فیاض نے پارٹی سے صرف ایک آدمی کو ساتھ لیا تھا اور پیشہ ور شکاری سمیت خان صاحب کی تلاش میں روانہ ہو گیا تھا۔!

"خواہ مخواہ اس شخص نے پریشانی میں مبتلا کر دیا۔!" فیاض کے ساتھی نے کہا تھا.... یہ ایک جوان العمر انجینئر تھا.... ارشد نام تھا.... اور شکار کے خبط میں بُری طرح مبتلا تھا۔

"غلطی ہوئی مجھ سے۔" فیاض بولا۔ "خان صاحب کے قول کی تردید نہیں کرنی چاہئے تھی۔ بات وہیں ختم ہو جاتی۔!"

"ان کا ٹائپ میری سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"شیخی خورے ہیں۔!" فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیا واقعی افریقہ کے جنگلوں میں شکار کھیل چکے ہیں....؟"

"خدا جانے....! تین سال سے زیادہ کی واقفیت نہیں ہے۔!"

دفعتاً شکاری چلتے چلتے رک گیا۔!

"کیا بات ہے....!" فیاض نے پوچھا۔

"ذرا سوچنے دیجئے کہ وہ کدھر گئے ہوں گے۔!" شکاری بولا۔ "کیا وہ پہلے بھی کبھی ادھر آئے ہیں۔!"

"میں نہیں جانتا....! میرے ساتھ پہلی بار آئے تھے۔!"

"ضرور آ چکے ہوں گے۔!" شکاری نے کہا "ورنہ اس طرح تنہا نہ نکل کھڑے ہوتے۔!"

"بھائی تم یہی تصور کرو کہ وہ ادھر کبھی نہیں آئے تھے۔!"

"اگر میں یہ تصور کر لوں جناب تو میرے فرشتے بھی اُن کا پتا نہ لگا سکیں گے اتنا بڑا جنگل ہے۔!"

"اچھا تو پھر جس طرح مناسب سمجھو۔!"

"یہی فرض کرنا پڑے گا کہ وہ پہلے بھی کبھی ادھر آئے ہیں۔ اسی طرح سمت کا تعین کرنے میں مدد ملے گی۔!"

فیاض کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد شکاری ایک طرف چلنے لگا تھا۔! ارشد نے فیاض کی طرف دیکھ کر سر کو جنبش دی تھی اور بولا تھا۔ "میں بھی پہلی ہی بار آیا ہوں۔!"

فیاض کچھ کہے بغیر شکاری کے پیچھے چلتا رہا.... تھوڑی دیر بعد شکاری نے پوچھا۔ "صاحب آپ کا خیمہ تو محفوظ رہا تھا۔!"

"بروقت آنکھ کھل گئی تھی۔! خیمہ گرا دیا۔ ورنہ شائد وہ بھی محفوظ نہ رہتا۔!"

"پتا نہیں کون کمبخت تھا۔!"

"اُوہ.... تو کیا آگ لگائی گئی تھی۔!"

"جی ہاں.... حالانکہ ہوا تیز تھی۔ لیکن یقین جانئے کہ آگ کسی الاؤ کی چنگاری نے نہیں بھڑکائی تھی۔!"

"کوئی خاص دلیل رکھتے ہو اس سلسلے میں۔!"

"ارے صاحب! تیل میں ڈوبے ہوئے کپڑے کے گولے ملے ہیں جنہیں استعمال نہیں کیا جا سکا تھا۔! اُتنے ہی گولوں سے کام چل گیا تھا جنہیں آگ لگا کر خیموں پر پھینکا گیا تھا۔!"

"بالکل نئی بات! پہلے تو کبھی سننے میں نہیں آیا کہ یہاں ایسا کوئی واقعہ ہوا ہو۔!"

"اگر وہ گولے نہ ملتے تو یہ حادثہ اتفاقیہ ہی قرار پاتا۔!"

"تو پھر کہیں یہ روز کا کھیل نہ بن جائے۔!" فیاض بولا۔

"اب مشکل ہے! لوگ چوکس رہیں گے۔ کچھ جاگیں گے اور کچھ سوئیں گے۔!"

"اچھے بھلے لوگ بھی بسا اوقات سنک جاتے ہیں۔" شکاری نے کہا اور پھر رک گیا۔

یہاں آس پاس چند اونچے درخت تھے اور دور تک قد آدم جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔!

"میرا خیال ہے کہ اب میں کسی درخت پر چڑھ کر دیکھوں۔!"

"ضرور.... ضرور....!" فیاض بیزاری سے بولا۔

شکاری درخت پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔! فیاض نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔

"کپتان صاحب! کرکری ہوگئی ساری تفریح....!" ارشد نے کہا۔

"میرا مقصد بھی صرف آؤٹنگ تھا، شکار ہوتا یا نہ ہوتا....!" فیاض نے کہا اور سگریٹ کا پیکٹ اس کی طرف بڑھادیا۔

پھر دونوں نے سگریٹ سلگائے تھے اور شکاری کو درخت پر چڑھتے دیکھتے رہے تھے۔!

"میرا خیال ہے کہ خان صاحب کہیں نباتات کی قوالی سننے بیٹھ گئے ہونگے۔!" ارشد نے کہا۔

"بیشمار نامعقولوں سے سابقہ پڑچکا ہے لیکن یہ خان صاحب اپنی نوعیت کے ایک ہی نکلے۔!"

"کرتے کیا ہیں....؟" ارشد نے پوچھا۔

"شہر میں کئی بڑی عمارتوں کے مالک ہیں۔ ہزاروں روپے ماہانہ کرایہ آتا ہے اس لئے باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔!"

"مجھے ہاتھی کے شکار کا قصہ سنا رہے تھے۔!" ارشد بولا۔ "ماننا پڑے گا کہ اچھے داستان گو ہیں۔ پورا نقشہ کھینچ دیتے ہیں۔!"

شکاری درخت کی انتہائی اونچائی پر پہنچ کر چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا۔

"ویسے بھی اس بار شروع ہی سے عجیب طرح کی خلش ذہن میں موجود رہی ہے۔!" فیاض بولا۔

"اس سے تو بہتر تھا کہ مسلسل سفر کرتے رہتے۔!"

"یوں بھی کیا برے تھے.... اگر یہ نالائق آدمی....!"

"ارے.... وہ آگ والی بات تو رہ ہی گئی۔!" دفعتاً ارشد نے موضوع بدل دیا۔

"اگر شکاری کا بیان درست ہے تو یہ کسی شریر آدمی کی حرکت معلوم ہوتی ہے۔ بعض لوگ دوسروں کی سراسیمگی سے لطف اندوز ہونے کے لئے ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔!"

اتنے میں شکاری درخت سے اتر آیا اور شمال کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ادھر چلنا چاہئے۔ ممکن ہے آپ کا آدمی ادھر ہی نکل گیا ہو۔! اگر ایسا ہوا ہے تو واپسی کی اُمید نہیں رکھنی چاہئے۔!"

"کیوں....؟" فیاض چونک پڑا۔

"ابھی حال ہی میں ادھر دلدل دریافت ہوئی ہے۔!"

"دلدل دریافت ہوئی ہے۔؟" فیاض کے لہجے میں حیرت تھی۔!

"جی ہاں.... قریباً ایک مربع فرلانگ کا ٹکڑا ہے۔!"

"کیا پہلے اُس کا علم نہیں تھا کسی کو....؟"

"جی نہیں۔!"

"بڑی عجیب بات ہے....!"

"تمہیں معلوم ہے کہ دلدل کہاں سے شروع ہوتی ہے۔" ارشد نے پوچھا۔

"جی ہاں.... اب ہم لوگوں نے وہاں نشانیاں قائم کردی ہیں۔!"

"سوال یہ ہے کہ اچانک کیسے دریافت ہوئی۔!"

"یہ تو میں نہیں جانتا۔!"

"چلو.... تو پھر چلتے ہیں....!" فیاض بولا۔

"میں اس قسم کا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔!" ارشد نے طویل سانس لے کر کہا۔

"ان لوگوں نے نشانیاں قائم کردی ہیں۔!" فیاض بولا۔

"اگر خان صاحب دلدل ہی کی نذر ہوئے ہیں تو اب اُن کا سراغ نہیں ملے گا۔ لہذا محض دلدل کی زیارت کر لینے سے کیا فائدہ۔!"

"آپ کی یہ بات بھی ٹھیک ہی ہے۔!" شکاری بولا۔

"اگر ٹھیک ہے تو پھر تمہیں دلدل کا ذکر ہی نہ کرنا چاہئے تھا۔!"

"یہ بات تو ابھی ان صاحب نے سجھائی ہے.... واقعی اگر آپ کے ساتھی کو دلدل ہی نگل چکی ہے تو اب سراغ نہیں ملے گا۔!"

"اچھی بات ہے.... تو اب ادھر لے چلو.... جدھر شکار ہوتا ہے۔!" فیاض نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "آئے ہیں تو یہ وقت یونہی کیوں ضائع ہو۔"

"یہ بات تو میں نے پہلے آپ سے کہی تھی کہ اگر راستہ بھولے ہیں تو کسی نہ کسی پارٹی کے ساتھ واپس آجائیں گے۔!"

"چلو بس ختم کرو اس قصے کو.... شکار ہوگا۔"

انہوں نے شمال مشرق کا رخ کیا تھا۔!

"ادھر پرندے ملیں گے.... ایک جھیل ہے۔!" شکاری بولا۔

"ایسا ہی شکار ہونا چاہئے کہ آج ہی واپسی بھی ہوجائے۔" ارشد نے کہا۔

"جھیل زیادہ دور نہیں ہے۔!"

تھوڑی دیر بعد انہوں نے فائروں کی آوازیں سنی تھیں۔ شائد جھیل میں شکار ہو رہا تھا۔!

"کشتیاں مل جاتی ہیں۔!" فیاض نے پوچھا۔

"جی ہاں....! جھیل کے آس پاس ماہی گیر آباد ہیں۔!"

"ارے....!" ارشد چلتے چلتے رُک گیا۔

"کیوں....کیا ہوا....؟" فیاض اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"وہ....وہ....دیکھئے....ادھر....؟"

فیاض نے اٹھے ہوئے ہاتھ کی سمت دیکھا تھا اور ٹھٹک گیا تھا۔! شکاری بھی رُک کر ادھر ہی دیکھنے لگا۔!

جھاڑیوں میں کوئی رنگین شے جھانک رہی تھی! شکاری آہستہ آہستہ اُن کے قریب پہنچ گیا اور آہستہ سے بولا۔

"پہلے پتھر پھینکئے....پتا نہیں کیا چیز ہے....؟"

"ارشد نے پتھر اٹھا کر جھاڑیوں میں پھینکا تھا۔! لیکن اُس شے نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔! اب وہ آہستہ آہستہ جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ فیاض نے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا تھا۔ قریب پہنچ کر شکاری نے رائفل کے کندے سے جھاڑیاں ہٹائی تھیں۔!

"خدا کی پناہ....!" وہ اچھل کر پیچھے ہٹ آیا۔

کیپٹن فیاض اُسے سامنے سے ہٹاتا ہوا آگے بڑھا اور پھر اُس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ جھاڑیوں میں ایک برہنہ آدمی اوندھا پڑا ہوا نظر آیا۔ جس کے پورے جسم پر نیلی، پیلی اور سرخ دھاریاں تھیں۔ ایسی دھاریاں جن میں کشید کی بے قاعدگی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی آرٹسٹ نے فاصلوں کی پیمائش پر خصوصی توجہ دیکر اپنی چابک دستی کا مظاہرہ کیا ہو۔!"

گوشت پوست کا آدمی تھا۔ لیکن مردہ۔!

"یہ....یہ....کیا بلا ہے....!" شکاری ہکلایا۔ اُس کی تو گھگھی بندھ گئی تھی۔

"کسی غیر معمولی آدمی کی لاش۔" فیاض جھک کر لاش کا جسم ٹٹولتا ہوا بولا۔ پھر اُس نے اُسے سیدھا کیا تھا۔

"ڈرو نہیں....! تم دونوں قریب آجاؤ، یہ مر چکا ہے۔ بھوت نہیں ہے۔!" فیاض نے کہا۔

"لل....لیکن....اس کی رنگت....!" ارشد نے کہا جو بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"غیر معمولی....!" فیاض رنگین دھاریوں کو اُنگلی سے گھستا ہوا بولا تھا۔! پھر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا اور جھک کر ان دھاریوں کو بغور دیکھنے لگا تھا۔

"حیرت انگیز....!" اُس نے سراسیمگی کے سے عالم میں کہا۔ "یہ دھاریاں بنائی ہوئی نہیں معلوم ہوتیں....بلکہ قدرتی ہیں۔!"

لاش کی مٹھیاں بند تھیں اور ایسا لگتا تھا جیسے اُن کے اندر کچھ موجود ہو۔!

فیاض نے بدقت مٹھیاں کھولی تھیں اور اُن میں سے ایک سے تیل میں بھیگی ہوئی کپڑے کی گیند برآمد ہوئی تھی اور دوسری سے ماچس کی ڈبیا۔

فیاض نے شکاری کی طرف دیکھا! اور وہ سر ہلا کر بولا۔

"بالکل اسی قسم کے گولے خیمے کے پاس ملے تھے....ایک تھیلے میں رکھے ہوئے۔!"

"تو پچھلی رات وہ آگ اس نے لگائی تھی۔!" فیاض طویل سانس لے کر بولا اور ایک بار پھر اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔!

"لل....لیکن....یہ مرا کیسے۔!" شکاری کی آواز کانپ رہی تھی۔

"بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آرہی۔ نہ گولی کا زخم ہے اور نہ کہیں کسی چوٹ کا نشان....!"

"اور یہ دھاریاں قدرتی ہیں....!" ارشد نے ایک بار پھر تصدیق چاہی۔

"ایسا ہی لگتا ہے....!"

"مگر یہ ہے کون....؟"

فیاض نے شکاری کی طرف دیکھا! لیکن شائد اُس دھاری دار چہرے کے خدوخال اُس کے لئے بھی غیر مانوس تھے۔ اُس نے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی۔!



وہ ایک معمر آدمی تھا۔ لیکن اُس کی ساتھی نہ صرف جوان بلکہ بے حد خوبصورت بھی تھی۔ آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی نظریں بار بار اُس کی طرف اٹھتی تھیں۔ کیفے گریفی کے چھوٹے سے ہال میں غالباً گنجائش سے زیادہ لوگ موجود تھے۔ ایک ایک میز پر آٹھ اور چھ افراد نظر آرہے تھے۔

"سب متوجہ ہیں تمہاری طرف....!" بوڑھے نے عورت سے کہا۔ "بس ایک وہی نہیں ہے! اس طرح سر جھکائے بیٹھا ہے جیسے صرف کھانے پینے ہی کے لئے پیدا ہوا ہو۔!"

"کس کی بات کر رہے ہو....!" عورت چونک کر بولی تھی۔

"ادھر بائیں جانب دیکھو....! اپنی میز پر تنہا ہے۔!"

"اُوہ....ہاں، ہے تو....!"

"صورت سے بھی احمق اور سیدھا سادھا لگتا ہے....!"

"لیکن خوبصورت بھی ہے....!" عورت مسکرائی۔

"ہاں....ایسا ہی کچھ ہے....!" بوڑھے نے بے دلی سے کہا۔

"تو پھر کیا خیال ہے....؟" عورت اُس تنہا آدمی کو غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ جو دوسروں کی طرح اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"اُسے تمہاری طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ ورنہ میری کلاکاری پر حرف آئے گا۔!" بوڑھے نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔

"ہمیں کام کے آدمی کی تلاش ہے....!" عورت آہستہ سے بولی۔

"اگر وہ خود کام کا نہ ہوا تو اُس کے توسط سے دوسرے مل جائیں گے۔!"

"تم جانو....!"

"اُوہ تو کیا ہم کسی بندھے ٹکے اصول کے تحت کام کرتے رہے ہیں....!"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔!"

"پھر کیا مطلب تھا۔!"

"کچھ بھی نہیں۔!"

"سنو....وہ صورت سے ہی احمق لگ رہا ہے اور میں فی الحال کسی سمجھ دار آدمی سے اپنے تجربے کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔ ذہین آدمیوں کو ڈھب پر لانے میں دشواری پیش آتی ہے۔!"

"ٹھیک ہے....لیکن وہ تو ادھر دیکھ ہی نہیں رہا۔!"

"زبردستی متوجہ کروں گا۔!"

"وہ کس طرح....؟"

"ابھی بتاتا ہوں ذرا اُسے کافی کا کپ خالی کر لینے دو....!"

"کہیں بات کچھ کی کچھ نہ ہو جائے۔!"

"بس اب اس سلسلے میں کچھ نہ کہنا...." بوڑھا پھر جھنجھلا گیا۔

"تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے....!"

"بحث نہیں....تمہیں صرف میرے احکامات کی تعمیل کرنی ہے۔!"

"جو اندیشے پیدا ہوں اُن کا اظہار کر دینا نافرمانی تو نہیں ہو سکتی۔!"

"دشواری یہ ہے کہ تم بہت بولتی ہو۔!"

"بولنے میں کیا دشواری ہو سکتی ہے۔!"

"بس....اب خاموش رہو....!"

"اچھی بات ہے....!"

بوڑھا اٹھا تھا اور سیدھا اُس تنہا آدمی کی میز کی طرف چلا گیا تھا۔

"معاف کیجئے گا۔!" وہ اُس کی طرف جھک کر بولا۔

"کک....کیوں....!" وہ اچھل پڑا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے ڈر گیا ہو۔

"کیا آپ تنہا ہیں....!"

"جج....جی ہاں....بالکل....!"

"تو ہماری میز پر چلئے....!"

"کک....کیوں....؟"

"وہ ہے میری میز....!"

اب وہ اُس طرف متوجہ ہوا تھا۔ اور اُس عورت پر بھی نظر پڑی تھی جسے ہال کے سارے افراد گھورے جا رہے تھے۔!

"تت....تو....پھر....!"

"مطلب یہ کہ ہم بھی تنہا ہی ہیں! اور اس شہر میں اجنبی....وہ میری بیوی ہے....!"

"بیوی....!" اُس نے ایسے انداز میں دہرایا جیسے بیوی نہیں ملک الموت ہو۔!

"جی ہاں....! ہم بڑی تنہائی محسوس کر رہے ہیں۔!"

"تت.... تو پھر....!"

"کہا.... تا کہ میری میز پر چلئے.... دونوں کی تنہائی رفع ہو جائے گی۔!"

"اچھا... اچھا....!" وہ کچھ اور زیادہ احمق نظر آنے لگا تھا.... ویٹر کو اشارہ کر کے وہ اٹھا تھا اور بوڑھے کے ساتھ اُسکی میز پر چلا آیا تھا۔ لیکن اسطرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے کوئی جرم کر بیٹھا ہو۔

"آپ تو کچھ بولتے ہی نہیں....!" بوڑھے نے کہا۔

"جی کیا بولوں....!"

"اپنا تعارف ہی کرا دیجئے....!"

"اُوہ.... اچھا.... میرا نام علی عمران ہے۔!"

"اور میں ضعیم اشرف ہوں.... یہ مسز اشرف....!"

"جی بہت خوشی ہوئی۔!"

"ان کی طرف دیکھئے بھی تو....!"

"کن کی طرف....!"

"میری بیوی کی طرف....!"

"جی بہت اچھا....!" عمران نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ اُس کی بیوی کی طرف دیکھا اور شرما کر سر جھکا لیا۔

عورت بوڑھے کو آنکھ مار کر مسکرائی تھی۔!

"آپ عجیب آدمی ہیں۔!" بوڑھے نے کہا۔

"جی میں نہیں سمجھا۔!"

"اس قدر شرمیلے کیوں ہیں۔!"

"والد صاحب کہتے ہیں کہ حیا نصف ایمان ہے....!"

"وہ دوسرے معنوں میں کہا جاتا ہے.... بات کرتے ہوئے شرمانا اور بات ہے.... آپ بچے تو نہیں....!"

"آپ کیوں انہیں خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہیں؟!" عورت بولی۔

"ارے واہ یہ بھی کوئی بات ہے.... اتنے بڑے ہو گئے ہیں اور اس طرح شرماتے ہیں۔!"

عمران ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے بوڑھے کی شکل دیکھتا رہا۔

"اب کافی کا ایک دور ہمارے ساتھ بھی ہو جائے۔!" بوڑھے نے کہا۔

"پیٹ پھٹ جائے گا میرا!.... یہ میری اٹھارویں پیالی تھی۔" عمران مسمسی صورت بنا کر بولا۔

"اتنی زیادہ پیتے ہیں۔!"

"ہفتے کو اتنی ہی پینی پڑتی ہے۔!"

"کوئی خاص وجہ....!"

"جی.... اب وجہ کیا بتاؤں....!" عمران نے پھر شرما کر سر جھکا لیا۔

"نہ بتانے کی کوئی وجہ....؟"

"جی ہاں....!"

"کیا وجہ ہے....؟"

"وجہ میں ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔!"

"تب تو واقعی کوئی شرم ہی کی بات ہو گی۔" بوڑھے نے کہا۔ اور عمران حیرت سے منہ کھول کر اُس کی شکل دیکھنے لگا۔

"ابھی پورا تعارف تو ہوا ہی نہیں۔" عورت بولی۔

عمران بوڑھے کی شکل دیکھتا رہا۔ عورت سے مخاطب نہیں ہوا تھا۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو صاحب زادے۔" دفعتاً بوڑھا گڑبڑا کر بولا۔

"آپ روشن ضمیر معلوم ہوتے ہیں۔!" عمران کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ "آپ کو علم ہے کہ وجہ شرمناک ہے۔!"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن میں آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

"بس سمجھ جائیے....! میری زبان سے تو نہیں نکلے گا۔!"

"رہنے بھی دیجئے! یہ ایک کیس ہے....!"

"کیس....!" عمران اُچھل پڑا۔

"جی ہاں....!"

"مڈوائف والا یا پولیس والا....!" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

بوڑھے کی آنکھوں میں عجیب تاثرات نظر آئے۔ اُس نے بہت غور سے عمران کو دیکھا تھا۔ پھر آہستہ سے بڑبڑایا۔ "یہ تو ذہانت کی لہر تھی۔"

"جی....!" عمران اس طرح بولا جیسے کسی بہرے آدمی سے مخاطب ہو۔!

"کچھ نہیں.... تم ایک لاجواب کیس ہو۔ میری معلومات میں اضافے کا سبب بن سکو گے۔!"

"جی میں نہیں سمجھا۔!"

"تمہارے سمجھنے کی بات بھی نہیں ہے! مشغلہ کیا ہے تمہارا۔!"

"جی بس یونہی.... کوئی خاص نہیں....!"

"مطلب یہ ہے کہ کیا کام کرتے ہو....!"

"ایکسپورٹ....!"

"کیا بھیجتے ہو....!"

"آلو.... پیاز.... اور بینگن وغیرہ.... ! بڑی مصیبت ہے جناب پچھلے سال گھیاں بھی ایکسپورٹ کی تھی۔ لیکن ساری کی ساری خراب ہو گئیں.... بڑا نقصان ہوا تھا۔ ویسے ہمارے یہاں سے جو چیز بھی مڈل ایسٹ بھیجی جاتی ہے خراب نکل جاتی ہے.... کہیں یہ صیہونی سازش کا نتیجہ تو نہیں۔؟"

"وہ کس طرح صاحب زادے....!"

"ارے اسرائیل کے جاسوس ہمارے مال میں جراثیم گھسیڑ دیتے ہوں۔!"

بوڑھا اس طرح ہنسا تھا جیسے کسی بچے نے سیاست پر گفتگو شروع کر دی ہو۔!

"کیوں کیا میں غلط کہہ رہا تھا۔!"

"کیا تم صرف تجارت ہی کے موضوع پر گفتگو کر سکتے ہو۔!"

"نہیں فلموں کے موضوع پر بھی کر سکتا ہوں۔ کل ہی پھا پھا کٹنی دیکھی ہے۔!"

"اور کوئی موضوع....!" بوڑھے نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا۔

"اور تو بس یونہی ہے۔!" عمران کے لہجے میں مایوسی سی تھی۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک بے حد کار آمد آدمی بنا سکتا ہوں۔!"

"بنا دیجئے....! لوگ پتا نہیں مجھے کیا سمجھتے ہیں....!"

"اوہو.... میں نہیں سمجھا....!"

"کاروبار کی بات الگ ہے.... اگر میں کسی سے دو سو ٹن پیاز خریدنا چاہوں تو وہ مجھے ہاتھوں ہاتھ لے گا۔ ویسے کوئی نہیں پوچھتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے لوگ مجھ سے ملنا پسند ہی نہ کرتے ہوں۔!"

"مجھے اس پر حیرت نہیں ہے۔!"

"تو پھر آپ کیوں خواہ مخواہ مل بیٹھے ہیں۔! مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی کسی نے مجھے اس طرح لفٹ دی ہو....!"

"اُف فوہ....! مجھے تو دراصل ماحول سے تمہاری لاتعلقی پسند نہیں آئی تھی۔!"

"جی میں نہیں سمجھا۔!"

بوڑھا اُس کی طرف جھک کر آہستہ سے کان میں بولا۔ "یہاں سب میری بیوی کو گھور رہے تھے۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا تھا۔!"

عمران نے دزدیدہ نظروں سے عورت کی طرف دیکھا تھا اور پھر جھینپ کر سر جھکا لیا تھا۔

بوڑھے نے اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر قہقہہ لگایا۔

"تو کون سی فلم دیکھی تھی آپ نے...!" عورت نے عمران سے پوچھا۔

"جی.... پھا پھا کٹنی....!"

"کوٹھے ٹپنی بھی ضرور دیکھئے گا۔!"

"جی بہت اچھا۔!" عمران نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"ہم لالہ زار میں ٹھہرے ہیں۔!" بوڑھے نے کہا "کمرہ نمبر گیارہ ہے۔ کل کسی وقت آؤ.... تمہیں سچ مچ کام کا آدمی بنا دوں گا۔ شخصیت میرا خاص موضوع ہے۔ ماہر نفسیات ہوں۔!"

"مم.... ماہر نفسیات....!"

"ہاں.... سمجھتے ہو نا ماہر نفسیات....!"

"وہ جو ہسٹیریا کے مریضوں کا علاج کرتا ہے....!"

"میں تو صرف.... لوگوں کی شخصیتیں بدل دیتا ہوں۔ تمہیں اتنا اسمارٹ بنا دوں گا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔!"

"واقعی....!" عمران کے لہجے میں چہکار تھی۔

"یقین کرو۔۔۔!"

عمران نے عورت کی طرف دیکھا اور وہ سر ہلا کر بولی۔ "!میرے شوہر غلط نہیں کہہ رہے۔ ابھی حال ہی میں انہوں نے ایک شاعر کو گوشت کی دوکان کرادی ہے۔ اب وہ اتنی چابک دستی سے بغدہ چلاتا ہے کہ بس دیکھتے ہی رہ جایئے حالانکہ اس سے پہلے گوشت کھاتا تک نہیں تھا۔!"

"مجھے کیا بنایئے گا جناب۔۔۔۔!" عمران نے بوڑھے سے پوچھا۔

"جو تم چاہو۔۔۔!"

"ہیرو بن سکتا ہوں۔۔۔۔!" عمران نے لہک کر پوچھا۔

"ایک ہفتے کے اندر اندر۔۔۔۔!"

"بس۔۔۔ایک بار مس فیٹم کے ساتھ چانس مل جائے۔!"

"کیا مس فیٹم آپ کو بہت پسند ہے۔۔۔۔!" عورت نے پوچھا۔

"جی بس اُس کے ڈانس بہت اچھے لگتے ہیں۔!"

"وہ تو اعضاء کی شاعری کی بجائے اعضاء کی دھما چوکڑی ہوتے ہیں۔!" بوڑھا بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"جی میں نہیں سمجھا۔۔۔۔!"

"شخصیت کی تبدیلی کے ساتھ ہی سمجھ داری بھی آجائے گی۔!"

"جی بہت اچھا۔۔۔۔!"

"تو پھر کل آرہے ہو نا۔۔۔!"

"ضرور آؤں گا۔۔۔ ضرور۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔!"



اُس حیرت انگیز لاش کی دریافت نے پورے ملک میں سنسنی پھیلا دی تھی۔ چوٹی کے سائنس دان اُس کا جائزہ لے رہے تھے اور اخبارات میں اُس سے متعلق طرح طرح کے مضامین شائع ہونے لگے تھے۔!

اور پھر سائنس دانوں کا متفقہ فیصلہ منظر عام پر آگیا تھا۔ جس کے مطابق رنگین دھاریاں مصنوعی نہیں تھیں۔ انہیں اُس کی کھال سے الگ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

پھر وہ لاش ایک عجوبے کی حیثیت سے محفوظ کرلی گئی۔ سارے ذہن لاش ہی میں الجھ کر رہ

گئے تھے۔ شکاریوں کے کیمپ میں لگنے والی آگ سے کسی کو سروکار نہیں تھا۔ اور نہ یہ بات ہی کسی کو یاد رہی تھی کہ لاش کی مٹھیوں سے بھی کچھ چیزیں برآمد ہوئی تھی۔ لیکن کیپٹن فیاض اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ پھر ساراوان کے جنگلوں کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ کیونکہ چار دن گذر جانے کے بعد بھی خان صاحب کا سراغ نہیں مل سکا تھا۔

لاش عمران نے دیکھی تھی اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا تھا۔ "یہ انجام ہوتا ہے رنگین مزاجی کا۔!"

اُسے حیرت تھی کہ فیاض نے اس معاملے میں اُس سے رجوع نہیں کیا تھا۔ اُس نے اُس کے کسی دوست کی گمشدگی کا واقعہ بھی سنا تھا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ دوبارہ ساراوان کی طرف روانہ ہوگیا ہے۔!

لاش کی شناخت ابھی تک نہیں ہوسکی تھی۔ حالانکہ اخبارات میں اُسکی تصویر شائع ہوئی تھی۔

اُسی صبح کو جب عمران اپنے نئے ملاقاتیوں بیگم اور پروفیسر ضعیم اشرف سے ملنے جارہا تھا اُس نے سر سلطان کی کال ریسیو کی۔

"تم کیا کررہے ہو۔۔۔۔؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"کس سلسلے میں۔۔۔۔!"

"اسی لاش کے سلسلے میں۔۔۔۔!"

"میں کیا کرسکتا ہوں جبکہ شناخت بھی نہیں ہوسکی! کیپٹن فیاض دیکھ بھال کررہا ہے اُس کی۔ لیکن ایک بات کہوں گا لاش کی تشہیر سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح شناخت نہیں ہوسکے گی۔!"

"کیوں۔۔۔؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"دیکھنے والوں کے ذہن دھاریوں میں الجھ جاتے ہیں۔ چہرے کی بناوٹ کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔۔۔۔!"

"اوہ۔۔۔ تمہارا خیال درست ہے!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "پھر کیا کیا جائے۔۔۔۔!"

"کسی بہت اچھے آرٹسٹ کی خدمات حاصل کرکے ایسا چہرہ بنوایا جائے جس پر دھاریاں نہ ہوں۔۔۔ اور پھر اس کا فوٹوگراف چھاپا جائے اخبارات میں۔!"

"مجھے حیرت ہے کہ تشہیر کار کو پہلے ہی یہ بات کیوں نہیں سوجھی تھی۔!"

"اُسے اپنی محبوبہ کے ساتھ تھیٹر جانا رہا ہو گا۔!"

"کیا بکواس ہے....؟"

"ہر شعبے میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔! میری بکواس سے کیا ہوتا ہے۔ یہ سب سمجھتے ہیں کہ پوری قوم ان کی غلام ہے۔ اور یہ خصوصیت سے خدا کی طرف سے اتارے گئے ہیں نالائقوں پر....!"

"تم ان سے الگ تو نہیں ہو....!"

"یہی تو مصیبت ہے ہم سب ایک دوسرے کو بُرا کہہ رہے ہیں لیکن توفیق نہیں ہوتی کہ اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی بھی کوشش کریں۔"

"یہ آج تم بہکی بہکی باتیں کیوں کر رہے ہو۔!"

"پڑوسی نے پانی کا ٹیکس ادا نہیں کیا تھا۔ کمبخت میرا کنکشن کاٹ گئے ہیں میں نے اس غلطی کی طرف توجہ دلائی تو بولے، تم استحصالی ہو۔!"

"پتا نہیں کیا بکواس کر رہے ہو۔!"

"شائد استحصال ابھی آپ تک نہیں پہنچا۔!"

"بکواس بند کرو....اور دیکھو کہ تم لاش کے سلسلے میں کیا کر سکتے ہو۔!"

"جب تک لاش کی شناخت نہ ہو جائے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تفتیش کا نقطہ آغاز لاش کی شناخت ہی ہو گی۔!"

"ٹھیک کہتے ہو....میں اس کی طرف توجہ دلاؤں گا۔! اچھی بات....!"

"خدا حافظ...." کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا اور سلیمان کو آواز دی تھی۔

"جی فرمائیے...." اُس نے کمرے میں داخل ہو کر جارحانہ انداز میں پوچھا۔

"پانی کا کیا ہوا....!"

"ہوتا کیا...میں نے ٹیکس کی ادائیگی کی رسید دکھائی تھی بولے تین دن سے پہلے ممکن نہیں۔!"

"کیوں....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"حلقے کا انسپکٹر بیوی کے ساتھ زچگی میں جا پڑا ہے۔!"

"ہائیں....! زچگی ہو چکی یا نہیں۔!"

"خود پتا لگائیے جا کر.... مجھے اپنی بچگی ہی سے فرصت نہیں۔!"

"ابے یہ بچگی کیا ہوتی ہے۔!"

"سسری اس طرح بات بات پر ٹوکتی ہے جیسے میں کل ہی تو پیدا ہوا ہوں.... میٹرک کیا پاس کر لیا ہے کہ ہوش ہی ٹھکانے نہیں۔!"

"ابے تو پھر کیوں عشق کیا تھا جبکہ تو نان میٹرک بھی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔!"

"پاگل کتے نے کاٹا تھا مجھے۔"

"بس تو پھر بھونکا رہ۔!"

"نہیں صاحب....! اب یہ گاڑی نہیں چلے گی۔!"

"کیوں میرا اور اپنا وقت برباد کر رہا ہے۔ گاڑی اسی طرح چلتی رہے گی۔!"

"آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔!"

"مجھے کیا پڑی ہے کہ مجبور کروں گا۔ ساری گاڑیاں چلی جا رہی ہیں! کہ پیٹرول سے تو چلتی نہیں....دانتا کلکل سے چلتی ہیں۔!"

"میں کہیں بھاگ جاؤں گا۔!"

"کبھی کبھی خیریت کا خط بھی لکھتا رہیو....! لیکن ٹھہر.... تو کب تک ہو جائے گا میونسپل کارپوریشن کا انسپکٹر....!"

"میں....کیا کہہ رہے ہیں....!"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں....!"

"کیا ٹھیک کہہ رہے ہو....!"

"ڈیڑھ سال تو ہو گئے....!"

"مت کیجئے بے شرمی کی باتیں۔!" سلیمان جھینپ کر بولا۔ پھر وہ وہاں نہیں ٹھہرا تھا۔

عمران نے پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ہوٹل لالہ زار کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "روم نمبر گیارہ۔"

آپریٹر نے روم نمبر گیارہ سے ملایا تھا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو....!"

"پپ....پروفیسر صاحب....!" عمران ہکلایا۔

"کون پروفیسر....؟"

"پروفیسر ضیغم اشرف۔!"

"یہاں کوئی پروفیسر ضیغم اشرف نہیں ہے۔"

"آپ کون ہیں....؟" عمران نے پوچھا۔

"سوڈا بائی کارب....!"

"جی میں لیموں کا تیزاب بول رہا ہوں۔!"

"کیا بکواس ہے۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی تھی۔ اور اس طرح منہ چلانے لگا تھا جیسے جگالی ترک کر کے فون کرنے کی زحمت گوارا کی تھی۔!

اچانک فون کی گھنٹی بجی تھی اور اُس نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ ریسیور اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے اُس کا نام لیا تھا۔

"یس عمران اسپیکنگ۔!"

"طویل فاصلے کی کال ہے جناب!" ایکسچینج کے آپریٹر کی آواز آئی "ہولڈ آن کیجئے۔!"

"او کے....!"

تھوڑی دیر بعد آواز آئی "ہیلو.... ہیلو.... علی عمران۔!"

"علی عمران اسپیکنگ....!"

"ہلو مائی لیڈ.... میں ضیغم اشرف بول رہا ہوں.... سردار گڈھ سے.... بھئی اچانک ڈیڑھ بجے رات والی فلائٹ سے ہمیں سردار گڈھ آنا پڑا مجھے اُمید تھی کہ تم ضرور آؤ گے۔ اسی لئے مطلع کر رہا ہوں کہ اب میں لالہ زار میں نہیں ہوں۔!"

"کک.... کیا بیگم صاحبہ بھی چلی گئیں۔!" عمران نے پوچھا۔

"ہاں بھئی۔!"

"تت تو سردار گڈھ بہت دور ہے۔!" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"اگر تم ایک کامیاب زندگی گذارنا چاہتے ہو تو یہ دوری کچھ بھی نہیں ہے۔!"

"جی میں نہیں سمجھا۔!"

"ارے بھئی.... تم سردار گڈھ آسکتے ہو....!"

"جی ہاں.... آتو سکتا ہوں.... لیکن تین چار دن بعد.... ڈھائی سو ٹن پیاز کا بیعانہ دے بیٹھا ہوں.... ڈلیوری لئے بغیر ہل بھی نہیں سکتا یہاں سے....!"

"کوئی بات نہیں، تین چار دن بعد ہی سہی.... میرا پتہ نوٹ کرو....!"

"ایک منٹ....!" عمران نے کہا اور کاغذ پنسل سنبھال کر بیٹھ گیا۔

"ہیلو.... جی ہاں.... پتہ لکھوائیے۔!"

"عابد روڈ پر فانوس....!"

"ارے وہ گول عمارت۔!"

"وہی وہی.... کیا تم ادھر آچکے ہو۔!"

"ایک آدھ بار.... جی ہاں.... کیا وہ آپ کی ذاتی عمارت ہے۔!"

"ہاں بھئی.... میں نے اپنی نگرانی ہی میں تعمیر کرائی تھی۔ خود ہی نقشہ بھی بنایا تھا۔!"

"مم.... میں ضرور آؤں گا۔ اُس عمارت کو اندر سے دیکھنے کا بے حد شوق ہے۔!"

"آجاؤ.... تمہاری یہ آرزو بھی پوری ہو جائے گی۔!"

"بس تین چار دن بعد....!"

"اچھا.... خدا حافظ....!" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

ریسیور کریڈل پر رکھ کر اُس نے دیدے نچائے تھے اور جوزف کو آواز دی تھی.... لیکن جوزف کی بجائے سلیمان کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"میں آخر کہاں سے لاؤں پانی۔!" اُس نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔

"اُسی پڑوسی کے فلیٹ سے جس کے دھوکے میں ہمارا کنکشن کاٹا گیا ہے۔!"

"وہاں قفل پڑا ہوا ہے۔!"

"تو پھر بارش کے لئے دُعا مانگ۔!"

"سنجیدگی سے سوچئے۔!"

"ہر فلیٹ سے ایک ایک گلاس پانی مانگ لا۔ تیری بالٹی بھر جائے گی۔!"

"میں کچھ نہیں جانتا...." وہ پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔ جوزف ایک طرف خاموش کھڑا تھا اُس کے جانے کے بعد بولا۔ "یس باس"۔!

"پانی کا کیا ہوگا۔!"

"کچھ بھی نہیں باس....!"

"ارے تو کھائیں گے کیا۔ روٹیاں کیسے پکیں گی۔!"

"آج آٹا ہی سہی باس....!"

"کیوں بکواس کر رہا ہے۔!"

"بڑی عمدہ خشک ڈش تیار ہوتی ہے باس! خشک آٹے میں شکر اور مکھن ڈال کر بھون لیا جائے۔"

"اور پینے کے لئے....!"

"دودھ دینے والی تین چار بکریاں منگوالو۔"

"اور اُن بکریوں کو اپنا خون پلاؤں گا۔" عمران آنکھیں نکال کر دھاڑا۔

"ہاں.... یہ پرابلم تو بدستور برقرار رہے گا۔" جوزف سہم کر بولا۔

پھر عمران نے گل رخ کو آواز دی تھی.... وہ آئی اور ایک طرف کھڑی ہوگئی۔!

"پانی کا کیا ہوگا۔؟"

"صبح سے کہہ رہی ہوں کہ بالٹی اٹھا اور سڑک کے نلکے سے بھر لا... لیکن سنتا ہی نہیں۔!"

"سڑک کا نلکا۔!" عمران اُچھل پڑا۔ "سامنے کی بات تھی۔ لیکن مجھے نہ سوجھی! بول کیا مانگتی ہے!"

"آپ میری خواہش پوری نہیں کر سکیں گے۔!"

"ہائیں.... کیا بکواس کر رہی ہے۔!"

"سچ کہہ رہی ہوں....!"

"لاکھ دولاکھ کی بات....!" عمران نے سہم کر پوچھا۔

"نہیں صاحب.... صرف لات دولات کی بات ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اتنا ماریئے.... اتنا ماریئے کہ کھال اُتر جائے۔ یہی ہے میری خواہش۔!"

"کس کو....!"

"اُسی کو جو سڑک کے نلکے سے ایک بالٹی نہیں لا سکتا۔! توہین ہو جائے گی اُس ازلی باورچی کی....!"

"یعنی تو سلیمان کو پٹوانا چاہتی ہے میرے ہاتھوں۔!"

"جی صاحب۔!"

جوزف کے دانت نکل پڑے تھے اور عمران گل رخ کو غور سے دیکھتا ہوا بولا تھا!

"کیا سچ مچ....!"

"جی صاحب.... اس لاٹ صاحب کے بچے کی ایک بار کندی ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جائیگا۔!"

"وہ نہیں ٹھیک ہو سکتا! لا بالٹی مجھے لادے.... میں بھر لاؤں گا۔!"

"آپ....!" وہ منہ پھاڑ کر رہ گئی۔

"کیوں....؟ مجھ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں! اگر باورچی شرمیلا ہو تو یہی ہوتا ہے....!"

"آپ پر نثار کروں اُس حرام خور کو.... میں خود بھر لاؤں گی۔!"

"نہیں.... میرے کو لاڈے بالٹی....!" جوزف بولا۔

"اجی آپ کہاں تکلیف کریں گے....!"

"نہیں باس! میں لاؤں گا۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ سڑک پر کوئی نلکا بھی ہے۔!"

"سنا تم نے....!" عمران نے گل رخ سے کہا "کہہ رہا ہے اسے سڑک پر کسی نلکے کا علم ہی نہیں تھا۔!"

"سب ایک سے ہیں۔!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی "اسے تو بوتل کے علاوہ اور کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا....!"

"میں لائے گا نلکے سے پانی... چلو... بالٹی ڈو...!" جوزف دروازے کیطرف ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ چلے گئے تھے اور عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا رہا تھا۔

فون کی گھنٹی پھر بجی اُس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز آئی تھی۔

"یس سر....!" عمران ماؤتھ پیس میں بولا۔

"لاش کی شناخت ہوگئی ہے۔ ایک سفارت خانے کا گمشدہ آفیسر.... وانگ لین....!"

"گمشدہ سے کیا مراد ہے آپ کی۔!"

"ایک ہفتہ قبل اپنے ملک کے لئے ہوائی جہاز سے روانہ ہوا تھا۔ لیکن وہاں نہیں پہنچا جب کہ

صرف اٹھارہ گھنٹے کی پرواز ہے۔!"

"اوہ.... کس طرح شناخت کیا گیا۔!"

"اُسی تدبیر سے جو تم نے بتائی تھی۔!"

"ظاہر ہے کہ وہ تدبیر آپ نے تو بتائی نہ ہوگی کسی کو....!"

"نہیں میں نے پریس کو تجویز بھجوائی تھی۔ لیکن ابھی اُس کے بارے میں اخبارات میں کچھ نہیں آیا۔ شام کے اخبارات ابھی چھپ ہی رہے ہوں گے۔!"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میری بتائی ہوئی تدبیر کے مطابق اُسے شناخت کیا گیا ہے۔!"

"آرٹسٹ کی بنائی ہوئی تصویر اخبارات میں شائع ہونے والی تصویر کے تراشے سمیت میرے پاس بھجوائی گئی ہے۔!"

"کمال ہے.... براہِ کرم یہ معلوم کرنے کی کوشش کیجئے کہ وہ آرٹسٹ ہی کی تجویز تھی یا کسی اور نے آرٹسٹ کو مشورہ دیا تھا۔! مجھے آرٹسٹ اور مشورہ دینے والے دونوں کے نام اور پتوں سے آگاہ کیجئے۔!"

"اس کی کیا ضرورت ہے....!"

"تفتیش کے سلسلے میں پہلا قدم سمجھ لیجئے۔!"

"اچھی بات ہے.... میں دیکھتا ہوں۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سُن کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔!

پھر قریباً دو گھنٹے کے بعد سر سلطان نے عمران کو اُن دو افراد کے بارے میں بتایا تھا۔

"تجویز سفارت خانے کے فرسٹ سیکریٹری میکونو کی تھی۔ اور تصویر اُس کی بیوی متیو ہاشی نے بنائی ہے۔ دونوں ستائیس پرنسز اسٹریٹ میں رہتے ہیں۔!"

"یہ ہوئی نا بات....!"

"کیا مطلب....؟"

"جی کچھ نہیں.... اب ہوا ہے اپنے ڈیپارٹمنٹ کا کیس....!"

"اس کے باوجود بھی تھا۔!"

"ہو سکتا ہے.... بہر حال میں آپ کو رپورٹ دیتا رہوں گا۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ عمران ریسیور کریڈل پر رکھ کر اٹھ گیا۔!

تھوڑی دیر تک کھڑا سر سہلاتا رہا پھر اچانک جوزف کو آواز دی۔

"یس باس....!" کہیں سے اُس کی آواز آئی تھی۔ اور وہ خود بھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں بالٹی نظر آئی۔

"کیوں وقت برباد کر رہا ہے اپنا.... بھگتنے دو اُن دونوں کو....!"

"اتنی دیر میں تین بالٹیاں ڈال چکا ہوں باس....!"

"بہت ہیں.... اب بالٹی رکھ دے اور وردی پہن کر میرے ساتھ چل....!"

"وردی پہن کر....! کوئی خاص بات ہے۔!"

"اچھا اب تو بھی سوال کرنے لگا ہے....؟" عمران آنکھیں نکال کر بولا "ان بد بختوں کی صحبت نے تجھے بھی ڈبویا۔!"

"میں معافی چاہتا ہوں باس....!" جوزف گڑگڑایا۔

"چل جلدی کر....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ چلا گیا تھا اور عمران میز کے قریب بیٹھ کر کچھ لکھنے لگا تھا۔!

جوزف کی واپسی تک اُس نے تحریر مکمل کی تھی اور پیڈ سے کاغذ نکال کر لفافے میں رکھا تھا۔!

"دیکھو.... تم یہ لفافہ جولیا کے پاس لے جاؤ گے۔!" اُس نے جوزف سے کہا۔ "گیراج نمبر تین تک پیدل جاؤ۔ وہاں سے سفید ڈوج نکالنا.... جولیا جہاں بھی جائے اُسے لے جانا....!"

"ڈرائیو بھی میں ہی کروں گا۔!" جوزف نے پوچھا۔

"گیراج سے جولیا کے بنگلے تک، کہیں اور جانا ہوا تو وہ خود ڈرائیو کرے گی اور تم باڈی گارڈ کی حیثیت سے بیٹھو گے۔!"

"او کے باس....!" جوزف نے کہا اور باہر نکل گیا۔

عمران تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا پھر فون پر جولیانا فٹنر واٹر کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر ایکس ٹو کی آواز میں بولا۔ "عمران کی طرف سے تمہیں کچھ ہدایات ملیں گی۔ ان پر عمل کرو....!"

"بہت بہتر جناب....!"

"آدھے گھنٹے تک تمہیں گھر ہی میں موجود رہنا ہے کیونکہ اسی دوران میں وہ تم سے رابطہ قائم کرے گا۔!"

"ایسا ہی ہوگا جناب۔۔۔۔!"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔!



باہر سے کسی نے کال بیل کا بٹن دبایا تھا اور جولیا دروازے کی طرف جھپٹی تھی۔ لیکن جوزف پر نظر پڑتے ہی سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔! شائد وہ سمجھی تھی کہ عمران بذات خود آیا ہوگا۔!

جوزف نے لفافہ اُس کی طرف بڑھا دیا۔

"اندر آجاؤ۔۔۔۔!" وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

"شکریہ مسی۔۔۔۔!" جوزف نے ادب سے کہا۔ اندر داخل ہوا اور سٹنگ روم میں پہنچ کر اُس وقت تک کھڑا رہا جب تک جولیا نے ایک کرسی کی طرف اشارہ نہیں کیا تھا۔

جولیا عمران کا خط پڑھتی رہی تھی پھر جوزف سے بولی تھی "تم سے کیا کہا گیا ہے۔!"

"اگر تم ڈرائیو کرو تو میں باڈی گارڈ کے فرائض انجام دوں۔ ورنہ میں ہی ڈرائیو کروں گا۔!"

"یہی بہتر ہے۔۔۔۔ مجھے باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں۔!"

"جیسی تمہاری مرضی۔!"

"میں پندرہ منٹ میں تیار ہو جاؤں گی۔!"

"اوکے مسی۔۔۔۔!"

جولیا دوسرے کمرے میں چلی آئی تھی۔ لباس تبدیل کرتے کرتے ایک بار پھر اُس نے عمران کا خط شروع سے آخر تک پڑھ ڈالا۔۔۔۔ آنکھیں گہرے تفکر میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی لائحہ عمل ترتیب دے رہی ہو۔!

سٹنگ روم میں واپس آکر جوزف سے بولی "کہاں چلنا ہے۔۔۔۔!"

"میں کیا جانوں مسی۔۔۔۔!" جوزف نے حیرت سے کہا "مجھے ہدایت ملی ہے کہ جہاں آپ جانا چاہیں آپ کے ساتھ رہوں۔!"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ چلو۔۔۔۔ پرنسز اسٹریٹ چلنا ہے۔ ستائیسویں عمارت میں۔۔۔۔!"

"پرنسز اسٹریٹ لے چلوں گا! لیکن یہ تم دیکھنا کہ ستائیسویں عمارت کون سی ہے۔!"

"میں بتادوں گی۔!"

ڈوج روانہ ہوئی تھی۔ جولیا پچھلی سیٹ پر نیم دراز اُسی معاملے سے متعلق سوچے جارہی تھی۔۔۔۔ نام وانگ لین اُس کے لئے نیا نہیں تھا۔ پہلے بھی سُن چکی تھی۔ ایک سفارت خانے سے تعلق تھا اُس کا، ایک بار ناپسندیدہ سرگرمیوں کی بناء پر اُس کے اپنے محکمے کی نظر میں بھی آگیا تھا۔ لیکن بات آگے نہیں بڑھی تھی۔ اور معاملہ رفع دفع ہو گیا تھا۔!

بہر حال کوئی خاص ہی بات رہی ہوگی۔ تبھی یہ طریق کار اختیار کیا گیا ہے۔۔۔۔ وہ سوچتی اور بار بار ذہن میں دہراتی رہی کہ اُسے کیا کرنا ہے۔

"وہ دیکھو۔۔۔۔ وہ سبز عمارت۔۔۔ اُسی کا نمبر ستائیس ہو سکتا ہے۔ پچھلی چھبیس تھی۔!" اُس نے پرنسز اسٹریٹ سے گذرتے ہوئے کہا اور جوزف نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ پھاٹک کھلا ہوا ہے۔ گاڑی اندر موڑ دو۔!"

جوزف نے تعمیل کی تھی۔ گاڑی اندر پورچ تک لیتا چلا گیا۔۔۔۔! ایک باوردی گھریلو ملازم نے اُن کی پذیرائی کی۔

جولیانا فٹنر واٹر نے اُسے اپنا کارڈ دیا تھا اور اُس کے چلے جانے کے بعد جوزف سے بولی تھی "تم گاڑی میں بیٹھو گے۔!"

"اوکے مسی۔۔۔۔!"

ملازم واپس آیا تھا اور جولیا کو اندر لے گیا تھا۔۔۔۔ سٹنگ روم میں اعلیٰ درجے کی آرائش نظر آئی۔ کئی عمدہ قسم کی پینٹنگز دیواروں پر آویزاں تھیں۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی سٹنگ روم میں داخل ہو کر خم ہوا تھا۔ جولیا اٹھ گئی۔

"میرے لائق خدمت محترمہ۔۔۔۔!" اُس نے کہا۔

"مم۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ مسٹر وانگ لین سے ملنا چاہتی ہوں۔!"

"مسٹر وانگ لین۔۔۔۔!" اجنبی کے لہجے میں حیرت تھی۔ "لیکن یہاں تو میں رہتا ہوں۔۔۔۔! میرا نام میکونو ہے۔!"

"اوہ۔۔۔۔ تو کیا یہ پرنسز اسٹریٹ کی ستائیسویں عمارت نہیں ہے۔!"

"یقیناً ہے محترمہ.....!" وہ اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"تب پھر مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی۔!"

"آپ تشریف رکھئے.....!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا "یقیناً آپ کو پتا ٹھیک یاد نہیں رہا۔"

جولیا نے بیٹھتے ہوئے طویل سانس لی تھی۔

اُس نے کہا "مسٹر وانگ لین نے مجھے یہی پتا بتایا تھا۔ کوئی دس دن پہلے کی بات ہے۔!"

"مجھے حیرت ہے کہ اُس نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا! وہ تو سفارت خانے ہی کی عمارت میں رہتا تھا کیونکہ غیر شادی شدہ تھا! یہاں میں اپنی بیوی متیو ہاشی کے ساتھ رہتا ہوں.... اور فرسٹ سیکریٹری ہوں۔!"

"متیو ہاشی!" جولیا پُر تفکر انداز میں بولی "وہی خاتون تو نہیں جنکی تصاویر کی نمائش نیشنل آرٹ گیلری میں ہوئی تھی۔!"

"جی ہاں.....وہی.....!"

"ملنے کا اشتیاق تھا۔ عجیب اتفاق ہے! لیکن آخر مسٹر وانگ لین نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا۔ میں عمارت کا نمبر بھول سکتی ہوں لیکن اسٹریٹ کا نام بھلا دینا ممکن نہیں۔!"

"آپ درست کہہ رہی ہیں! کیا میں پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ آپ وانگ لین سے کیوں ملنا چاہتی ہیں۔!"

"اُونہہ کوئی بات نہیں میں سفارت خانے ہی میں مل لوں گی۔!"

"آپ کو مایوسی ہوگی محترمہ.....وہ باہر گیا ہوا ہے۔!"

"کب گئے باہر.....!"

"پچھلے ہفتے کی بات ہے! اور شائد اب یہاں واپس ہی نہ آئے کہیں اور بھیج دیا جائے گا۔!"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔!"

"اسی لئے میں نے پوچھا تھا کہ آپ اُس سے کیوں ملنا چاہتی ہیں۔!"

"اب کیا بتاؤں۔!"

"کیا وہ آپ کا مقروض تھا۔!"

"ایسی ہی کچھ بات تھی۔!"

"اگر کوئی تحریر ہو اس کی آپ کے پاس تو شائد میں مدد کر سکوں۔!"

"تحریر تو نہیں ہے.....!" جولیا نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل بات دوسری تھی.... ہماری واقفیت ٹپ ٹاپ کلب کی حد تک بہت پُرانی ہے۔ میں دراصل آپ کے ملک سے کچھ سامان منگوانا چاہتی تھی۔ مسٹر وانگ لین نے کہا۔ وہ منگوادیں گے اور ڈیوٹی بھی نہیں ادا کرنی پڑے گی۔!"

"کتنی رقم دی تھی آپ نے.....!"

"دو ہزار ڈالر.....!"

میکو نو سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا!

"آپ دشواری میں پڑ گئی ہیں محترمہ.....!"

"کیا رقم کی واپسی کی کوئی صورت نہیں.....!"

"اگر وہ واپس آیا تو افہام و تفہیم ہی سے یہ مسئلہ حل ہو سکے گا۔ ورنہ کوئی صورت نہیں۔!"

"خدا مجھ پر رحم کرے.....!"

"آپ کا تعلق کس ملک سے ہے محترمہ۔!"

"سوئٹزر لینڈ سے۔ گھڑیاں بنانے والی ایک فرم کی نمائندہ ہوں۔!"

"بہر حال اگر وہ یہیں اپنی ملازمت پر واپس آ گیا تو میں آپ کی مدد ضرور کروں گا۔!"

"اور دوسری صورت میں.....!"

"مجھے افسوس ہے محترمہ! کہ دوسری صورت میں آپ اپنی رقم ڈوبی ہوئی ہی سمجھئے۔!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ایسا ہوگا۔!"

"ہم لوگوں کے درمیان وہ کبھی نیک نام نہیں رہا..... مجھے بے حد افسوس ہے محترمہ۔!"

"خیر جو ہونا تھا ہوا۔ اب میں صرف دعا کر سکتی ہوں کہ وہ واپس آ جائے۔! اچھا اجازت دیجئے۔!"

"اُوہ.... نہیں ٹھہرئیے.... آپ کیسا مشروب پینا پسند کریں گی۔!"

"پھر کبھی مسٹر میکو نو.....!"

"جب دل چاہے تشریف لائیے۔ آپ میری بیوی سے مل کر بے حد خوش ہوں گی۔ وہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔"

"ضرور.... ضرور.....!" جولیا نے کہا!

وہ اُسے پورچ تک رخصت کرنے آیا تھا۔ جولیا جلد از جلد وہاں سے روانہ ہو جانا چاہتی تھی۔ خدشہ تھا کہ کہیں وہ اُس سے اُس کا پتہ نہ پوچھ بیٹھے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اُس نے آہستہ سے کہا تھا "جتنی جلد ممکن ہو نکل چلو.....!"

جوزف نے خاصی پھرتی دکھائی تھی۔ اُس کے سارے حواس یکلخت بیدار ہو گئے تھے۔ لیکن جولیا نے کچھ دیر بعد محسوس کیا تھا کہ اُس کی گاڑی کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔! اُس نے جوزف کو بھی اس سے آگاہ کر دیا اور پھر جوزف نے اپنے طور پر اس کا اندازہ لگانے کیلئے گاڑی کو خواہ مخواہ چکر دیئے تھے۔

"تمہارا خیال صحیح ہے مسی.... کالی گاڑی تعاقب کر رہی ہے۔!"

"اچھا تو بس اب سیدھے میرے گھر ہی چلو.... اور گاڑی وہیں کھڑی کر کے تم بھی اُس وقت تک رکے رہنا جب تک کالی گاڑی پیچھا نہ چھوڑ دے۔!"

"او کے.... مسی....!"

جولیا نے سیدھے عمران کی طرف جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔! ورنہ خیال تھا کہ واپسی پر اُس سے معاملے کی نوعیت معلوم کرنے کی کوشش کرے گی۔!

گھر پہنچ کر جوزف کو اپنے ساتھ ہی اندر لیتی چلی گئی تھی اور فون پر عمران کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ جواب فوراً ملا تھا اور اُس نے اُسے رپورٹ دی تھی۔

"اُس کے کسی جواب سے تم نے یہ اندازہ تو نہیں لگایا تھا کہ وانگ لین مر چکا ہو۔!" عمران نے سوال کیا۔!

"ہرگز نہیں۔ اُس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔ بس یہی کہتا رہا تھا کہ اُس کی واپسی کی امید کم ہے! کہیں اور اس کی پوسٹنگ کر دی جائے گی۔! بہرحال وانگ لین کے بارے میں اُس نے یہ بتایا تھا کہ وہ سفارت خانے میں نیک نام نہیں ہے۔ اُس کے ساتھی بھی اُسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔!"

"اب تم ٹھیک پندرہ منٹ بعد پھر جوزف سے کہنا کہ تمہیں ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی طرف لے جائے۔ میں خود دیکھوں گا۔ اُس کالی گاڑی کو.... شائد اُن لوگوں کو جوزف پر شبہ ہوا ہے۔!"

"قصہ کیا ہے....؟"

"قصہ بتانے بیٹھ گیا تو پندرہ منٹ بعد اس قابل نہیں رہوں گا کہ کالی گاڑی پر نظر رکھ سکوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی تھی اور سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔!

جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر.... گھڑی پر نظر ڈالی۔!

کالی گاڑی نے اب تک سفید ڈوج کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہنچی تھی۔! لیکن پارکنگ شیڈ کی طرف نہیں گئی تھی۔ ڈوج کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو جانے کے بعد سڑک ہی پر رُک گئی تھی۔

عمران نے اپنی ٹوسیٹر خاصے فاصلے پر روکی۔! کالی گاڑی سے کوئی اُترا نہیں تھا! تھوڑی دیر بعد شائد وہ واپسی کے لئے مُڑنے لگی تھی اور پھر ایک آدمی اُس پر سے اُتر کر کلب کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا۔! اور گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اب اُس میں صرف وہی عورت دکھائی دی جو اسے ڈرائیو کر رہی تھی۔!

صورت کچھ جانی پہچانی سی لگتی تھی لیکن جب وہ قریب سے گذری تو ایک اور گاڑی اُن کے درمیان حائل ہو گئی۔ ورنہ شائد عمران اُسے پہچان ہی لیتا۔!

بہرحال! وہ اب بھی اُسی گاڑی کا تعاقب کر رہا تھا۔! اگر صورت شناسانہ لگی ہوتی تو شائد عمران گاڑی کے تعاقب کا ارادہ ترک کر کے صرف اُس آدمی پر نظر رکھتا جو ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں جولیا کی نگرانی کے لئے رک گیا تھا۔!

گاڑی دس منٹ بعد لالہ زار ہوٹل کے سامنے رکی تھی۔ عورت گاڑی سے اُتری اس بار عمران نے اُسے پہچان لیا تھا۔ کچھ ہی دنوں پہلے اس کی تصویر اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔

یہ آرٹسٹ متیو ہاشی تھی۔ جس کی تصاویر کی نمائش نیشنل آرٹ گیلری میں پچھلے دنوں ہوئی تھی....! خاصی دل کش صورت والی تھی۔ ناک اور آنکھوں کی بناوٹ بھی اس حد تک اُس کی قومی روایات کے مطابق نہیں تھی کہ اُس کی صحیح قومیت یا نسل کا تعین کیا جاسکتا۔ جنوبی مشرق ایشیا ہی کی کوئی عورت لگتی تھی۔

عمران بھی گاڑی سے اُترا تھا اور اس کا تعاقب کرتا رہا تھا.... اور کھوپڑی تو اس وقت سہلائی تھی جب اُسے کمرہ نمبر گیارہ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ وہی کمرہ نمبر گیارہ جس میں پروفیسر ضیغم اشرف اپنی بیگم کے ساتھ مقیم تھا اور جہاں سے آج صبح فون پر کسی سوڈابائی کارب نے عمران کی

"تیزابیت" کو چیلنج کیا تھا۔

البتہ عمران یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ کمرے کا قفل متسوہاشی ہی نے کھولا تھا یا اندر سے کسی اور نے یہ دروازہ کھولا تھا۔

وہ ٹہلتا ہوا آگے بڑھ گیا.... اور پھر ایک ٹوئیلٹ میں داخل ہو کر ریڈی میڈ میک اپ ناک پر فٹ کیا تھا....! کوٹ اتارا اور الٹ کر پہن لیا۔ سوٹ میچ بن گیا! غرضیکہ نیچے سے اوپر تک حلیہ ہی بدل کر رہ گیا تھا۔!

ٹوائیلٹ سے نکل کر ڈائیننگ ہال کی راہ لی.... وہاں سے معلوم کیا تھا کہ اتنی دیر میں متسوہاشی تو نہیں چلی گئی تھی۔ کالی گاڑی اب بھی وہیں کھڑی نظر آئی جہاں پارک کی گئی تھی وہ دروازے کے پاس سے ہٹ آیا۔ ایک میز کی جانب بڑھ ہی رہا تھا کہ کچھ یاد آگیا۔ اور وہ سیدھا پبلک کال بوتھ کی طرف چلا گیا۔

انسٹرومنٹ میں سکہ ڈال کر صفدر کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

عمران نے ڈائننگ ہال پر اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالتے ہوئے کہا "میں عمران بول رہا ہوں۔ جولیا اس وقت ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں موجود ہے۔ تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ وہاں اُس کی نگرانی تو نہیں ہو رہی۔ نگرانی کرنے والے کا تعاقب کر کے معلوم کرنا ہے کہ وہ لوگ کون ہیں۔!"

"آپ کہاں ہیں....؟"

"گھر پر نہیں ہوں.... باہر سفید ڈوج میں جوزف بیٹھا ہے جولیا اُسی گاڑی پر واپس ہو گی۔ جوزف ڈرائیو کرے گا۔!"

"اچھی بات ہے.... میں پہنچ رہا ہوں۔!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا.... اور بوتھ سے باہر نکل کر زینوں کے قریب کی ایک میز سنبھال لی۔ متسوہاشی زینوں سے اُتر کر ہال ہی سے گذرتی ہوئی باہر جاتی۔

شائد آدھے گھنٹے بعد وہ زینوں سے اُترتی دکھائی دی تھی۔ عمران اُسے جاتے دیکھتا رہا۔ اس بار وہ جلدی میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ متسوہاشی کے باہر نکل جانے کے بعد وہ اٹھا تھا۔ کاؤنٹر پر اپنے بل کی رقم ادا کی تھی اور زینے طے کر کے کمرہ نمبرہ گیارہ کے سامنے آرکا تھا۔ راہداری سنسان

پڑی تھی۔ اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی بالکل اسی انداز میں جیسے روم سروس والے دیتے ہیں! لیکن اندر سے جواب نہ ملا۔ اُس نے مڑ کر دیکھا۔ لابی میں بھی کوئی نہیں تھا۔ ہینڈل گھمایا۔ دروازہ مقفل تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں اُس کی جیب سے ایک باریک سا اوزار نکل آیا تھا۔

جلد ہی قفل کھول لینے میں کامیاب ہو جانے کے بعد اُس نے ہینڈل گھمایا تھا اور آہستہ آہستہ دروازے کو پیچھے کھسکانے لگا تھا۔

اندر سے کسی قسم کی مزاحمت نہ ہونے پر اُس نے پورا دروازہ کھول دیا۔ سامنے والا کمرہ خالی نظر آیا۔ لیکن یہ دو کمروں کا سوٹ تھا۔ آہستہ سے دروازہ بند کر کے وہ آگے بڑھا! اور بائیں جانب والے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

یہ بیڈ روم تھا۔ سامنے ہی مسہری پر ایک ایسا آدمی چت پڑا ہوا نظر آیا جس کا سارا چہرہ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور جسم پر پورا لباس جوتوں سمیت موجود تھا۔ ہاتھوں میں سفید دستانے تھے۔!

عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا مسہری کے قریب آرکا....! نامعلوم آدمی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ چہرے پر اس طرح بینڈیج کی گئی تھی کہ صرف آنکھیں نتھنے اور کسی قدر دہانہ کھلے ہوئے تھے۔!

عمران نے جھک کر اس کا بازو ہلایا۔ لیکن اُس نے آنکھیں نہ کھولیں پھر جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ وہ سو نہیں رہا تھا بلکہ بیہوش تھا۔!

کوٹ کی آستین اوپر کھسکا کر دستانے کا بٹن کھولا ہی تھا کہ ہونٹ سیٹی بجانے والے انداز میں سکڑ گئے۔ جلدی سے بٹن بند کر کے آستین ٹھیک کی تھی۔ اور الٹے پاؤں واپس ہوا تھا۔!

تیزی سے زینے طے کر کے فون بوتھ پر پہنچا اور رانا پیلس کے نمبر ڈائیل کئے۔

دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سُن کر بولا۔ "میں لالہ زار ہوٹل سے بول رہا ہوں۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے سائیکو مینشن سے ایک ایمبولینس گاڑی یہاں بھجواؤ۔ خاور اور چوہان سے کہو کہ اپنی ملٹری کی وردی میں ایمبولینس کے ساتھ ہی پہنچ جائیں۔ لالہ زار کے کمرہ نمبر گیارہ میں ایک مریض ہے جسے سائیکو مینشن منتقل کرنا ہے۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"خاور اور چوہان کو ہدایت دو کہ کسی سے پوچھ گچھ کئے بغیر سیدھے کمرہ نمبر گیارہ تک پہنچ کر دروازے پر دستک دیں۔ ایک بار ہلکی دوبارہ نسبتاً تیز۔ ایمبولینس کا عملہ گاڑی ہی میں بیٹھا رہے گا۔!"

"میں سمجھ گیا جناب....!"

"وٹیس آل....!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر کے پھر زینوں کی طرف چل پڑا۔

کمرے میں پہنچ کر ایسی جگہ بیٹھ گیا تھا جہاں سے بیڈ روم اور داخلے کے دروازے پر نظر رکھ سکتا۔ ہاتھ بغلی ہولسٹر پر تھا۔!

نامعلوم آدمی کی پوزیشن میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ بس پہلے ہی کی طرح گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اور یہ سانسیں بیڈ روم کے باہر سے بھی سُنی جاسکتی تھیں۔

عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس دانتوں میں دبا کر آہستہ آہستہ کچلنے لگا۔

قریباً پندرہ منٹ بعد دروازے پر ویسی ہی دستک ہوئی تھی جس کے لئے عمران نے بلیک زیرو کو ہدایت دی تھی۔!

اُس نے ریڈی میڈ میک اپ ناک پر سے جیب میں ڈالا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

سامنے کیپٹن خاور اور لیفٹیننٹ چوہان پوری وردی میں ملبوس کھڑے نظر آئے۔!

"اوہ.... تو آپ ہیں۔!" خاور بولا۔

"چپ چاپ اندر آجاؤ....!" عمران نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "اور تم لیفٹیننٹ صاحب باہر ہی ٹھہرو۔!"

"جیسی جناب کی مرضی....!" چوہان ہنس کر بولا۔

"کسی اور کو اندر داخل نہ ہونے دینا....!"

"ظاہر ہے....!"

خاور کے داخل ہو جانے پر عمران نے دروازہ بند کر دیا تھا اور بیڈ روم کے سامنے پہنچ کر بولا۔ "اسے سائیکو مینشن لے جانا ہے۔!"

"لیکن یہ ہے کون....؟" خاور نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

"دھاری دار آدمی....!"

"نہیں....!" خاور چونک پڑا۔

"زندہ ہے.... لیکن بیہوش....!"

"اُوہ....!"

"اب تم دروازے پر ٹھہرو گے اور چوہان ایمبولینس کے عملے کو اسٹریچر سمیت یہاں لائے گا۔ اُس سے کہہ دینا کہ اپنے ساتھ کسی اور کو اُوپر نہ آنے دے۔ اگر کوئی پوچھے تو ڈانٹ دے۔!"

"میں سمجھ گیا....!" خاور دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا تھا۔! وہ چلا گیا اور عمران وہیں ٹھہرا رہا۔ اس دوران میں اُس نے پھر کوٹ اُتار کر الٹ لیا تھا اور میچ دوبارہ سوٹ بن گیا تھا۔!

چوہان سارے لوازمات کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اور جب کارروائی شروع ہو گئی تو عمران چپکے سے کھسک کر پھر ڈائننگ ہال میں آگیا۔

کاؤنٹر پر کئی لوگ کھڑے کلرک سے باتیں کر رہے تھے انہوں نے عمران کو زینوں سے اُترتے دیکھا تھا اور جب عمران غصے میں بھرا ہوا قریب پہنچا تو ایک آدمی نے پوچھا "کیوں صاحب! کیا بات ہے....؟"

"ہو گی کچھ....! جہنم میں جائے.... میں نے تو مریض کی خیریت پوچھی تھی۔ لیکن سالوں نے ڈانٹ دیا.... پتا نہیں خود کو کیا سمجھنے لگتے ہیں وردی پہن کر....!"

"ایک کیپٹن ہے اور دوسرا لیفٹیننٹ....!" دوسرا بولا۔

"آخر کس کمرے میں ہے مریض کہ مجھے خبر تک نہیں۔!" کلرک نے حیرانی ظاہر کی۔

"کمرہ نمبر گیارہ میں....!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"کمرہ نمبر گیارہ.... لیکن وہ لوگ تو آج صبح ہی آئے ہیں۔ ایک برقعہ پوش عورت تھی اور ایک مرد....!"

اُس نے جلدی سے رجسٹر کھولا تھا اور صفحے پر نظر دوڑاتا ہوا بولا۔ "اسد اللہ اور بیگم اسد اللہ۔!"

پھر وہ زینے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مریض کو اسٹریچر پر ڈال کر نیچے لایا جارہا تھا۔! سر سے پیر تک چادر میں ڈھکا ہوا تھا۔!

کلرک کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر زینے کے قریب کھڑا ہو گیا تھا۔

"جج جناب....!" وہ خاور کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔ "یہاں اندراج....!"

"بکومت....!" خاور دہاڑا۔

کلرک بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"یہی بتا دیجئے کہ مسٹر اسد اللہ ہیں یا بیگم اسد اللہ۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں ہانک لگائی۔

"شٹ اپ....!"

"ارے باپ رے......!" کہہ کر اُس نے سہم جانے کی ایکٹنگ کی تھی۔

وہ سب صدر دروازے سے گذرتے چلے گئے۔

"دھاندلی ہے دھاندلی....!" ایک آدمی بولا۔

"قطعی غیر قانونی حرکت....!"

"ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو کھٹ سے ہتھ کڑی۔!"

"بھائیو....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا ان لوگوں میں مسٹر اسد اللہ بھی شامل تھے۔!"

"جی نہیں....!" کلرک نے کہا۔

"تب تو پھر بیگم اسد اللہ ہی ہوں گی۔ پتا نہیں بیچارے اسد اللہ کہاں ہوں گے ہو سکتا ہے کہیں اور دوا لینے چلے گئے ہوں۔!"

"مجھے تو کچھ گھپلا معلوم ہوتا ہے۔!" ایک آدمی بولا۔

"ارے کہیں وہ بیچارے کمرے ہی میں نہ بیٹھے ہوں۔!" عمران نے کہا۔

کلرک نے ہیڈ ویٹر سے کہا تھا کہ وہ اوپر جا کر دیکھ آئے۔ وہ چلا گیا تھا۔ اور یہاں بھانت بھانت کی باتیں ہوتی رہی تھیں۔ عمران بیچ بیچ میں ٹکڑے لگاتا جا رہا تھا۔!

"آپ کس کمرے میں مقیم ہیں جناب!" دفعتاً کلرک نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مقیم کہاں ہوں۔ پروفیسر ضیغم اشرف سے ملنے آیا تھا۔ لیکن کمرہ نمبر گیارہ میں تو مسٹر اینڈ مسز اسد اللہ مقیم ہیں۔!"

"پروفیسر رات ہی کو چلے گئے تھے۔!"

"خواہ مخواہ کی دوڑ پڑی۔ مجھے مطلع کئے بغیر ہی چلے گئے.... خیر....!"

اتنے میں ہیڈ ویٹر نے آ کر اطلاع دی کہ کمرہ بالکل خالی ہے۔!

"یہ بہت بُرا ہوا کہ وہ لوگ بیگم اسد اللہ کو ان کی عدم موجودگی میں لے گئے۔!" کلرک بولا۔

"خواہ مخواہ کی باتوں سے کیا فائدہ....!" ایک آدمی نے کہا۔ "ہو سکتا ہے مسٹر اسد اللہ بھی

ملٹری ہی والے ہوں۔ اور انہی کی ایماء پر وہ لوگ اُن کی بیمار بیوی کو لے گئے ہوں۔!"

"ہاں بھئی.... یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔!" عمران چہک کر بولا۔ "ہم لوگ خواہ مخواہ افلاطون بنے جا رہے ہیں....!"

اسی قسم کی باتوں میں پندرہ منٹ گذر گئے۔ عمران وہیں رُک کر دیکھنا چاہتا تھا کہ کسی اسد اللہ کی واپسی بھی ہوتی ہے یا نہیں۔!

وہ چپ چاپ وہاں سے ہٹا تھا اور ڈائیننگ ہال کے ٹوائیلٹ کی طرف چلا گیا تھا۔!

وہاں پھر کوٹ اُلٹا تھا اور ریڈی میڈ میک اپ ناک پر جما لیا گیا۔!

غالباً دس ہی منٹ بعد وہ گھڑی آ پہنچی تھی جس کا اُسے انتظار تھا۔

ایک آدمی ڈائیننگ ہال میں داخل ہوا۔ اُس کے ساتھ بھی کسی ہسپتال کے لوگ اسٹریچر سمیت آئے تھے....!

"مسٹر اسد اللہ... وہ لوگ لے گئے بیگم صاحبہ کو...!" کلرک مضطربانہ انداز میں چیخ کر بولا۔

وہ آدمی جہاں تھا وہیں تھم گیا۔ اور حیرت سے منہ کھولے کلرک کو دیکھتا رہا۔

"جی ہاں....!" کلرک آگے بڑھ کر بولا۔ "ملٹری والے تھے۔!"

اُس کے چہرے پر پل بھر کے لئے سراسیمگی کے آثار نظر آئے تھے۔ پھر سنبھل کر بولا تھا۔ "اچھا.... اچھا.... لے گئے.... میں بھی یہی چاہتا تھا کہ ملٹری کے ہسپتال میں داخل کراؤں۔ کوشش کی تھی لیکن اُمید نہیں تھی۔!"

پھر وہ اپنے ساتھ آنے والوں کی طرف مڑ کر بولا تھا۔ "میں معافی چاہتا ہوں بھائی۔ ہر جانہ دینے کو تیار ہوں۔!"

ساتھ ہی اُس نے جیب سے پرس نکالا تھا اور دس دس کے کچھ نوٹ نکال کر ایک آدمی کے ہاتھ میں رکھ دیئے تھے۔!

اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر واپس چلنے کا اشارہ کیا۔!

اسد اللہ کاؤنٹر پر آیا اور کلرک سے بولا۔ "اچھا تو جناب میرا حساب کر دیجئے اب تو مجھے بھی مریضہ کے ساتھ رہنا پڑے گا۔!"

کلرک نے جلدی جلدی حساب کیا تھا اور وہ ادائیگی کر کے صدر دروازے کی طرف بڑھا ہی

تھا کہ عمران تیز قدموں سے چل کر اُس کے برابر پہنچا اور آہستہ سے بولا۔!"اول درجے کے احمق ہو۔ جلدی سے نکل چلو ورنہ دھر لئے جاؤ گے....!"

"مم.... میں....!"

"باتیں پھر ہوں گی! میرے ساتھ چلے آؤ۔ وہ اپنا کوئی آدمی یہاں ضرور چھوڑ گئے ہوں گے۔!"

وہ اُسے اپنی ٹوسیٹر تک لایا تھا۔

"بیٹھو.... جلدی سے....!"

وہ اضطراری طور پر دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔! عمران نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"یہ کیا احمقانہ حرکت تھی۔ اُسے بیہوش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔!" عمران بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتا....! میری عدم موجودگی میں متوہاشی یہاں آئی تھی اور مجھے فون پر اطلاع دی تھی کہ اس طرح اُسے داراب ہاؤز پہنچادوں۔!"

"تم ہوش میں چھوڑ کر گئے تھے۔!"

"جی ہاں! بالکل بے ضرر تھا۔ جو کہا جاتا تھا وہی کرتا رہا تھا۔!"

داراب ہاؤز کا تو اب رخ بھی نہ کرنا۔ متوہاشی سے تو جواب طلب کیا جائے گا پتا نہیں وہ کن ہاتھوں میں پڑا ہوگا۔! میں اس وقت پہنچا جب یہ سب کچھ ہو چکا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں دوسری ہدایات ملی تھیں۔ یہاں پہنچ کر ان لوگوں کی چہ میگوئیاں سنیں تو تمہارا انتظار کرنے کے لئے رک گیا! کیا پہلے کبھی داراب ہاؤز گئے ہو۔!"

"کبھی نہیں....!"

"خیر.... خیر.... اب ادھر کا رخ بھی نہ کرنا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سیدھا متوہاشی کے پاس جاؤں گا۔!"

"قطعی نہیں... میرے ساتھ چلو... مجھے یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہمارا تعاقب تو نہیں ہو رہا۔!"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔!"

"تم اپنے منہ پر رومال رکھ لو۔!" عمران نے کہا "تاکہ پہچانے نہ جاسکو۔!"

اُس نے مشورے پر عمل کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی اور تھوڑی دیر بعد گاڑی سائیکو مینشن

کے گیراج میں داخل ہوئی تھی اور گیراج کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔

عمران کے اشارے پر وہ گاڑی سے اُترا تھا اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔!

پھر ایک لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچے تھے۔! عمران اُسے ایک کمرے میں لے گیا۔

"تم یہاں آرام کرو....!" اُس نے کہا "لیکن خود سے کمرے کے باہر قدم بھی نہ نکالنا! فون موجود ہے۔ جس چیز کی بھی ضرورت ہو ریسیور اٹھا کر بٹن دبانا اور کہہ دینا....!"

"بہت بہتر جناب....!" اُس نے گومگو کے سے عالم میں کہا تھا۔

عمران دوسری منزل پر آیا تھا.... اپنے کمرے میں پہنچ کر خاور سے فون پر رابطہ قائم کیا۔!

"اُسے ہوش آگیا ہے! کسی نشہ آور دوا کے زیرِ اثر تھا۔! خاور کی آواز آئی "اپنا نام سوڈا بائی کارب بتاتا ہے۔!"

"خوب اور کچھ....!"

"حیرت انگیز باتیں کر رہا ہے۔!"

"کہاں رکھا ہے....؟"

"آپریشن تھیٹر کے برابر والے کمرے میں.... آخر آپ وہاں کس طرح جا پہنچے تھے۔!"

"اطمینان سے بتاؤں گا....!" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر وہ اس فون کی طرف متوجہ ہوا تھا جس سے ٹیپ ریکارڈر اٹیچ تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ ٹیپ ریکارڈر کے مختلف سوئچ آف اور آن کرتا رہا تھا۔ پھر صفدر کی آواز آئی تھی۔ "ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں جولیا کی نگرانی کرنے والے نے ایک ٹیکسی میں جولیا کے بنگلے تک اُس کا تعاقب کیا تھا اور پھر وہاں سے سیدھا داراب ہاؤز چلا گیا تھا۔ وہاں اُس نے ٹیکسی چھوڑ دی تھی۔ میں آدھے گھنٹے تک داراب ہاؤز کے سامنے اُس کی واپسی کا منتظر رہا تھا۔ لیکن وہ باہر نہیں آیا تھا۔! جولیا کے بنگلے کے آس پاس پھر کوئی ایسا فرد نہیں دکھائی دیا جس پر نگرانی کا شبہ کیا جاسکتا۔ اوور اینڈ آل۔"

ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آف کر کے عمران نے فون پر جولیا کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔!

دوسری طرف سے جولیا ہی کی آواز آئی تھی.... اُس نے چھوٹتے ہی سوال کیا تھا کہ آخر وہ اُسے کیوں دوڑا رہا ہے۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے اُس کا کریڈٹ میں تمہیں دلواؤں گا۔!" عمران نے جواب دیا۔

"کیا ہوا ہے....؟"

"ایک عدد زندہ دھاری دار آدمی ہاتھ لگا ہے۔!"

"کیوں ہانک رہے ہو....!"

"لیکن میں یہ ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ وہ اس وقت کہاں ہے!ایکس ٹو کے حکم ثانی تک تم گھر سے باہر نہیں نکلو گی۔!"

"اور اُس کالی بلا کے لئے کیا کروں.... وہ میرے بنگلے میں تو رات بسر نہیں کر سکے گا۔!"

"خراٹے نہیں لیتا.... مطمئن رہو....!"

"جن کی دو بوتلیں صاف کر چکا ہے....!اس وقت تک.... کیا تم مجھے ہنری فورڈ کی نواسی سمجھتے ہو....؟"

"اخراجات کا واؤچر سائیکو مینشن بھجوا دینا۔!چیف ادائیگی کر دے گا۔ ویسے اب میدان صاف ہے....!جوزف کو اپنی فیاٹ دے دو.... ڈوج خود رکھو....!اُس سے کہہ دو کہ تمہاری گاڑی وہیں کھڑی کرے جہاں سے ڈوج لایا تھا۔!"

"کیا بات ہے تم بہت سیریس معلوم ہوتے ہو....!"

"بدتمیزیوں کا موسم نہیں ہے....!"

پھر قبل اس کے کہ جولیا کوئی دوسرا سوال جڑ دیتی اُس نے سلسلہ منقطع کر دیا اور کمرے سے نکل کر سرجیکل وارڈ کی طرف چل پڑا۔

ڈیوٹی ڈاکٹر سے دھاری دار آدمی کے بارے میں استفسار کیا تھا۔!

"اب تو گہری نیند سو رہا ہے....!" ڈاکٹر بولا۔

"خواب آور انجکشن....!"

"ہرگز نہیں....!خود بخود سویا ہے....!"

"اپنے بارے میں کیا بتاتا تھا۔!"

"وہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ کسی اور نے اُسے بتایا ہے کہ اُس کا نام سوڈابائی کارب ہے۔!"

"یادداشت کھو بیٹھا۔!"

"عمران صاحب یہ بھی نہیں کہا جا سکتا....!"

"رنگین دھاریاں....!"

"قدرتی.... قطعی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ انسانی عقل کا کوئی کارنامہ ہوگا۔!"

"اُسے یہ تو یاد ہی ہوگا کہ لالہ زار میں کہاں سے آیا تھا۔!"

"یہ بھی نہیں بتا سکا.... البتہ یہ ضرور کہتا ہے کہ صرف حکم کی تعمیل اُس کی سرشت ہے۔ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی مصرف نہیں۔!"

"کیا خیال ہے.... اب خود بخود بیدار ہوگا یا نیند کے خاتمے کے لئے کوئی دوا اُس کے جسم میں پہنچانی پڑے گی۔!"

"اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔!"

"دراصل میں بھی اُس سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔!"

"بیدار ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا۔!"

"اچھی بات ہے....!" عمران نے طویل سانس لی تھی اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔!

پھر وہ تیسری منزل پر پہنچا تھا اور اسد اللہ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔

دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔

"تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے اسد اللہ....؟" اُس نے پہلا سوال کیا تھا۔

"میرا نام اسد اللہ نہیں ایشور سنگھ ہے....!"

"تب تو بڑا عمدہ ترجمہ کیا ہے اپنے نام کا.... ویسے کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔!"

"جب تک کہ باقاعدہ تعارف نہ ہو کوئی کسی کو نہیں جانتا۔!"

"تو پھر مجھے بتا دینا چاہئے کہ میرا شمار قانون کے محافظوں میں ہوتا ہے....!"

"جی میں نہیں سمجھا....!" ایشور سنگھ چونک کر بولا۔

"مطلب یہ کہ میں تمہارے باس کا آدمی نہیں ہوں۔!"

"تو پھر.... تو پھر....!"

"تم زیر حراست ہو....!"

وہ ہونقوں کی طرح منہ کھولے اُسے دیکھتا رہا۔

"اُس دھاری دار آدمی کو تم کہاں سے لائے تھے....؟"

"مم.... میں کچھ نہیں جانتا....!"

"خواہ مخواہ زبان کو تھکاؤ نہیں.... جتنی جلدی سچی بات بتادو گے تمہارے حق میں اتنا بہتر ہوگا....!"

"میں کچھ نہیں جانتا....!"

"تو کیا وہ آسمان سے ٹپکا تھا۔!"

"میں نہیں جانتا....!"

"اچھی بات ہے ایشور سنگھ... وہ بہت بھوکے ہیں! اور انسانی گوشت انہیں بہت پسند ہے۔!"

"کک.... کون....؟"

"ابھی بتاتا ہوں.... آؤ میرے ساتھ۔!" وہ بائیں جانب والے دروازے کی طرف م ہوا بولا تھا۔!

دروازہ کھول کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ ایشور سنگھ ساتھ تھا۔!

کمرے میں روشنی کرنے کے بعد اُس نے ایک شارٹ سرکٹ ٹی وی سیٹ کا سوئچ آن تھا۔ کسی کمرے کی تصویر اسکرین پر اُبھر آئی جسکے فرش پر کئی بڑے بڑے اژدھے رینگ رہے تھے

"یہ زہریلے نہیں ہیں!" عمران نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ "لیکن عموماً بھوکے رہتے ہیں اگر تمہیں اس کمرے میں بند کردیا جائے تو صبح صرف ہڈیوں کا پنجر برآمد ہوگا۔!"

"نن.... نہیں....!" ایشور سنگھ خوف زدہ لہجے میں بولا۔ "میں نہیں جانتا کہ وہ وہاں ک پہنچا تھا۔!"

"کہاں سے لائے تھے اُسے....؟"

"سردار گڈھ سے.... مجھے ہدایت ملی تھی کہ اُسے یہاں لاؤں اور لالہ زار میں قیام کروں کمرہ نمبر گیارہ خالی ملے گا! وہ بے چوں وچرا ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ سردار گڈھ سے یہاں برقعے میں آیا تھا۔ اس ہدایت کا بھی خیال رکھا تھا کہ چلنے کے انداز میں نسوانیت برقرار رکھے جب وہ یہاں تک آگیا تھا تو پھر آخر داراب ہاؤز بیہوش کرکے لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

"اب ایک بے حد اہم سوال ہے....!"

"اگر میرے علم میں ہوا تو ضرور جواب دوں گا....!"

"تمہیں کس سے ہدایات ملتی ہیں....!"

"کمپنی کی طرف سے..... جس کا ملازم ہوں۔"

"اس کمپنی کے بارے میں وضاحت سے بتاؤ۔!"

"سردار گڈھ کا سموفلیگ کمپنی جو سائنسی آلات کا بیوپار کرتی ہے۔!"

"اس سے قبل کتنے دھاری دار آدمیوں سے سابقہ پڑچکا ہے....!"

"آدمی....!" ایشور سنگھ ہنس پڑا۔

"کیوں! اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے....!"

"آپ اُسے آدمی سمجھتے ہیں۔ کبھی پہلے بھی کوئی ایسا آدمی دیکھا تھا۔!"

"ابھی حال ہی میں ایسے ہی ایک آدمی کی لاش ملی ہے....!"

"ہاں! اُس پر بھی مجھے ہنسی آئی تھی۔!"

"آخر وجہ....؟"

"ارے جناب.... وہ روبوٹ ہے....!"

"اُس لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ہوا تھا۔!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "دھاریاں قدرتی ضرور تھیں۔ لیکن وہ آدمی ہی تھا۔!"

"نہیں....!" ایشور سنگھ خوف زدہ لہجے میں بولا۔ "مجھ سے کہا گیا تھا کہ ایک مقامی سائنس دان نے یہ روبوٹ تیار کیا ہے چونکہ فی الحال اسے پوشیدہ رکھنا ہے، اس لئے اتنی احتیاط برتی جارہی ہے! کیا وہ اب ہوش میں ہے جناب....؟"

"ہوش میں آیا تھا.... لیکن پھر سو گیا۔!"

"جو کچھ مجھے معلوم تھا میں نے عرض کردیا۔!"

"متیو ہاشی کو کب سے جانتے ہو....!"

"آج ہی جناب....! اس سے پہلے کبھی نام بھی نہیں سُنا تھا۔!"

"کیا تمہاری کمپنی کی طرف سے تمہیں اس کے سلسلے میں کچھ ہدایات ملی تھیں۔!"

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ اس نام کی کوئی عورت مجھ سے رابطہ قائم کرے گی۔ شائد میرے لالہ زار

پہنچنے اور کمرہ نمبر گیارہ حاصل کرنے کے پندرہ منٹ بعد ہی وہ وہاں پہنچ گئی تھی۔!"

"اور اُسی وقت اُسے بیہوش بھی کر دیا ہو گا۔!"

"جی ہاں....!"

"پھر کب ہوش میں آیا تھا۔!"

"اُس کے بعد ہوش ہی میں نہیں آیا تھا۔!"

"تم لالہ زار کس وقت پہنچے تھے۔!"

"غالباً چھ بجے صبح....!"

"گویا وہ چھ اور سات کے درمیان ہی کسی وقت ہوش میں آ گیا تھا۔!"

"جی ہاں....!"

"تم غلط کہہ رہے ہو....!" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا "اُس نے نو بجے ایک فون کال کا جواب دیا تھا۔!"

"ناممکن جناب....!" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ٹھہریئے! مجھے یاد آ رہا ہے.... جی ہاں.... آئی تھی ایک کال.... کسی نے کسی پروفیسر کے بارے میں پوچھا تھا۔!"

"تو وہ تم ہی تھے جس نے اپنا نام سوڈابائی کارب بتایا تھا۔!"

"جی ہاں.... اور اُس نے اپنا نام لیموں کا تیزاب بتایا تھا۔!"

"تم نے اپنا ہی نام کیوں نہیں بتایا تھا....!"

"وہ اپنا نام سوڈابائی کارب ہی بتاتا ہے.... بے اختیاری میں میری زبان سے نکل گیا تھا.... پھر لیموں کا تیزاب سُن کر مجھے ہنسی آئی تھی۔!"

"پروفیسر ضیغم اشرف کو جانتے ہو....!"

"نہیں جناب....! یہ نام میرے لئے نیا ہے....!"

"تو تمہیں خصوصیت سے کمرہ نمبر گیارہ حاصل کرنے کی ہدایت ملی تھی۔!"

"جی ہاں....!"

"تم نے خود بک کرایا تھا یا پہلے ہی سے تمہارے نام پر بک تھا۔!"

"جی نہیں.... میں نے ہی کرایا تھا۔!"

"تعجب ہے کہ تمہیں وہ کمرہ خالی مل گیا....!"

"جب میں نے کمرہ نمبر گیارہ کے لئے کہا تھا تو کلرک کو بھی حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ صرف کمرہ نمبر گیارہ ہی اُس وقت خالی تھا.... اس کے علاوہ اور سارے کمرے یا تو بک تھے یا آباد تھے۔!"

"دلچسپ اتفاق ہے....!" عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"آپ یقین کیجئے کہ اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے....!"

"تم اُس وقت کہاں تھے جب میرے آدمی اُسے کمرہ نمبر گیارہ سے نکال لائے تھے۔!"

"متو ہاشی کی ہدایت کے مطابق ایمبولینس کا انتظام کرنے گیا تھا تاکہ اُسے ایک بیہوش مریض کی صورت میں لالہ زار سے داراب ہاؤز منتقل کیا جا سکتا۔!"

"تمہاری کمپنی کا سربراہ کون ہے۔!"

"ڈاکٹر سرنگی....!"

"سرنگی.... یہ کیا نام ہے....؟"

"قوم ہوتی ہے سرنگی....!"

"مقامی یا کوئی غیر مقامی....!"

"مقامی ہی ہے جناب....!"

عمران نے اُس کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کی تھیں اور پھر ایشور سنگھ سے بولا تھا "چونکہ تم نے مجھ سے تعاون کیا ہے۔ اسلئے تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہونے پائے گی۔!"

"لیکن آخر کار میرا حشر کیا ہو گا۔!"

"اگر یہ ثابت ہو گیا کہ تم نادانستگی میں کسی کا آلہ کار بنے ہو تو تمہیں اپنے انجام کے سلسلے میں زیادہ تشویش نہیں ہونی چاہئے۔!"

"میں نہیں سمجھا جناب....!"

"تمہارا ریکارڈ خراب نہیں ہونے دوں گا....!"

"بہت بہت شکریہ جناب....!"



سہ رنگی دھاریوں والی لاش کی تصویر اور متو ہاشی کا بنایا ہوا خاکہ ایک ساتھ اخبارات میں

شائع ہوئے تھے اور سفارت خانے کے عملے نے اُسے وانگ لین کی حیثیت سے شناخت کر لیا تھا۔

ادھر عمران نے اُس آدمی کا خاکہ سائیکو مینشن کے ایک ایکسپرٹ سے بنوایا تھا جو زندہ ہاتھ آ یا تھا۔ لیکن ابھی اُسکی تشہیر نہیں کرائی تھی۔ میکونو اور متیو ہاشی زیر نگرانی تھے۔ اُس شخص کی بھی نگرانی کی جارہی تھی جسے صفدر نے داراب ہاؤز میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ شائد وہ وہیں مقیم بھی تھا۔

داراب ہاؤز کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہاں سانپ کی کھالوں کا ایک تاجر رہتا ہے۔!

سہ رنگی دھاریوں والا زندہ آدمی سائیکو مینشن ہی میں تھا۔ لیکن ابھی تک اُس سے عمران نے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کی تھی۔ اُسے سر سلطان کے سامنے پیش کیا گیا جو ایک بند گاڑی میں سائیکو مینشن آئے تھے۔!

"بعض اوقات تو میں سوچنے لگتا ہوں کہ کہیں تمہارے پاس چراغ الہ دین تو نہیں ہے۔!" سر سلطان نے عمران سے کہا تھا۔

"چراغ تو نہیں ہے لیکن اب میں صورت سے بھی الہ دین لگنے لگا ہوں شائد۔!" عمران نے جواب دیا تھا۔

"کیا یہ بات بھی کر سکتا ہے....!"

"کچھ پوچھ کر دیکھئے....!"

سہ رنگا آدمی اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے کچھ سُن ہی نہ رہا ہو۔ عمران نے اُسے متوجہ کر کے کہا "اپنا نام بتاؤ۔!"

"سوڈابائی کارب۔!" اُس نے جواب دیا اور سر سلطان حیرت سے عمران کیطرف دیکھنے لگے تھے۔

"یہی نام بتاتا رہا ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ پھر اُس نے دوسرا سوال کیا "تمہارے باپ کا کیا نام ہے....!"

"میں نہیں جانتا....!"

"کہاں رہتے ہو....؟"

"یہیں رہتا ہوں....!"

"جس کے ساتھ تم نے برقعے میں سفر کیا تھا وہ کون ہے....!"

"مسٹر اسد اللہ....! مجھے اپنی بیوی بنا کر لایا تھا۔!"

"تم نے اس پر احتجاج نہیں کیا تھا۔!"

"احتجاج کیوں کرتا۔؟"

"یعنی اگر کوئی تمہیں اپنی بیوی بنالے تو تم احتجاج بھی نہیں کرو گے۔!"

"کیا ضرورت ہے....!" اُس نے لاپرواہی سے کہا۔

"اس سے پہلے تم کہاں تھے....؟"

"یہیں تھا....!"

"تم ہم سے مختلف کیوں ہو....!"

"اللہ کی مرضی....!"

"ماشاءاللہ!" عمران خوش ہو کر بولا.... اور سر سلطان اُسے گھور کر رہ گئے۔

"کیا یہ سچی بات نہیں بتائے گا۔!" سر سلطان نے تھوڑی دیر بعد عمران سے پوچھا تھا۔

"سچی ہی بات کر رہا ہے....!"

"کیا مطلب....؟"

"سوڈابائی کارب کے علاوہ اپنا اور کوئی نام اسے یاد نہیں۔ برین واشنگ کا کیس ہے....!"

"ضروری نہیں....!"

"ہر قسم کے جذبے سے بھی عاری ہے! میں ثابت کر سکتا ہوں۔!"

سر سلطان کی بے یقینی رفع کرنے کے لئے عمران اُس آدمی کو اُسی کمرے میں لایا تھا جہاں ایشور سنگھ نے اعترافات کئے تھے۔!

سر سلطان بھی ساتھ آئے تھے۔ عمران نے ٹی وی کا سوئچ آن کیا۔ اسکرین پر اُسی کمرے کی تصویر اُبھری جس کے فرش پر کئی اژدھے رینگ رہے تھے....!

"تم دیکھ رہے ہو نا....!" عمران نے اُس آدمی سے پوچھا۔

"ہاں میں دیکھ رہا ہوں....!"

"یہ اسی عمارت کا ایک کمرہ ہے.... اور یہ اژدھے کئی دن سے بھوکے ہیں۔!"

وہ کچھ نہ بولا.... عمران نے کہا "اگر کوئی اس کمرے میں داخل ہو جائے تو یہ اُس کا گوشت نوچ کھائیں گے۔!"

وہ اب بھی خاموش ہی رہا۔ اور اُس کی آنکھیں ہر چند کہ ٹی وی کی اسکرین ہی پر لگی ہوئی تھیں لیکن اُن سے لاتعلقی ظاہر ہو رہی تھی.... کسی جذبے کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔!

"تم سچ نہیں بول رہے اس لئے تمہیں اس کمرے میں بند کر دیا جائے گا۔!" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"بند کر دیا جائے....!" اُس نے لاپرواہی سے کہا۔

"وہ تمہارا گوشت کھا جائیں گے اور وہاں صرف ہڈیوں کا پنجر پڑا رہ جائے گا۔!"

"پڑا رہ جائے....!" اُس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

عمران نے سر سلطان کی طرف دیکھا تھا۔ اور وہ صرف سر کو جنبش دے کر رہ گئے تھے۔!

پھر اُس آدمی کو اُسی کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں اُسے رکھا جانا تھا۔

"تم آخر کیا کہنا چاہتے ہو۔!" سر سلطان نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مقصد جناب....! یہ انسانی کارنامہ ہے۔ اس لئے مقصد ضرور رکھتا ہوگا۔!"

"انسانی کارنامہ....!"

"تو پھر کیا یہ کوئی نئی نسل دریافت ہوئی ہے....!"

"اگر اس نوعیت کا اختتام اُسی لاش پر ہو گیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ ممکن ہے کہ وہ کسی بڑے سمندری صدف سے برآمد ہوا ہو۔ لیکن یہ دوسرا زندہ آدمی جسے اتنی رازداری سے کہیں لے جا رہا تھا۔ انسانی کاوشوں کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔!"

"مگر یہ دھاریاں....!"

"اس سائینسی دور میں ناممکن نہیں ہے۔!"

"چلو تسلیم....!" وہ طویل سانس لے کر بولے "لیکن مقصد....!"

"دیکھنا پڑے گا....!"

"نہ ایشور سنگھ اس پر روشنی ڈال سکا ہے! اور نہ وہ دھاری دار آدمی۔!"

"یہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ وہ جذبات سے عاری ہے۔ صرف احکامات کی تعمیل کرتا ہے اسی بناء پر ایشور سنگھ اُسے روبوٹ سمجھا تھا۔!"

"اچھا پھر....!"

"اسی نکتے کے آس پاس ہی کہیں مقصد بھی پوشیدہ ہوگا۔!"

"کیا اس آدمی کی دریافت کو پوشیدہ رکھو گے۔!"

"صرف اسی حد تک کہ وہ دھاری دار آدمی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"بغیر دھاریوں کی ایک تصویر بنوائی ہے۔ اُسے تلاش گمشدہ کے اشتہار کے طور پر اخبارات میں شائع کرانے جا رہا ہوں۔!"

"اچھا خیال ہے.... کم از کم یہ تو معلوم ہی ہو سکے گا کہ وہ ہے کون....؟"

"جس طرح وانگ لین....!" عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

"وانگ لین کا نام مت لو... شناخت حتمی نہیں ہے! ہو سکتا ہے وہ محض ہمشکل ہو وانگ لین کا۔"

"یہاں مسئلہ وانگ لین کا نہیں ہے۔ وانگ لین ہو یا نہ ہو! بات دراصل یہ ہے کہ لاش کا جائزہ دھاریوں کو مدِ نظر رکھ کر لیا گیا ہے۔ یہ قطعی نہیں دیکھا گیا کہ موت کس طرح واقع ہوئی اور یہ دیکھنا بہت ضروری تھا۔ رہی حتمی شناخت کی بات تو وہ بھی ناممکن نہیں.... سفارت خانے سے اُس کے فنگر پرنٹس منگوا لیجئے! حتمی شناخت ہو جائے گی۔!"

"یہ ضرور ہونا چاہئے۔!"

"اُس سے بھی زیادہ ضروری موت کا سبب معلوم ہونا ہے۔!"

سر سلطان تھوڑی دیر بعد واپس چلے گئے تھے.... پھر تین گھنٹے کے اندر اندر عمران نے وانگ لین کی موت کا سبب معلوم کر لیا تھا۔ اُس نے سر سلطان سے فون پر دوبارہ رابطہ قائم کیا اور بولا۔ "موت کا سبب زہر... کسی خارجی ذریعے سے جسم میں داخل ہوا۔ داہنے پیر کے انگوٹھے میں پائے جانے والے نشانات کی بناء پر ایکسپرٹ نے موت کا سبب سانپ سے ڈسا جانا قرار دیا ہے۔!"

"سفارت خانے سے اطلاع ملی ہے کہ وانگ لین کے ریکارڈ کے فائیل سے فنگر پرنٹس کا کارڈ غائب ہے....!" سر سلطان نے اُسے اطلاع دی۔

"اس طرح حتمی شناخت بھی مشکل بنا دی گئی ہے۔" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

"حالانکہ توجہ خود سفارت خانے ہی نے دلائی تھی۔!"

"میکونو اور متوہاشی زیرِ نگرانی ہیں۔!" عمران بولا۔

"یہ چکر سمجھ میں نہیں آیا....؟"

"فکر نہ کیجیے! اس سفارت خانے کے بعض افراد پہلے ہی سے میری نظر میں رہے ہیں۔!"

"اور کوئی خاص بات....!"

"جی نہیں....!" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر اُس نے صفدر کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ لیکن وہاں سے جواب نہ ملا۔ ریسیور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجی۔!"

دوسری طرف لیفٹیننٹ چوہان تھا.... اُس نے اطلاع دی کہ جولیا کی نگرانی بدستور جاری ہے! نگرانی کرنے والا وہ آدمی نہیں ہے جس نے پچھلے دن متیوہاشی کی گاڑی سے برآمد ہو کر نگرانی کا آغاز کیا تھا اور پھر داراب ہاؤز چلا گیا تھا۔!

"تو اب تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ اس کی واپسی بھی داراب ہاؤز ہی میں ہوتی ہے یا نہیں.... اور جولیا سے کہو کہ وہ صرف اپنے بنگلے ہی تک محدود نہ رہے.... باہر بھی نکلے....!" عمران نے کہا۔

"بہت بہتر....!"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔



کیپٹن فیاض کی بُری حالت تھی حلیہ ہی بدل کر رہ گیا تھا۔ دن بھر سارا وان کے جنگلوں کے مختلف حصوں میں مارا مارا پھرتا اور شام کو ایک ہیلی کوپٹر کے ذریعے سردار گڈھ واپس آجاتا۔ ارشد کے علاوہ سارے ساتھی اپنی اپنی راہ لگے تھے۔ اُس نے تو ارشد سے بھی کہا تھا کہ وہ بھی اپنا کام دیکھے لیکن ارشد اس پر تیار نہیں ہوا تھا۔ خان صاحب کی بازیابی سے قبل فیاض کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ بہر حال دونوں ہی شام کو سردار گڈھ واپس آجاتے تھے۔ اور رات بسر کر کے پھر سارا وان کی طرف نکل جاتے۔

سارا وان کے جنگل سردار گڈھ سے بیس میل کے فاصلے پر شمال مشرق میں پھیلے ہوئے تھے۔ فیاض کے ماتحتوں کا قیام شکاریوں کے کیمپ ہی میں رہتا تھا۔ اور خان صاحب کی تلاش کے سلسلے میں اُن کی تگ و دو بھی جاری تھی۔

ایک صبح فیاض کو ارشد نے جگایا۔ حالانکہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ فیاض اُس کی اس حرکت

جھنجھلا گیا تھا۔ لیکن اُس کی آواز کی تھرتھراہٹ نے اُس تاثر کو فوراً ہی ختم کر دیا۔ کوئی خاص ہی بات معلوم ہوتی تھی.... اور پھر وہ خاص بات دوسرے ہی لمحے میں سامنے آگئی۔ ارشد نے تازہ اخبار اُسے تھما دیا۔ پہلے ہی صفحے پر وہ خاص بات موجود تھی۔!

"ہر چند کہ کیمرہ فوٹو نہیں ہے! لیکن کیا یہ خان صاحب نہیں ہیں....!" ارشد نے کہا۔

"من و عن وہی ہیں! کسی نے لائٹ اینڈ شیڈ میں بہت ہی عمدہ تصویر بنائی ہے....!" فیاض نے کہا تھا اور تصویر سے متعلق اشتہار کی عبارت پڑھنے لگا تھا۔ کسی عبدالمنان نے صاحب تصویر کا نام لئے بغیر پبلک سے اپیل کی تھی کہ اگر اُس کا پتہ کسی کو معلوم ہو تو عبدالمنان کو مطلع کرے یا اپنے قریبی تھانے سے رجوع کرے۔ پتہ بتانے والے کو معقول انعام دیا جائے گا۔ لیکن اس "عبدالمنان" نے اپنا پتہ تحریر نہیں کیا تھا۔

"کیا یہ ایک عجیب و غریب اشتہار نہیں ہے۔" ارشد نے کہا۔

فیاض کچھ نہ بولا۔ اُس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اگر معاملہ کسی عبدالمنان کا نہ ہوتا تو اُسے ہرگز غصہ نہ آتا۔

"خدا کی پناہ....!" دفعتاً ارشد اچھل پڑا۔

"کیا بات ہے....!"

"کہیں یہ خان صاحب ہی کی حرکت نہ ہو۔! خواہ مخواہ سنسنی پھیلانا چاہتے ہوں۔ ورنہ اشتہار میں عبدالمنان کا پتا کیوں موجود نہیں ہے۔!"

"اسی لئے کہ عبدالمنان کی بجائے واقف حال اپنے قریبی تھانے سے رجوع کرے۔"

"میں نہیں سمجھا....!"

"تم نہیں سمجھ سکو گے۔!"

ارشد اُس کی شکل دیکھتا رہ گیا اور فیاض نے جھپٹ کر فون کا ریسیور اٹھایا تھا۔ ایکسچینج سے رابطہ قائم کر کے طویل فاصلے کی کال بک کرائی تھی اور اپنے محکمے کے حوالے سے ترجیحی سلوک کا مطالبہ کیا تھا۔ دو منٹ کے اندر اندر ہی لائن مل گئی تھی اور اس نے آپریٹر کو عمران کے فلیٹ کے نمبر دوبارہ بتائے تھے۔

"ہیلو........!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون.... عمران....!"

"ہاں.... عمران.... کون ہے....؟"

"فیاض.... سردار گڈھ سے....! تم نے تصویر کیوں شائع کرائی ہے۔؟"

"تم سے مطلب....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"مطلب نہ ہوتا تو کال کیوں کرتا....!"

"کیا وہی ہے....؟"

"بالکل وہی.... لیکن اس میں کون سی عقل مندی پوشیدہ ہے کیا میں فوٹو گراف نہیں شائع کرا سکتا تھا۔!"

"کرا سکتے تھے لیکن تم سے یہ عقل مندی سرزد نہ ہو سکی۔!"

"کیا وہ شہر میں گم ہوا تھا کہ اس کی ضرورت پیش آتی.... لیکن آخر اس کا مقصد کیا ہے۔ تم نے آرٹسٹ سے تصویر کیوں بنوائی فوٹو گراف دے سکتے تھے۔!"

"چلو اچھا ہوا کہ تم نے یہ کال کر لی۔ واپس آجاؤ.... وہاں جھک نہ مارو....!"

"کیا مطلب....!"

"واپس آجاؤ....!"

"جب تک پوری بات نہ معلوم ہو جائے واپس آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز آئی تھی اور فیاض چیختا ہی رہ گیا تھا۔

"اُدھر سے ڈس کنکٹ کر دیا گیا ہے....!" آپریٹر کی آواز آئی۔

"ٹھیک ہے....!" فیاض نے کہا اور خود بھی ریسیور رکھ دیا۔

"کون تھا.... کس سے بات ہوئی تھی....!" ارشد نے پوچھا!

"ہے ایک دیوانہ....!"

"کیا کہہ رہا تھا.... اور تصویر اُس نے کیوں شائع کرائی ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ اُس نے صرف مجھے متوجہ کرنے کے لئے ایسا کیا ہے.... شائد خان صاحب کا سراغ مل گیا ہے۔!"

"لیکن یہ تصویر.... آرٹسٹ کی بنائی ہوئی تصویر کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آسکا۔!"

"مجھے سوچنے دو....!" فیاض سر پکڑ کر بیٹھ گیا! اُس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ بڑبڑایا "لیکن وہ خان صاحب سے واقف تو نہیں تھا۔! اگر اُسے اُن کا سراغ مل گیا ہے تو تصویر شائع کرانے اور پھر فوٹو گراف کیوں نہیں.... اُوہ میرے خدا.... کہیں خان صاحب کی لاش تو نہیں ملی.... محض شناخت کرنے کے لئے اُس نے لاش کو دیکھ کر زندہ آدمی کی تصویر کسی آرٹسٹ سے بنوائی ہو۔!"

"کیا وہ آپ ہی کے محکمے کا کوئی آدمی ہے!" ارشد نے سوال کیا! لیکن اُسے اسکا جواب نہ مل سکا۔!

یہ دونوں سردار گڈھ کے سب سے بڑے ہوٹل انٹر نیشنل میں مقیم تھے....! دن بھر جنگل کی خاک چھانتے اور شام کو واپس آکر اس بُری طرح ڈھیر ہوتے کہ رات کے کھانے کی بھی سدھ نہ رہتی اور پھر دوسری صبح نئے سرے سے خان صاحب کی تلاش کا آغاز ہوتا۔!

لیکن آج عمران سے فون پر گفتگو کے بعد فیاض نے ہمت ہار دی تھی اور اُسے عمران پر بے تحاشا غصہ بھی آرہا تھا۔ اگر اُس نے پوری بات بتا دی ہوتی تو ذہن سے وہ بوجھ ہٹ جاتا جس نے کئی دنوں سے اُس کی زندگی تلخ کر رکھی تھی۔

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے....!" ارشد نے پوچھا۔

"آج آرام کریں گے۔" فیاض بھنا کر بولا۔

"میں نے پوچھا تھا کیا وہ تصویر آپ کے محکمے کی طرف سے شائع کرائی گئی تھی۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"تو پھر لاش کی شناخت ہو چکی ہو گی! شہر میں خاں صاحب کے سینکڑوں واقف ہوں گے۔"

"ہو سکتا ہے۔!" فیاض نے بیزاری سے کہا۔

"اُس کال کے بعد سے آپ میں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں کپتان صاحب....!"

"بات پوری نہیں ہو سکی تھی اس لئے....!" فیاض اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "کسی وجہ سے لائن ڈیڈ ہو گئی....!"

"دوبارہ آزمائیے.... یہ تو بہت ضروری بات تھی۔!"

"یار ختم کرو.... میں تو حق دوستی ادا کر رہا تھا۔ ورنہ یہ کام تو صرف میرے ماتحت بھی کر سکتے تھے۔!"

"تصویر کا معمہ مجھے مسلسل پریشان رکھے گا۔!"

"میرا خیال ہے کہ خان صاحب کی لاش ہی ملی ہے۔!"

"لیکن کہاں.... وہ تو جنگل میں گم ہوئے تھے.... اگر جنگل میں لاش ملتی تو پہلے ہمیں خبر ہوتی.... براہِ راست آپ کے ہیڈ کوارٹر تک بات کیسے پہنچتی....!"

"اچھا.... بس! اب مجھے سوچنے دو....!"

ارشد اُس کے کمرے سے چلا گیا تھا اور فیاض نے باتھ روم کی راہ لی تھی۔ اور ابھی باتھ روم ہی میں تھا کہ فون کی گھنٹی بجنی شروع ہوئی۔

"جہنم میں جاؤ....!" کہہ کر وہ پھر دانتوں میں برش کرنے لگا۔ گھنٹی بجتی رہی آخر جھنجھلا کر کمرے میں آیا تھا اور ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دھاڑا تھا۔ "ہیلو....!"

"ناراضگی کی وجہ....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون ہے....؟"

"ایک ہمدرد....!"

"مقصد بیان کرو....!"

"تم نے اخبارات میں وہ تصویر دیکھی....؟"

"تم آخر ہو کون....؟"

"بتا چکا ہوں کہ ایک ہمدرد تم سے مخاطب ہے۔!"

"کیا تم مجھے جانتے ہو....؟"

"اچھی طرح.... اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری مدد کے بغیر تم اپنے ساتھی کو تلاش نہیں کر سکو گے....!"

"اس حد تک ہمدرد ہو تو فون کال کی بجائے تمہیں ہی آنا چاہئے تھا میرے پاس۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔!"

"ملاقات کی تشہیر میرے حق میں بہتر نہ ہو گی۔!"

"اچھا تو پھر....؟"

"تم ہی مجھ تک آنے کی کوشش کرو....!"

"کس طرح اور کہاں....؟"

"مینارِ آزادی کے اُس پہلو پر مجھے موجود ملو جس طرف کتبہ ہے....!"

"کس وقت....؟"

"ٹھیک گیارہ بجے....!"

"لیکن میں تمہیں پہچانوں گا کیسے....!"

"اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں.... خود ہی مل بیٹھوں گا۔!"

"لیکن اگر وہ کوئی کام کی بات نہ ہوئی تو تمہیں میرے وقت کی بربادی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔!"

"میں تمہارے عہدے سے واقف ہوں کپتان صاحب....!"

"اچھی بات ہے! میں وہاں گیارہ بجے ملوں گا۔!"

"اور تنہا آؤ گے....!"

"یہ کیا بات ہوئی۔!"

"اگر مجھے شبہ بھی ہو گیا کہ تم تنہا نہیں ہو تو ہرگز نہ ملوں گا۔!"

"مطمئن رہو.... میں تنہا ہی آؤں گا۔!"

"یاد رکھنا ٹھیک گیارہ بجے۔!"

"او.... کے....!" فیاض نے کہا تھا اور اُس وقت تک ریسیور کریڈل پر نہیں رکھا تھا جب تک کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز نہیں سُن لی تھی۔

ابھی گیارہ بجنے میں دیر تھی۔ اُس نے روم سروس کو رنگ کر کے کمرے ہی میں ناشتہ طلب کیا اور پھر ٹھیک گیارہ بجے وہ پبلک گارڈن میں مینارِ آزادی کے قریب دکھائی دیا تھا۔! اور وعدے کے مطابق تنہا ہی آیا تھا۔ ارشد کو بتایا تک نہیں تھا کہ کہاں جا رہا ہے۔!

بائیں جانب تھوڑے ہی فاصلے پر ایک آدمی نظر آیا۔ جو اُسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے ایک جانب مڑ گیا.... فیاض آہستہ آہستہ آگے بڑھا.... وہ یکساں درمیانی فاصلہ برقرار رکھ کر اُس کے پیچھے چلتا رہا.... غالباً وہ گارڈن کے اُس حصے کی طرف جا رہا تھا جدھر کٹہروں میں جنگلی جانور تھے۔!

وہاں پہنچنے کے لئے ایک ایسی روش سے گذرنا پڑتا تھا جس کے دونوں اطراف میں قدِ آدم گھنے پودوں کی قطار اختتام تک چلی گئی تھی۔!

فیاض چلتا رہا.... اِس روش پر اُس آدمی نے اپنی رفتار کسی قدر تیز کر دی تھی۔

پھر اچانک عقب سے کسی نے فیاض کی گردن پر ایک زوردار ضرب لگائی اور اُس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔! قدم لڑکھڑائے اور وہ اوندھے منہ روش پر جا پڑا تھا۔!

پھر ہوش میں نہیں رہا تھا کہ آگے کے احوال کا ریکارڈ رکھ سکتا۔!

دوبارہ آنکھ کھلی تھی۔ ایک آرام دہ بستر پر اور خاصی دیر تک سمجھ ہی نہیں سکا تھا کہ کس حال میں ہے۔! صبح ہو گئی ہے یا قیلولے کا سلسلہ ٹوٹ گیا ہے۔!

پھر جیسے ہی نیند کے خمار سے ذہن کو چھٹکارا ملا بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔! گردن ابھی تک بُری طرح دُکھ رہی تھی۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ بڑی پُر تکلف خواب گاہ تھی.... اور اُس کی سجاوٹ کا معیار اعلیٰ ذوق کی غمازی کر رہا تھا۔!

وہ مسہری سے اُتر کر دروازے کی طرف بڑھا اور اُسے کھول لینے کی کوشش کرنے لگا۔! لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر جھلا کر اُسے دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا تھا۔!

پھر کمرے میں کچھ اس طرح کی آوازیں گونجی تھیں جیسے کسی مائیکروفون کو چھیڑا جا رہا ہو۔

فیاض چونک کر اُن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیوں وقت ضائع کر رہے ہو کیپٹن فیاض۔" کسی کی آواز آئی۔

"تم کون ہو.... سامنے آکر بات کرو۔!" فیاض اپنی دُکھتی ہوئی گردن ٹٹول کر دھاڑا۔

"سامنے آئے بغیر ہی دو دو باتیں ہو سکتی ہیں۔!"

"تم نے بہت بڑے جُرم کا ارتکاب کیا ہے۔ تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔!"

"تھیٹریکل انداز میں مکالمے بولنے کی ضرورت نہیں کیپٹن فیاض کام کی بات کرو۔!"

"کیا بکواس ہے۔!"

"کیپٹن فیاض! اپنی زبان کو قابو میں رکھو.... ورنہ دوبارہ آسمان نہ دیکھ سکو گے۔!"

پھر فیاض کو جیسے ہوش آ گیا تھا.... خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ پچویشن ایسی تھی کہ وہ چپ چپاتے مارا بھی جا سکتا تھا۔ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوتی۔ اُس اجنبی سے ملاقات کی تجویز کا ذکر اُس نے ارشد تک سے نہیں کیا تھا۔ اور اُس کے ماتحت تو سارا وان ہی تک محدود رہتے تھے۔ لہٰذا عقل مندی کا تقاضہ یہی تھا کہ جوش میں آنے کی بجائے حکمتِ عملی سے کام لیا جاتا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو....؟" اُس نے بالآخر پوچھا۔

"صرف یہ معلوم کرنا کہ تم نے آج صبح طویل فاصلے کی فون کال کسے کی تھی۔؟"

فیاض سناٹے میں آ گیا۔ لیکن اُس کا ذہن پٹڑی سے نہ ہٹ سکا۔ فوراً خیال آیا کہ مخاطب کی معلومات کا ذریعہ ٹیلی فون ایکسچینج نہیں ہو سکتا ورنہ اس پوچھ گچھ کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔!

"جواب دو.... تم کیا سوچنے لگے۔!"

"اگر تم اس حد تک جانتے ہو تو یہ معلوم کر لینا کہ کال کسے کی گئی تھی کیا مشکل ہے۔!"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔!"

"میں نے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا تھا اُس تصویر کے سلسلے میں۔!"

"تصویر کس نے شائع کرائی ہے۔؟"

"میرے محکمے کی طرف سے شائع ہوئی ہے! میرے ایک ایسے دوست کی تصویر ہے جو سارا وان کے جنگل میں کھو گیا تھا۔ میرے محکمے کے لوگ میرے اُس دوست کے صورت آشنا نہیں معلوم ہوتے ورنہ تصویر شائع کرانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔!"

"فوٹو گراف کی بجائے ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر کیوں شائع کرائی گئی ہے....؟"

"اس کا جواب تو وہی دے سکے گا جس کی تجویز پر ایسا ہوا ہے....!"

"کیا تم نے باضابطہ طور پر اپنے گمشدہ دوست کا فوٹو گراف محکمے کی تحویل میں نہیں دیا تھا۔!"

"اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ میں خود ہی اُسے تلاش کر رہا تھا اور پھر وہ شہر میں تو گم ہوا نہیں تھا کہ تشہیر کی ضرورت پیش آتی۔!"

"تو پھر اس کی تصویر کی اشاعت کا کیا مقصد ہے....؟"

"میں نہیں سمجھ سکتا....! فون پر مجھے کچھ نہیں بتایا گیا۔ البتہ واپسی کا مشورہ دیا گیا تھا۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تمہارا دوست مل گیا ہے۔!"

"میرا خیال ہے زندہ نہیں ملا ورنہ....!"

"رُک کیوں گئے کیپٹن.... بات پوری کرو....!"

"زندہ ملا ہوتا تو تصویر شائع کرانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ وہ خود ہی بتا دیتا کہ وہ کون ہے اور اُس صورت میں تصویر بھی ہاتھ کی بنائی ہوئی نہ ہوتی۔!"

"دلیل معقول ہے....!"

"لیکن تمہارا یہ طریق کار کچھ اچھا نہیں....!" فیاض نے ناخوش گوار لہجے میں کہا "آخر تم اُس تصویر یا میرے دوست سے اتنی دل چسپی کیوں ہے....؟"

"اس لئے کیپٹن فیاض کہ اُس پر ہماری کثیر رقم خرچ ہوئی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا.... تم کیا کہنا چاہتے ہو....؟"

"اُس کی واپسی ضروری ہے۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں۔ ورنہ یہاں ایسی تباہی پھیلے گی تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔!"

"یہ باتیں تو تم مجھ سے فون پر بھی کر سکتے تھے۔ یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔!"

"یہاں تم اس لئے لائے گئے ہو کہ تمہیں ہماری قوت کا اندازہ ہو جائے اور تم کوشش کر اپنے دوست کو ہمارے حوالے کر دو....!"

"آخر اُس بیچارے کا قصور کیا ہے....؟"

"غیر ضروری باتوں میں مت پڑو.... تمہیں جلد ہی آزاد کر دیا جائے گا....!" اور تم ہما قوت بھی دیکھ لو گے....!"

فیاض کچھ نہ بولا۔ دفعتاً اُسے کھانسی آنے لگی تھی۔ بوکھلا کر مڑا۔ دیوار کے ایک رخنے سفید رنگ کا کثیف دھواں خارج ہوتا نظر آیا.... سر چکرانے لگا تھا....! اور کھانسیاں تھیں رُکنے کا نام ہی نہ لیتی تھیں.... اور پھر وہ دوبارہ بیہوش ہو گیا تھا!



"مسئلہ الجھ گیا ہے۔!" سر سلطان نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔ "سفارت خانہ وانگ لین لاش کا مطالبہ کر رہا ہے۔!"

"خواہ.... مخواہ....!" عمران ہاتھ نچا کر بولا۔

"منہ بنانے اور ہاتھ نچانے سے کام نہیں چلے گا۔!" سر سلطان جھنجھلا کر بولے تھے۔

"ارے جناب....! یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بھی اُسے وانگ لین کی لاش تسلیم کر لیں اگر وہ تسلیم کرانا ہی چاہتے ہیں تو اُس کے فنگر پرنٹس پیش کریں۔!"

"وہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ فنگر پرنٹس فائل میں موجود نہیں ہیں۔!"

"اُن کے اپنے ملک میں تو موجود ہی ہوں گے کہیں نہ کہیں! بہر حال فنگر پرنٹس کے موازنے کے بغیر وہ قانوناً بھی ہم سے لاش کا مطالبہ نہیں کر سکتے.....! آپ اسی بات پر اڑے رہئے...!"

"فائدہ کیا ہوگا....؟"

"ہمیں فائدہ ہو یا نہ ہو.... لیکن انہیں بھی فائدہ اٹھانے نہیں دیا جائے گا۔!"

"انہیں کیا فائدہ ہوگا....؟"

"کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا تبھی فنگر پرنٹس غائب ہو گئے ہیں۔!"

"کھل کر بات کرو....!"

"فنگر پرنٹس دینے میں پہلو تہی کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔!"

"کیا اچھی طرح جانتے ہیں۔!" سر سلطان مضطربانہ انداز میں بولے۔

"یہی کہ وہ وانگ لین کی لاش نہیں ہے۔!"

"کیوں دماغ خراب ہوا ہے....!"

"یقین کیجئے....!"

"آخر کس بناء پر کہہ رہے ہو....؟"

"کتنی بار عرض کروں کہ فنگر پرنٹس....!"

"ممکن ہے.... وہ کسی طرح ضائع ہو گئے ہوں۔!"

"لیکن آپ بہر حال فراہم کر سکیں گے....!"

"وانگ لین وہاں کا پیدائشی شہری نہیں ہے۔ جہاں کے سفارت خانے میں کام کرتا تھا۔ اُس کی ماں جاپانی تھی اور باپ چینی! ہانگ کانگ میں پیدا ہوا تھا۔! جوانی کا زمانہ ہانگ کانگ ہی میں گذرا تھا۔ پھر دوسری جنگ میں اُس نے جاپانیوں کے لئے اتحادیوں کی جاسوسی کرنی شروع کی۔ ہانگ کانگ سے فرار نہ ہو جاتا تو اُسے گولی مار دی جاتی.... اگر آپ چاہیں تو اُس کے فنگر پرنٹس ہانگ کانگ سے منگوا سکتے ہیں۔!"

"اُوہ.... تو یہ بات ہے....!"

"جی ہاں....!"

"لیکن مقصد کیا ہو سکتا ہے....!"

"یہی تو دیکھنا ہے کہ سفارت خانہ دیدہ و دانستہ ہم سے ایک غلط بات کیوں تسلیم کرانا چاہتا ہے!"

"اچھی بات ہے۔! میں سفارتی ذرائع سے اُس کے فنگر پرنٹس ہانگ کانگ سے منگوانے کی کوشش کروں گا۔!"

"میں اُس کے بارے میں مزید تفصیلات لکھوا کر آپ کو دے دوں گا۔ بڑی آسانی سے آپ یہ کام کرا سکیں گے۔!"

"ایشور سنگھ کا کیا رہا....!"

"ہونا کیا تھا۔! محض اُس کے بیان کی بناء پر ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ وہ کاسموفیگ کمپنی کا ملازم ہے۔ کیونکہ وہاں اُس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ کسی نے تسلیم ہی نہیں کیا کہ وہ ایشور سنگھ نامی کسی آدمی کو جانتا ہے۔ کمپنی سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کو اُس کی تصویر بھی دکھائی گئی تھی۔!"

"تمہارا کیا خیال ہے اُس کے بیان کے متعلق....!"

"اُس نے جھوٹا بیان نہیں دیا جناب! اور یہ حقیقت ہے کہ اُس نے اپنی دانست میں کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کی۔ وہ دھاریدار آدمی زَرُوبوٹ ہی لگتا ہے!"

"ارے ہاں!" سر سلطان چونک کر بولے۔ "اُس اشتہار کا کیا رہا۔ جو تم نے شائع کرایا تھا۔!"

"فوری ری ایکشن جناب....! سب سے پہلے کیپٹن فیاض کی کال آئی تھی سردار گڈھ سے۔ اُس نے اُسے اپنے گمشدہ دوست کی حیثیت سے شناخت کر لیا ہے۔! اُس کے بعد کئی تھانوں سے مختلف لوگوں نے تصویر کی شناخت کی ہے....!"

"آخر ہے کون....؟"

"ایک مقامی لینڈ لارڈ فتح محمد خان.... شہر میں کئی بڑی بڑی عمارتوں کا مالک ہے! تنہا ہے۔ کوئی ایسا قریبی عزیز نہیں ہے جو ساتھ رہ سکے۔ رہائشی عمارت میں دو ملازم اُس کے ساتھ رہتے ہیں۔ میں نے وہاں سے فنگر پرنٹس حاصل کئے ہیں۔ جو اس آدمی کے فنگر پرنٹس سے مطابقت رکھتے ہیں۔ محض فیاض کے شناخت کر لینے پر مطمئن نہیں ہو گیا تھا۔! اچھا اب اجازت دیجئے۔!"

"ٹھہرو....!" سر سلطان ہاتھ اٹھا کر بولے اور عمران اٹھتے اٹھتے رک گیا۔!

"داراب ہاؤز والوں کا کیا رہا۔!"

"فی الحال انہیں چھیڑنا نہیں چاہتا! کاسموفیگ والوں کو ہی چھیڑ کر پچھتایا ہوں اب یہ لوگ

بہت زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔!"

"کیا خیال ہے تمہارا.... وہ لوگ سارا وان کے جنگل کے قریب شکاریوں کا کیمپ نہیں دیکھنا چاہتے....!"

"پہلے میں یہی سمجھتا تھا۔! لیکن اب خیال بدل گیا ہے۔!"

"کیوں....؟"

"اُس آتشزدگی کے بعد سے کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ وہاں برابر شکار ہو رہا ہے اُس حیرت انگیز لاش کی دریافت نے بھی شکاریوں پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ بلکہ اب تو وہاں پہلے سے زیادہ بھیڑ ہو گئی ہے۔ اس توقع پر کہ شائد کوئی زندہ دھاری دار آدمی ہاتھ آجائے۔ منچلوں کا خاصا اژدھام ہو گیا ہے وہاں....!"

"پھر اُس آتشزدگی کا کیا مطلب تھا۔!"

"خدا جانے....! اگر اُسے سانپ نے نہ ڈسا ہوتا تو معاملہ مزید کچھ آگے بڑھتا۔ لیکن ٹھہریئے۔ اُس کی مٹھی سے برآمد ہونے والی ماچس کی ڈبیا خالی تھی اور شائد اسی وجہ سے وہ وہاں سے واپس چلا گیا تھا ورنہ سارے ہی گولے استعمال کرتا۔ واپسی میں اُسے سانپ نے ڈس لیا۔!"

"کیا تم نے یہ بات مارک نہیں کی....!"

"کون سی....؟" عمران انہیں غور سے دیکھتا ہوا بولا۔!

"اُسے سانپ نے ڈسا تھا اور دوسرا داراب ہاؤز میں پہنچایا جانے والا تھا جہاں سانپ کی کھالوں کا ایک تاجر رہتا ہے....!"

"میں اس پر بھی غور کرتا رہا ہوں.... اور آج میرا ارادہ ہے کہ غیر قانونی طور پر داراب ہاؤز کی سیر کروں گا....!"

سر سلطان اُسے گھور کر رہ گئے تھے۔ کچھ بولے نہیں تھے۔ پھر عمران اُن کے بنگلے سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ رات کے آٹھ بجے تھے۔ اور موسم خاصا خوشگوار تھا اُس نے گاڑی گھر کے راستے پر ڈال دی۔ وہ ضیغم اشرف اور اُس کی نوجوان بیوی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔!

لالہ زار کے کمرہ نمبر گیارہ کی کہانی شروع ہونے کے بعد سے عمران اُن دونوں پر بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت محسوس کرنے لگا تھا۔ رات کو انہوں نے کمرہ نمبر گیارہ چھوڑا تھا اور ایشور سنگھ سے کمرہ نمبر گیارہ ہی میں ٹھہرنے کو کہا گیا تھا اور پھر دوسری صبح پروفیسر ضیغم نے اُسے

سردار گڈھ سے فون پر مطلع کیا تھا کہ اب وہ لالہ زار میں نہیں ہے! حالانکہ وہ کوئی ایسی اہم ملاقات نہیں تھی وہ تو اُسے اپنے ہی طرح کا ایک مسخرہ اور اچھا وقت گذارنے کا خواہش مند سمجھا تھا۔

فلیٹ میں پہنچ کر اُس نے ٹیلی فون سنبھالا۔ اور سردار گڈھ کے لئے ڈائریکٹ ڈائیلنگ کی۔ فانوس کے فون نمبر پہلے ہی معلوم کر چکا تھا۔!

دوسری طرف سے کسی کی آواز آئی تھی۔ "فانوس....!"

"جی ہاں.... جی ہاں.... فانوس.... پپ پروفیسر صاحب!" عمران ماؤتھ پیس میں ہکلایا!

"کون صاحب ہیں....!"

"علی عمران ایم ایس سی ڈی ایس سی اینڈ ڈی ڈی اے....!"

"پروفیسر صاحب تشریف نہیں رکھتے....!"

"کب رکھیں گے....!"

"جی.... کیا فرمایا....؟"

"میں نے عرض کیا تھا کہ کیا بیگم صاحبہ سے ملاقات ہو سکتی ہے....!"

"وہ بھی نہیں ہیں....!"

"تب پھر آپ کون ہیں....!"

"سیکریٹری....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیوں مذاق کرتے ہیں جناب! سیکریٹری تو عورت ہوتی ہے....!"

"اور آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ میں عورت ہوں....!"

"ارے باپ رے اتنی بھاری آواز....!"

"آپ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ میرا مذاق اڑائیں۔!"

"مم معافی.... چاہتا ہوں.... جناب.... نہیں جنابہ....!"

"آپ کا نام لکھ لیا گیا ہے۔ پروفیسر کو بتا دیا جائے گا۔ لیکن یہ ڈی ڈی اے کون سی ڈگری ہے۔!"

"ڈگری نہیں ڈاکٹریٹ....!" عمران نے لہجے میں فخریہ انداز پیدا کر کے کہا "ڈاکٹر آف ڈومیسٹک آفیئرز....!"

"کس یونی ورسٹی سے ملی ہے....! میرے لئے تو قطعی نئی چیز ہے....!"

"ہر یونی ورسٹی کے بس کا روگ نہیں ہے! صرف ہنالولو میں دستیاب ہے۔!"

"خدایا کیا پروفیسر کے سارے ہی جاننے والے مسخرے ہیں۔!"

"میں پوچھ رہا تھا کہ پروفیسر صاحب کہاں تشریف لے گئے ہیں۔!"

"سردار گڈھ سے باہر کہیں گئے ہیں۔ مجھے بھی بتا کر نہیں جاتے۔ حالانکہ میں سیکریٹری ہوں۔!"

"پتا نہیں دیکھنے میں کیسی ہیں آپ....!"

"اے مسٹر بکواس نہیں....!"

"جی بہت بہتر....!" کہتے ہوئے عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر اُس نے بڑی تیزی سے اپنی کھوپڑی سہلائی تھی اور سلیمان کو آوازیں دینے لگا تھا۔ وہ آیا اور اس انداز میں کھڑا ہو گیا جیسے کچھ سنتے ہی جھپٹ پڑے گا۔

"کیا ہوا نلکے کا....!"

"وہ تو ہوتا ہی رہے گا اب گٹر کی خیر منائیے....!"

"کیا مطلب....!"

"دو دن سے اُبل رہا ہے.... آج گنگو پنواڑی کے محکمہ موسمیات نے پیشین گوئی کی ہے کہ بارہ بجے رات کو پہلی منزل کے باتھ روم میونسپل کارپوریشن بن جائیں گے....!"

"ابے گٹر کے سلسلے میں اتنی ادبی گفتگو....!" عمران حیرت سے بولا۔

"میں تو اب پاگل ہو جاؤں گا۔!"

"اسی میں عافیت ہے.... ضرور ہو جاؤ....!"

"اور سنئے....! جمعدار صاحب گٹر میں بانس چلانے کے مبلغ بیس روپے طلب فرما رہے تھے فی فلیٹ....!"

"تجھ سے بھی طلب کئے تھے....؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں.... میں نے سُنا ہے۔!"

"افواہ ہے.... کارپوریشن بانس چلوانے کی تنخواہ دیتی ہے....!"

"دیتی ہوگی.... لیکن بارہ بجے رات کو....!"

"بکواس بند! نلکے کی بات کر....!"

"ٹھیک ہو گیا ہے.... لیکن اس کیلئے مجھے پڑوسی کا بل آپکی جیب سے ادا کرنا پڑا ہے.... اور اگلے سال کیلئے بھی تاکید کر دی ہے کہ دونوں بازو کے پڑوسیوں کے بل ہمیں ہی بھجوائے جائیں۔!"

"ابے دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔!" عمران غراتا ہوا اٹھا تھا۔

"کیا کروں.... مجھے بے حد صدمہ ہوا تھا یہ سُن کر کہ آپ نیچے سے بالٹی بھر لانے پر تیار ہو گئے تھے۔!"

"خدا تجھے جزائے خیر دے....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر پھر بیٹھ گیا۔

"انہی سب باتوں نے تو اس کا دماغ خراب کر دیا ہے۔!" گل رخ کی چیخ سنائی دی۔

"اتنے زور سے۔!" عمران کلیجہ پکڑ کر بولا "رحم کر مجھ پر.... اختلاج قلب کا مریض ہوں۔!"

"میں کہتی ہوں آپ ہم دونوں کو نکال باہر کیجئے۔!"

"پھر میں اندر کیسے رہ سکوں گا۔!" عمران کراہا۔

بات کچھ اور بڑھتی لیکن فون کی گھنٹی بجی تھی اور عمران نے ریسیور اٹھالیا تھا دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔ "لیفٹیننٹ صدیقی کی نگرانی بیک وقت چار آدمی کر رہے ہیں۔!"

"ایک ایک کر کے چاروں کو پکڑو اور ہیڈ کوارٹر پہنچا دو....!"

"صدیقی تو کہیں باہر سے آیا ہے۔!"

"سردار گڈھ سے ایشور سنگھ سے متعلق تفتیش کی تھی اُس نے.... میرا خیال ہے کہ چاروں وہیں سے اُس کے پیچھے آئے ہوں گے۔!"

"اُن چاروں کو خاور کے حوالے کرو.... اور تم ٹھیک گیارہ بجے گریفی کے سامنے والے فٹ پاتھ پر مجھے ملنا....!"

"بہت بہتر....!"

"شب روی کا لباس تمہارے ساتھ ہونا چاہئے۔!"

"میں سمجھ گیا.... اچھی بات ہے....!"

عمران ریسیور کریڈل پر رکھ کر سلیمان کی طرف مڑا تھا۔!

"آپ تشریف لے جائیے.... میں دعا کروں گا کہ اللہ پاک آپ کو وزیرِ بلدیات بنا دے۔"

"پھر وہی.... پھر وہی....!" گل رخ چنگھاڑی "بجائے اس کے کہ دو چار ہاتھ جھاڑ دیں!"

"ارے ارے پٹوانا چاہتی ہے اپنے خدائے مجازی کو....!"

"یہ تو پھانسی دلوادے مجھے....!" سلیمان بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"اب دفع ہو جاؤ.... زندگی محض پانی کا نلکا اور میونسپل کارپوریشن نہیں ہے....!"

"سِل بٹہ اور چولہا ہانڈی بھی ہے....!" سلیمان سر ہلا کر بولا۔

"چل ہٹ یہاں سے....!" گل رخ اُسے دھکیلتی ہوئی کمرے سے باہر نکال لے گئی۔!



اس بار کیپٹن فیاض کی آنکھ کھلی تو محسوس ہوا جیسے فضا میں تیر رہا ہو.... آنکھیں پھر بند کر لیں اور حافظے پر زور دینے لگا۔ ایک ایک کر کے ساری باتیں یاد آنے لگیں.... پتا نہیں کس چکر میں پڑ گیا تھا۔ بہر حال اُس کمرے میں ہونے والی گفتگو سے تو یہی اندازہ ہوا تھا کہ خان صاحب مرے نہیں زندہ ہیں۔ اور یہ لوگ ان کی واپسی کے خواہاں ہیں۔ کیا وہ عمران کے ہاتھ لگے ہیں۔!

تھوڑی دیر بعد اُسے احساس ہو گیا کہ وہ کسی تیز رفتار گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا ہے....! اٹھ بیٹھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔

"کیا آپ کو ہوش آ گیا ہے....!" اگلی سیٹ سے بڑی دلکش نسوانی آواز آئی تھی۔!

"جج.... جی ہاں....!" فیاض بوکھلا گیا....!

"ابھی لیٹے رہئے.... لیٹ جائیے....!"

غیر ارادی طور پر فیاض پھر لیٹ گیا تھا۔! اور ڈرائیو کرنے والی نے کہا تھا۔ "آپ سڑک کے کنارے بیہوش پڑے تھے۔! خاصی بھیڑ اکٹھا تھی آپ کے گرد.... میں اٹھوا لائی ہوں.... اور اب ہم پولیس اسٹیشن کی طرف جا رہے ہیں۔!"

"اس کی ضرورت نہیں محترمہ.... وہ کوئی حادثہ نہیں تھا۔ مجھ پر بیہوشی کے دورے پڑتے ہیں.... آپ کا بہت بہت شکریہ۔!"

"اچھا تو پھر گھر چلتے ہیں۔ آپ کو فی الحال آرام کی ضرورت ہے۔!"

فیاض کچھ نہ بولا۔ پتا نہیں اُس نے اپنے گھر کی بات کی تھی یا اُس کے گھر کی۔! اُس کی وحشت بڑھتی رہی....! اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا تھا "مجھے انٹر نیشنل میں اُتار دیجئے گا۔! میں وہیں مقیم ہوں۔!"

"اب تو میری کوٹھی آگئی.... کچھ دیر یہاں ٹھہریئے.... پھر آپ کو بھجوادیا جائے گا۔!"

"جیسی آپ کی مرضی۔!" اُس نے کہااور سوچنے لگا! آواز تو بڑی دلکش ہے صورت بھی دیکھ لی جائے۔ کیا مضائقہ ہے۔!

گاڑی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں رکی تھی اور اُس عورت نے نیچے اُتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا... فیاض کی آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی۔ عورت کیا تھی چاند کا ٹکڑا تھی۔

فیاض اٹھ بیٹھا اور آہستہ سے بولا۔ "آپ تو شرمندہ کررہی ہیں....!"

اگر وہ شلوار سوٹ میں نہ ہوتی تو فیاض.... اُسے کسی سفید فام نسل کی عورت سمجھتا۔!

"شرمندگی کی کیا بات ہے! آپ بیمار ہیں.... ٹھہریئے.... میرا بازو پکڑ کر اُتریئے۔!"

"اب اتنا بھی بیمار نہیں ہوں....!" فیاض ہنس کر بولا۔

وہ اُسے نشست کے کمرے میں لائی تھی اور بیٹھ جانے کے بعد بولی تھی۔ "میں آپ کو سیدھی انٹرنیشنل بھی لے جاسکتی تھی۔!"

"واقعی آپ نے بڑی زحمت کی....!"

"اپنی بھی ایک غرض پوشیدہ تھی بقول آپ کے اس تکلیف اٹھانے میں۔!"

"فرمایئے....! میرے لائق کیا خدمت ہے....!"

"آپ کی کشادہ پیشانی کے بائیں گوشے پر یہ سرخ رنگ کا مسہ میری دلچسپی کا باعث بنا ہے!"

"جی میں نہیں سمجھا....!" فیاض مسے کو ٹٹولتا ہوا بولا۔

"مجھے پامسٹری کا شوق ہے....! اس کے سلسلے میں قریباً ہر قوم کا لٹریچر میرے زیرِ مطالعہ رہا ہے.... ایک قوم ایسی بھی ہے جو چہرہ دیکھ کر ہاتھ کا تعین پہلے ہی سے کردیتی ہے....!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"چہرے کی بناوٹ سے اندازہ کرتی ہے کہ ہاتھ کس قسم کی لکیریں اور اُبھار رکھتا ہوگا۔!"

"میرے لئے بالکل نئی بات ہے....!"

"جنوبی امریکہ کی انکا نسل جس کی جڑیں قدیم مصر سے تعلق رکھتی تھیں اس نظریئے کی بانی سمجھی جاتی ہے....!"

"اُوہو.... اتنا وسیع ہے آپ کا مطالعہ....!"

"اب میں آپ کا ہاتھ دیکھ کر اندازہ لگاؤں گی کہ یہ نظریہ کس حد تک اپنے دعوے کی صداقت کو پہنچتا ہے....!"

"ضرور.... ضرور.... بڑی خوشی سے۔!" فیاض اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

"نہیں....! پہلے یہ بتایئے چائے پیجئے گا یا کافی.... یا پھر کوئی سوفٹ ڈرنک۔!"

"اس کی زحمت نہ کیجئے۔!"

"واہ.... یہ کیسے ممکن ہے....!"

اُس نے میز کے پائے سے لگا ہوا ایک بٹن دبایا تھا.... جلد ہی ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا اور وہ فیاض کی طرف دیکھنے لگی۔!

"کافی.... اگر آپ اصرار کررہی ہیں۔!"

"کافی اور کریم....!" اُس نے نووارد سے کہا تھا۔ وہ کسی قدر خم ہوکر واپس چلا گیا۔!

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فیاض کے پاس ہی بیٹھ گئی! عجیب طرح کی خوشبو اُس کے جسم سے پھوٹ رہی تھی۔ فیاض کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اُس نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور بڑے انہماک سے دیکھنے لگی تھی۔!

فیاض کے جسم میں برقی لہریں دوڑتی رہیں۔

"بڑا سچا علم تھا انکا نسل کا....!" وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ اور بڑے غور سے فیاض کی شکل دیکھنے لگی....! فیاض گڑبڑا گیا۔!

"آپ لاولد ہیں....!"

"جج.... جی ہاں....!"

"اور آپ نے ابھی تک اس کی طرف توجہ نہیں دی....!"

"کوئی امکان ہی نہیں۔!"

"قطعی غلط.... ہاتھ کچھ اور کہہ رہا ہے....!"

"میری بیوی شروع ہی سے بیمار ہے....!"

"آپ کو دوسری شادی کرنی چاہئے تھی۔!"

"میں اُسے دُکھ نہیں دینا چاہتا۔!"

"کیا یہ ضروری ہے کہ پہلی بیوی کو دوسری شادی کا علم ہی ہو جائے۔!"

"مشکل تو ہے! لیکن میں سرکاری ملازم ہوں۔!"

"ہاں یہ دشواری ہے۔! اگر بات کھل گئی تو.... آپ دشواری میں پڑیں گے
ٹھہرئیے....اُوہ....!"

وہ جھک کر اس کی ہتھیلی کو بہت غور سے دیکھنے لگی تھی۔ پھر بایاں ہاتھ بھی پھیلانے
تھا۔ تھوڑی دیر کے انہماک کے بعد سر اٹھا کر کہا "آپ کسی ایسے محکمے سے تعلق رکھتے ہیں ج
سب کچھ پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔! کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔!"

"ہرگز نہیں....!" فیاض ہنس کر بولا "آپ تو مجھے متحیر کئے دے رہی ہیں۔!"

"اگر آپ کو اپنی تاریخ پیدائش بھی معلوم ہو تو.... میں آپ کو بہت کچھ بتا سکتی ہوں۔!"

فیاض نے اُسے اپنی تاریخ پیدائش بتائی تھی.... اُس نے میز پر سے پیڈ اٹھایا۔ اور کچھ
لگی۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر پُر تشویش لہجے میں بولی "یہ ایک ماہ آپ پر بہت سخت ہے۔!"

"اُوہ....!" فیاض ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ وہ طویل سانس لے کر پھر بولی تھی۔ "کسی دو
کی وجہ سے پریشانی میں پڑیں گے.... اور دشواریوں سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔!"

"بچاؤ کی کوئی صورت....!"

"اس کا انحصار خود آپ پر ہوگا۔ یا دوستی ترک کیجئے یا مشکل میں پڑیئے....!"

"دراصل میرا ایک دوست گم ہو گیا ہے! مجھے اُس کی تلاش ہے۔!"

"اُس کی تاریخ پیدائش بتا سکیں گے۔!"

"نہیں....!"

"نام کا پہلا حرف....!"

"پہلا حرف "ف" ہے....!"

"لیکن اُس سے تو آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا....! حساب تو یہی بتا رہا ہے۔ ناممکن
کے لئے آپ صرف پریشان ہو سکتے ہیں۔ وہ آپ کو کسی مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔!"

"اچھا کسی ایسے دوست کے بارے میں بتایئے جس کا نام "ع" سے شروع ہوتا ہے۔!"

"ٹھہرئیے....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی تھی اور پیڈ پر پھر کچھ لکھنے لگی تھی۔!

پھر رک کر پوچھا! "کیا یہ کوئی متلونِ مزاج آدمی ہے۔!"

"جی ہاں....!"

"اُوہ.... ویسے دل کا بُرا بھی نہیں معلوم ہوتا.... بس اس کی متلون مزاجی آپ کو لے
ڈوبے گی۔!"

فیاض کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا تھا "میرا
خیال ہے کہ یہ شخص میری پریشانی کا باعث بن چکا ہے۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ میرا علم سچا ہے۔!"

"واقعی....! آپ ایک باکمال خاتون ہیں۔!"

"بہر حال یہ وقت آپ کے لئے ایسا ہے کہ آپ کو ہر قدم احتیاط سے اٹھانا چاہئے۔"

"آپکا بہت بہت شکریہ۔! اگر اسطرح بیہوش ہو کر نہ گرتا تو آپ سے ملاقات بھی نہ ہوتی۔!"

فیاض نے کہا اور پھر اپنی پوری داستان من و عن دہرانے بیٹھ گیا۔ وہ بہت غور سے سنتی رہی تھی
اور اُسکے خاموش ہوتے ہی بولی تھی "حیرت انگیز.... تو وہ لاش آپ ہی نے دریافت کی تھی۔!"

"جی ہاں.... اور مجھے شبہ ہے کہ میرے دوست پر بھی کوئی ایسی ہی افتاد پڑی ہے۔! ورنہ
آج تک کوئی شکاری سارا وان کے جنگل میں اتنے دنوں تک گم نہیں رہا۔ کسی نہ کسی طرح کیمپ
تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ بھٹکے ہوئے شکاری۔!"

"یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ رنگین دھاریوں والی لاش آپ کے دوست ہی کی تھی۔!"

"نہیں.... اُس کی تو نہیں تھی۔ لیکن اُس جنگل کے کسی حصے میں کوئی ایسی غیر معمولی بات
ضرور ہو رہی ہے کہ وہاں پہنچ کر آدمی کی ہیئت بدل جاتی ہے۔!"

"محض ایک واقعے کی بناء پر ایسا نہیں کہا جا سکتا....!"

"اور ایسا کوئی آدمی ساری دنیا میں پہلی بار دریافت ہوا ہے۔ زندہ یا مُردہ حالت میں.... اسے
تو آپ تسلیم کریں گی۔!"

"جی ہاں.... ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔!"

"یقیناً وہ کوئی معمولی ہی آدمی تھا جو غیر معمولی حالات سے دوچار ہو کر اپنی اصل رنگت کھو
بیٹھا تھا۔!"

"اور اُس دوسرے دوست کا کیا قصہ ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ میرا گم شدہ دوست ہیئت تبدیل ہو جانے کے بعد میرے اُسی دوست کے ہاتھ لگا ہے۔!"

"اُس دوست کی حیثیت کیا ہے۔!"

"جگلر ہے....!" فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا۔!

"یعنی وہ آپ کی سرکاری حیثیت کے دباؤ میں نہیں ہے۔!"

"کچھ ایسی ہی بات ہے....!"

"پورا نام بتائیے.... شائد.... میں مزید کچھ معلوم کر سکوں۔"

"علی عمران....!"

اُس نے پیڈ پر پھر کچھ حساب لگایا تھا اور سر اٹھا کر مایوسانہ انداز میں بولی تھی۔ "وہ آپ کی مرضی کے مطابق کام نہیں کر سکتا.... لیکن آخر وہ آپ کے گم شدہ دوست کا کرے گا کیا۔!"

"خدا ہی بہتر جانے....!"

"جنابِ عالی! اگر آپ نے اُس کی دوستی سے ہاتھ نہ اٹھایا تو بڑے خسارے میں رہیں گے۔! ہو سکتا ہے اپنا عہدہ ہی کھو بیٹھیں۔!"

فیاض کے جسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں دوڑ گئیں۔! وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا تھا۔ پھر بولا تھا "اب اجازت دیجئے۔!"

اس بار اُس عورت نے اپنے ڈرائیور کو طلب کر کے کہا تھا کہ وہ کیپٹن فیاض کو انٹر نیشنل میں چھوڑ آئے۔!

فیاض کچھ ایسا بوکھلایا ہوا تھا کہ نہ تو اُس نے اُس کا نام معلوم کیا تھا اور نہ ہی اپنا بتایا تھا۔

راستے میں وہ سوچ رہا تھا کہ آخر عمران سے کس طرح نپٹا جائے۔ محکمہ خارجہ اُس کی پشت پناہی کرتا تھا.... اور اب تو یہ بات کھل کر سامنے آگئی تھی کہ اگر اُس نے اُس کی طرف توجہ نہ دی تو کسی بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں گاڑی سے اترتے وقت اُس نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ اُس کی طرف سے اپنی مالکہ کا مزید شکریہ ادا کر دے۔!

اپنے کمرے میں پہنچا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جھپٹ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی تھی "کیا خیال ہے کیپٹن فیاض۔ تم نے دیکھی ہماری طاقت۔!"

"پہلے بھی ایسے شیخی خورے مجرم میری نظر سے گذرے ہیں۔!"

"اچھی بات ہے...." دوسری طرف سے آواز آئی "ریسیور میز پر رکھ دو تاکہ سلسلہ منقطع نہ ہو۔ پھر ذرا اپنے کپڑے اُتار کر سینے پر نظر ڈالو.... اُس کے بعد بات کرنا۔!"

"کک.... کیا مطلب....!"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں جلدی سے کر ڈالو۔ مطلب بھی معلوم ہو جائے گا۔!"

فیاض نے ریسیور میز پر ڈال دیا۔ اور کوٹ اتار پھینکا ٹائی کی گرہ ڈھیلی کر کے قمیض اُتار دی۔ اور پھر بنیان اُتارتے ہی اُس کی چیخ نکل گئی تھی۔ سینے سے ناف تک ویسی ہی رنگین دھاریاں موجود تھیں جیسی لاش پر دیکھ چکا تھا۔!

بوکھلا کر ریسیور اٹھایا اور پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا "یہ تم نے کیا کیا....!"

"اپنے خلاف ثبوت فراہم کیا ہے۔!"

"آخر تم چاہتے کیا ہو....!"

"اُس کی واپسی....!"

"لل.... لیکن یہ دھاریاں....!"

"محض معمولی سی تنبیہ.... اگر تم وعدہ کرو کہ اُس کی بازیابی کے سلسلے میں ہماری مدد کرو گے تو انہیں مٹا دینے کی تدبیر تمہیں بتا دی جائے گی۔ ورنہ رفتہ رفتہ یہ دھاریاں تمہارے پورے جسم پر پھیل جائیں گی۔!"

"مم... میں.... وعدہ کرتا ہوں....!"

"تو سنو....! تدبیر یہ ہے کہ جتنا تیز دوڑ سکتے ہو دوڑو.... اُس وقت تک دوڑتے رہو جب تک بے دم ہو کر گر نہ جاؤ۔ دس مختلف اوقات میں یہی عمل دہرانے پر دھاریاں غائب ہو جائیں گی اور اُسکے بعد اگر تم اپنے وعدے پر قائم نہ رہے تو تم سمیت تمہارا خاندان دھاری دار ہو جائے گا۔!"

"کیا ابھی دوڑنا شروع کروں....!" اُس نے احمقانہ انداز میں پوچھا تھا۔

"یہی بہتر ہو گا.... اُن کی افزائش کی قوت مضمحل ہونی شروع ہو جائے گی۔!"

فیاض نے ریسیور کریڈل پر رکھا تھا اور دیوانوں کی طرح کمرے میں چکر لگانے لگا تھا۔ ساتھ ہی کپڑے بھی پہنتا جا رہا تھا۔!

اور بالآخر وہ ہوٹل سے نکل بھاگا۔ رات کے نو بج گئے تھے۔ سردار گڈھ کی سڑکیں سنسان ہونے لگی تھیں۔ وہ پاگلوں کی طرح دوڑتا رہا تھا۔ شائد اپنی پوری زندگی میں اتنا تیز کبھی نہیں دوڑا تھا۔



حسبِ ہدایت صفدر گریفی کے قریب موجود تھا۔! عمران کی ٹوسیٹر دیکھ کر اُس کی طرف لپکا۔!

"بیٹھ جاؤ جلدی سے.... شائد ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔!" عمران نے کہا تھا.... اور پھر صفدر کے بیٹھتے ہی ٹوسیٹر طوفان کی طرح آگے بڑھی تھی۔!

"فلیٹ کے قریب ہی سے تعاقب شروع ہوا ہے۔!"

"تو پھر اب کیا کریں گے۔!"

"فکر نہ کرو.... پہلے ہی انتظام کر چکا ہوں۔ جہاں تعاقب کرنے والے کو ڈوج دوں گا وہیں دوسری گاڑی مل جائے گی۔!"

"ملتوی ہی کیوں نہ کر دیں فی الحال۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... بے حد منظم لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!"

"کرنا کیا ہے....!"

"داراب ہاؤز میں چوروں کی طرح داخل ہونا ہے۔!"

"جناب والا.... آپ نے مجھ سے پہلے ہی کیوں نہیں بتا دیا تھا۔!"

"کیا کرتے آپ....!"

"آپ کو اطلاع دیتا کہ وہاں دو بے حد خطرناک قسم کے السیشین بھی دیکھے تھے میں نے۔!"

"کتے میری عادت میں شامل ہیں.... اور پھر کتے کہاں نہیں ہوتے۔!"

"وہ دونوں دن بھر باندھ کر رکھے جاتے ہیں اور رات کو کمپاؤنڈ میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔"

"تب تو وہ لوگ مردوں کی طرح سوتے ہوں گے۔ یہ بڑی اچھی خبر سنائی تم نے۔!"

"علامہ والے کیس کے دوران میں سگ گزیدگی کے کتنے انجکشن لئے تھے آپ نے۔!"

"یار کیوں بور کر رہے ہو! ضرورت پڑے تو مزید انجکشنوں میں بھی کیا مضائقہ ہے۔!"

"آپ جانیں....!" صفدر بیزاری سے بولا۔

عمران کچھ نہیں بولا تھا۔ صفدر نے تھوڑی دیر بعد کہا!" ہاں تعاقب ہو رہا ہے سرخ رنگ کی گاڑی ہے۔!"

"مڑ کر مت دیکھنا۔!"

"آخر ایسے حالات میں آپ فلیٹ کی طرف جاتے ہی کیوں ہیں۔! سائیکو مینشن ہی تک محدود رہیئے۔!"

"سائیکو مینشن تک محدود رہ جانے کے بعد یہ نہ معلوم کر سکوں گا کہ وہ لوگ کس وقت کیا کر رہے ہیں! فلیٹ کی طرف اسی لئے گیا تھا.... نہ جاتا تو ہرگز نہ معلوم ہوتا کہ وہ لوگ میری راہ پر لگ چکے ہیں۔!"

"حالانکہ آپ نے بڑی احتیاط برتی تھی۔ بیچاری جولیا کو گھر ہی تک محدود کر دیا ہے۔!"

"میں کیا جانوں.... اُس پر یہ پابندی ایکس ٹو نے لگائی ہے۔!"

"اس قصے کے سر پیر ہی کا پتا نہیں چل رہا۔!"

"اگر تم بھی دھاری دار ہو جاؤ تو کیسی رہے....!"

"اپنے اوپر ٹکٹ لگا کر خاصی کمائی کر لوں گا۔!"

"خیال بُرا نہیں ہے۔ اگر ہم اس دھاری دار آدمی کو کسی طرح ملک سے باہر نکال لیجائیں اور کسی مغربی ملک میں پہنچ کر اُسکی نمائش کریں تو رات بھر ہی میں ساری دنیا میں مشہور ہو جائیں گے۔!"

"پھر کیوں خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اسی پر عمل کر ڈالئے۔!"

"ملک سے نکال لے جانا آسان نہ ہوگا۔!"

"آخر مقصد کیا ہے اس کا....!"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا....! دیکھنا پڑے گا۔!"

"ایشور سنگھ کا کیا رہا....!"

"میں نے اُسے کاسموفیگ کمپنی کے ایک ذمہ دار آدمی کا تحریری بیان دکھایا تھا اور اُس نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔!"

"کیا تھا بیان میں....!"

"یہی کہ اس نام اور حلیے کا کوئی آدمی کبھی کمپنی کا ملازم نہیں رہا۔!"

"کیوں نہ سردار گڑھ ہی سے تفتیش کا آغاز کریں۔!"

"آغاز داراب ہاؤز سے ہوگا۔ پہلے سامنے کی بات.... آخر وہ سردار گڈھ سے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ اور داراب ہاؤز میں اُس کا کیا کام....!"

صفدر کچھ نہ بولا۔!

"خدا کی پناہ....!" عمران تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا "آخر میرا تعاقب کیوں....؟"

"جی میں نہیں سمجھا۔!"

"میرا تعاقب کیوں....! وہ تو صدیقی کے پیچھے تھے۔! اس طرف میں نے دھیان ہی دیا تھا کہ وہاں فیاض سے کوئی حماقت سرزد ہوئی ہے۔!"

"ہاں.... یہ سوچنے کی بات ہے....!" صفدر سر ہلا کر بولا تھا۔

"خیر....! دیکھا جائے گا۔!"

عمران نے اپنی ٹوسیٹر ایک بڑی عمارت کے سامنے روکی تھی جس میں کم از کم ساٹھ چھوٹے چھوٹے فلیٹ ضرور رہے ہوں گے۔!

"اُترو....!" عمران نے اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔!

تعاقب کرنے والی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔!

وہ زینے طے کر کے تیسری منزل پر آئے تھے۔ اور عمران نے ایک فلیٹ کا قفل کھولا۔! دونوں اندر داخل ہوئے۔ عمران نے اندھیرے میں سوئچ بورڈ ٹٹول کر روشنی کی تھی۔!

"یہ کہاں لے آئے....!" صفدر بولا۔

"وہ اسٹیشن.... جہاں گاڑی بدلنی ہے! پانچ دس منٹ سستالو....! اور یہاں لباس تبدیل کریں گے۔!"

"اُف.... فوہ.... آپ نے لباس شب روی کے لئے بھی تو کہا تھا.... میں بھول گیا....!" صفدر نے تاسف سے کہا۔!

"فکر نہ کرو.... لباس تو بہر حال تبدیل کریں گے! اور اُس گاڑی کے حسبِ حال جس پر اب سفر کریں گے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"عمارت کی پشت پر ہمارے لئے ایک ٹرک موجود ہے.... میں ڈرائیور اور تم کلینر.... اُس الماری سے اپنے سائز کی پتلون تلاش کرلو....!" عمران نے ایک طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد اُن کا حلیہ ہی بدل کر رہ گیا تھا.... میلی میلی پتلونیں پہن رکھی تھیں اور چہروں کی بناوٹ میں بھی کسی قدر تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ بہر حال اب وہ عمران اور صفدر کی حیثیت سے شناخت نہیں کئے جا سکتے تھے۔!

عمارت کے عقبی زینوں سے اُتر کر اُس جگہ پہنچے جہاں ایک ٹرک کھڑا ہوا تھا۔ نہایت آسانی سے نکلے چلے گئے! عمران ٹرک ڈرائیو کر رہا تھا اور صفدر اُس کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا۔

"دیکھو اُن بیچاروں کو میری ٹوسیٹر کی نگرانی کب تک کرنی پڑتی ہے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا اُس گاڑی میں کئی آدمی تھے۔!"

"تین عدد....!"

"داراب ہاؤز والے بھی کہیں پوری طرح ہوشیار نہ ہوں.... اور مجھے تو یقین ہے کہ اب آپ وہاں کوئی قابلِ اعتراض چیز سرے سے پائیں گے ہی نہیں۔!"

"اس کے باوجود بھی میں اُس عمارت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔!"

تھوڑی دیر بعد وہ داراب ہاؤز کے قریب جا پہنچے تھے۔ تعاقب کرنے والوں کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔!

داراب ہاؤز کے عقب میں دور تک کچے مکانوں اور جھونپڑیوں پر مشتمل بستیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ عمران نے اُدھر ہی ٹرک روکا اور پُر تفکر لہجے میں بولا۔ "اگر پھنس جاؤ تو مجھے بُرا بھلا مت کہنا۔"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"میرا تعاقب کیا جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پوری طرح ہوشیار ہوگئے ہیں اور یہ بھی سامنے کی بات ہے کہ دھاری دار آدمی کے سلسلے میں تفتیش کا نقطہ آغاز داراب ہاؤز میں ہی ہو سکتا ہے۔!"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!"

"داراب ہاؤز میں قدم رکھا اور دھرے گئے۔!"

"آپ کی تو کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"سیر تو کرنی ہے داراب ہاؤز کی۔!"

"بس اب خاموش رہیئے.... جو کہیں گے کروں گا۔!"

"کئی احمقوں میں سے تمہارا انتخاب اسی لئے تو کیا تھا۔!"

وہ اگلی نشستوں سے اُتر کر ٹرک کے پچھلے حصے میں آبیٹھے تھے.... انداز ایسا ہی تھا جیسے چادریں تانیں گے اور لیٹ کر سو جائیں گے۔!

"یہ تاروں بھرا آسمان....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کاش! میں مریخ پر جاسکوں....!" صفدر نے ٹکڑا لگایا۔

"اپنی پسند کی تمہیں وہاں بھی نہیں مل سکے گی۔!"

"میرا خیال ہے کہ مریخ پر زندگی موجود ہے....!" صفدر نے کہا۔

"درست فرمایا....!" نیچے سے آواز آئی۔ "ٹامی گن کے نشانے پر ہیں آپ دونوں حضرات اپنے ہاتھ اوپر اٹھائیے اور چپ چاپ نیچے اُتر آیئے....!"

"کیا ہم مریخ پر پہنچ چکے ہیں۔!" عمران نے رازدارانہ انداز میں صفدر سے پوچھا۔

"جی نہیں....! یہ آواز زمین سے آئی تھی۔!"

"ٹامی گن کیا ہوتی ہے۔!"

"نیچے اُترو....!" اس بار سخت لہجے میں کہا گیا۔

"اسی لئے کہتا تھا کہ بہت زیادہ قابلیت کی باتیں نہ کیا کرو۔" عمران صفدر کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

"تم نیچے اُترتے ہو یا ہم فائرنگ شروع کردیں۔!"

"ہمارا اپنا ٹرک ہے۔ چُرا کر نہیں لائے۔!" صفدر نے اکڑ کر کہا۔

"کچھ بھی سہی... نیچے اُترو!" نیچے سے آواز آئی تھی۔ بولنے والا اندھیرے میں کہیں پوشیدہ تھا!

عمران نے آواز کی طرف کوئی چیز اُچھالی تھی.... زوردار دھماکہ ہوا اور اُس نے صفدر سے کہا۔!" ناک بند کر کے دوسری طرف چھلانگ لگادو۔!"

گہرا دھواں چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ صفدر نے خاصی تیزی دکھائی۔ دونوں ساتھ ہی زمین پر پہنچے تھے اور ایک طرف دوڑنا شروع کردیا تھا۔!

پھر بستی میں شور ہونے لگا تھا۔! دھماکہ کی آواز سے آس پاس کے لوگ سراسیمہ ہو گئے تھے....! یہ دونوں دوڑتے رہے....! کوئی تعاقب میں نہیں آیا تھا۔! البتہ سامنے سے کچھ لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں قریب ہوتی جارہی تھیں۔!

"بھاگو.... بم پھٹا ہے....!" عمران نے ہانک لگائی۔

"کہاں.... کدھر....!" کئی آوازیں آئیں۔ دوڑتے ہوئے قدم رُک گئے تھے.... اور یہ دونوں اُن کے قریب پہنچ گئے تھے۔!

عمران پیچھے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اُدھر.... ہم نے تو آنچ تک محسوس کی تھی۔!"

اور پھر وہ دونوں اُسی بھیڑ میں مدغم ہو گئے تھے۔!

"اب کھسک چلو....!" عمران آہستہ سے بولا۔ "دھوئیں کے اثرات ادھر بھی محسوس ہونے لگے ہیں۔!"

وہ اُس بھیڑ سے نکلے تھے اور ایک طرف چل پڑے تھے۔

"ناممکن ہے....؟" عمران بڑبڑایا۔ "پوری طرح جاگ رہے ہیں لوگ۔!"

"بم خطرناک تو نہیں تھا۔!"

"قطعی نہیں، بیہوشی طاری کرنے والا دھوئیں کا چھوٹا سا دستی بم تھا! لیکن بیہوشوں کی تعداد خاصی ہو گی۔!"

"بہر حال مہم ناکام رہی۔!"

"جو لوگ بھی ہیں! مجھ سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے ہیں۔! خیر چلو اب گدھوں کے کان اینٹھیں۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"مثل ہے کہ دھوبی سے نہ جیتے تو گدھے کے کان اُمیٹھے۔!"

"اب بھی نہیں سمجھا۔!"

"وہ تینوں جو سنگھا رام فلیٹس کے سامنے ہماری واپسی کے منتظر ہوں گے....! کم از کم داراب ہاؤز والوں کو بھی تو معلوم ہو جائے کہ ہم غافل نہیں ہیں۔!"

"اچھا خیال ہے!" صفدر سر ہلا کر بولا۔ "لیکن ضروری نہیں کہ وہ اب بھی وہیں موجود ہوں۔!"

"ضروری ہے.... جب تک میری ٹوسیٹر وہاں موجود رہے گی اپنی جگہ سے ہلیں گے بھی نہیں۔!"

"چلئے دیکھے لیتے ہیں۔!"

"اور ہاں.... آئندہ خلاء باز بننے کی کوشش نہ کرنا.... ٹرک ڈرائیور اور مریخ پر زندگی کے آثار کے امکانات پر گفتگو......واہ......واہ......!"

"مجھے کچھ نہ کہئے.... ابتداء آپ نے ہی کی تھی تاروں بھرے آسمان کا ذکر کر کے۔!"

"میاں وہ شاعری تھی تم سائینس برپا کر بیٹھے۔!"

"اچھا تو پھر کتنی تنخواہ کٹے گی اس بار....!"

"بے فکر رہو.... تمہاری قابلیت کی تعریف ایکس ٹو سے ہرگز نہ کروں گا۔!"

وہ ایک بس پر سوار ہوئے تھے....!اور سنگھارام فلیٹس کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔!

کنگسٹن کے چوراہے پر بس سے اُتر کر فلیٹس کی طرف پیدل جانا پڑا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے چلتے رہے تھے۔!

"آہا.... واہ.... گاڑی موجود ہے....!" صفدر بولا۔

"بس چپ چاپ چلے آؤ....!"

"وہ اُس گاڑی کی طرف بڑھتے رہے جو کچھ دیر پہلے اُن کا تعاقب کرتی رہی تھی.... کار کے قریب پہنچ کر عمران اگلی کھڑکی پر جھکا تھا!اور آہستہ سے پوچھا تھا"ماچس ہو گی بابو جی....!"

"نہیں....!" اندر سے کوئی غرایا تھا لیکن پھر شائد ریوالور کی بد نما نال دیکھ کر اُس کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ پچھلی کھڑکی پر صفدر کا ریوالور اپنی جھلکیاں دکھا رہا تھا.... اس وقت اس گاڑی میں صرف دو ہی آدمی تھے۔!ایک اگلی سیٹ پر تھا اور دوسرا پچھلی سیٹ پر نیم دراز شائد اونگھ رہا تھا۔! عمران نے دروازہ کھولا اور اندر بیٹھتے ہوئے ریوالور کی نال اُس کے پہلو سے لگا دی۔ پچھلی سیٹ والے کے ساتھ یہی برتاؤ صفدر نے کیا تھا۔!

"انجن اسٹارٹ کرو....!اور جدھر کہوں چلتے رہو۔!" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"لل.... لیکن.... کون ہو تم....؟"

"دوست تو ہرگز نہیں ہو سکتے....! چلو.... کرو اسٹارٹ....!" طوعاً کرہاً اُس شخص نے تعمیل کی تھی۔ "جنبش نہ کرنا۔!" عقب سے صفدر کی آواز آئی۔!

"تم کیا چاہتے ہو....!" ڈرائیور نے عمران سے پوچھا۔

"فی الحال اتنا ہی کہ جہاں لے جاؤں چُپ چاپ چلے چلو....!"

"مقصد....!"

"مقصد تو باس بتائے گا۔!ہم تو حکم کے بندے ہیں۔!"

"کون باس....!"

"باس صرف باس ہے....!ہم اتنا ہی جانتے ہیں۔!" عمران بولا۔!

"تمہیں پچھتانا پڑے گا۔!"

"یہ جملہ فلموں میں بہت مقبول ہے۔!"

"تم ایک سرکاری کام میں مداخلت کر رہے ہو۔!"

"کس سرکار سے تعلق ہے تمہارا۔!"

"چلو.... پتا چل جائے گا۔!"

"دیکھا جائے گا....!"

گاڑی پہلے ہی اسٹارٹ ہو کر حرکت میں آچکی تھی۔ "اب بائیں جانب موڑلو!" عمران نے کہا۔

"آخر تم ہو کون....؟" پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔

"مجھ سے جواب چاہتے ہو۔یا اگلی سیٹ والے سے۔!" صفدر نے پوچھا۔

"ہمارا تعلق سی آئی ڈی سے ہے۔!" پچھلی سیٹ سے آواز آئی تھی۔!

"چُپ چاپ بیٹھے رہو....!" عمران غرایا۔

اُس نے رانا پیلس کی طرف ڈرائیور کی رہنمائی کی تھی اور وہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر گاڑی روک لینے کو کہا تھا۔ جیسے ہی انجن بند ہوا تھا۔ ریوالور کی نال اُس کے پہلو سے ہٹ کر بائیں کنپٹی پر پڑی تھی اور وہ دوسری طرف کی کھڑکی پر ڈھ گیا تھا۔!

"خبردار.... خبردار....!" پچھلی سیٹ والا بوکھلا کر بولا لیکن اُس کی زبان بھی جلد ہی بند ہو گئی تھی!صفدر نے ریوالور کا دستہ اُس کی گردن پر رسید کیا تھا۔ بہر حال وہ دونوں بحالتِ بیہوشی ہی رانا پیلس میں داخل ہوئے تھے۔

ایک گھنٹے بعد جب اُن کے حواس بحال ہوئے تھے اور انہوں نے عمران کو سامنے کھڑا پایا تھا

تو بغلیں جھانکنے لگے تھے۔!"اب کیا خیال ہے دوستو!" عمران نے بے حد نرم لہجے میں سوال کیا۔

"کک.... کیا مطلب....!" ایک ہکلا کر رہ گیا۔

"میرا تعاقب کیوں ہو رہا تھا....!"

"نن.... نہیں تو....!"

"اگر سی آئی ڈی کے آدمی ہو تو اپنے شناخت نامے پیش کرو.... تم سے معذرت بھی طلب کرلوں گا اور خاصے اعزاز واکرام کے ساتھ تمہاری واپسی بھی ہو جائے گی۔!" وہ کچھ نہ بولے.... صفدر، عمران کے پیچھے کھڑا تھا۔ عمران نے اُس سے کہا۔"اگر یہ آدھے منٹ میں شناخت نامہ نہ پیش کریں تو تم انہیں شوٹ کردینا۔!"

صفدر نے ریوالور نکال لیا۔

"ٹھہریئے....!" دوسرا آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا"ہم بلاوجہ مارے جائیں گے۔ جبکہ ہمارا قصور اس سے زیادہ نہیں کہ ہماری دوستی افضل سے ہے۔!"

"کون افضل....!"

"تیسرا آدمی جو ہمارے ساتھ تھا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم جس کے ساتھ تھے۔!"

"وہ کہاں گیا....!"

"آپ لوگوں کے پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے کہیں سے کسی کو فون کرنے گیا تھا۔!"

"تو یہ بات غلط تھی کہ تم دونوں سی آئی ڈی سے متعلق ہو....!"

"جی ہاں.... ہم سرکاری ملازم ضرور ہیں لیکن سی آئی ڈی سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔!

اُس نے کہہ کر جیب سے اپنا کارڈ نکالا اور عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا تھا"ہم دونوں ایک ہی دفتر میں کام کرتے ہیں۔!"

"اور افضل....؟"

"وہ یہی کہتا ہے کہ وہ سی آئی ڈی کا آدمی ہے۔!"

"شائد تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ افضل ہی نے تمہیں اس کام پر آمادہ کیا تھا۔!"

"جی ہاں.... بس ہم تفریحاً اُس کے شریک کار بن گئے تھے۔ گاڑی بھی اُسی کی ہے۔!"

"میرے بارے میں اُس نے تمہیں کیا بتایا تھا۔!"

"اُس نے کہا تھا کہ آپ لڑکیوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ آپ کے خلاف ثبوت فراہم کرنا اُس کے ذمے ڈالا گیا ہے لہذا اُس نے تہیہ کیا ہے دن رات آپکی نگرانی کر کے یہ کام سرانجام دے گا۔!"

"کب سے اُسے جانتے ہو....!"

"پچھلے دو تین ماہ سے....!"

"میری نگرانی کب سے شروع ہوئی ہے۔!"

"آج ہی سے....!"

"افضل کہاں رہتا ہے....؟"

"آپ یقین نہیں کریں گے کہ ہم اُس کی قیام گاہ کا پتہ نہیں جانتے، ہماری ملاقاتیں تقریباً ہر شام کیفے صبوحی میں ہوتی ہیں۔!"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ گاڑی اُسی کی ہے۔!"

"جی ہاں.... کیونکہ شروع ہی سے ہم نے گاڑی اُس کے پاس دیکھی ہے۔!"

"تم دونوں کہاں رہتے ہو۔!"

"ایک ہی گھر میں.... دونوں نے مل کر کرائے پر ایک فلیٹ لے رکھا ہے۔ فیملی نہیں ہے۔ ہمارے پاس یزدانی منزل کا آٹھواں فلیٹ ہے۔!"

"ہم تمہارے بیان کی تصدیق کئے بغیر تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔!"

"شوق سے۔!" وہ سر ہلا کر بولا"میرا نام صادق ہے جیسا کہ میرے کارڈ پر بھی تحریر ہے۔ اور یہ اکرم.... ہمارے دفتر سے بھی تصدیق کر سکیں گے اور یزدانی منزل میں ہمارے قریبی پڑوسیوں سے بھی۔!"

"ٹھیک ہے۔!"

"لیکن ہمیں کب تک یہاں رکنا پڑے گا۔!اگر کل دفتر نہ گئے تو جواب طلب کرلیا جائے گا۔!"

"جو حماقت تم دونوں سے سرزد ہوئی ہے اُسکا تھوڑا بہت بھگتان تو حصے میں آنا ہی چاہئے۔!"

"سوال یہ ہے کیا افضل نے آپ کے بارے میں غلط بتایا تھا۔؟"

"یعنی میں لڑکیوں کا کاروبار کرتا ہوں۔!"

"جی ہاں....!"

"اگر کرتا بھی ہوں تو آپ کون ہوتے ہیں دخل اندازی کرنے والے....؟"

وہ کچھ نہ بولے.... عمران چند لمحے انہیں گھورتے رہنے کے بعد بولا تھا "افضل سی آئی ڈی کا آدمی نہیں ہے بلکہ میرے ایک کاروباری حریف کا آدمی ہے۔ تم میاں لوگ پتا نہیں کیوں اپنی حجامت بنوانے کے لئے ہم بُرے آدمیوں کے بیچ آپڑے ہو۔!"

"واقعی....!" ایک نے دوسرے کی طرف دیکھ کر کہا "آخر ہمیں کیا پڑی تھی۔!"

"خیر.... خیر.... چھوڑے تو جا نہیں سکتے فی الحال۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

ان کا کمرہ مقفل کر کے وہ دوسرے کمرے میں آیا تھا۔ صفدر کو وہیں چھوڑا اور اُس طرف چل پڑا جہاں بلیک زیرو اُس کا منتظر تھا۔

"صبح سے پہلے ناممکن ہے جناب....!" اُس نے اطلاع دی "رجسٹریشن آفس ہی سے گاڑی کے مالک کا نام اور پتہ معلوم ہو سکے گا۔!"

"دوسری صورت اور بھی ہے....! دو گھنٹے سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے! معلوم کرو کہ کسی تھانے میں اس نمبر کی گاڑی کی گمشدگی کی رپورٹ تو نہیں درج کرائی گئی۔!"

"اُوہ.... شائد آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔!"

"جہاں سے گاڑی غائب ہوئی ہے۔ اُسی علاقے کے تھانے سے ابتدا کرو....!"

"بہت بہتر جناب....!"

اور پھر بیس منٹ کے اندر ہی اندر معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کسی افضل خان کی گاڑی ہے جو ماڈل ٹاؤن کے بنگلہ نمبر تین سو گیارہ میں رہتا ہے.... اُسی نے گاڑی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی۔ عمران نے دوسرا میک اپ کیا اور صفدر کے لئے بھی ایسا لباس فراہم کیا جس سے سادہ پولیس والوں کا سا انداز پیدا ہو سکتا! اُس کے بعد اُس نے رانا پیلس کے گیراج سے جیپ نکلوائی تھی.... اور دونوں ماڈل ٹاؤن کی طرف روانہ ہو گئے تھے، بنگلہ نمبر تین سو گیارہ میں روشنی نظر آئی.... اس کا مطلب یہ تھا کہ اُس کے مکین ابھی سوئے نہیں تھے!

عمران نے پھاٹک کے قریب گاڑی روکی تھی اور ستونوں پر گھنٹی کا بٹن تلاش کرنے لگا تھا! بالآخر نیلے پھولوں والی بیل کے نیچے پُش سوئچ مل ہی گیا تھا۔ اُس نے بٹن پر انگلی رکھ کر کئی بار دباؤ ڈالا تھا! تھوڑی دیر بعد پھاٹک کھلا تھا۔ ایک آدمی شب خوابی کے لباس میں سامنے کھڑا نظر آیا۔

"ہم کنگسٹن کے تھانے سے آئے ہیں۔!" عمران نے کہا۔

"اُوہ.... کیا گاڑی مل گئی....!"

"ملی تو ہے.... لیکن....!"

"لیکن.... کیا....؟ وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

"کیا آپ بیٹھنے کو بھی نہ کہیں گے۔!" عمران مسکرا کر بولا۔

"اُوہ.... معاف کیجئے گا.... تشریف لایئے.... اندر چلئے.... دراصل اس وقت کوئی ملازم بھی موجود نہیں ہے۔!"

وہ انہیں نشست کے کمرے میں لایا تھا۔ دونوں بیٹھ گئے اور وہ کھڑا انہیں ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا!

"آپ کا تعلق سی آئی ڈی کے کس سیکشن سے ہے۔!" دفعتاً عمران نے سوال کیا۔

"مم.... میرا....!" وہ اچھل پڑا "کسی سے بھی نہیں۔ پتا نہیں آپ کے اس سوال کا کیا مطلب ہے۔!"

"انہوں نے ہمیں یہی بتایا ہے۔!"

"کن کی بات کر رہے ہیں۔!"

"اکرم اور صادق نے جن کے ساتھ آپ کسی ملزم کی نگرانی کر رہے تھے۔!"

"دیکھئے جناب....! میں مذاق کے موڈ میں نہیں۔!"

"گاڑی انہی دونوں کے قبضے میں تھی۔ انہوں نے بتایا ہے کہ وہ آپ کے دوست ہیں اور آپ کو علم ہے کہ گاڑی اُن کے پاس ہے۔!"

"پتا نہیں کون چوٹٹے ہیں! میں تو جانتا نہیں کسی اکرم یا صادق کو۔!"

"کیا آپ افضل خان نہیں ہیں۔!"

"یقیناً ہوں اور میں نے ہی اپنی گاڑی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی۔!"

"تب پھر آپ کو ہمارے ساتھ تھانے تک چلنا ہو گا۔ اُن دونوں کو روک لیا گیا ہے۔!"

"وہ جھوٹے ہیں.... اُن پر مقدمہ قائم کیجئے۔!"

"میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے ساتھ چل کر انہیں دو ٹوک جواب دیجئے! اُن کا یہ دعویٰ

باطل ہونا چاہئے کہ وہ آپ کے دوست ہیں اور گاڑی آپ سے مستعار لے گئے تھے۔!"

"عدالت میں ثابت ہو جائے گا۔ اس وقت تو مجھے نیند آ رہی ہے۔!"

"نہیں جناب.... یوں کام نہیں چلے گا۔ اُن کے شناخت نامے انہیں سرکاری ملازمین ظاہر کرتے ہیں۔ ہمیں باقاعدہ طور پر اُن کے دعوئی کی تصدیق کرنی پڑے گی۔ اُس کے بغیر ہم انہیں نہیں روک سکیں گے۔!"

"دیکھئے جناب....!" افضل خان ہاتھ اٹھا کر بولا "مجھے صرف اپنی گاڑی کی بازیابی سے سروکار ہے۔ وہ روکے جاتے ہیں یا نہیں! میں اس چکر میں نہیں پڑوں گا۔ آپ یوں کیوں نہیں کرتے کہ انہیں جانے دیں اور رپورٹ میں یہ ظاہر کریں کہ گاڑی کہیں کھڑی مل گئی تھی! اس طرح میں عدالت کے چکر کاٹنے سے بھی بچ جاؤں گا۔!"

"ہاں.... اس طرح بچ تو جائیں گے۔ لیکن ہم ایسا کیوں کرنے لگے۔!"

"ارے سبھی کچھ ہوتا رہتا ہے۔!" وہ ہنس کر بولا "آخر کتنے میں ہو جائے گا یہ کام....!"

"اگر آپ اس معاملے کو اس نکتہ نظر سے دیکھ رہے ہیں تو آپ کو جلدی کرنی چاہئے۔ فوراً چل کر اسٹیشن انچارج سے مل لیجئے۔ اس صورت میں آپ کو اُن دونوں کے سامنے جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ اور یہ بات بھی انچارج صاحب ہی بتا سکیں گے کہ کام کتنے میں ہو جائے گا۔!"

"اچھی بات ہے! میں چل رہا ہوں.... ایک منٹ میں حاضر ہوا کپڑے پہن کر....!"

وہ اندر چلا گیا تھا اور عمران نے مسکرا کر صفدر کو آنکھ ماری تھی.... دس منٹ گذر گئے۔ لیکن اُس کی واپسی نہ ہوئی۔ عمران کی آنکھوں میں تشویش کے سائے لہرانے لگے تھے۔!

"کیا دوسری طرف سے نکل بھاگا۔!" وہ آہستہ سے بولا تھا۔ مزید پانچ منٹ گذر گئے۔ پھر عمران نے اونچی آواز میں کہا تھا "ارے صاحب! جلدی کیجئے۔ ہمیں بہت زیادہ فرصت نہیں ہوا کرتی۔!"

کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ اُس کے بعد بھی اُس نے دو تین بار آوازیں دی تھیں اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہونے پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "اندر چل کر دیکھنا پڑے گا۔" اُس نے صفدر سے کہا وہ دونوں برابر والے کمرے میں پہنچے تھے۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ اُس کے بعد والا کمرہ خواب گاہ ثابت ہوا۔ اور وہ یہاں موجود تھا۔ لیکن اُسی لباس میں جس میں اُن سے رخصت ہوا تھا۔ باہر جانے کے لئے لباس تبدیل نہیں کیا تھا۔ دوسری خاص بات یہ تھی کہ فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔! اُن دونوں

کے ریوالور نکل آئے تھے اور وہ پورے بنگلے میں چکر لگاتے پھرے تھے۔ لیکن کسی دوسرے آدمی کا سراغ نہ مل سکا! بنگلے کے باہر بھی دور دور تک دیکھ آئے تھے۔ پھر دوسرے نقطہ نظر سے پورے بنگلے کی تلاشی لی تھی۔ لیکن کوئی کام کی چیز ہاتھ نہ لگی! یعنی اس بنگلے کی حدود سے باہر افضل خان کی شخصیت اندھیرے ہی میں رہی....!

اُس کے بائیں پہلو میں ٹھیک دل کے مقام پر کسی دھاردار آلے کا زخم تھا۔ لاش ٹھنڈی ہو چکی تھی انہوں نے وہاں اپنی موجودگی کے ممکنہ نشانات مٹائے تھے اور باہر نکل آئے تھے....!

جیپ شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔

"پس ثابت ہوا کہ اکرم اور صادق کا بیان درست تھا۔" عمران تھوڑی دیر بعد بولا "کیونکہ افضل خان اُن کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ شائد اُس نے یہ سمجھ کر گاڑی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی تھی کہ وہ دونوں گاڑی سمیت میرے ہاتھ لگے ہیں۔! اسی لئے اُن کی طرف سے لاعلمی ظاہر کی تھی۔ بہر حال کسی کو اُس کی یہ بے احتیاطی پسند نہیں آئی اور اُس نے اُس کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن وہ کوئی ماہر خنجر انداز تھا۔ افضل خان آواز نکالے بغیر ہی ختم ہو گیا۔ اور ایسی مہارت میں نے صرف ایک آدمی کے ہاتھوں میں پائی ہے.... وہ بائیں ہاتھ سے بھی ایسا ہی جچا تلا وار کر سکتا ہے.... دل کے ایسے ہی حصے پر کہ شکار دوسری سانس نہ لے سکے۔!"

"کس کی بات کر رہے ہیں۔!" صفدر نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

عمران نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔ لیکن صفدر محسوس کر رہا تھا جیسے وہ گہری تشویش میں مبتلا ہو گیا ہو۔! تھوڑی دیر بعد اُس نے صفدر سے کہا "صبح ہونے سے پہلے ہی افضل خان کی گاڑی سے چھٹکارا پا لینا چاہئے۔ میں تمہیں کیفے گریفی کے پاس اُتاروں گا۔ جہاں تم نے اپنی گاڑی چھوڑی تھی۔ وہاں سے سیدھے رانا پیلس جانا اور افضل خان کی گاڑی وہاں سے نکال کر اُسی علاقے کی کسی گلی میں چھوڑ دینا جہاں سے اُس کے غائب ہونے کی رپورٹ درج کرائی گئی تھی۔ لیکن خیال رہے کہ اُس میں کہیں ہماری اُنگلیوں کے نشانات باقی نہ رہنے پائیں۔!"

"آپ کہاں جا رہے ہیں۔!"

"میری فکر نہ کرو.... اگر تمہاری ضرورت ہوگی تو مطلع کر دوں گا۔!"

"اُن دونوں کا کیا ہوگا۔!"

"وہیں بند رہنے دو۔!"

"نادانستگی میں آ پھنسے ہیں بیچارے....!"

"کچھ بھی ہو فی الحال اُن کا بند رہنا ہی مناسب ہے! ورنہ افضل خان کی لاش دریافت ہوتے ہی وہ پولیس کو سیدھے میرے فلیٹ لے آئیں گے۔!"

"یہ تو ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ! ورنہ انہیں بھی بیہوش کر کے چلتا کرتے۔ ہمارے لئے کار آمد نہیں معلوم ہوتے۔!" عمران نے صفدر کو کیفے گریفی کے پاس اُتارا تھا اور جیپ کو آگے بڑھا لے گیا تھا۔!



دھاری دار آدمی یک بیک خواب سے بیدار ہوا تھا اور کسی شیر کی طرح دھاڑنے لگا تھا! پہلی بار لوگوں نے اُسے خود سے بولتے سُنا تھا لیکن کسی کے بھی پلے نہیں پڑ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ دھاڑیں الفاظ کا گلہ گھونٹ دیتی تھیں اور وہ دوسروں تک کوئی معنی نہیں پہنچا سکتا تھا۔!

"کیا بات ہے....! تمہیں کیا تکلیف ہے....!" ڈاکٹر مسلسل پوچھے جا رہا تھا۔ لیکن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ جواب میں کیا کہہ رہا ہے۔ اس سے پہلے وہ اس کی باتیں سمجھتا رہا تھا۔ بالکل عام آدمیوں کے سے انداز میں باتوں کا جواب دیتا تھا۔ مگر اس وقت جب سے جاگا تھا اُس کا رویہ یکلخت بدل گیا تھا۔ صحیح الدماغ تو معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ پھر اچانک اُس نے چھلانگ لگائی تھی اور ڈاکٹر کو دبوچ بیٹھا تھا۔ اُس کی چیخیں سُن کر پہلے ہی کئی لوگ کمرے میں پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر کو بچانے کے لئے اُس پر ٹوٹ پڑے لیکن مخلصی نصیب نہ ہو سکی۔ اُس نے ایک ہاتھ سے ڈاکٹر کی گردن دبوچ رکھی تھی اور دوسرے سے مداخلت کرنے والوں کو روک رہا تھا۔ جس پر بھی ایک ہاتھ پڑ جاتا دوبارہ اُس کے قریب جانے کی ہمت نہ کر سکتا۔!

دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے ڈاکٹر کا خاتمہ کر دیا۔ دوسرے لوگ کمرے سے نکل بھاگے تھے.... اور دروازہ بند کر کے باہر سے مقفل کر دیا تھا۔ وہ ڈاکٹر کی لاش کے ساتھ اندر ہی رہ گیا۔ پھر پوری عمارت میں تہلکہ مچ گیا تھا۔ جنہوں نے اُسے اُس بہیمانہ حالت میں دیکھا تھا بُری طرح کانپ رہے تھے اور ایک تو صدمے کو سہار نہ سکنے کی بناء پر بیہوش بھی ہو گیا تھا۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ ایکس ٹو کے فون نمبر کا علم صرف جولیا کی ذات تک محدود تھا۔ اور وہ خود اپنے بنگلے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ چوہان نے جولیا سے فون پر رابطہ قائم کر کے صورت حال سے مطلع

کیا تھا اور جولیا دوسری طرف سے بولی تھی۔ "تمہیں شائد یہ نہیں معلوم کہ اب وہ اُس نمبر پر نہیں ملتا۔ ڈائیل کرو تو دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی بھی آواز نہیں آتی۔ وہ خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کر کے یا تو احکامات دیتا ہے یا جو کچھ معلوم کرنا ہوتا ہے کر لیتا ہے۔ ویسے عمران کہاں ہے۔؟"

"کچھ پتا نہیں.... فلیٹ میں تو ہے نہیں، کئی بار ٹرائی کر چکے ہیں۔!"

"اب کسی کی ہمت نہیں پڑ رہی کہ دروازہ کھول کر ڈاکٹر کی لاش ہی باہر نکال لے۔ پتا نہیں لاش کا کیا حشر کرے۔!"

"آخر اُسے اس طرح رکھا ہی کیوں گیا تھا۔!"

"سب کچھ عمران ہی کا کیا دھرا ہے....!"

"آخر وہ ہے کہاں....؟"

"خدا ہی کو علم ہو گا۔!"

ٹھیک اسی وقت جب چوہان اپنے کمرے میں جولیا سے فون پر گفتگو کر رہا تھا! دھاری دار آدمی کے کمرے کا دروازہ چوکھٹ سمیت نکل کر کمرے کے فرش پر آ پڑا تھا۔ لوگ ادھر اُدھر بھاگنے لگے تھے... اُس کمرے کا دروازہ بھی بند کرنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن اُس میں کامیابی نہ ہو سکی۔!

دھاری دار آدمی انہیں دوڑائے ہوئے تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔

اور پھر ٹھیک اُسی وقت عمران نے سائیکو مینشن میں قدم رکھا تھا۔! گیراج ہی میں اُسے علم ہو گیا کہ اوپری منزل پر کیا ہو رہا ہے۔ عمران سوچ میں پڑ گیا۔ خود سے تو وہ بات بھی نہیں کرتا۔ جو کچھ کہا جاتا تھا وہی کرتا تھا۔ پھر یک بیک اس تبدیلی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ کہیں کسی نے تجربے کے طور پر اُسے تخریب کاری کا سجیشن تو نہیں دے دیا.... لیکن پھر اس خیال کی تردید دوسروں کے بیان سے ہو گئی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ بے خبر سو رہا تھا اچانک دھاڑتا ہوا بیدار ہو گیا۔

عمران اُس وقت پہنچا جب ہنگامہ فرو ہو چکا تھا۔ لوگ دوسری منزل خالی کر گئے تھے۔! اور اب وہاں دھاری دار آدمی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ چاہتا تو فرار بھی ہو سکتا تھا۔ لفٹ ہاتھ نہ آتی تو زینے استعمال کرتا لیکن اُس نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ لابی میں بیٹھا نظر آیا۔ سر گھٹنوں میں دے رکھا تھا۔

"سوڈا بائی کارب....!" عمران نے اُسے آواز دی۔

عمران سیریز نمبر 94

متحرک دھاریاں

(دوسرا حصہ)

وہ چونک کر سنبھل بیٹھا تھا۔!

"یہ تم نے کیا کیا....!"

"جو مجھ سے کہا گیا۔!" اُس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"کس نے کہا تھا۔؟"

"مجھے یاد نہیں۔!"

"کیا کہا گیا تھا۔!"

"جو سامنے آئے اُسے مار ڈالو.... دیواریں توڑ دو.... دروازے اُکھاڑ دو۔!"

"تم سو رہے تھے۔!"

"مجھے یاد نہیں....!" اُس نے کہا اور پھر بیٹھے ہی بیٹھے عمران پر چھلانگ لگائی تھی۔ عمران کو اسکا خدشہ نہیں تھا اسلئے ہوشیار بھی نہیں تھا۔ اُس سمیت فرش پر چلا آیا اور پھر اُسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے پہاڑ آگرا ہو۔ اگر بڑی پھرتی سے اسکے نیچے سے نکل نہ جاتا تو ہڈیاں چور ہو جاتیں۔

اُچھل کر دور جا کھڑا ہوا اور اُسکے دوسرے حملے کا انتظار کرنے لگا۔! اُسے مضمحل بیٹھا دیکھ کر پہلے یہی سمجھا تھا کہ جو کیفیت بھی اُس پر طاری رہی تھی شائد اب اپنا اثر کھو چکی ہے! ورنہ وہ اُسے ہوشیار کر کے اپنی طرف ہرگز متوجہ نہ کرتا۔ اُسکی بجائے دوسرے طریقوں سے اُس پر قابو پانے کی کوشش کرتا۔ بہر حال اب تو جلد بازی سرزد ہو ہی چکی تھی۔ کسی نہ کسی طرح اُسے دوبارہ قابو میں کرنا تھا!

وہ بھی اٹھ بیٹھا تھا اور کسی لڑاکے مرغ کے سے انداز میں حملے کی گھات کر رہا تھا۔!

اُس نے پھر عمران پر چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن اس بار اُس کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا۔ جس کی گونج پوری لابی میں چکرائی تھی۔

وہ لڑکھڑایا تھا اور فرش پر گر پڑا تھا۔ سر میں آنے والی چوٹ ایسی ہی شدید تھی کہ پھر نہ اُٹھ سکا۔! فوری طور پر بیہوش ہو گیا تھا۔!

عمران اُس کے قریب ہی کھڑا اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔ کچھ ہی دیر پہلے اُس درندے نے سائیکو مینشن کے ایک ماہر ڈاکٹر کی جان لے لی تھی۔!

پیشرس

سہ رنگی موت کی پسندیدگی کا شکریہ.... تین عدد خطوط میں اظہار بیزاری کیا گیا ہے۔ ان حضرات کا بھی شکریہ! ان تین حضرات کو کہانی میں سس پنس نظر نہیں آیا۔ لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ اب انہیں تلوار کی دھار پر چل کر دکھاؤں گا۔

ایک صاحب نے کالی کہکشاں پڑھ کر مشورہ دیا تھا کہ آموں کی آڑھت کرلوں۔ سوا دو روپے کی کتاب میں تو اتنے نخرے کرتے ہیں دس بارہ روپے سیر آم کیا خریدیں گے، آپ مجھ سے اور پھر اگر کسی آم میں ایک آدھ ریشہ نکل آیا تو گٹھلی لے کر دوڑے آئیں گے، ویسے بھائی مصنف بن جانا سب سے زیادہ آسان کام ہے اس لئے مجھے "آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام" کے چکر میں نہ ڈالئے۔ یہ محاورہ ہی سرے سے غلط ہے۔ گٹھلیوں کے دام نہیں لگتے۔ البتہ کتابیں ردی کے بھاؤ بھی بک جایا کرتی ہیں۔ آم فروشی کے لئے ٹھیلا سجانا پڑتا ہے۔ پھیری لگانی پڑتی ہے۔ کتاب لکھنے میں کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا، بس کاغذ اور قلم لے کر بیٹھ گئے.... کاتب نے کتابت کی مشینوں نے چھاپ دیا۔ دفتری خانے میں جلد بندی ہوئی اور وہیں سے کتب فروش اٹھا لے گئے۔ مصنف ایک کنارے بیٹھا رہا۔ بیٹھے بیٹھے تھکا تو لیٹ گیا۔ ایسے میں نیند آگئی تو خواب میں دیکھتا ہے کہ مغز ناک کے راستے بہا جا رہا ہے.... اور پڑھنے والے کہہ رہے ہیں کیسا گندہ ہے کہ ناک بھی صاف نہیں کر سکتا! بہر حال مجھے مصنف ہی رہنے دیجئے! آپ جیسے قدر دانوں نے منہ موڑا تو ردی فروشی کر کے پیٹ پال لوں گا، لائن سے ہٹ کر کام کرنے کا مشورہ نہ دیجئے! ورنہ ساری رقم ڈوب جائے گی اور پھر میں کسی ایک عدد "ایم اے ایل ایل بی" کے لئے نہیں لکھتا۔ مزدوروں سے لے کر پروفیسروں تک کے دل بہلانے پڑتے ہیں۔ مجھے اسی "کالی کہکشاں" کی پسندیدگی کے سلسلے میں اتنے خطوط آئے تھے کہ آپ ان کی تعداد کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ البتہ میں اپنی اس بھتیجی سے سخت شرمندہ ہوں جسے شاید اس کی سہیلیوں نے خواہ مخواہ کالی کہکشاں کہنا شروع کر دیا ہے، اسی طرح حضرت علامہ مشرقی رحمتہ اللہ علیہ کے ان صاحبزادے سے بھی شرمندہ ہوں جنہیں ان کے دوست علامہ دہشت ناک کہہ کر مخاطب کرنے لگے ہیں حالانکہ وہ بے حد شریف آدمی ہیں۔ خیر چھوڑیئے اس قضیے کو اُن صاحب کو آم قطعی پسند نہ ہوں گے (گرانی کی وجہ سے) جنہوں نے مجھے آموں کی آڑھت کر لینے کا مشورہ دیا ہے۔

متحرک دھاریاں ملاحظہ فرمائیے.... جلد ہی اس سلسلے کی آخری کڑی "خاص نمبر" کی شکل میں پیش کروں گا۔ انشاءاللہ۔

والسلام

ابن صفی

۲۳ر جولائی ۱۹۷۶ء

امور خارجہ کے سیکرٹری کے دفتر میں ایک اہم ترین میٹنگ طلب کی گئی تھی۔ اس میں محکمہ داخلہ کے آفیسرز بھی شریک تھے جنکی سربراہی سی آئی ڈی کے ڈائرکٹر جنرل مسٹر رحمان کر رہے تھے۔

مسئلہ درپیش تھا کہ آخر اس دھاری دار لاش کا کیا کیا جائے۔ یہ بات تو ثابت ہو چکی تھی کہ وہ وانگ لین کی لاش نہیں تھی۔ سر سلطان نے عمران کے مشورے کے مطابق وانگ لین کی انگلیوں کے نشانات ہانگ کانگ سے براہِ راست حاصل کر لئے تھے اور یہ نشانات لاش کی انگلیوں کے نشانات سے قطعی مطابقت نہیں رکھتے تھے۔

"سفارت خانہ لاش کا مطالبہ کر رہا ہے۔" سر سلطان نے کہا۔

"اب جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ وانگ لین کی لاش نہیں ہے۔! مطالبہ کیسے پورا کیا جاسکتا ہے۔" رحمان صاحب بولے۔

"اس کے علاوہ بھی ایک بات ہے۔!" سر سلطان نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"وہ کیا....!"

"مطالبہ کسی طرح پورا ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ وانگ لین ہی کی لاش ہوتی تب بھی نہیں۔!"

متعدد سوالیہ نظریں سر سلطان کی طرف اٹھی تھیں۔

"مطالبہ اس لئے نہیں پورا کیا جاسکتا کہ وہ لاش سائنٹیفک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی تجربہ گاہ سے غائب ہو گئی ہے۔!"

"نہیں۔" بیک وقت کئی زبانوں سے نکلا تھا۔

"یہ حقیقت ہے.. تجربہ گاہ کے چاروں محافظ زیرِ حراست ہیں اور انچارج کو معطل کر دیا گیا ہے۔"

"تو یہ میٹنگ اس لئے نہیں طلب کی گئی کہ لاش کا مسئلہ حل کیا جائے، بلکہ اصل مسئلہ یہ ؟

کہ لاش دوبارہ کیسے فراہم کی جائے۔" رحمان صاحب بُرا سا منہ بنا کر بولے تھے۔

"یہی سمجھ لو" سر سلطان کے لہجے میں بیزاری تھی۔

"آج ہی کے اخبارات میں لاش کے چہرے کا خاکہ بلیک اینڈ وائٹ میں شائع ہوا ہے اور غالباً سفارت خانے ہی کی طرف سے شائع کرایا گیا ہے۔ اس شبہے کے ساتھ کہ وہ لاش وانگ لین کی بھی ہوسکتی ہے۔!"

"پرانی بات ہوئی۔" سر سلطان نے کہا۔

"میں آج کی اشاعت کی بات کر رہا ہوں۔" رحمان صاحب کسی قدر جھنجھلا کر بولے۔

"خاکہ کل کی اشاعت میں بھی آسکتا تھا، لاش غائب ہو جانے کے بعد کیوں شائع کرایا گیا۔ کل شام تک لاش تجربہ گاہ میں دیکھی گئی تھی۔ رات کو کسی وقت غائب ہو گئی۔"

"یہ محض اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔!"

"پرانی بات میں نے اس لئے کہی تھی مسٹر رحمان کہ وہ خاکہ میرے پاس بہت دنوں پہلے آیا تھا۔ لاش کی تصویر شائع ہونے کے دوسرے دن کی بات ہے اور وہ خاکہ سفارت خانے کی طرف سے ہی بھجوایا گیا تھا۔!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"سامنے کی بات ہے مسٹر رحمان.... جب تک لاش تجربہ گاہ میں موجود رہی خاکہ نہیں شائع کرایا گیا جبکہ لاش کی تصویر شائع ہونے کے دوسرے ہی دن تیار کر لیا گیا تھا۔!"

"تو کیا اب ہم سفارت خانے کو یقین نہیں دلا سکتے کہ وہ وانگ لین کی لاش نہیں تھی۔!"

"ہاں....! وہ خاکہ اب اسی لئے شائع کرایا گیا ہے کہ ہم بھی اسے وانگ لین ہی کی لاش تسلیم کر لیں.... سرکاری طور پر۔!"

رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے تھے۔

"بنیادی سوال یہ ہے کہ آخر سفارت خانہ اسے وانگ لین کی لاش تسلیم کرا لینے پر کیوں مصر ہے" سر سلطان بولے۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔!" رحمان صاحب سر ہلا کر بولے۔

"اگر ہم خاموشی سے اسے وانگ لین کی لاش تسلیم کر لیں تب بھی لاش کی واپسی کا مطالبہ

برقرار رہے گا! حالانکہ مجھے یقین ہے کہ اب اس کی لاش کی راکھ بھی نہ مل سکے گی۔ انہوں نے اسے فوراً ہی ضائع کر دیا ہوگا۔!"

"تو پھر اب کیا کیا جائے....؟"

"سمجھ میں نہیں آتا.... اسی لئے یہ میٹنگ کال کی گئی ہے۔"

"اس کا کیا خیال ہے جسے تم نے بگاڑا ہے۔" رحمان صاحب نے سر سلطان کی طرف جھک کر آہستہ سے پوچھا تھا۔

"میرے بگاڑے ہوئے کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہو۔" سر سلطان نے کسی قدر ناگواری سے کہا

"بہر حال اس کی بھی رائے ہوتی ہے۔"

"اس کا خیال ہے کہ اس معاملے سے متعلق محکمہ خارجہ کو آج ہی کسی بڑے اخبار کا ایک ضمیمہ شائع کرانا چاہئے جس میں لاش اور وانگ لین کے فنگر پرنٹس چھاپے جائیں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ وانگ لین کی لاش نہیں ہے ساتھ ہی وانگ لین کی مکمل ہسٹری بھی ہو اور سب سے زیادہ زور اس پر دیا جائے کہ سفارت خانے نے وانگ لین کے فنگر پرنٹس مہیا کرنے سے انکار کر دیا تھا اس لئے یہ فنگر پرنٹس براہِ راست ہانگ کانگ پولیس سے حاصل کئے گئے ہیں۔ آخر میں سوال کیا جائے کہ آخر سفارت خانہ اسے وانگ لین کی لاش کیوں تسلیم کرانا چاہتا ہے....؟"

"اپنی حکومت کی پوزیشن صاف کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہ ہوگا۔" مسٹر رحمان سر ہلا کر بولے۔

"میرا بگاڑا ہوا ہے نا.... میاں تمہاری آمدنی سے کئی گناہ زیادہ آمدنی ہے اس کی، چاہے تو انتہائی دولت مند آدمیوں کی سی زندگی بسر کر سکتا ہے۔"

"اوہ.... کام کی بات کرو....!" رحمان صاحب سنبھالا لے کر بولے "اس تجویز کو دوسروں کے سامنے بھی رکھو تاکہ اتفاق رائے سے اس پر عمل کیا جا سکے.... معاملہ سیریس ہے اور پھر اس کے بعد تم سے علیحدگی میں بھی کچھ گفتگو کرنی ہے۔"

سر سلطان نے انہیں ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے.... تم ہی اپنی طرف سے پیش کرو یہ تجویز....!"

تجویز پیش ہوئی تھی اور سبھی اس پر متفق ہو گئے تھے۔ اس کے بعد سر سلطان نے سوالیہ

نظروں سے رحمان صاحب کی طرف دیکھا تھا۔

"ریٹائرنگ روم میں چلو۔" رحمان صاحب اٹھتے ہوئے بولے۔

وہ دونوں ریٹائرنگ روم میں آئے تھے اور رحمان صاحب نے بلا تامل سوال کیا تھا۔ "فتح محمد کی تصویر کس نے شائع کرائی تھی۔"

"سوری.... ٹاپ سیکرٹ....!" سر سلطان مسکرائے تھے۔

"فیاض کا خیال ہے کہ وہ عمران ہی کی حرکت تھی۔!"

"میری طرف سے کوئی تبصرہ نہیں سنو گے۔!"

"کیا فتح محمد خان کی لاش ملی ہے۔!"

"پلیز مسٹر رحمان....!"

"صرف ہاں یا نہیں میں جواب چاہتا ہوں۔!"

"نہیں....!" سر سلطان طویل سانس لے کر بولے۔

"عمران ہے کہاں....!"

"مجھے علم نہیں! خود اس کی تلاش میں ہوں! فیاض کہاں ہے....؟"

"سردار گڈھ میں.... اور اس کا خیال ہے کہ فتح محمد خان کے جسم پر بھی ویسی ہی دھاریاں بن گئی ہیں اور وہ زندہ ہے۔!"

سر سلطان خاموش رہے....! رحمان صاحب کسی قدر توقف کے ساتھ بولے "فیاض کا کہنا ہے کہ وہ زندہ عمران کے ہاتھ لگا ہے۔!"

"ہو سکتا ہے! جب تک عمران سے ملاقات نہ ہو یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"آخر ساراوان کے جنگل میں کیا ہو رہا ہے....؟"

"خدا جانے... لیکن تم یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ میں نے اسے ساراوان کے جنگل میں بھیج دیا ہے۔!"

"مجھے صرف ایک بات بتا دو کہ فتح محمد کہاں ہاتھ لگا تھا۔!"

"یہیں شہر میں....!"

"اور اسی ہیئت کذائی میں کہ شناخت کے لئے ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر شائع کرانی پڑی تھی۔!"

"یہی سمجھ لو....!"

"وہ کہاں ہے....!"

"جب تک وانگ لین کا مسئلہ درپیش ہے یہ ہر اعتبار سے میرے محکمے کا کیس ہے۔ لہٰذا تمہیں فی الحال اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔!"

"اچھی بات ہے" رحمان صاحب طویل سانس لے کر خاموش ہو گئے تھے۔!



فیاض بستر پر پڑا بُری طرح ہانپ رہا تھا.... اس نے صرف نیکر پہن رکھی تھی۔ جسم پر بنیان بھی نہیں تھا۔ وہ ہانپ رہا تھا اور ان رنگین دھاریوں کو دیکھے جا رہا تھا جو اس کے سینے سے پیٹ تک پھیلی ہوئی تھیں.... کبھی اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے ان کی رنگت ہلکی پڑ گئی ہو اور کبھی ایسا لگتا جیسے وہ پہلے سے زیادہ شوخ ہو گئیں ہوں۔ دوڑتے دوڑتے بُرا حال ہو گیا تھا.... ویرانوں کی طرف نکل جاتا اور دوڑتا رہتا۔ ہوٹل واپس آتا تو تھوڑے تھوڑے وقفے سے کمرے میں دوڑنے لگتا۔ اپنے انجینئر دوست کو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔! لیکن اس نے اسکے رویے میں نمایاں تبدیلی محسوس کی تھی اور اس سے متعلق استفسار بھی کیا تھا۔ مگر فیاض اسے کیا بتاتا۔ ویسے اس کی کوشش یہی تھی کہ اب وہ اس کا پیچھا چھوڑ دے۔ سردار گڈھ ہی سے چلا جائے۔

کئی بار عمران سے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر چکا تھا۔! لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ پھر رحمان صاحب سے درخواست کی تھی کہ اسے تلاش کرائیں اور انہیں بتانا ہی پڑا کہ اسے عمران کی تلاش کیوں ہے؟

دفعتاً وہ اچھل پڑا.... جیسے کوئی اہم بات یاد آئی ہو! جلدی جلدی کپڑے پہنے تھے اور باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

اسے اپنی اس وقت کی غائب دماغی پر رہ رہ کر غصہ بھی آ رہا تھا۔ جب وہ اس سے اسکا نام تک نہیں پوچھ سکا تھا۔ کیا سوچتی ہو گی اسکے بارے میں.. بہر حال اب اس کی بھی تلافی ہو جائے گی اور شائد وہی اسکی پریشانیوں کا کوئی حل بھی تلاش کر سکے۔ پُراسرار قوتوں کی حامل معلوم ہوتی ہے۔

گاڑی اسی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ ہاں وہی عمارت تھی۔ اسے یاد آ گیا۔ پورچ کے قریب لان پر کیوپڈ کا بت نصب تھا۔

گاڑی پورچ میں رُک گئی.... اور ایک باوردی ملازم اس کی طرف بڑھا۔

"تمہاری مالکہ سے ملنا ہے....!" فیاض نے کہا۔

"آپ کا.... کارڈ جناب....!"

"بس اتنا کہہ دو.... وہی مریض ہے جو انہیں کہیں بیہوش پڑا ملا تھا۔!"

اس نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"انہی الفاظ میں انہیں اطلاع دو۔ ورنہ تم پر اُن کا عتاب نازل ہو گا۔!"

کہنے کا انداز ایسا ہی تھا کہ وہ بے چون وچرا اندر چلا گیا۔ ذرا دیر بعد واپسی ہوئی تھی اور اس نے بڑے ادب سے اندر چلنے کو کہا تھا۔

فیاض کو اسٹڈی میں بٹھا کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی اور فیاض چونک کر مڑا۔ وہ دروازے میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ فیاض اٹھ گیا۔

"خوش آمدید۔" کہہ کر وہ آگے بڑھی اور قریب پہنچ کر بولی "تشریف رکھئے نا۔"

"میں دراصل اپنے ایک نامناسب رویے کی معافی مانگنے حاضر ہوا ہوں۔!"

"میں نہیں سمجھی۔" اس نے حیرت سے کہا۔

فیاض بیٹھتا ہوا بولا "میں اتنا نروس تھا کہ آپ سے آپ کا نام تک نہیں پوچھ سکا۔!"

"اوہ...." اس کا کھنکتا ہوا سا قہقہہ کمرے میں گونجا تھا۔

"جب تک آپ مجھے میری اس بداخلاقی پر معاف نہیں کر دیں گی مجھے سکون نہیں ہو گا۔"

"ارے چھوڑیئے۔ وہ کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی۔!"

"اور میں آپ کی مہربانیوں کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔!"

"خواہ مخواہ شرمندہ نہ کیجئے۔ وہ تو میرا فرض تھا۔!"

"لیکن اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔!"

"کس سلسلے میں....؟"

"میرا وہ دوست بھی غائب ہو گیا ہے جسکے سلسلے میں آپ نے مجھے خطرات سے آگاہ کیا تھا۔!"

"اس کا غائب ہو جانا تو آپ کے لئے بہتر ہی ہو گا۔ نہ اس سے آپ کا رابطہ رہے گا اور نہ آپ کسی پریشانی میں پڑیں گے۔!"

"لیکن حالات اس سے مختلف ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"میں آپ کو سب کچھ بتادوں گا، لیکن آپ وعدہ کیجئے کہ اُسے جھوٹ نہیں سمجھیں گی۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ آپ جھوٹ بولنے ہی کیوں لگے....!"

"وہ واقعہ ایسا ہے کہ کوئی یقین نہ کرے گا۔!"

"آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولی "جھوٹ اور سچ میں تمیز کرنے کی صلاحیت ہے مجھ میں۔"

فیاض نے اٹک اٹک کر اپنی کہانی دہرائی تھی.... اور وہ آخر کار ہنس کر بولی تھی۔ "میں نے اس وقت آپ کو ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ورنہ ستارے یہی کہہ رہے تھے کہ آپ خود بخود بیہوش نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ کو بیہوش ہو جانے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔!"

فیاض نے تشکر آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور سر جھکا لیا۔

"کیا آپ مجھے وہ دھاریاں دکھا سکیں گے" اس نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا تھا۔

"ضرور.... ضرور اگر بد تمیزی نہ تصور کریں۔"

"بے تکلفی سے قمیض اتار دیجئے"۔ اس نے کہا۔ لہجہ کچھ ایسا ہی تھا کہ فیاض کی سانسیں پھولنے لگیں۔ بدقت اس نے قمیض اتاری تھی۔

پھر وہ اس قدر جھکی تھی کہ فیاض اس کی گرم گرم سانسیں اپنے سینے پر محسوس کرنے لگا تھا۔

اس نے اُن دھاریوں کو چھو کر بھی دیکھا تھا اور پیچھے ہٹتی ہوئی بولی تھی۔

"حیرت انگیز۔"

فیاض نے قمیض دوبارہ پہن لی۔

وہ اپنی جگہ پر جا بیٹھی تھی اور اس طرح خلا میں گھورے جا رہی تھی جیسے کسی غیر مرئی شے کو دیکھ لینے کی کوشش کر رہی ہو۔!

تھوڑی دیر بعد چونک کر بولی "تو پھر آپ اس ہدایت پر عمل کر رہے ہیں۔"

"جی ہاں.... دوڑتے دوڑتے مرا جا رہا ہوں لیکن ابھی تک تو ان دھاریوں کے مٹ جانے کے آثار نظر نہیں آئے۔"

"آپ سچ مچ بڑی دشواری میں پڑ گئے ہیں۔"

"اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہی مجھے اس مصیبت سے نجات دلا سکیں گی۔"

"وہ کس طرح:....؟"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا....! بس اس یقین کو میری چھٹی حس کی پیداوار سمجھ لیجئے۔!"

"میں فوری طور پر کچھ نہ کہہ سکوں گی۔ ابھی تو مجھے حیرت کے سمندر میں غوطے کھانے دیجئے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ارے جناب! کیا یہ کوئی معمولی بات ہے! میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ یہ کوئی انسانی کارنامہ ہوگا۔!"

"پہلے خود مجھے بھی یقین نہیں تھا۔ لیکن آپ میرے جسم پر دھاریاں دیکھ چکی ہیں۔"

"مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔"

سچ مچ ایسا ہی لگ رہا تھا۔ جیسی جاگتی دنیا سے اس کا رابطہ ٹوٹ گیا ہو۔

"اب بتایئے....! میں کیا کروں؟" فیاض کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں۔"

"اچھی بات ہے تو پھر مجھے اجازت دیجئے۔!" فیاض اٹھ جانے کا ارادہ ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"نہیں.... ابھی بیٹھئے....!" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں ابھی سوچ رہی ہوں، ہو سکتا ہے کچھ کر ہی سکوں.... لیکن سنئے.... اگر وہ دوسرا دھاری دار آدمی آپ کے دوست کے قبضے میں ہے تو کیا وہ اسے آپ کے حوالے کر دے گا۔!"

"اسے ایسا کرنا ہی پڑے گا۔"

"کیا وہ بھی کسی سرکاری محکمے سے تعلق رکھتا ہے۔"

"قطعی نہیں.... بس:.... غالباً میں نے آپ کو پچھلی ہی ملاقات پر بتایا تھا کہ وہ ایک جگر ہے۔ ہاتھ کی صفائی دکھا کر پیٹ پالتا ہے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو وہ اسے ہرگز واپس نہیں کرے گا۔ کسی دوسرے ملک میں اس کے لاکھوں کما سکتا ہے۔"

"میں بھی اس خدشے میں مبتلا ہوں۔"

"اگر وہ ایک بار بھی میرے سامنے آجائے تو اُسے آپ کی بات ماننی ہی پڑے گی۔" عورت

نے تیقن آمیز لہجے میں کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔" فیاض نے کہا "آپ پُر اسرار قوتوں کی مالک ہیں۔!"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔" وہ ہنس کر بولی۔

"یقین کیجئے۔۔۔۔میں نے یہی محسوس کیا ہے۔"

"لیکن اب دوسری بات" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو بیہوش کر کے سڑک کے کنارے ڈال دیا تھا۔ اُن کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا آپ اس دھاری دار آدمی کو اُن کے حوالے کر دیں گے۔؟"

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"وہ بھی آپ کا دوست ہی تو ہے۔"

"خدا میری مدد کرے۔۔۔۔ صحیح راستہ دکھائے۔"

"لیکن ان دھاریوں کو کیا کروں جو میرے جسم پر ہیں۔ اگر یہ آگے بھی بڑھ گئیں تو کیا ہوگا۔!"

"ہاں۔۔۔۔ یہ اہم ترین سوال ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے تھے۔ پھر فیاض نے کہا تھا "کیا اُن لوگوں کی تلاش شروع کردوں!"

"میرا خیال ہے کہ یہ ممکن نہ ہوگا۔"

"ظاہر ہے تبھی تو شیر ہو رہے ہیں" فیاض طویل سانس لے کر بولا تھا۔

"اُن لوگوں نے پھر آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔؟"

"ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا۔"

"اسکا یہ مطلب ہوا کہ دھاریوں کو مٹا دینے والی تدبیر پر عمل کرنیکا موقع دینا چاہتے ہیں!"

"آخر کہاں تک دوڑوں گا۔ اس کے لئے ویرانوں کی راہ لینی پڑتی ہے۔"

"واقعی آپ بڑی مشکل میں ہیں"۔۔۔۔ وہ کاغذ اور پنسل سنبھالتی ہوئی بولی۔

"ذرا اپنا اور اپنی والدہ کا نام تو بتایئے۔ میں دیکھوں گی کہ آپ کے لئے کیا کر سکتی ہوں۔!"

"میرا نام فیاض ہے اور والدہ مرحومہ افسر جہاں بیگم کہلاتی تھیں۔"

اس نے پیڈ پر دونوں نام لکھے تھے۔ اور سر اٹھا کر بولی تھی "بد اخلاقی تو مجھ سے بھی ہوئی تھی جناب! پہلی ملاقات پر میں نے کب آپ سے آپ کا نام پوچھا تھا۔"

"مجھے اس کا بھی ہوش نہیں" فیاض نے کہا۔

"اچھی بات ہے تو پہلے میں آپ کو اپنا نام بتا دوں! لوگ مجھے روزالی مہندس کہتے ہیں۔ ماں جرمن تھی اور باپ عرب وہ بڑے پائے کے ریاضی دان تھے۔"

"ذکاوت اور ذہانت آپ کو ورثے میں ملی ہے۔" فیاض اسے تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

پھر وہ کسی قسم کا حساب کرنے میں مشغول ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر بولی۔

"فیاض صاحب! آپ ہوٹل میں رہنا ترک کر دیں۔۔۔۔ دوسری بات۔۔۔۔ یہ دھاریاں اسی تدبیر سے مٹ سکیں گی جو اُن نامعلوم لوگوں کی طرف سے بتائی گئی ہے۔ تیسری بات ان حالات کا علم کسی تیسرے فرد کو نہ ہونے پائے۔۔۔۔ مناسب یہی ہوگا کہ آپ فی الحال اپنی ملازمت سے بھی رخصت حاصل کر لیں۔!"

"رخصت پر تو ہوں۔ چھٹیاں ہی گزارنے کے لئے ادھر آیا تھا اور ساراوان کے جنگلوں میں شکار کا بھی پروگرام تھا۔ بہر حال ان خصوصی حالات کا علم آپ کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔ ظاہر ہے کسی کو کیسے بتا سکتا ہوں کہ ویسی ہی دھاریاں میرے جسم پر بھی موجود ہیں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا اور پھر کچھ لکھنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد سر اٹھائے بغیر بڑبڑائی "مغرب کی طرف۔۔۔۔ کھجور کا ایک درخت بھی ہے۔ شیر کا مجسمہ بھی۔۔۔۔ لہلہاتی ہوئی سرخی۔۔۔۔ خداوندا۔۔۔۔!"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ فیاض اسے حیرت سے دیکھے جا رہا تھا، لیکن کچھ بولا نہیں۔

تھوڑی دیر بعد روزالی نے سر اٹھایا تھا اور اسے خواب ناک آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

فیاض کا دل بہت زور سے دھڑکا اور بند ہوتا ہوا سا محسوس ہونے لگا۔

"میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دونگی۔ نپٹ لوں گی اُن سبھوں سے بالکل فکر نہ کیجئے۔"

فیاض نے جواب میں کچھ کہنا چاہا۔۔۔۔ ہونٹ ہلے تھے لیکن آواز نہ نکلی۔۔۔۔ اس کی آنکھیں۔۔۔۔ خدا کی پناہ۔۔۔۔ عجیب سا نشہ فیاض کے ذہن میں منتقل کر رہی تھیں اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی آواز کہیں بہت دور سے آ رہی ہو۔

"ہوٹل چھوڑ دیجئے۔"

"جی بہت بہتر۔۔۔۔!"

"اگر آپ چاہیں.... تو یہاں میرے ساتھ بھی رہ سکتے ہیں۔"

"بہت بہت.... شکریہ.... آج ہی ہوٹل چھوڑ دوں گا۔"

"میں نے سمت کا پتہ لگا لیا ہے۔ ان کی قیام گاہ کی کچھ نشانیاں بھی سامنے آئی ہیں آپ سمجھ رہے ہیں نا۔"

"جی میں نہیں سمجھا۔"

"میں اُن لوگوں کی بات کر رہی ہوں جنہوں نے آپ کو پکڑا تھا.... وہ یہاں سے مغرب کی جانب رہتے ہیں۔ کھجور کا ایک درخت بھی دکھائی دیا ہے.... اور ایک شیر جو غالباً مجسمہ ہو گا اور لہریں.... لیتا ہوا سرخ رنگ۔!"

"لہریں لیتا ہوا سرخ رنگ....!" فیاض نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں، سرخ پھولوں کی کیاریاں بھی ہو سکتی ہیں۔!"

"تو پھر میں تلاش کروں۔!"

"ابھی نہیں... پہلے ہوٹل کی سکونت ترک کیجئے! تاکہ وہ دوبارہ آپ پر ہاتھ نہ ڈال سکیں۔"

"بہت بہتر۔!"

"اور یہاں ان کا تصور تک نہیں پہنچ سکے گا۔ ادھر کا رخ کیا اور فنا ہوگئے۔"

"آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔!"

"میں کوئی بڑا نیک کام نہیں کر رہی ہوں.... مسٹر فیاض....!" وہ مسکرا کر بولی تھی "اور نہ اسے آپ پر احسان سمجھتی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"مجھے اپنی دوسری صلاحیتوں کو بھی آزمانے کا موقع نصیب ہو گیا ہے۔"

"آپ کچھ بھی کہیں میں تو احسان ہی سمجھوں گا۔"

"آپ کی مرضی.... تو پھر آپ یہاں رہنے کے لئے کب آرہے ہیں۔"

"ابھی اور اسی وقت۔!"

"آپ کے ساتھ اور کون ہے....؟"

"میرا ایک دوست جو شکار والی پارٹی میں شامل تھا۔"

"اس سے آپ کیا کہیں گے۔"

"اسے معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ میں کب کہاں چلا گیا۔"

"یہی مناسب ہو گا.... کسی تیسرے کو اس کا علم ہو جانا آپ کے حق میں بہتر نہ ہو گا ستارے یہی کہہ رہے ہیں۔"

فیاض اجازت طلب کر کے اٹھ گیا تھا۔



سر سلطان کو دھاڑی دار آدمی کی درندگی کا علم ہوا تھا تو ششدر رہ گئے تھے۔ یہ بات صرف انہی کی ذات کے لئے سائیکو مینشن کی حدود سے باہر نکلی تھی۔

ادھر وہ آدمی پھر پہلے ہی کی طرح پر سکون اور دوسروں کا تابعدار ہو گیا تھا۔ جو کہا جاتا وہی کرتا۔ لیکن عمران اب اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ ایسے انتظامات کر لئے تھے کہ وہ کسی دوسرے کو گزند نہ پہنچا سکے۔ ویسے اس کی بدلتی ہوئی ذہنی کیفیت سے متعلق چھان بین بھی کئی ماہرین نے کی تھی۔ لیکن کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے۔

عمران نے سر سلطان کو فون پر اس کے سلسلے میں اطمینان دلانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اُس سے ملاقات پر مصر رہے تھے۔

"میں نے روز روشن میں اپنی جگہ چھوڑی اور مارا گیا۔" عمران نے انہیں آگاہ کیا۔!

دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز آئی "اندھیرے ہی میں سہی۔"

"یہ کون ہے....؟" سر سلطان غرائے۔

"یہی سوال میں کرنے والا تھا۔!" عمران بڑے ادب سے بولا۔

"تم دونوں بیوقوفی کی باتیں کر رہے ہو۔" عورت کی آواز آئی۔

"یہ کیا بیہودگی ہے!" سر سلطان دھاڑے۔

"آپ براہ کرم ریسیور رکھ دیجئے۔" عمران نے کہا "میں ذرا ان سے بات کرلوں۔ شاید یہ پیپل کے درخت والی ہیں۔"

"تم خود بھتنے!" عورت کی آواز آئی۔ ساتھ ہی ریسیور رکھنے کی بھی آواز آئی تھی شاید سر سلطان نے عمران کے مشورے پر عمل کیا تھا۔

"اب تم بھی ریسیور رکھ دو!" عورت کی آواز پھر آئی "تاکہ میں خالہ جان سے بات کر سکوں"

"یہاں کوئی خالہ جان نہیں ہیں۔"

"تم ریسیور رکھ دو نا.... پھر لائن مل جائے گی.... بڑی دیر سے ٹرائی کر رہی ہوں، مگر صرف تمہی دونوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔"

"میں تو نہیں رکھوں گا ریسیور۔"

"بڑے کمینے معلوم ہوتے ہو....!"

"ہاں یہی بات ہے۔ اچھا تو پھر۔"

"ریسیور رکھ دو نا۔"

"اچھی بات ہے!" عمران نے ریسیور رکھ دیا۔ لیکن فوراً ہی گھنٹی بجی تھی۔ عمران نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو....!"

"ارے تو پھر تم ہی ہو۔" وہی آواز آئی۔

"نہیں اس بار میں خود کو خالہ جان ہی محسوس کر رہا ہوں۔" عمران نے کہا۔ "یہ لوگ لائنوں پر لائنیں بچھاتے چلے جا رہے ہیں لیکن کنٹرول کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔"

"تو پھر اب میں کیا کروں۔"

"آج شام کو کیفے قیقاز میں ملو....."

"بڑے ذلیل معلوم ہوتے ہو۔"

"خدا کرے تمہاری خالہ جان مر جائیں۔ ٹیلی فون ایکس چینج کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔"

"تم خود مر جاؤ۔"

"اس کے باوجود بھی یہ لوگ اپنے دوستوں کی طویل فاصلے والی کالیں تمہارے میٹر سے اٹیچ کر کے تمہارے ٹیلی فون کا بل بڑھاتے رہیں گے۔"

"آخر یہ کیا بکواس ہے۔"

"بکواس نہیں سننا چاہتیں تو ریسیور رکھ دو اور خالہ جان سے بروزِ قیامت ملاقات کر لینا۔"

"خدا غارت کرے تمہیں۔"

اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز آئی تھی۔ کچھ دیر انتظار کر کے عمران نے دوبارہ

سر سلطان کے نمبر ڈائیل کیے تھے۔ ریسیور کان سے لگایا تو دو عورتوں کی گفتگو سنائی دی۔ اور سر سلطان بھی "ہیلو.... ہیلو۔" کر رہے تھے۔

اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور اس طرح چھت کو تکنے لگا جیسے قہر خداوندی کو دنیا کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہو۔

"کیا کوئی گڑبڑ ہے باس" عقب سے جوزف کی آواز آئی۔

"کوئی" عمران نے حیرت سے کہا "ارے سبھی کچھ گڑبڑ ہے۔"

"فون پر کوئی بُری خبر ملی ہے کیا۔"

"دفع ہو جاؤ۔ کیوں میرے سر پر سوار ہو۔"

"سلیمان بہت بور کر رہا ہے۔"

"اب کیا ہے۔"

"مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اب تم اپنے کھانے پینے کا اور کہیں انتظام کر لو۔"

"تو پھر تو نے کیا کہا۔"

"میں کیا کہتا باس! سُن کر چپ ہو رہا تھا۔"

"مجھ سے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"پھر کس سے کہوں۔ شادی کے بعد بے حد چڑچڑا ہو گیا ہے۔"

"ایک اور کرادوں کیا" عمران نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

جوزف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے بُرا سا منہ بنا کر ریسیور اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے ایک انجانی سی آواز آئی تھی۔ کسی نے اس کا نام لے کر دریافت کیا تھا کہ وہ فلیٹ میں موجود ہے یا نہیں۔

"عمران ہی بول رہا ہے۔" اس نے کہا۔

"کیوں شامت آئی ہے۔!"

"آیا ہی کرتی ہے۔ تم اپنا مدعا بیان کرو۔"

"داڑھی دار آدمی کو زیادہ دیر تک اپنے قبضے میں نہ رکھ سکو گے۔ وہ اتنا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ تمہیں اسے گولی مار دینی پڑے۔"

"اس تجربے سے گزر چکا ہوں.... لیکن میں تم سے ہر گز نہیں پوچھوں گا کہ تم کون ہو۔"

"کس تجربے سے گزر چکے ہو۔"

"وہ ایک بار بے حد خطرناک ہو کر پھر پُر سکون ہو چکا ہے۔"

"تفصیل سے بتاؤ۔" دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ پُر اشتیاق تھا۔

"مفت میں تمہاری معلومات میں اضافہ نہیں کروں گا۔"

"آخر چاہتے کیا ہو؟"

"پانچ لاکھ روپوں میں معاملہ طے ہو سکتا ہے۔"

"کسی اور کو بیوقوف بنانے کی کوشش کرنا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بلیک میلر نہیں۔"

"ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے۔ میں اپنی محبوبہ کی والدہ کو سوئٹزر لینڈ لے جا کر اُس کا علاج کرانا چاہتا ہوں۔"

"کبھی تمہارے باپ کو بھی محبوبہ نصیب ہوئی تھی۔"

"پوچھ کر یہ بھی بتا سکتا ہوں۔"

"عمران ہوش میں آ جاؤ.... ورنہ تمہارے خاندان والے بھی پچھتائیں گے۔"

"وہ تو میری پیدائش کے بعد ہی سے پچھتاتے چلے آ رہے ہیں۔"

"تمہیں صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اسے ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ پوری عمارت بم سے اڑا دی جائے گی اور بے شمار خون تمہاری گردن پر ہوں گے۔"

"سوال تو یہ ہے کہ حوالگی کی کیا صورت ہو گی۔"

"وہ بھی بتا دی جائے گی اگر تم آمادگی ظاہر کرو۔"

"آمادگی ظاہر کرنے کا کیا طریقہ ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"یہی بات اُلٹ کر بھی کہی جا سکتی ہے۔ لیکن میں نے وہ سوال سنجیدگی سے کیا تھا۔ کیونکہ بے شمار خون اپنی گردن پر نہیں لینا چاہتا۔ کیا اسے داراب ہاؤس ہی پہنچانا ہے۔"

"داراب ہاؤس کیوں....؟"

"اسے وہیں تو لے جایا جا رہا تھا۔"

"داراب ہاؤس کے سرونٹس کوارٹرز میں.... داراب ہاؤس کے مالک کو اس سے کوئی سروکار نہیں.... لیکن اب ہمارا وہ آدمی سرونٹس کوارٹرز میں نہیں ہے۔ اُس دھماکے کے بعد سے اس نے وہ جگہ چھوڑ دی تھی۔ اور شاید اس دھماکے کے ذمہ دار بھی تمہی تھے۔"

"ان باتوں کو چھوڑ کر معاملے کی بات کرو۔" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔

"جہاں کہا جائے اُسے پہنچا دو۔"

"ارے نام بھی تو لو جگہ کا۔"

"نام بھی بتا دیا جائے گا۔ لیکن اس سے پہلے میری ایک بات سنجیدگی سے سن لو.... تم چاہے اپنے ساتھ سادہ لباس میں پوری بٹالین لے کر آؤ۔ ہو گا وہی جو ہم چاہیں گے۔"

"میں ایسی حماقت ہر گز نہیں کروں گا۔"

"اور میری کال ٹریس کرنے کے باوجود بھی تم مجھ تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

"اس ایکس چینج سے کہیں کال ٹریس ہو سکتی ہے۔ احمقانہ خیال ہے۔"

"خیر... تو تم اسے برقعے میں لاؤ گے۔ تم گاڑی ڈرائیو کرو گے اور وہ اس گاڑی میں تنہا ہو گا۔"

"لیکن اگر میری واپسی نہ ہوئی تو میں کس سے فریاد کروں گا۔"

"تمہاری واپسی کی پوری پوری ضمانت دی جائے گی۔"

"چلو میں نے یقین کر لیا۔ جگہ بتاؤ۔"

"ابھی نہیں۔ آٹھ بجے شب کو تمہیں مطلع کر دیا جائے گا۔"

"پانچ لاکھ کی کیا رہی۔"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔"

"مفت تو.... ناممکن ہے پیارے۔"

"شائد سچ مچ تمہاری موت ہی آ گئی ہے۔"

"تب تو پھر تمہیں ایک پیسہ بھی نہیں صرف کرنا پڑے گا۔ لیکن میری موت کے بعد تم دھاری دار آدمی کی پرچھائیں تک نہ دیکھ سکو گے۔ وہ جہاں بھی ہے وہیں رہ جائے گا۔ میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ اور اس عمارت کو جب دل چاہے بم سے اڑا دینا سخت نالائق قسم کے لوگ آباد ہیں۔ پچھلے دنوں میرا انکاکٹ گیا تھا تو سب مجھ پر ہنستے تھے۔"

"جہنم میں جاؤ۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران ریسیور کریڈل پر رکھ کر مڑا۔ جوزف اب بھی وہیں موجود تھا۔

"کون بم سے کس عمارت کو اڑائے گا۔" اس نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ارے تو اب تک یہیں موجود ہے۔"

"پیٹ کا مسئلہ ہے باس....! وہ مجھے کھانا نہیں دے گا تو میں کیا کروں گا۔"

"چوبیس گھنٹے بعد نہ پیٹ رہے گا اور نہ اس کا کوئی مسئلہ کیونکہ چوبیس گھنٹے بعد یہ عمارت بم سے اڑادی جائے گی۔"

"نہیں....!" جوزف اُچھل پڑا۔

عمران نے ریسیور اٹھایا تھا اور پھر رکھ دیا تھا۔ پتا نہیں کسے فون کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو باس۔"

"کچھ بھی نہیں.... بھاگ جاؤ....!" اس نے کہا۔

جوزف کے چلے جانے کے بعد اُس نے سر سلطان کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا تھا۔

"لائن کلیئر ہے۔" عمران بولا "اب فرمایئے۔"

"رحمان صاحب کو تمہاری تلاش ہے۔!"

"لیکن شاید اب لاش ہی ملے۔ کیونکہ چوبیس گھنٹے بعد پوری عمارت بم سے اڑادی جائے گی۔"

"کیا بک رہے ہو۔!"

"صحیح عرض کر رہا ہوں۔ ابھی ابھی دھمکی ملی ہے۔" عمران نے کہا کچھ دیر قبل آنے والی کال کے بارے میں تفصیل دہراتا ہوا بولا "اب دیکھنا ہے کہ رحمان صاحب کیا کر لیتے ہیں۔!"

"تم نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔"

"تو پھر واپس کر آؤں اُسے۔ شاید آٹھ بجے شب کو پھر اس کی کال آئے گی.... اور ہاں ڈیڈی کو قطعی نہ بتایئے گا کہ میں فلیٹ میں موجود ہوں۔!"

"مل لینے میں کیا حرج ہے۔!"

"آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ میرے ہی باپ ہیں.... دھاری دار لاش اُن کے محکمے

کے آدمی نے دریافت کی تھی لہٰذا کیس ان کے محکمے کا بن گیا۔"

"خیر اسے چھوڑو.... اس دھمکی سے متعلق کیا سوچ رہے ہو۔"

"آٹھ بجے والی کال ریسیو کرنے کے بعد بتاؤں گا۔"

"بہت محتاط رہنا۔!"

عمران نے کچھ کہے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا.... اس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار نمایاں تھے۔ بات ایک دھاری دار لاش سے شروع ہوئی تھی۔ وہ وانگ لین کی لاش تھی۔ پھر وہ وانگ لین کی لاش نہیں تھی.... اگر نہیں تھی تو اُسے وانگ لین کی لاش تسلیم کرا لینے کا کیا مقصد ہو سکتا تھا.:. اُدھر اُسی سفارت خانے کے فرسٹ سیکریٹری کی بیوی دوسرے دھاری دار زندہ آدمی کے معاملے میں بھی ملوث نظر آئی ہے۔ اور اُسی عورت نے یہ شوشہ بھی چھوڑا تھا کہ وہ وانگ لین کی لاش تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ سفیر ہی اس کھیل کا مرکزی کردار تھا یا فرسٹ سیکریٹری کی بیوی متوہاشی انفرادی طور پر کوئی حرکت کر بیٹھی تھی.... سفیر کے ملوث ہونے کا یہ مطلب ہوتا کہ پورا سفارت خانہ ہی کسی خطرناک سازش کا جال بُن رہا ہے۔

عمران کو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کئی کہانیاں آپس میں گڈمڈ ہو کر رہ گئی ہوں! کہاں وہ سفارت خانہ اور کہاں داراب ہاؤس.... البتہ کاسموفیگ کمپنی جو سائنسی آلات کا بیوپار کرتی تھی کسی حد تک سفارت خانہ سے رابطہ رکھ سکتی تھی۔ کیونکہ جس ملک کا وہ سفارت خانہ تھا۔ وہاں بہت اعلیٰ درجے کے سائنسی آلات تیار کئے جاتے تھے اور وہاں سے آلات امپورٹ کرنے کے سلسلے میں کمپنی سفارت خانے سے بھی رابطہ رکھ سکتی تھی۔ لیکن داراب ہاؤس میں سانپوں کی کھالوں کا تاجر رہتا تھا۔

کچھ دیر پہلے کسی نامعلوم آدمی کی فون کال دھمکی بھی ہو سکتی تھی اور اس کا مقصد یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سانپوں کے تاجر کو شبہے سے بالاتر قرار دیا جائے۔ اسی لئے دھاری دار آدمی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سرونٹس کوارٹرز کا حوالہ دیا گیا تھا۔ یعنی داراب ہاؤس کے مکین کی لاعلمی میں اس کا کوئی ملازم کسی سازش میں ملوث ہو گیا تھا اور اب وہ ملازم بھی وہاں نہیں تھا۔

بہرحال شروعات داراب ہاؤس ہی سے ہونی چاہئے اور اس طرح کہ باضابطہ کارروائی معلوم ہو! اس کام کے لئے کیپٹن فیاض ہی زیادہ موزوں ثابت ہوتا لیکن اس کا تو کہیں پتہ نہ تھا۔ سردار گڑھ کے ہوٹل انٹرنیشنل سے اچانک غائب ہو گیا تھا.... تو پھر اب کیا کیا جائے؟

قریباً آدھے گھنٹے کی سوچ بچار کے بعد اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ خود ہی باضابطہ کارروائی کرنے والے کا بھی سوانگ رچائے گا۔

ریڈی میڈ میک اپ ناک پر فٹ کیا تھا اور عقبی زینوں سے گلی میں اُتر گیا تھا۔ ایک ٹیکسی لی اور داراب ہاؤس کی طرف روانہ ہو گیا۔ خاصی بڑی عمارت تھی۔ ہرا بھرا پائیں باغ بھی موجود تھا لیکن پہلی نظر پڑتے ہی عجیب سی ویرانی کا احساس ہوتا تھا۔

پھاٹک پر "داؤد سرجن" کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس نے اپنا کارڈ اندر بھجوایا۔ اور جلد ہی بلوالیا گیا۔ کیونکہ یہ کارڈ سپیشل پولیس کے کسی انسپکٹر کے نام کا تھا۔

نشست کے کمرے کی سجاوٹ مرعوب کن تھی.... بہت قیمتی سامان آرائش استعمال کیا گیا تھا.... وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد ایک دراز قد آدمی کمرے میں داخل ہوا تھا۔ عمران اٹھ گیا۔

"تشریف رکھئے جناب....! کیسے تکلیف فرمائی۔" اس نے مصافحہ کئے بغیر سوال کیا تھا اور بیٹھ گیا تھا۔ آنکھوں سے غائب دماغی مترشح تھی اور کسی قدر اعصاب زدہ بھی لگتا تھا۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہو گی۔ چارلی چیپلن ٹائپ کی سفید مونچھیں تھیں اور چندیا صاف۔

"کیا حال ہی میں آپ کا کوئی ملازم غائب ہو گیا ہے۔" عمران نے سوال کیا۔ داؤد بُری طرح چونکا تھا اور اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا تھا "لیکن میں نے تو رپورٹ نہیں درج کرائی۔"

"یہ آپ کا فعل تھا۔ ہماری بات دوسری ہے۔" عمران نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا جناب....!"

"ہو سکتا ہے آپکو اپنے نقصان کی پرواہ نہ ہو۔ لیکن وہ کچھ اور لوگوں کو بھی نقصان پہنچا چکا ہے۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"میں نے کب کہا ہے۔"

"پھر بھی اسپیشل پولیس کا اس طرح آنا.... میں دل کا مریض ہوں۔ میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اُسکے بارے میں پوچھ گچھ کرنی ہے۔ آپ پر تو کوئی الزام نہیں آپ خواہ مخواہ پریشان ہو گئے۔!"

"واہ جناب.... دیکھنے والوں نے کیا سمجھا ہو گا۔"

"نہ میں اس وقت وردی میں ہوں اور نہ میری پیشانی پر اسپیشل پولیس لکھا ہوا ہے۔"

"لفظ پولیس میری کمزوری ہے۔ کہیں یہ لفظ لکھا ہوا بھی دیکھتا ہوں تو پیٹ سے ایک گولا اٹھ کر حلق میں جا اٹکتا ہے.... جاسوسی ناول تک نہیں پڑھ سکتا۔"

"مجھے افسوس ہے جناب۔" عمران نے بے حد نرم لہجے میں کہا "اب کچھ کارڈ بن طبلہ نواز کے بھی چھپوا رکھوں گا۔"

"دیکھئے جناب ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے آپکو اپنی فطرت سے آگاہ کیا تھا۔"

"ناراضگی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"جو آپ نے طبلہ نواز کہا تھا۔"

"غلط نہیں کہا تھا۔ بن عرفیت اور اچھا خاصا طبلہ بھی بجالیتا ہوں۔"

"خوب.... خوب.... تب تو آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں۔"

"آپ کا ملازم کتنا پرانا تھا۔"

"بس چار ماہ سمجھ لیجئے.... جی ہاں چار ماہ پہلے آیا تھا۔"

"حلقے کے تھانے میں اُس کا رجسٹریشن تو کرایا ہی ہو گا۔"

"جی نہیں.... کون روز روز دوڑتا پھرے.... لوگ آتے ہی جاتے رہتے ہیں۔"

"حالانکہ اصولاً یہ ہونا چاہئے تھا۔!"

"جناب.... جناب میں نے کب شکوہ کیا ہے تھانے والوں سے۔"

"یہاں اس نے اپنا کیا نام بتایا تھا۔" عمران نے داؤد کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سرفراز۔"

"خوب" عمران سر ہلا کر بولا "تو وہی معلوم ہوتا ہے۔ اب ذرا اُس کا حلیہ تو بتائیے۔"

"کیوں؟ آپ کو حلیہ تو معلوم ہی ہونا چاہئے۔ ورنہ پھر آپ کس کی تلاش میں آئے ہیں۔"

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔ وہ ناموں کے ساتھ شکلیں بھی بدلتا رہتا ہے، میک اپ کا ماہر ہے۔"

"ہوا کرے.... لیکن نہ وہ اپنے قد میں تبدیلی کر سکتا ہے اور نہ جسامت میں۔"

عمران کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ اس نے رازدارانہ لہجے میں آہستہ سے پوچھا "کیا بہت لمبا اور دبلا تھا۔"

"اب مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب آپ جانتے ہیں.... میں نے بغیر ہڈی
آدمی پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر اس نے آہستہ سے پوچھا تھا "کہیں وہ اب بھی تو اِ
عمارت میں موجود نہیں ہے۔!"

"جی میں نہیں سمجھا۔" داؤد چونک پڑا۔

براہِ راست یہ سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ عمران نے سوچا اور موضوع بدلنے کے لئے بولا

"آپ تو سانپوں کی بے شمار اقسام سے واقف ہوں گے۔"

"کیوں نہیں....! مجھے واقف ہونا ہی چاہئے۔ بچپن ہی سے سانپوں کے چکر میں پڑا ہوں۔"

"خود بھی پکڑتے ہیں سانپ۔"

"شوقیہ.... کبھی کبھی.... ورنہ اب یہ کام تو میرے ملازمین کرتے ہیں۔"

"کبھی کبھی حادثے بھی ہوتے ہوں گے۔"

"کیسے حادثے....؟"

"مطلب یہ کہ پکڑنے والوں کو سانپ ڈس بھی لیتے ہوں گے۔"

"دس بار ڈسیں تب بھی اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میرے فیلڈ ورکر پیشہ ور سپیرے نہ ہونیکے باوجود بھی سانپوں کے زہر سے محفوظ رہتے ہیں۔"

"کمال ہے.... آخر کس طرح۔!"

"میں نے انہیں زہر پروف بنا دیا ہے۔ سانپ ہی کا نہیں، کسی قسم کا زہر اُن پر اثر انداز
نہیں ہو سکتا۔!"

"حیرت انگیز.... میں پہلی بار ایسی کوئی بات سُن رہا ہوں۔"

"صرف ایک ہفتے میں آپ کو بھی اس قابل بنا سکتا ہوں کہ آپ زندگی بھر کے لئے زہروں
سے محفوظ ہو جائیں۔!"

"کیسے کیسے باکمال لوگ پڑے ہوئے ہیں اس ملک میں.... لیکن انہیں کوئی جانتا تک
نہیں۔" عمران نے اپنے لہجے میں درد پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"یہاں کسے پرواہ ہے....!" داؤد بگڑ کر بولا۔

"واقعی باکمالوں کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی۔!"

"چلیے.... میں آپ کو اپنی تجربہ گاہ دکھاؤں.... لاکھوں روپے صرف کئے ہیں اس پر....
مختلف سانپوں کے کراس سے نئی نئی اقسام پیدا کی ہیں۔ میری ایکسپورٹ کی ہوئی کھالیں غیر
ممالک میں اپنا الگ مقام رکھتی ہیں۔!"

"تب تو مجھے یقین ہے....!" عمران کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

داؤد اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ عمران نے طویل سانس لی اور اسطرح منہ چلانے
لگا جیسے کسی چیز کا ذائقہ یاد آ گیا ہو۔ داؤد کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کے آثار دکھائی دیئے تھے۔!

"جملہ فوراً پورا کر دیا کیجئے" اُس نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"پورا تو کر دوں.... لیکن آپ اُس کا اعتراف نہیں کریں گے۔"

"کیا آپ غیب داں ہیں....!" داؤد کی جھنجھلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

"خیر تو سنئے.... آپ ہر گز اعتراف نہیں کریں گے کہ سرفراز آپ کو کسی معاملے میں بلیک
میل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔"

"نن... نہیں... داؤد لرز کر رہ گیا... اسکے تیکھے خطوط دفعتاً ڈھیلے پڑ گئے تھے خوف زدہ
نظروں سے چاروں طرف دیکھے جا رہا تھا۔.. عمران نے بغلی ہولسٹر پر ہاتھ رکھ لیا پھر آہستہ سے
بولا "آپ کو خوف زدہ ہونیکی ضرورت نہیں! میں ہر گز یہ معلوم کرنیکی کوشش نہیں کرونگا کہ وہ
کس معاملے میں آپکو بلیک میل کرنیکی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے تو صرف اُسکی ذات سے دلچسپی ہے۔!"

اچانک داؤد زور زور سے چیخنے لگا "آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ یہاں کوئی سرفراز نہیں
رہتا۔ کیا ثبوت ہے آپ کے پاس کہ یہاں کبھی کوئی سرفراز ملازم بھی رہا ہے۔"

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔" عمران اٹھتا ہوا بولا "میں جا رہا ہوں۔"

"نہیں... بھتیجے!" عقب سے آواز آئی "بڑی مشکل سے پھنسے ہو۔ اب واپسی ناممکن سمجھو۔!"

عمران نے صرف ٹھنڈی سانس لی تھی۔ مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ دھپ سے صوفے پر بیٹھ گیا۔
اور اس طرح چھت کی طرف دیکھنے لگا جیسے وہ آواز اوپر سے آئی ہو.... ہزاروں میں پہچانی جانے
والی آواز تھی۔

داؤد آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت گاہ سے ٹک گیا تھا۔ سانس پھول رہی تھی۔

"داؤد.....!" آواز پھر آئی "اس کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لو۔"

"تم خود نکال لو.... میں کسی پولیس والے کو ہاتھ لگانا پسند نہیں کرتا۔" داؤد نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔

"بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ پولیس والا نہیں میرا بھتیجا ہے۔"

"یہی تو میں سوچ رہا تھا کہ پولیس والے بھی اتنے صورت حرام نہیں ہوتے۔ تمہارا ہی کوئی رشتے دار لگ رہا ہے۔"

"بکواس مت کرو.... اٹھو اور ریوالور نکال لو۔"

عمران بیٹھا ٹانگیں ہلاتا رہا.... اس نے ریوالور نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس نے داؤد کو اٹھتے دیکھا لیکن خود اُس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ البتہ جیسے ہی اس نے اس کی طرف قدم بڑھایا تھا۔ سیدھا بیٹھتا ہوا بولا تھا۔ "آپ اس چکر میں نہ پڑیئے داؤد صاحب بہتر یہی ہوگا کہ آپ یہاں سے چلے جایئے۔"

"تم میرے نشانے پر ہو بھتیجے۔ زیادہ چالاک بننے کی کوشش اندوہناک ثابت ہوگی۔"

"میرا ریوالور جہاں ہے! وہیں رہے گا! تم سے دو دو ہاتھ کرنے میں مجھے ہمیشہ لطف آیا ہے۔" عمران نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا تھا اور داؤد کو آنکھ ماری تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" داؤد بھنا کر بولا۔

"آپ یہاں کھڑے ہی کیوں ہیں چلے جایئے۔!"

"مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں اگر تم واقعی اس کے بھتیجے ہو۔!"

"تو یہی تمہیں بلیک میل کرتا رہا ہے۔"

"میں تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا۔" داؤد نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

ٹھیک اُسی وقت عمران کی گردن میں کوئی باریک سی نوکیلی چیز چبھی تھی اور وہ سسکاری لے کر ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ اور پھر بیہوش ہو جانے سے قبل ہی اُسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ کسی ڈارٹ گن سے نکلا ہوا بیہوشی کا انجکشن تھا۔ وار کر گیا تھا چچا۔



سارجنٹ نیمو ایک کھلنڈرا سا نوجوان تھا۔ اور اس نے تنویر کی جگہ لی تھی۔ تنویر کو فیلڈ ورک سے ہٹا کر آفس جاب دے دیا گیا تھا اور وہ اُس سے مطمئن تھا۔ علامہ دہشت والے کیس میں اُسے جو چوٹیں آئی تھیں انہوں نے اُسے دوڑ دھوپ کے قابل نہیں رہنے دیا تھا۔

سارجنٹ نیمو انٹر سروسز انٹیلی جنس سے آیا تھا اور جلد ہی اپنے ساتھیوں میں خاصا مقبول ہو گیا تھا۔ ذہین بھی تھا اور بے جگر بھی، آنکھیں بند کر کے احکامات کی تعمیل کرتا تھا۔ اس وقت وہ بھی صفدر کے ساتھ تھا۔ جب صفدر نے عمران کو داراب ہاؤس میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔

داراب ہاؤس کی نگرانی کی جا رہی تھی۔ ڈیوٹیاں بدلتی رہتی تھیں۔ صفدر عمران کے ریڈی میڈ میک اپ سے واقف تھا۔ لیکن سارجنٹ نیمو نے اسے دیکھتے ہی کہا تھا "کیسے کیسے خبیث صورت لوگ اس عمارت سے وابستہ ہیں۔"

صفدر اُس کے ریمارک پر کچھ نہیں بولا تھا۔ بولتا بھی کیا۔ نیمو کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ کون ہے۔

نیمو اپنی پاکٹ بک نکال کر عمران کا حلیہ لکھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد صفدر سے پوچھا "ٹیکسی ہی سے آیا تھا نا۔"

"ہاں.... اور ٹیکسی کا نمبر تھا ایکس وائی زیڈ گیارہ سو پچاس ٹیکسی ڈرائیور پٹھان تھا۔ ملیشیا کے شلوار سوٹ میں ملبوس۔"

"بڑی بھیانک یادداشت ہے تمہاری۔"

"تمہاری بھی ہونی چاہیئے۔"

"میں تو بسا اوقات اپنی محبوبہ کا نام تک بھول جاتا ہوں۔"

"بہتیری ہوں تو یہی ہوتا ہے۔"

"ایسی قسمت کہاں.... صرف اٹھائیس بار محبت کر سکا ہوں۔"

"چلو یہی غنیمت ہے کہ تعداد تو یاد رہ گئی۔"

"تم سب لوگ بے حد خشک لوگ ہو۔ میں نے تم میں سے کسی کو بیئر تک پیتے نہیں دیکھا۔"

"بس ایسے ہی ہیں!" صفدر نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"ایک وہ کریک ہیں.... مسٹر علی عمران.... جن کے سر پیر ہی کا پتا نہیں:.... کبھی احمق

ہیں تو کبھی ایسا لگتا ہے جیسے پاگل خانے کے محافظوں کو جل دے کر نکل بھاگے ہوں۔ سمجھ نہیں آتا کہ ہمارا چیف انہیں کس مرض کی دوا سمجھتا ہے۔"

"خواہ مخواہ اپنا مغز کھپا رہے ہو" صفدر ہنس کر بولا "میاں اپنے کام سے کام رکھو۔"

"لیکن وہ.... ہائے...." نیمو سینے پر ہاتھ مار کر رہ گیا۔!

"اچھا.... کوئی ہائے بھی ہے۔!"

"جولیانا.... کیا چیز ہے....؟"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم مکمل طور پر تنویر کی جگہ سنبھالنے والے ہو۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"وہ بھی اُسے ہائے ہی سمجھتا رہا ہے۔!"

"اور آپ حضرات کا کیا ایٹی ٹیوڈ ہے۔!"

"کوئی خاص نہیں.... ہم اسے عورت ہی نہیں سمجھتے.... جیسے ہم ویسے وہ....!"

"لیکن میں.... سینے میں پتھر کا ٹکڑا نہیں رکھتا۔" نیمو نے فخریہ انداز میں کہا تھا۔

"اوہ....!" صفدر چونک کر گھڑی دیکھتا ہوا بولا "خاصی دیر ہو گئی وہ ابھی تک باہر نہیں آیا۔

"کون! کس کی بات کر رہے ہو....؟"

"وہی جو اندر گیا تھا۔!"

کیا ضروری ہے کہ وہ واپس بھی آئے۔"

"یقیناً کیونکہ اُس کا اس عمارت سے کوئی تعلق نہیں۔!"

"اس کے باوجود بھی وہ جتنی دیر چاہے وہاں ٹھہر سکتا ہے۔ ہم اُسکے شیڈول سے تو واقف نہیں ہیں۔"

"خواہ مخواہ بحث مت کرو۔"

"میں نے اب تک یہی محسوس کیا ہے کہ تم لوگ بولنے کے معاملے میں بھی کاہل ہو۔!"

"پورے دو گھنٹے۔" صفدر کے لہجے میں تشویش تھی۔

نیمو کچھ نہ بولا۔ سگریٹ سلگانے لگا تھا.... صفدر کہتا رہا "کوئی گڑ بڑ ضرور ہوئی ہے۔!"

"تم تو اس طرح بات کر رہے ہو جیسے اُس آدمی کو اچھی طرح جانتے ہو۔" نیمو نے کہا۔

"بھائی وہ اپنا ہی آدمی تھا۔!"

"اوہ.... تو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا.... میں جا رہا ہوں۔"

"کہاں....!" صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"عمارت کے اندر.... ایسے اوقات میں احتیاط کو بالائے طاق رکھ دیتا ہوں۔"

"ایسی حماقت بھی نہ کرنا۔ ایکس ٹو اسے ہرگز پسند نہیں کرے گا۔"

"کوئی خصوصی ہدایت تو ملی نہیں۔"

"یار بس کہہ دیا کہ یہ ہمارے طریق کار میں شامل نہیں ہے۔"

اتنے میں ایک وین جو چاروں طرف سے بند تھی داراب ہاؤس کے پھاٹک سے برآمد ہوئی۔

"یہ گاڑی میں نے پہلی بار دیکھی ہے.... تم یہیں ٹھہرو....! میں اس کا تعاقب کروں گا۔!" صفدر نے کہا تھا اور اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا تھا۔ نیمو جہاں تھا وہیں ٹھہرا رہا۔

قریباً پندرہ منٹ بعد پھر ویسی ہی ایک گاڑی اور برآمد ہوئی تھی۔ نیمو کے کان کھڑے ہوئے.... کہیں وہ پہلی گاڑی محض فریب نہ رہی ہو۔ اگر داراب ہاؤس والوں کو علم تھا کہ ان کی نگرانی کی جا رہی ہے تو وہ ڈوج دینے کے لئے ایسا طریقہ کار اختیار کر سکتے ہیں۔

اس گاڑی کا رخ مخالف سمت میں تھا۔ نیمو نے فیصلہ کیا کہ اسے اس گاڑی کا تعاقب ہر حال میں کرنا چاہئے۔ وہ موٹر سائیکل ہی سے آیا تھا۔

خاصے فاصلے سے تعاقب شروع کیا۔ شہر کی بھری پُری سڑکوں سے گزرتی ہوئی وہ بند گاڑی بالآخر ہائی وے پر آ نکلی تھی.... آباد علاقوں تک تو نیمو کو تشویش نہیں ہوئی تھی لیکن جب وہ آگے ہی بڑھتی رہی تھی تو اُسے سوچنا پڑا تھا۔!

پتا نہیں اس سفر کا اختتام کہاں ہو.... اسی دوران میں اگر اُسکی موٹر سائیکل کا پٹرول ختم ہو گیا تو کیا ہو گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس بند گاڑی کی منزل شہر سے باہر کہیں ہو گی۔ دن ڈھلے دیر ہو گئی تھی اور اب سورج مغرب میں جھک رہا تھا۔ ہائی وے سنسان نہیں تھی۔ خاصا ٹریفک تھا۔

دفعتاً نیمو نے بند گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلتے دیکھا۔! کوئی اُس سے برآمد ہوا تھا اور سرکس کے کسی اداکار کی طرح قلابازی کھا کر گاڑی کی چھت پر پہنچ گیا تھا۔ نیمو کا منہ حیرت سے کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ کیونکہ اس نے اتنے فاصلے سے بھی عمران کو پہچان لیا تھا۔

دونوں گاڑیاں اب بھی یکساں فاصلے سے دوڑ رہی تھیں.... ایک جگہ ایک لوڈنگ ٹرک کھڑا

نظر آیا... شاید اُس میں کوئی خرابی واقع ہو گئی تھی۔ جیسے ہی وین اُس کے قریب پہنچی عمران نے ٹرک پر چھلانگ لگادی... وین آگے بڑھتی چلی گئی تھی نیمو نے عمران کو ٹرک پر لدے ہوئے کچھ بنڈلوں سمیت ٹرک کی دوسری طرف گرتے دیکھا تھا۔

اُس نے موٹر سائیکل کی رفتار کم کی اور ٹھیک اُسی جگہ جار کا جہاں عمران گرا تھا۔

ٹرک کے تینوں کام کرنے والوں نے عمران کو گھیر لیا۔

"کیا یہ آسمان سے ٹپکا ہے۔" ان مین سے ایک نے کہا۔

عمران اٹھ کر لڑاکا عورتوں کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر بولا "نہیں زمین سے اگا ہے ایک تو غلط طریقے سے سامان لادتے ہو اور پھر اوپر سے باتیں بناتے ہو۔!"

"تم آئے کہاں سے...؟" ٹرک والا دھاڑا۔

"اور سنو!" عمران نے نیمو کی طرف دیکھ کر کہا "پیدل چلنے والوں کا یہ حشر کرتے ہیں یہ لوگ۔"

"پیدل... ٹرک والے نے حیرت سے کہا۔

"اور نہیں تو کیا ہوائی جہاز سے۔!"

دوسرے آدمی نے ٹرک پر لدے ہوئے سامان کی طرف دیکھا اور پھر عمران سے بولا "چوٹ تو نہیں آئی۔"

"آئی بھی ہو گی تو کیا کرلو گے۔ خود بھی تو پڑے ہوئے ہو مصیبت میں۔!"

"آپ کو کہاں جانا ہے مسٹر... مین پہنچادوں" نیمو نے کہا۔!

"سمندر گوٹھ...!"

"آیئے... پیچھے بیٹھ جایئے۔!"

"دُم پر بیٹھنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔!"

"آیئے تو پھر سر پر سوار ہو جایئے۔!"

"میاں پیدل ہی بھلا... تم توان لوگوں سے بھی زیادہ چڑچڑے معلوم ہوتے ہو۔!"

"تم آخر تھے کدھر ہم نے تو نہیں دیکھا۔" ٹرک والے نے کہا۔

"ادھر سے آرہا تھا۔" عمران بائیں جانب والی ڈھلان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "سوچا تم سے پوچھوں مجھے لیتے چلو گے سمندر گوٹھ تک... لیکن قریب پہنچتے ہی آسمان سر پر ٹوٹ پڑا۔"

"چلئے ختم کیجئے...!" نیمو نے ہاتھ ہلا کر کہا "بیٹھ جایئے... پیچھے۔!"

"خیر تم بھی کیا یاد کرو گے!" عمران موٹر سائیکل کیطرف بڑھتا ہوا بولا اور کیریئر پر بیٹھ گیا۔

"کیا واقعی سمندر گوٹھ...!" نیمو نے پوچھا۔

"اِمے نہیں... جھاوُلی دے رہا تھا... چلو شہر کی طرف...!"

"راستے میں نیمو نے پوچھا کہ وہ اس وین میں کیا کر رہا تھا... عمران دانت پر دانت جما کر چیخا "جھک مار رہا تھا... لیکن تم کہاں سے آٹپکے۔!"

نیمو نے پورا واقعہ دہراتے ہوئے کہا "صفدر سمجھا تھا کہ وہ پہلی وین میں لیجایا گیا ہے۔"

"یہ اُسی کی عقل مندی تھی کہ تمہیں چھوڑ گیا تھا۔ ساتھ نہیں لے گیا۔!"

"اس آدمی کا کیا ہوا... میں نے تو اُسے کبھی سائیکو مینشن میں نہیں دیکھا۔!"

"میں کیا جانوں وہ کون تھا! میں نے نہیں دیکھا۔ میں تو پچھلی رات سے داراب ہاؤس کے ایک باتھ روم میں مقیم تھا۔ پتا نہیں کس وقت انہوں نے سنیتھلک گیس مجھ پر استعمال کر ڈالی۔!"

"آپ کو کہاں لے جا رہے تھے۔!"

"شاید سردار گڑھ... لیکن میں ایسی بے سروسامانی کے عالم میں سفر کرنے کا عادی نہیں... اس لئے بھاگ کھڑا ہوا۔!"

"چوٹ تو نہیں آئی۔!"

"اتنی دیر بعد پوچھ رہے ہو۔!"

"جب سے یہاں آیا ہوں میرا دماغ چکرا کر رہ گیا ہے۔!"

"کیا تکلیف ہے یہاں...!"

"کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا۔"

"تب تو کوئی بہت ہی سخت قسم کی تکلیف معلوم ہوتی ہے۔!"

"تو پھر بتادوں۔!"

"ضرور ضرور...!"

آپ لوگ اس قدر خشک واقع ہوئے ہیں کہ بیئر تک نہیں پیتے۔!"

"واقعی تکلیف کی بات ہے... ویسے کیا تم مجھے اپنا ریوالور ادھار دے سکو گے۔!"

"کیوں....کیوں....؟"

"وہ سانپ غلطی کا احساس ہوتے ہی ضرور پلٹے گا۔ کیونکہ اگلی سیٹ پر وہ بھی موجود تھا۔"

"کس کی بات کر رہے ہو۔!"

"ہے ایک بے حد خطرناک آدمی.... دراصل میری چیزیں وہ پہلے ہی ہتھیا چکے ہیں۔ پرس تک غائب ہے۔ بالکل قلاش سمجھ لو.... لیکن میں صرف ریوالور ادھار مانگ رہا ہوں۔"

"لے لیجئے.... لیکن وہ خوفناک شکل والا کون تھا۔ جسے صفدر نے اپنا ہی آدمی کہا تھا۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"مجھے ریوالور دے کر پٹرول پمپ پر اُتار دینا۔!"

"کیا میرا ساتھ رہنا پسند نہیں ہے۔"

"تمہاری خشکی دور کرنا میرے بس سے باہر ہوگا۔!"

"وہ تو میں نے برسبیل تذکرہ کہہ دی تھی وہ بات....!"

"ایک نصیحت سُن لو۔!"

"فرمائیے۔!"

"اگر تم پیتے بھی ہو تو کم از کم ایکس ٹو کی ماتحتی کے زمانے میں کبھی اتنی نہ پینا کہ آؤٹ ہو جاؤ۔ جس شخص کی جگہ تم آئے ہو ایک بار اسی خطا پر ایکس ٹو کے ہاتھوں بڑی عبرتناک سزا پا چکا ہے۔!"

"میں سُن چکا ہوں۔" نیمو نے قہقہہ لگایا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا "وہ کلوٹا جوزف تو ہر وقت نشے میں رہتا ہے....!"

"وہ میرا نجی ملازم ہے۔ ایکس ٹو سے کوئی سروکار نہیں رکھتا.... اور میں بھی تم لوگوں کی طرح براہِ راست ایکس ٹو کا ماتحت نہیں ہوں۔! ایک طرح کا کمیشن ایجنٹ سمجھ لو۔ وہ بھی سر سلطان کی مروت میں! ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ عقل مندیاں۔!"

"اس کے باوجود میں نے محسوس کیا ہے کہ ایکس ٹو کے بعد آپ کی چلتی ہے۔!"

"لوگ بیوقوف سمجھ کر مجھ سے خواہ مخواہ الجھتے نہیں ہیں۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔" نیمو تھوڑی دیر بعد بولا "یہ جولیانا کس مرض کی دوا ہے۔"

"کیا تم نے بھی اسی مرض میں مبتلا ہو جانے کا ارادہ کر لیا ہے۔!"

"نکچڑھی ہے....! میں تو کبھی بات بھی نہیں کرتا۔!"

"کرنا بھی مت.... بڑی ہتھ چھٹ ہے۔!"

"ویسے ہے خوب صورت۔!"

"میں نے کبھی غور نہیں کیا۔" عمران بولا۔

"آپ لوگوں نے حُسن کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔!"

"بالکل غبی ہوں اور انشاء اللہ تم بھی ہو جاؤ گے۔!"

"دیکھا جائے گا۔!"

"اب میں تمہیں ساتھ ہی رکھوں گا.... شاید خشکی بھی رفع کر دوں۔ پٹرول پمپ کے برابر ایک چائے خانہ ہے.... گاڑی گھما کر اس کے عقب میں لے چلو اور وہیں کھڑی کر دو۔!"

نیمو نے اس کے کہنے کے مطابق عمل کیا تھا۔ گاڑی سے اُتر کر عمران چائے خانے کے صدر دروازے کی طرف آیا۔ نیمو ساتھ تھا۔ دونوں اندر داخل ہوئے اور عمران نے کھڑکی کے قریب والی میز منتخب کی، دونوں کھڑکی کی طرف رُخ کر کے بیٹھ گئے۔

"تمہیں اُس وین کی واپسی پر نظر رکھنی ہے۔" عمران نے نیمو سے کہا "اُسے اچھی طرح دیکھ چکے ہو۔!"

"نمبر تک یاد ہیں۔!"

"چائے پیو گے یا کافی... لل... لیکن میری جیب تو خالی ہے۔ تمہیں پوچھنا چاہئے مجھ سے۔!"

"مجھے وہ خوفناک شکل والا آدمی الجھن میں ڈالے ہوئے ہے۔ پتا نہیں اُس پر کیا گزری ہو۔ ہو سکتا ہے وہ اس وین میں ہو جس کے پیچھے صفدر گیا ہے۔!"

"ختم کرو.... سڑک پر نظر رکھو.... ہر شخص جانتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔!"

"آخر وہ آپ کو کہاں لے جا رہے تھے....؟"

"شاید سردار گڈھ....!"

نیمو نے کافی طلب کی تھی اور عمران کی ہدایت کے مطابق ادائیگی فوراً کر دی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ اپنی پیالیاں ختم کئے بغیر ہی اٹھ جانا پڑے۔" اُس نے کہا تھا۔

"آپ کو اتنا یقین ہے وین کی واپسی کا۔!"

"یہی سمجھ لو..... میں اُن کے لئے اس سلسلے کا اہم ترین آدمی ہوں۔"

عمران کا خیال غلط نہیں تھا۔ دو تین ہی گھونٹ لئے ہوں گے نیمو بول پڑا۔ "وہ رہی
ہے.... شہر کی جانب....!"

عمران اٹھ گیا.... دونوں تیزی سے چائے خانے کے عقب میں آئے تھے۔! اور عمران
تھا۔ "اب تم کیریئر پر بیٹھو گے۔!"

اُس نے گاڑی اسٹارٹ کی! سارجنٹ نیمو اچھل کر کیریئر پر بیٹھ گیا۔

"کیا ریوالور لوڈڈ ہے....!" عمران نے گاڑی کو سڑک پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔ اور جوا
اثبات میں سُن کر بولا "لاؤ مجھے دو.... بس چپ بیٹھے رہنا۔!"

بائیں ہاتھ سے ہینڈل سنبھالے ہوئے داہنے سے ریوالور لیا تھا اور پھر موٹر سائیکل کی ر
بتدریج بڑھتی رہی تھی۔

ذرا ہی دیر بعد وین نظر آنے لگی۔

"اب ذرا ہوشیاری سے بیٹھنا.... عمران بولا.... ساتھ ہی وہ دائیں جانب جھکتا چلا گیا تھا
پھر فائر ہوا.... نشانہ وین کے ایک پچھلے ٹائر کا لیا گیا تھا۔ ٹائر دھماکے کے ساتھ پھٹا اور
کچے میں اُترتی چلی گئی۔ پہلے تو ایسا لگا تھا جیسے الٹ ہی جائے گی۔ لیکن پھر اُسے بڑی مہارت
سنبھال لیا گیا تھا۔

موٹر سائیکل آگے نکلتی چلی گئی۔ پھر وہ بھی کچے میں مڑی تھی اور ایک لمبا چکر لیا
گولیوں کی بوچھاڑ موٹر سائیکل سے صرف ایک گز کے فاصلے پر پڑتی چلی گئی۔

"برین گن ہے....!" نیمو بوکھلا کر بولا۔

موٹر سائیکل وین سے بہت دور نکل گئی۔

"اب تو رینج میں نہیں ہیں۔" نیمو نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مطمئن رہو.... ہمیں گاڑی سے دور رکھنے کے لئے فائرنگ کی گئی تھی۔ یہاں اس
ہوئی سڑک کے کنارے زیادہ بکھیڑا نہیں کریں گے۔!"

"اور قریب بھی نہیں آنے دیں گے....!" نیمو بولا۔

"تم اُتر جاؤ.... اور یہیں ٹھہرو...." عمران نے کہا! "میں دیکھ لوں گا۔!"

"خودکشی کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔!"

"تم مجھے اجازت دو گے۔!"

"سوری.... مجھے مشورہ کہنا چاہئے تھا۔!"

"اتنی بدحواسی طاری ہوگئی ہے.... خیر اُترو....!" عمران نے گاڑی روک دی۔

"وہ لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔" نیمو اُترتا ہوا بولا۔

"کیا کہتے ہیں....؟"

"یہی کہ آپ کریک ہیں۔!"

عمران نے کچھ کہے بغیر موٹر سائیکل پھر وین کی طرف موڑی تھی۔!

اس بار تو ایسا لگ رہا تھا جیسے وین ہی پر چڑھا دے گا.... لیکن نہ تو برین گن سے فائرنگ ہوئی اور نہ اُس کے آس پاس کوئی دکھائی ہی دیا۔!

وہ وین سے آگے نکل گیا اور پھر گاڑی موڑی.... دور دور تک کسی کا پتا نہیں تھا۔ وین کے قریب پہنچ کر جو کچھ بھی دیکھا ناقابلِ یقین تھا۔

ایک بڑا سا سفید کتا اپنے اگلے پنجوں میں برین گن دبائے اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس آدمی کا کہیں پتا نہیں تھا جس کے لئے عمران نے اتنی تگ ودو کی تھی.... پھر وہ موٹر سائیکل اسی سمت لیتا چلا گیا۔ جدھر نیمو کو چھوڑا تھا۔

"کیا ہوا....!" نیمو نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں.... اپنے بھائی کو چھوڑ گیا ہے.... خود نکل گیا۔!"

"میں نہیں سمجھا! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک زوردار دھماکے سے زمین ہل گئی۔ وین کے ٹکڑے گھرے دھویں کے بادل سے نکل کر فضا میں بلند ہو رہے تھے۔

"بھاگو....!" عمران نے کہا تھا اور نیمو چھلانگ مار کر کیریئر پر بیٹھ گیا تھا۔ موٹر سائیکل سیدھ میں آگے نکلتی چلی گئی تھی۔

وہ پھر اُسی چائے خانے کی طرف پلٹے تھے جہاں سے روانگی ہوئی تھی۔

"تو وہ خطرناک آدمی نکل گیا۔" نیمو نے پوچھا تھا۔

"اُسی طرح جیسے ہاتھ سے مچھلی پھسل جاتی ہے۔!"

"آپ نے بہت بڑا رسک لیا تھا۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

"آخر کیا سوچ کر اس طرح چڑھ دوڑے تھے۔ کیا کرتے....!"

"یار دماغ کی خرابی سمجھ لو۔!"

چائے خانے کے سامنے ہی اس بار موٹر سائیکل روکی تھی۔ لیکن باہر ہی کھڑے رہے تھے۔!

"کان پکڑتا ہوں۔" نیمو عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"آپ کے بارے میں جو کچھ بھی سوچتا رہا ہوں سب واپس اور اس کے علاوہ بس کیا بتاؤں۔"

"نہیں ضرور بتاؤ۔"

"لوگوں نے خواہ مخواہ مجھے چڑھا رکھا تھا۔ لیکن میں کتنا بے وقعت ہوں یہ آپ کے توسط سے معلوم ہوا....!"

"تمہاری کوئی بات میرے پلے نہیں پڑ رہی۔!"

"جس زاویے سے آپ نے گاڑی کے پہیے پر فائر کیا تھا کم از کم میں تو اُسکا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"کیا رکھا تھا اس میں.... سرکس والے اس سے بہتر مظاہرہ کر جاتے ہیں۔"

"اور پھر چڑھ دوڑے وین پر۔"

"بس تو ختم کرو.... ہاں تو وہ تمہیں بہت اچھی لگتی ہے۔"

"کک.... کون....!"

"جولیانا فٹنر واٹر....!"

"مذاق تھا۔!"

"ہائیں.... اتنے ہی سے جھٹکے میں جمالیاتی حس رخصت ہو گئی۔"

نیمو کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر خفت کے آثار تھے۔

"اچھا سنو.... اب تم جاؤ.... ریوالور میرے پاس ہی رہنے دو.... بارہ راؤنڈ اور دے دو۔!"

"آپ پوری پیٹی رکھئے۔"

"یہ اور بھی اچھا ہوگا۔ پرس میں کتنی رقم ہوگی۔!"

"شاید ساڑھے تین سو ہوں گے۔"

"سو روپے دے دو....!"

"سب رکھئے....!"

"نہیں صرف سو روپے۔"

"لیکن آپ کے پاس گاڑی بھی نہیں ہے۔ واپسی کا کیا ہوگا....؟"

"کسی سے لفٹ لے لوں گا۔"

"آپ کی مرضی۔"

عمران وہیں ٹہلتا رہا۔

دھماکہ یہاں بھی سُنا گیا تھا۔ اس لئے آس پاس سنسنی پھیل گئی تھی.... عمران چائے خانے میں آ بیٹھا۔ اُس کا اندازہ تھا کہ وین سے فرار ہونے والا پٹرول پمپ کی طرف ضرور آئے گا۔! حادثے کی جگہ کے آس پاس لفٹ لینے کی کوشش نہیں کرے گا۔ لہٰذا اُس نے چائے خانے ہی میں بیٹھنا زیادہ مناسب سمجھا.... اس بار کافی کے ساتھ انڈوں کے سینڈوچ بھی منگوائے تھے۔

میز بھی وہی منتخب کی تھی جہاں سے سڑک پر نظر رکھ سکتا۔! اسی دوران میں کچھ اور لوگ بھی وہاں آئے تھے اور انہوں نے کچھ دیر قبل والے دھماکے سے متعلق اونچی آوازوں میں گفتگو شروع کر دی تھی۔ شاید وہ جائے حادثہ کے قریب سے گزر کر آئے تھے۔ انکی باتوں سے یہی معلوم ہو رہا تھا۔

لوگ اپنی جگہوں سے اٹھ کر ان کے گرد اکٹھا ہونے لگے۔ عمران کا نہ اٹھنا عجیب سی بات ہوتی۔ لہٰذا وہ بھی ایک ہاتھ میں سینڈوچ اور دوسرے میں کافی کی پیالی لئے ہوئے ان میں شامل ہو گیا۔

"کوئی گاڑی تھی.... دھماکے سے پھٹ گئی" ایک آدمی کہہ رہا تھا "مگر غنیمت یہی ہے کہ سڑک پر نہیں تھی۔ میدان میں تھی.... پھر بھی گاڑی کے ٹکڑے سڑک پر بھی بکھرے ہوئے ہیں.... کچھ پتا نہیں کتنے آدمی مرے۔"

"آخر گاڑی میں دھماکہ کیسے ہوا۔" کسی نے پوچھا۔! لیکن بتانے والا اسکا کوئی جواب نہ دے سکا۔

اچانک کوئی سخت سی چیز عمران کی کمر میں چبھنے لگی تھی.... اُس نے بڑی احتیاط سے گردن موڑ کر کنکھیوں سے پیچھے دیکھنے کی کوشش کی اور برف کی طرح سرد ہو گیا۔

لمبا آدمی اُس سے لگا کھڑا تھا اور کمر میں چبھنے والی چیز ریوالور کی نال کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی۔

عمران کے دونوں ہاتھ پھنسے ہوئے تھے۔ نہ ہوتے تب بھی وہ اس بھیڑ میں کچھ کر گزرنے کی ہرگز نہ سوچتا.... ریوالور کی نال جو کمر سے لگی ہوئی تھی مٹھائی کی گولیاں نہ اُگلتی۔ اور اگر گولیاں اُگلتی تو عمران کا ریوالور کب خاموش رہتا۔ پھر گولیاں آنکھوں والی تو ہوتی نہیں کہ صرف متعلقہ افراد ہی تک محدود رہ جائیں۔

ریوالور والے نے بائیں شانے پر دوسرے ہاتھ کا دباؤ ڈال کر دروازے کی طرف مڑنے کا اشارہ کیا تھا۔

عمران نے خاموشی سے تعمیل کی۔ وہ اُس کو اُسی میز پر لے آیا تھا۔ جہاں سے عمران اٹھا تھا۔

”بیٹھ جاؤ... وہ آہستہ سے بولا اور ریوالور عمران کی کمر سے ہٹا کر کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

عمران چپ چاپ بیٹھ گیا۔

لمبے اور بے حد دُبلے آدمی نے اُس کے مقابل بیٹھتے ہوئے کہا ”تم پوری طرح میرے قبضے میں ہو۔ بس یہ سمجھ لو کہ تم مجرم ہو اور میں سادہ لباس میں ایک پولیس آفیسر! یہاں جو لوگ موجود ہیں قانون کے نام پر میرا ساتھ دیں گے۔“

”کافی منگواؤں یا چائے....!“ عمران نے چہک کر پوچھا۔

”دوسرا آدمی کہاں ہے۔“

”واپس چلا گیا....! اُسے خون خرابے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔“

”تو اُس نے گاڑی کا تعاقب کیا تھا۔“

”تم اصل موضوع پر آجاؤ۔“

”تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔“

”پہلے چائے یا کافی تو پی لو۔“

”اگر تم نے ہنگامہ کرنے کی کوشش کی تو یہ سب تمہیں ماریں گے....! تمہارے پاس پولیس آفیسر کا جو جعلی شناخت نامہ تھا.... اس پر اب میری تصویر موجود ہے اور مہر بھی تمہاری تصویر پر سے اُس پر منتقل ہو گئی ہے۔“

”پکا کام....!“ عمران اُسے آنکھ مار کر مسکرایا تھا۔

پھر ویٹر کو آواز دے کر دوسرا کافی پاٹ لانے کو کہا تھا۔

”ایک نہیں چلنے دوں گا بھتیجے۔“ لمبے آدمی نے کہا ”تم منگواؤ کافی۔“

”میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ پہلے تم سے دو دو باتیں ہو جائیں۔!“ عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں اُس آدمی کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکوں گا کیونکہ خود بھی کچھ نہیں جانتا۔!“

”اُس آدمی کی بات میں نہیں کروں گا۔ مجھے تو اُس لاش سے سروکار ہے جو سارا وان کے جنگل میں پائی گئی تھی۔“

”اُس کے بارے میں کیا پوچھنا چاہتے ہو۔“

”آخر سفارت خانہ اُسے وانگ لین کی لاش ثابت کرنے پر کیوں تلا ہوا ہے۔“

”اس لئے کہ وہ وانگ لین ہی کی لاش ہے۔“

”ہونق پنے کی باتیں مت کرو۔“

”کیا مطلب....!“

”وانگ لین کے فائیل میں اُس کے فنگر پرنٹس کا کارڈ نہیں مل سکا تھا۔“

”یہ ایسی کوئی بات نہیں۔“

”اسی لئے میں نے ہانگ کانگ سے اُس کے فنگر پرنٹس منگوائے ہیں اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہو گی کہ وہ لاش کے فنگر پرنٹس سے مطابقت نہیں رکھتے۔“

لمبے آدمی کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

”میں غلط نہیں کہہ رہا۔ اسی بناء پر عنقریب پریس کو وہ مضمون دیا جارہا ہے جو سفارت خانہ والوں کے دعوے کی قلعی کھول دے گا۔“

”ٹھہرو بھتیجے....! مجھے سوچنے دو۔“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

بیرا دوسرا کافی پاٹ اور کپ لے آیا تھا۔

ویٹر کے چلے جانے پر اُس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا ”یہ کسی قسم کا فریب تو نہیں ہے۔“

”یقین کرو.... آج رات کو مضمون پریس پہنچ جائے گا۔ دونوں کے فنگر پرنٹس کے عکس بھی ہوں گے۔“

"کیا تم اُسے رکوا نہیں سکتے۔"

"کیوں رکوادوں....!"

"وہ ہوشیار ہو جائیں گے....اور میں خود کو الو کا پٹھا محسوس کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"میں تو عرصہ سے تمہیں یہی سمجھتا رہا ہوں" عمران نے برجستہ کہا۔

"اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"کون ہوشیار ہو جائیں گے۔"

"وہی جنہوں نے میرے ساتھ فراڈ کیا ہے۔"

"میں سمجھ گیا....غالباً تم سفارت خانہ والوں کی بات کر رہے ہو۔!"

"لیکن وہ مزید کچھ کہے بغیر کافی انڈیلنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا "تم ہر معاملے میں اپنی ٹانگ کیوں اڑاتے ہو۔"

"اڑنے کی اس طرح عادی ہو گئی ہے کہ مانتی ہی نہیں۔"

"اُس آدمی کو واپس کر دو....منہ مانگی قیمت دلوادوں گا۔"

"کس سے۔!" عمران نے سوال کیا۔

"فضول باتوں میں مت پڑو۔"

"وہ آدمی یہیں کا شہری ہے! تم لوگوں نے اُس کے ساتھ ایک غیر قانونی حرکت کی ہے۔!"

"ایک حیرت انگیز تجربہ ہے جس سے ساری دنیا کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

"اُسے داراب ہاؤس کیوں لے جایا جا رہا تھا۔"

"سب کچھ تو معلوم کر چکے ہو داؤد سے۔"

"یعنی اُسے اسنیک بائٹ پروف بنوانا چاہتے تھے۔"

"ہاں....یہی مقصد تھا۔!"

"کیا وہ اپنی اصل حالت پر واپس نہیں آسکتا۔"

"ناممکن ہے۔"

"لیکن یہ تو اُسے یاد آہی سکتا ہو گا کہ وہ سوڈابائی کا رب نہیں فتح محمد خان ہے۔!"

"یہ بھی ناممکن ہے....وہ ہمیشہ کے لئے اپنی شخصیت کھو چکا ہے۔"

"تب تو میں تمہیں نہیں بخش سکتا چچا....!"

"مجھ سے الجھ کر دیکھ لو.... یہیں تمہارا قیمہ بن جائے گا۔ اس وقت ٹرمپ میرے ہاتھ میں ہے بھتیجے....!"

"تم کیا کرو گے....؟"

"ریوالور نکال کر تمہارے سینے پر رکھ دوں گا۔ اور ان لوگوں سے کہوں گا کہ تمہاری گرفتاری کے سلسلے میں میری مدد کریں....شناخت نامہ تو موجود ہی ہے جیب میں۔!"

"یہ بات تو ہے....!" عمران اعتراف میں سر ہلاتا ہوا بولا۔

"بس تو پھر عافیت اسی میں ہے کہ یہاں سے اٹھ کر میرے ساتھ چلو۔"

"کہاں....؟"

"جہاں میں لے جاؤں۔"

"اور اگر میں وہ آدمی تمہارے حوالے کر دوں تو رقم کتنی ملے گی۔"

"تم خود ہی اپنا مطالبہ پیش کرو....!"

"کم از کم تین لاکھ۔"

"زیادہ حرامی پن کی ضرورت نہیں۔" لمبا آدمی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"بس تو پھر بات ختم سمجھو۔"

"بڑی اذیت دے کر ماروں گا۔"

"کئی بار مار چکے ہو۔ اس لئے اس کا بھی عادی ہو گیا ہوں۔"

"تم باز نہیں آؤ گے۔"

"باز آجانا ہوتا تو سرے سے پیدا ہی نہ ہوتا۔"

"اچھی بات ہے تو میں وہی کروں گا جو ابھی کہہ چکا ہوں۔"

"یعنی مجھے ان لوگوں کی مدد سے پکڑو گے۔"

"پکڑ چکا ہوں....اب تم میرے پنجے سے نہیں نکل سکو گے۔"

"دراصل وہ آدمی مر چکا ہے۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا "اُسے مجبوراً گولی مارنی پڑی تھی۔"

"کیوں....؟" لمبا آدمی اُسے قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا "تم نے ایسا کیوں کیا وہ ایک بے ضرر آدمی تھا۔ صرف احکامات کی تکمیل کرتا تھا۔"

"کرتا تو تھا۔ لیکن پرسوں کی بات ہے! اچانک سوتے سوتے جاگا اور بڑی بھیانک آوازیں نکالنے لگا.... پھر اُس نے میرے ایک آدمی کی گردن توڑ دی وہ جہاں تھا وہیں مر گیا.... پھر اُس نے دروازہ توڑ دیا تھا.... ایک دیوار گرائی تھی۔"

"اور تم نے اسے گولی مار دی۔" لمبا آدمی پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا تھا۔

"میں نے نہیں۔ اُسی کے ساتھی نے جس کی گردن اُس نے توڑ دی تھی۔"

"اُس کی لاش کہاں ہے۔"

"دفن کرادی گئی چُپ چاپ....!"

"تمہارے اس جرم کو کس خانے میں فٹ کیا جا سکے گا۔"

"اگر اُسے گولی نہ ماری جاتی تو شاید وہ ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ طاقت میں کون اُس کی ہم سری کر سکتا۔"

"اُس سے پہلے وہ سوتا رہا تھا۔"

"ہاں....!" عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

"خواب میں کسی نے اُسے سجیشن دیا ہوگا۔"

"اتنا فرماں بردار تھا۔" عمران اُچھل پڑا۔

"بڑا عجیب و غریب تجربہ تھا بھتیجے۔"

"آخر کیوں.... اُس کا مصرف کیا تھا۔!"

"میں یہ سب نہیں جانتا.... دونوں لاشیں ہمیں واپس ملنی چاہئیں۔"

"خیر.... اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن سفارت خانے کا کیا چکر ہے۔"

"یہ تمہیں نہیں بتایا جا سکتا۔"

"یار چچا.... بلکہ حرامی چچا.... جب تم مجھے اپنے ساتھ لے جانے ہی پر تُلے بیٹھے ہو تو پھر بتا دینے میں کیا حرج ہے۔ تمہاری بتائی ہوئی بات اس طرح دوسروں تک تو پہنچ نہ سکے گی۔"

"مجھے اس میں شبہ ہے کہ تمہیں ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو ہی جاؤں گا۔ کیونکہ تم

باپ رکھنے کے باوجود بھی حرامی ہو۔ ایسا حرامی نادر الوجود ہوتا ہے۔"

عمران اُسے آنکھ مار کر مسکرایا تھا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو کٹکھنے کتوں کی طرح گھورنے لگے تھے۔

"اگر وہ دونوں لاشیں نہ ملیں تو پورے ملک کو جہنم بنا دیا جائے گا۔" لمبا آدمی بالآخر بولا۔

"بیٹھا تو ہوں۔ وصولی کر لو۔"

"اس وارننگ کے ساتھ تمہیں چھوڑ رہا ہوں کہ دونوں لاشیں داراب ہاؤس میں پہنچا دی جائیں۔ ویسے یہ بھی سُن لو کہ داؤد تمہارے ہاتھ نہیں لگ سکے گا۔ اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا ہے۔ داراب ہاؤس بالکل خالی ہے۔"

"اچھا...." عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

"اور وہ مضمون پریس میں نہیں جائے گا.... سفارت خانے والوں کو یہ بھی نہ معلوم ہونا چاہئے کہ تم نے ہانگ کانگ سے وانگ لین کے فنگر پرنٹس منگوا کر موازنہ کیا ہے۔"

"چلو.... یہ بھی منظور.... اور کچھ....؟"

"صرف کل بارہ بجے دن تک کی مہلت دی جائے گی۔ بارہ بج کر ایک منٹ پر جو کچھ بھی ہوگا اُس کی ذمہ داری صرف تم پر ہوگی۔!"

"اور اگر اس سے پہلے ہی دونوں لاشیں داراب ہاؤز میں پہنچا دی گئیں تو....!"

"تمہارا شہر تباہی سے بچ جائے گا۔"

"بات سمجھ میں آ گئی.... لیکن وانگ لین کا پیچھا میں نہیں چھوڑ سکتا۔"

"تمہیں وانگ لین سے کیا سروکار....؟"

"تم خصوصیت سے وانگ لین ہی پر کیوں تجربہ کر بیٹھے تھے۔ اگر اس سوال کا جواب دے سکو تو میں بھی بتاؤں گا کہ مجھے وانگ لین سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں بتا سکتا۔"

"سو تم بھی اپنا سوال واپس لو....!"

لمبا آدمی کچھ نہ بولا۔ عمران اُسے بدستور گھورے جا رہا تھا۔ پھر پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دینے لگے تھے۔ کسی قدر دھندلکا بھی چھانے لگا تھا.... لمبا آدمی چونک کر بولا "اچھا اب تم

اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھ لو۔!"

"یہ لو۔۔۔۔!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں تعمیل کی تھی۔ لمبا آدمی اٹھ گیا۔ اس کا داہنا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا۔ عمران جانتا تھا کہ ہاتھ کی گرفت ریوالور کے دستے پر ہو گی اور نال کا رخ خود اس کی طرف ہو گا۔

اُس نے طویل سانس لے کر لمبے آدمی سے کہا "میں خود بھی نہ چاہوں گا کہ تم براہِ راست پولیس کے ہاتھ لگو۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بھتیجے۔۔۔۔ تم کچھ کر کے دیکھ لو۔۔۔۔!"

"سخت کاہلی محسوس کر رہا ہوں۔!" عمران نے مسکرا کر کہا "بولنے تک کو دل نہیں چاہ رہا۔!"

لمبا آدمی نکلا چلا گیا تھا۔ عمران کنکھیوں سے سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لیکن شاید وہ پٹرول پمپ کی طرف گیا تھا۔



متوہاشی پاگلوں کی طرح کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ لیکن ساتھ ہی اس پر بھی نظر تھی کہ اُس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ شہر کی سڑکیں ویران ہونے لگی تھیں۔۔۔۔ ایسی صورت میں تعاقب کئے جانے کا اندازہ لگا لینا مشکل کام نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اُسے یقین نہیں تھا کہ تعاقب نہ کیا جا رہا ہو گا۔ لالہ زار ہوٹل سے اُس دھاری دار آدمی کے غائب ہوتے ہی اس کی نگرانی شروع کر دی گئی تھی اور اُسے اس کا علم بھی ہو گیا تھا۔ لہٰذا خاصی محتاط ہو گئی تھی۔ لیکن اس وقت ملنے والی ایک خبر نے ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ دینے پر مجبور کر دیا تھا اور وہ گھر سے نکل کھڑی ہوئی تھی۔ بھاگم بھاگ ماڈل ٹاؤن پہنچی جس عمارت کے سامنے گاڑی روکی تھی اُس کا سلاخوں دار پھاٹک بند تھا۔ وہ بے دریغ آڑی سلاخوں پر پیر رکھتی ہوئی اوپر چڑھی تھی اور دوسری طرف اُتر گئی تھی۔

لان تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھتی رہی۔ حتیٰ کہ اندھیرے ہی میں پورچ تک جا پہنچی تھی۔۔۔۔ یہاں اس نے شانوں سے لٹکے ہوئے چرمی تھیلے سے پنسل ٹارچ اور کنجیوں کا گچھا نکالا تھا۔ ٹارچ کی روشنی میں ایک کنجی منتخب کی تھی اور صدر دروازے پر پہنچ کر قفل کھولا تھا۔

اندر داخل ہو کر دروازے کو مقفل کئے بغیر پنسل ٹارچ کی محدود روشنی میں آگے بڑھتی چلی

گئی تھی۔ پوری عمارت کے صرف ایک کمرے میں گہرے نیلے رنگ کا بلب روشن تھا۔ شاید یہ کسی کی خواب گاہ تھی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی اور تیز روشنی والا بلب روشن کر دیا۔

سامنے مسہری پر ایک آدمی بے خبر سو رہا تھا۔ لیکن تیز روشنی سے پپوٹے متحرک ہو گئے۔

"وانگ لین۔۔۔۔!" متوہاشی نے اُسے آواز دی۔ اور وہ بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔

"تت۔۔۔۔ تم۔۔۔۔!" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"ہاں۔۔۔ میں۔۔۔ تم جلدی سے پوری طرح حواسوں میں آجاؤ۔۔۔ ایک بہت بُری خبر ہے۔"

"بب۔۔۔۔ بُری خبر۔۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ابھی بتاتی ہوں۔ پھر ہمیں سوچنا ہے کہ نئے حالات کے تحت کیا کرنا چاہئے۔"

"میں پوری طرح ہوش میں ہوں۔۔۔۔ یا نہیں۔۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔۔ پہلے میں اپنا حلق تر کر لوں۔۔۔۔ کیا تمہارے لئے بھی گلاس بناؤں۔۔۔۔؟"

"ضرور۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔ لیکن ہلکی۔۔۔۔!"

وہ اٹھ کر کپ بورڈ کے قریب پہنچا تھا اور ایک بوتل نکالی تھی۔ سوڈے کا سائفن نکالا تھا۔ وہ گلاس تیار کر کے متوہاشی کے پاس پہنچا۔

"یہ لو۔۔۔۔!" وہ اس کی طرف گلاس بڑھاتا ہوا بولا۔

"پہلے تم اپنے حواس بحال کر لو۔!"

"میں نروس نہیں ہوں۔ تم مطمئن رہو۔" اس نے ایک گھونٹ لے کر کہا۔

وانگ لین نے بھی دو تین گھونٹ لئے تھے اور بولا تھا "اب بتاؤ کیا بات ہے۔"

"محکمہ خارجہ نے تمہارے فنگر پرنٹس ہانگ کانگ سے حاصل کر لئے ہیں۔"

"نہیں۔۔۔۔!" وانگ لین اُچھل پڑا۔

"ہاں۔۔۔۔ اور ہمیں دھمکی دی گئی ہے کہ اگر اُسے تمہاری لاش تسلیم کرانے کی کوشش کی گئی تو تمہاری پوری ہسٹری لاش کے فنگر پرنٹس اور ہانگ کانگ سے حاصل کئے ہوئے پرنٹس کے ساتھ پریس کو دے دی جائے گی۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا ڈارلنگ۔!"

"بہت بُرے سے بھی کچھ زیادہ۔۔۔۔ اگر سنگ ہی کو اس کی ہوا بھی لگ گئی تو ہم سب خطرے

میں پڑ جائیں گے۔"

"مجھے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

"سفیر مصر ہے کہ اُسے تمہاری لاش تسلیم کرلیا جائے۔"

"وہ حقیقت سے بے خبر ہے لہٰذا وہ تو اصرار کرے گا ہی۔"

"اصرار کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اصلیت پرلیس کے ہاتھ لگ جائے گی۔!"

"مجھے جلدی کرنی چاہئے۔!" وہ تیزی سے کپ بورڈ کی طرف مڑا۔

"نہیں اب اسکی ضرورت نہیں۔" دروازے کی جانب سے آواز آئی اور وہ دونوں اچھل پڑے۔

"سنگ" متوہاشی خوف زدہ لہجے میں بولی۔ اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُس خوف ناک پستول کو دیکھنے لگی جو سنگ ہی کے ہاتھ میں تھا۔۔۔ سائیلنسر لگا ہوا پستول۔

وانگ لین بت بنا کھڑا رہا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے کہ تم حقیقتاً ضائع ہونے جا رہے ہو۔" سنگ نے سرد لہجے میں کہا تھا۔ پستول سے ہلکی سی آواز نکلی تھی اور وانگ لین اچھل کر بستر پر جا گرا تھا۔

گولی پیشانی کے وسط میں بیٹھی تھی۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں!" متوہاشی چیختی ہوئی بستر پر جھپٹی تھی۔ سنگ ہی جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

"وانگ۔۔۔۔ وانگ۔۔۔۔!" متوہاشی اُس کی لاش کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر دیوانہ وار آوازیں دیتی رہی۔ سنگ کے ہونٹوں پر سفاک سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی اُس نے سرد لہجے میں کہا "فکر نہ کرو۔ تم بھی اُسی کے پاس جاؤ گی۔ لیکن ابھی نہیں۔"

"نہیں مجھے بھی فوراً مار ڈال۔" وہ اُس کی طرف مڑ کر چیخی۔

"اُف۔۔۔۔ فوہ۔۔۔۔ اس قدر چاہتی تھیں اُسے۔۔۔۔ ادھر دیکھو! میں کیا بُرا ہوں۔ تمہاری پیاسی روح کو مجھ جیسے آدمی کی ضرورت ہے۔ سدا بہار آدمی، ہمیشہ گلاب کی طرح کھلا رہتا ہوں۔"

"بکواس بند کر۔۔۔۔!"

سنگ ہی پستول جیب میں ڈال کر کپ بورڈ کی طرف بڑھا۔ بوتل اٹھا کر ہونٹوں سے لگائی اور گھونٹ لے کر بولا "تم مجھے ناپسند نہیں کرو گی۔ آج تک کسی عورت نے ناپسند نہیں کیا۔!"

اُس نے پھر دو تین گھونٹ لئے تھے۔

"متوہاشی سحر زدہ سی کھڑی رہی۔ سنگ نے کہا "کیا میں اُمید رکھوں کہ تم کسی ہچکچاہٹ کے بغیر خود کو میرے حوالے کر دو گی۔"

"کیا تو بالکل درندہ ہے۔۔۔۔ تجھے ذرا سا بھی احساس نہیں کہ تو نے ابھی کیا کیا ہے۔" وہ لاش کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخی۔

"بہتا ہوا خون ہی دیکھ کو تو موج میں آتا ہوں ننھی گلہری۔۔۔۔ تم کیسی آرٹسٹ ہو۔۔۔۔ میری جان۔۔۔۔!"

"زبان بند کرو۔۔۔۔ ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔!"

"آؤ۔۔۔۔ مار ڈالو۔۔۔۔!" سنگ نے دونوں ہاتھ پھیلا کر سسکاری لی! وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اُسے گھورتی رہی۔

"آؤ۔۔۔ آجاؤ۔۔۔!" وہ پھر بولا۔ دونوں ہاتھ اب بھی پھیلے ہوئے تھے۔ ایک میں بوتل تھی۔

متوہاشی کا ہاتھ کاندھے سے لٹکے ہوئے تھیلے میں رینگ گیا تھا۔ اور پھر باہر آیا تو اُس میں اعشاریہ دو پانچ کا پستول تھا۔

سنگ نے اُسے دیکھا لیکن اُس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔۔۔۔ ذلیل۔۔۔۔!" متوہاشی دانت پیس کر بولی۔

"اٹھے ہی سمجھو۔۔۔۔! اب میں اپنی جیب سے پستول نہیں نکال سکتا! داہنے ہاتھ میں بوتل ہے، اور بایاں ہاتھ گھوم کر داہنی جیب میں نہیں جا سکتا۔"

"میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

"اس سے پہلے ایک بات سُن لو۔۔۔۔ وہ لوگ بھی تمہاری نگرانی کراتے رہے ہیں جنہوں نے اُس لاش کو وانگ لین کی لاش تسلیم نہیں کیا تھا۔ دو آدمی اس وقت بھی تمہارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں اور باہر موجود ہیں! فائر کی آواز انہیں اندر گھس آنے پر مجبور کر دے گی۔ اور تم وانگ لین کی لاش سمیت اُن کے قبضے میں آجاؤ گی۔"

متوہاشی کی آنکھوں میں فکر مندی کے آثار دکھائی دیئے تھے اور سنگ کہتا رہا "وہ لوگ مجھے نہیں دیکھ سکے۔۔۔۔ اور میں اسی طرح نکل بھی جاؤں گا۔"

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی خواہ کچھ بھی ہو جائے۔۔۔۔!"

"لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو.....! تنظیم کی طرف سے تمہارے لئے موت کی سزا تجویز ہو چکی ہے۔ میں ہی ابھی تک بچائے ہوئے تھا۔"

"وہ کس طرح.....؟"

"محض تمہاری حماقت کی وجہ سے دوسرا زندہ آدمی اُن لوگوں کے ہاتھ لگ گیا۔ جس طرح سردار گڈھ سے لایا گیا تھا۔ اُسی طرح داراب ہاؤس بھی پہنچایا جاسکتا تھا..... تم نے وہ طریق کار کیوں اختیار کیا تھا۔"

"اگر یہی بات تھی تو براہِ راست داراب ہاؤز میں کیوں نہیں پہنچا دیا گیا تھا۔ مجھے کیوں درمیان میں لایا گیا۔"

"تم اُسے داؤد کی لاعلمی میں داراب ہاؤس پہنچا سکتی تھیں۔ ایشور سنگھ کیلئے یہ کام ممکن نہ ہوتا۔"

"اور میں نے ایشور سنگھ کو بہت زیادہ نروس دیکھ کر اُسے بیہوش کر دیا تھا اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ کہ مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ کلی طور پر میرے قابو میں رہے گا۔ کیونکہ مجھ پر نظر پڑتے ہی اُس میں فوری طور پر ایک تبدیلی ہوئی تھی۔"

"وہی تبدیلی تو مجھ میں بھی واقع ہو رہی ہے.....! ہر چند کہ موت کا ہرکارہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔" سنگ نے کہا اور بوتل پھر ہونٹوں سے لگالی۔

"تم مجھے کس طرح بچائے ہوئے تھے۔" متیو ہاشی نے اُس کے ریمارک کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اوپر سے آئے ہوئے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی۔ لیکن اب تو تمہارا جرم بے حد سنگین ہو گیا ہے۔" سنگ نے وانگ لین کی موت کی طرف اشارہ کیا۔

متیو ہاشی کچھ نہ بولی۔ اُس کی پیشانی سے پسینے کی بوندیں پھوٹنے لگی تھیں۔

"لیکن اس کے باوجود بھی ہو گا وہی جو میں چاہوں گا۔ اس جرم کے ارتکاب کے باوجود بھی تم زندہ رہ سکتی ہو..... اگر میں چاہوں.....!"

"وہ کس طرح.....!"

"یہ بھی کوئی سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔" سنگ بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"کبھی نہیں۔!" وہ سر جھٹک کر بولی "اس پر تو میں موت کو ترجیح دوں گی۔"

"پھر سوچ لو..... ادھر تم نے فائر کیا اور ادھر وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔"

"اب مجھے کسی بات کی بھی پرواہ نہیں۔ اگر میری موت کا حکم صادر ہو چکا ہے تو مجھے مر ہی جانا چاہئے۔"

"میں دروازہ کھلا چھوڑ آیا ہوں انہیں اندر آنے میں ذرہ برابر بھی دشواری نہ ہو گی۔"

"اچھی بات ہے..... یہاں کی جیل میں تم لوگوں سے محفوظ ہو جاؤں گی۔" متیو ہاشی نے کہا اور فائر کر دیا۔

سنگ ہی کسی مُردہ چھپکلی کی طرح پٹ سے فرش پر گرا تھا اور بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ متیو ہاشی نے پستول تھیلے میں ڈالا اور سنگ کو پھلانگ کر کمرے سے باہر نکل جانا چاہا۔ لیکن سنگ ہی کی ٹانگوں میں جکڑ کر رہ گئی۔

"پھر سنگ کے بے آواز پستول سے ایک فائر ہوا تھا اور کمرے میں روشنی پھیلانے والا بلب گہری تاریکی میں دفن ہو گیا تھا۔

متیو ہاشی کا دم گھٹنے لگا کیونکہ سنگ نے ایک ہاتھ سے اُس کا منہ جکڑ رکھا تھا۔ پھر گھٹن اس قدر بڑھی تھی کہ ہر طرح کا احساس ہی فنا ہو گیا تھا۔



فون کی گھنٹی کی آواز غنودہ ساعت پر توپ کے گولے کی طرح گری تھی اور عمران بوکھلا کر اٹھ بیٹھا تھا۔

ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی تھی۔

"کیا بات ہے.....!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"نعمانی اور صدیقی متیو ہاشی کی نگرانی کر رہے تھے..... وہ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب اپنی کوٹھی سے نکلی تھی۔ دونوں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ماڈل ٹاؤن کی ایک عمارت تک پہنچے تھے..... وہ پھاٹک پر چڑھ کر دوسری طرف کمپاؤنڈ میں اُتر گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں بھی اُسی کی طرح کمپاؤنڈ میں پہنچ گئے۔ لیکن عمارت میں داخل ہونے سے پہلے انہوں نے فائر کی آواز سنی..... اور پھر اُس کے بعد ایک ہلکا سا دھماکا ہوا تھا۔ کسی قدر وقفے سے وہ دونوں بھی اندر پہنچ گئے تھے۔ پوری عمارت تاریک پڑی تھی۔ متیو ہاشی کا کہیں پتا نہیں تھا۔ البتہ انہوں نے وہاں ایک

لاش دریافت کی ہے اُن کا خیال ہے کہ اُسکی موت کو زیادہ وقت نہیں گزرا۔ پیشانی پر گولی لگی ہے
مشرق بعید کے کسی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا ہے اور صورت انہیں کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی ہے

"کیا وہ دونوں اب بھی وہیں موجود ہیں....؟"

"جی ہاں....! فون اُسی عمارت سے کیا ہے۔"

"عمارت کا نمبر بتایا ہے یا نہیں۔"

"جی نہیں۔! لیکن فون نمبر بتایا ہے.... نمبر ہی کی بناء پر میں نے ایکس چینج سے پتہ معلوم کرلیا ہے۔ شارع اورنگ زیب کی پانچویں عمارت ہے۔"

"عمارت کا فون نمبر بتاؤ۔" عمران نے کہا۔! فون نمبر معلوم کر لینے کے بعد اُس نے بلیک زیرو کی کال ڈس کنکٹ کر کے وہی نمبر ڈائیل کئے تھے۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی تھی۔ اور پھر کچھ دیر بعد کچھ ایسی آواز میں دوسری طرف سے ہیلو سنائی دی تھی۔ جیسے بولنے والے نے خواب سے بیدار ہو کر ریسیور اٹھایا ہو۔

"صداکاری کے جوہر دکھانے کی ضرورت نہیں۔" عمران بھنا کر بولا "تم دونوں وہاں کیا کر رہے ہو۔"

"اُفوہ.... تو بات آپ تک پہنچ چکی ہے۔" اس بار صدیقی اپنی اصلی آواز میں بول رہا تھا۔

"وہ کون ہے....؟"

"مجھے تو وہی معلوم ہوتا ہے جس کی تصویر متوہاشی کے سفارت خانے کی طرف سے شائع کرائی گئی تھی۔"

"ویری گڈ.... یہ کام ہوا ہے۔!"

"متوہاشی کی گاڑی اب بھی باہر موجود ہے! لیکن وہ خود غائب ہو گئی ہے۔"

"کیا تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ تمہارا تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔"

"میں ایسی کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اسکی طرف توجہ ہی نہیں رہی تھی۔"

"ٹھیک ہے.... وہیں ٹھہرو.... اور میری دوسری کال کے منتظر رہو۔"

سلسلہ منقطع کر کے عمران نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ ایک بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ اُس
رحمان صاحب کی خوابگاہ والے فون کے نمبر ڈائیل کئے تھے.... تھوڑی دیر بعد رحمان صاحب

کی آواز سنائی دی۔

"میں عمران ہوں ڈیڈ۔"

"کیا بات ہے....!"

"وانگ لین کی لاش ماڈل ٹاؤن کی ایک عمارت میں پڑی ہوئی ہے۔"

"وہی جو تجربہ گاہ سے غائب ہو گئی تھی۔" رحمان صاحب نے پوچھا۔

"جی نہیں.... اصل والی.... اس پر دھاریاں نہیں ہیں۔"

"تم کہاں ہو....!"

"اپنے فلیٹ میں.... ساڑھے گیارہ بجے متوہاشی کی نگرانی کرنے والے اس کا تعاقب کرتے ہوئے اُس عمارت تک پہنچے تھے۔ متوہاشی اندر چلی گئی تھی، پھر انہوں نے فائر کی آواز سنی جو اندر سے آئی تھی۔ اندر پہنچنے پر متوہاشی غائب تھی اور وہ لاش ملی۔"

"مجھے کیوں فون کیا ہے۔ سر سلطان کا محکمہ جانے۔"

"یہ کیس آپ کے محکمے سے اُن کے محکمے میں پہنچے گا۔"

"یہ آپ کا مشورہ ہے!" رحمان صاحب نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

"شارع اورنگ زیب کی پانچویں عمارت.... ماڈل ٹاؤن...." کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن فوراً ہی گھنٹی بجی تھی۔

اُس نے ریوالور اٹھایا۔ رحمان صاحب ہی کی آواز آئی تھی "تم ہوش میں ہو یا نہیں۔"

"اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کر سکتا ڈیڈی۔"

"دھاری دار لاش تجربہ گاہ سے کہاں پہنچائی گئی ہے۔"

"میں نہیں جانتا! میں نے بھی سُنا تھا کہ اچانک غائب ہو گئی۔ یقین کیجئے۔"

"وانگ لین کی لاش کے بارے میں مجھے کیوں کر علم ہو سکتا ہے۔؟"

"کسی گم نام کال کا حوالہ دیا جا سکتا ہے...." عمران نے کہا "اور ڈیڈی.... میں فی الحال حاضر خدمت نہیں ہو سکتا۔"

رحمان صاحب نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

عمران نے طویل سانس لی تھی اور ریسیور رکھ کر پھر لیٹ گیا تھا۔ پانچ منٹ بعد پھر اُسی

عمارت کے نمبر ڈائیل کیے تھے جہاں وانگ لین کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

"ہیلو۔" صدیقی کی آواز آئی۔

"جتنی جلد ممکن ہو.... وہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ والد صاحب کا محکمہ پہنچنے والا ہے۔"

"کک.... کیوں....؟"

"ہکلاؤ نہیں.... فوراً عمارت سے نکل جاؤ.... اور اپنی موجودگی کے امکانی نشانات مٹانا مت بھولنا۔"



کیپٹن فیاض پُراسرار عورت روزالی مہندس کی کوٹھی میں منتقل ہو گیا تھا۔ ہوٹل انٹر نیشنل سے اس طرح غائب ہوا تھا کہ اس کے انجینئر دوست کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہو سکی تھی۔ اس عورت کا قرب نصیب ہو جانے کے لئے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ وہ وہاں آیا کس لئے تھا۔

ادھر روزالی کا بھی یہ حال تھا جیسے ہمہ تن توجہ بن گئی ہو۔ فیاض کو ایسا ہی محسوس ہوتا جیسے وہ صرف اُسی کے بارے میں سوچتی رہتی ہو۔

اس وقت دونوں لان پر بیٹھے چائے پی رہے تھے.... سورج غروب ہونے والا تھا۔ نارنجی دھوپ پام کی چوٹیوں کو چھو رہی تھی.... اور اُن کے قدموں میں سبزہ لہلہا رہا تھا.... وہ خوابناک انداز میں فیاض کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی "آج رات میں ایک تجربہ کروں گی۔"

"کیسا تجربہ۔"

"انہی دھاریوں کے سلسلے میں.... لیکن آپ کو ایک وعدہ کرنا پڑے گا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی ہر ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"اگر تجربہ کامیاب رہا تو اس کی شہرت مجھے فائدہ بھی پہنچا سکتی ہے۔ لیکن یقین کیجئے کہ لوگ مجھے جادوگرنی سمجھنے لگیں گے جس کے تصور ہی سے مجھے گھن آتی ہے۔"

فیاض ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے سنتا رہا اور وہ کہتی رہی۔

"جو کچھ دوسروں کی سمجھ میں نہیں آتا وہ اُسے جادو یا معجزہ سمجھ لیتے ہیں! مثال کے طور پر اگر یہ دھاریاں میرے کسی عمل سے آپ کے جسم پر متحرک ہو جائیں تو شاید آپ بھی اسے جادو ہی سمجھیں گے۔"

"مم.... میں کیا عرض کروں۔"

"نہیں اعتراف کیجئے کہ آپ اس سے آگے نہ سوچ سکیں گے۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔"

"لیکن وہ جادو ہرگز نہ ہوگا۔ ایک ایسی تدبیر ہوگی جسے آپ سمجھ نہیں سکیں گے۔ اگر ایک عدد ٹیلی ویژن سیٹ اکبر اعظم کے حضور رکھ دیا جاتا اور اُس پر پروگرام آنے لگتے تو وہ ٹیلی ویژن کے موجد کو جادوگر ہی سمجھتا۔ لیکن کیا آج کا کوئی بچہ بھی اُسے جادو تسلیم کر لینے پر تیار ہوگا۔"

"ہرگز نہیں۔ آپ کی بات میری سمجھ میں آ گئی۔ میں زندگی بھر آپ کے کسی تجربے کو اپنی ذات تک محدود رکھوں گا۔"

"زمانہ قدیم کے بعض علوم مخصوص ادوار ہی تک محدود رہے تھے۔ انہی میں سے ایک پتھر سے دھاریاں نکالنے کا بھی علم تھا۔" وہ خاموش ہو گئی اور فیاض اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔

"قدیم زمانے کے معمار پتھروں سے دھاریاں نکالنے کے فن کے بھی ماہر ہوتے تھے۔ لیکن اُن کا یہ علم سینہ بسینہ منتقل ہوتا ہوا کہیں گم ہو گیا۔ دنیا یہی سمجھتی ہے لیکن وہ میرے باپ کے سینے سے میرے سینے میں منتقل ہوا ہے....!"

فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔

"میں اُسی علم کو ان دھاریوں پر آزماؤں گی۔" وہ کچھ دیر خاموش رہ کر بولی تھی اور فیاض کی طرف اس طرح دیکھا تھا جیسے اس سلسلے میں اُس کا جواب سننا چاہتی ہو۔

"میں تیار ہوں مادام۔"

"اگر آپ کو کوئی تکلیف پہنچی تو عمل فوری طور پر روکا بھی جا سکے گا۔"

"آپ اس کی فکر نہ کیجئے۔ اُن دھاریوں کی وجہ سے مسلسل ذہنی اذیت کا شکار ہوں جسمانی تکلیف برداشت کر لوں گا۔"

"بس تو آج ہی رات۔!" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "صرف تین دھاریوں پر تجربہ کروں گی۔ اگر انہیں معدوم کر دینے میں کامیاب ہو گئی تو بقیہ کام بھی بہت آسان ہو گا۔"

رات کا کھانا آٹھ بجے کھایا گیا تھا۔ نو بجے تک دونوں ٹی وی دیکھتے رہے تھے.... نو سے دس بجے تک وہ فیاض کے ساتھ بلیئرڈ کھیلتی رہی تھی.... پھر اُسے خاصے کشادہ کمرے میں لائی تھی۔

جہاں داخل ہوتے ہی فیاض کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کسی ہسپتال کے آپریشن تھیٹر میں آنکلا ہو۔

"آپ کے جسم پر ایک انڈرویئر کے علاوہ کچھ نہ ہونا چاہئے۔" اُس نے فیاض سے کہا اور فیاض کے حلق میں بلغم اٹک گئی۔

"انڈرویئر کے علاوہ اور سارے کپڑے اتار دیجئے۔"

"وہ.... ور.... دراصل....!" فیاض ہکلا کر رہ گیا۔

"شرمانے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت میں آپ کی معالج ہوں۔" روزالی نے خشک لہجے میں کہا۔ "صرف انڈرویئر میں اس میز پر لیٹ جایئے۔"

فیاض نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کپڑے اُتارے تھے اور اُس سے نظر ملائے بغیر لیٹ گیا تھا۔

وہ قریب آئی تھی اور دھاریوں کو چھو کر دیکھنے لگی تھی۔

"اُن لوگوں کی بتائی ہوئی تدبیر سے تو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔" اُس نے کہا "خواہ مخواہ آپ کو دوڑاتے رہے ہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ وہ مجھے ذہنی طور پر مفلوج کر دینا چاہتے ہیں۔"

"اگر میری تدبیر کارگر ہوئی تو انہیں دیکھ لوں گی۔"

فیاض کچھ نہ بولا.... وہ سامنے والے ریک کی طرف بڑھی تھی جس پر مختلف رنگوں کے سیال سے بھرے ہوئے بلوری مرتبان رکھے تھے۔

اُس نے ایک چھوٹا سا مرتبان اٹھایا تھا اور میز کی طرف پلٹ آئی تھی۔

"یہ تین دھاریاں لے رہی ہوں" اُس نے ایک جگہ اُوپر سے نیچے تک اُنگلی پھراتے ہوئے کہا "اگر سوزش زیادہ محسوس ہو تو بتا دیجئے گا۔"

"بہت بہتر۔"

"مطلب یہ تھا کہ اگر سوزش ناقابلِ برداشت ہو جائے۔ تھوڑی بہت تکلیف تو اٹھانی ہی پڑے گی۔"

فیاض کچھ نہ بولا۔ روزالی نے مرتبان سے کسی قدر سیال اُس کے سینے پر ٹپکایا تھا اور اُن تینوں دھاریوں پر اُسے اوپر سے نیچے تک پھیلانے لگی تھی۔ فیاض نے جلد میں ہلکی سی سوزش محسوس کی اور چپ چاپ لیٹا رہا۔ قریباً تین منٹ تک وہ تین دھاریوں کی جگہ پر سیال مالش کرتی رہی تھی۔

جلد کی سوزش بھی اس دوران میں بڑھی تھی لیکن ناقابلِ برداشت نہیں تھی۔

"اب کسی قدر نیچے کھسک کر اپنے دونوں پیر میز کی سطح سے باہر نکال دیجئے۔" روزالی نے کہا۔ فیاض نے تعمیل کی تھی۔

"ٹھہریئے.... یوں نہیں.... میں نیچے رکھے ہوئے انگاروں پر ایک بُوٹی ڈالنے جا رہی ہوں.... دھواں اوپر اٹھے گا۔ اگر آپ کے دونوں پنجے دھوئیں سے دور ہوں تو اس قدر نیچے کھسکئے گا کہ وہ دھوئیں کے اندر پہنچ جائیں۔"

"بہت بہتر۔" فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ وہ چت پڑا چھت کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ سر کی پوزیشن ایسی تھی کہ سینے پر پڑی ہوئی دھاریاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔

وہ اُس کے پیروں کی طرف جھکی تھی۔ پھر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ ذرا ہی سی دیر بعد سفید اور گہرا دھواں اُس کے پیروں کو چھوتا ہوا اوپر اٹھنے لگا تھا۔

"تھوڑا اور نیچے کھسکئے...." روزالی نے کہا "بس ٹھیک ہے۔"

اب فیاض کی نظر دھوئیں پر تھی جو اوپر اٹھ رہا تھا لیکن اُس کے حجم میں یکسانیت تھی۔ پیروں سے قریباً چھ فٹ اونچا اٹھ کر فضا میں تحلیل ہوتا جا رہا تھا۔

دفعتاً اُس نے محسوس کیا جیسے سینے پر کوئی چیز نیچے کی طرف رینگ رہی ہو۔ روزالی کے چہرے سے دبا دبا سا جوش ظاہر ہو رہا تھا۔ کبھی وہ اُس کے سینے پر نظر جما دیتی تھی اور کبھی دھوئیں کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔

سینے سے رینگنے والی چیز نچلے دھڑ تک پہنچ چکی تھی۔

"کوئی چیز رینگ رہی ہے" اُس نے روزالی کو مطلع کیا۔

"دھاریاں.... وہی تین دھاریاں رینگ رہی ہیں۔ متحرک ہو گئی ہیں.... آپ اسی طرح لیٹے رہیے۔" روزالی اس طرح بولی جیسے بحالتِ خواب بول رہی ہو۔

فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... لیکن وہ بے حس و حرکت پڑا رہا۔ رینگنے والی شے اب داہنی ران پر اُتر آئی تھی اور بدستور نیچے کی طرف جا رہی تھی۔

اور جب وہ نیچے تک پہنچی تو دھوئیں میں تین دھاریاں دکھائی دیں، نیلی، پیلی اور سرخ دھاریاں.... دھوئیں کے ساتھ ہی وہ چھ فٹ کی بلندی تک گئی تھیں۔ اور شاید فضا میں تحلیل

ہو گئی تھیں اور اب دھواں پہلے ہی کی طرح بے داغ تھا۔

"مبارک ہو۔" وہ پُر مسرت لہجے میں چیخی.....! میرے علم نے عمل کا روپ دھار لیا۔ وہ تینوں دھاریاں جن کا میں نے انتخاب کیا تھا اب آپ کے جسم پر نہیں ہیں! لیکن آپ ابھی یونہی لیٹے رہئے۔"

وہ پھر اُس کے پیروں کی طرف جھکی تھی اور دھواں بھی غائب ہونے لگا تھا۔ پھر بالکل ہی معدوم ہو گیا۔

اُس نے فیاض سے پوچھا "کیا سوزش ابھی باقی ہے۔"

"بہت کم ہو گئی ہے۔"

"تھوڑی دیر بعد بالکل رفع ہو جائے گی۔"

"سوزش برداشت کر سکتا ہوں، بقیہ دھاریاں بھی نکال دیجئے۔"

"دھواں پیدا کرنے والی بوٹی اتنی ہی تھی، فیاض صاحب! مزید تلاش کرنی پڑے گی۔ بہر حال اب آپ بے فکر ہو جائیے۔ ضروری نہیں تھا کہ تجربہ کامیاب ہی رہتا، کیونکہ یہ پتھر سے دھاریاں نکالنے کا نسخہ تھا۔"

"خدا کی قسم آپ حیرت انگیز ہیں۔" فیاض کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اب اٹھ کر دیکھئے۔ کہیں ان دھاریوں کا نشان بھی نظر آ جائے۔"

فیاض اٹھ بیٹھا تھا.... سوزش والی پٹی بالکل صاف پڑی تھی۔

"کاش بوٹی وافر مقدار میں ہوتی۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"فکر نہ کیجئے۔ اب یہ میری ذمہ داری ہے۔"

"میرے خدا.... وہ دھاریاں.... میرے جسم سے رینگ کر دھوئیں میں پہنچ گئی تھیں۔"

"اب کون کہہ سکے گا کہ زمانہ قدیم میں بھی سائنسی تجربات نہیں کئے جاتے تھے۔ آج تو کوئی پتھر سے دھاریاں نکال کر دکھائے، یہاں سنگ مرمر کی کانیں موجود ہیں لیکن پتھر کے داغ دار ہونے کی وجہ سے اُس کی کوئی قیمت نہیں۔"

فیاض کچھ نہ بولا۔ وہ ابھی تک اُس حصے کو دیکھے جا رہا تھا۔ جہاں سے دھاریاں غائب ہوئی تھیں۔

"اور اب میں انہیں دیکھوں گی" روزالی نے کہا۔

فیاض نے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا تھا اور وہ پھر بولی "اگر کسی طرح آپکا وہ دوست بھی ہاتھ آ جائے جسکے پورے جسم پر دھاریاں پڑ گئی ہیں تو وہ بھی پہلے ہی کیطرح شفاف ہو جائے گا۔"

"خدا کرے مل جائے۔"

"اچھا.... اب آپ کپڑے پہن لیجئے۔"

فیاض میز سے نیچے اُترا تھا اور کپڑے پہننے لگا تھا۔ روزالی اُس ریک کی طرف بڑھ گئی تھی جس پر مرتبان رکھے ہوئے تھے۔

"اب اپنی خواب گاہ میں جا کر سو جائیے۔" اُس نے فیاض کی جانب مڑے بغیر کہا۔ فیاض نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔



متو ہاشی کراہ رہی تھی لیکن آنکھیں بند تھیں۔ اپنی کراہیں خود بھی سُن رہی تھی لیکن آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔ بدقت تمام پلکوں میں ذرا سا درہ ہوا تھا اور اُسے ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے آنکھوں میں کسی نے مرچیں بھر دی ہوں.....! زرد روشنی کا بھی احساس ہوا تھا۔

"میکونو....!" اُس نے شوہر کا نام لے کر پکارا.... لیکن اپنی آواز کی گونج کے علاوہ اور کچھ نہ سُن سکی۔!

اور پھر اچانک وہ اٹھ بیٹھی۔ یادداشت بیدار ہو گئی تھی۔ بوکھلاہٹ میں آنکھیں بھی کھل گئیں۔ وہ ایک کشادہ کمرہ تھا۔ اور وہ ایک پر تکلف مسہری پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے ہی آرام کرسی پر سنگ ہی نیم دراز نظر آیا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ طمانیت اور آسودگی سے بھرپور مسکراہٹ.... متو ہاشی کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

"میکونو کو آواز دے رہی تھیں۔" اس نے استہزائیہ لہجے میں سوال کیا۔

متو ہاشی ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

"تمہارا نشانہ اچھا ہے۔ دراصل میں ہی سخت جان ہوں" سنگ آہستہ سے بولا۔

"مجھے جانے دو۔"

"کہاں....؟ موت کے منہ میں۔"

"تمہیں اس سے سروکار نہیں ہونا چاہئے۔"

"خیر.... اس کے بارے میں بعد کو سوچیں گے۔ ابھی تو مجھے تمہارا جغرافیہ سمجھنا ہے۔"

"کیا مطلب....؟"

"اسی شہر میں وانگ لین کے علاوہ چار عدد عاشق اور بھی رکھتی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔"

"وہ چاروں مجھ سے بڑے آرٹسٹ نہیں ہیں۔"

"تم.... آرٹسٹ!" وہ حقارت سے بولی۔

"ہاں....! میں اتنے فنکارانہ انداز میں چہرے بگاڑتا ہوں کہ شناخت مشکل ہو جاتی ہے۔ مثلاً تمہارے چہرے پر دو عدد ناکیں بھی نظر آسکتی ہیں.... گالوں کا گوشت کاٹ کاٹ کر دوسری ناک بھی بنا سکتا ہوں۔"

ٹھنڈی سی لہر متوہاشی کے جسم میں دوڑ گئی۔

"لیکن میں اُس وقت تک ایسی حرکت نہیں کرتا جب تک کوئی عورت میری بات ماننے سے انکار نہ کردے۔"

"مجھے علم نہیں تھا کہ تنظیم میں ایسے چھچھورے لوگ بھی موجود ہیں۔"

"تم اسے چھچھوراپن کہہ رہی ہو۔ کیا میکونو کو علم ہے کہ تم بیک وقت پانچ عدد محبوب بھی رکھتی ہو۔"

""میں کہتی ہوں بکواس مت کرو.... مجھے جانے دو۔"

"گھر تک بھی نہ پہنچ سکو گی۔"

"میں یقین نہیں کر سکتی تمہاری بات پر۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تنظیم کے بڑوں میں میرا بھی شمار ہوتا ہے۔"

"تب پھر تنظیم جلد ہی غرق ہو جائے گی۔"

"میں بذاتِ خود ایک بہت بڑی تنظیم ہوں۔ زیرو لینڈ پر اسے اپنا بہت بڑا احسان سمجھتا ہوں کہ اُس کے کارکنوں میں شامل ہو گیا ہوں۔"

"میں کہتی ہوں مجھے جانے دو۔"

"یہ بھی معلوم ہے کہ تمہیں جانا کہاں ہے۔"

"کیوں نہیں۔"

"تمہاری گاڑی اُس عمارت کے سامنے کھڑی ملی ہے۔ جہاں پولیس نے وانگ لین کی لاش دریافت کی تھی۔"

متوہاشی نے جھرجھری سی لی۔ ایک بار پھر اُس کی آنکھوں میں وانگ لین کے انجام کا نقشہ اُبھر گیا تھا۔

"میکونو کے بیان کے مطابق تم ساڑھے گیارہ بجے گھر سے باہر نکلی تھیں اور اُس نے اس بات سے لاعلمی ظاہر کی ہے کہ وانگ لین اُس عمارت میں تھا۔"

متوہاشی کی سانس پھولنے لگی۔

"تو پھر اب کیا ہوگا۔"

"یہ بھی میں ہی بتاؤں.... ویسے ہو سکتا ہے کوئی صورت نکل ہی آئے۔ لیکن اس کے لئے تمہیں وانگ لین کی کہانی دہرانی پڑے گی۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ وانگ لین ہی نے تمہیں اس پر آمادہ کیا تھا۔"

"یہ غلط ہے۔"

"اچھا تو پھر تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا تھا۔ مجھے تم دونوں کی گفتگو اچھی طرح یاد ہے۔ دروازے کے قریب ہی سے سُنی تھی۔ تم نے میرا نام لیا تھا۔ کس نے بتایا تھا تمہیں میرا نام! یہاں تو کوئی بھی نہیں جانتا۔ البتہ وانگ مجھ سے اچھی طرح واقف تھا۔"

وہ کچھ نہ بولی! صرف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی تھی۔

"اُس نے تمہیں میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہوگا۔ اعتراف کرلو۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔"

"مت بتاؤ۔ اب نہیں پوچھوں گا۔ لیکن تمہیں کم از کم اتنے دنوں ضرور زندہ رہنا پڑے گا جب تک میرا دل تم سے نہ بھر جائے۔"

"تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔" وہ نتھنے پھلا کر بولی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مجبور کرنے کا۔"

"پھر یہ کیا بکواس ہے۔"

"خود میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تم نے جس درندگی سے اُس کا خاتمہ کیا ہے زندگی بھر نہ بھلا سکوں گی۔"

"اتنی شرافت سے میں نے آج تک کسی کو نہیں مارا۔!"

"تم دیوانے ہو۔"

"کچھ گالیاں یاد ہوں تو انہیں بھی دہرا جاؤ... سنگ کیلئے شربت کے گھونٹ ثابت ہوں گی۔"

"بے غیرت اور ڈھیٹ بھی ہو۔"

"بے غیرتی میرے لئے ایک قسم کی لذت ہے۔"

"پولیس تم تک ضرور پہنچ جائے گی۔ میرا غائب ہو جانا معمولی بات نہیں ہے۔"

"قتل کا الزام تم پر عائد ہو گا۔! مجھ پر نہیں۔"

متیوہاشی خاموش ہو گئی اور سنگ نے کہا "اب تم خود ہی کسی کو منہ دکھانا پسند نہیں کرو گی۔"

"وہم ہے تمہارا....؟" وہ جھنجلا کر بولی تھی۔

"اچھی بات ہے تو جس طرح بحالت بیہوشی یہاں تک پہنچی ہو۔ اُسی طرح کہیں اور بھی بھجوائی جا سکتی ہو۔"

"کیا مطلب....؟"

"صبح کو کسی پولیس اسٹیشن کے قریب بیہوش پڑی پائی جا سکتی ہو۔"

"نن.... نہیں۔!"

"کیا حرج ہے۔"

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔!

"بڑی آسانی سے بیان دے سکو گی کہ تم وہاں وانگ لین سے ملنے گئی تھیں اور وانگ لین کی لاش دیکھ کر پلٹنے ہی والی تھیں کہ کسی نے گردن پر وار کیا اور تم بیہوش ہو گئیں۔ پھر تمہیں نہیں ہو سکا تھا کہ پولیس اسٹیشن کے قریب کس طرح پہنچیں۔ اس طرح ایک انتہائی پُراسرار کیس بن جائے گا اور تم کسی شبہے سے بالاتر ہو جاؤ گی۔"

"لیکن میرے پاس اس سوال کا کیا جواب ہو گا کہ میں کسی نامعلوم آدمی کی لاش کو وانگ لین

کی لاش ثابت کرنے کی کوشش کیوں کرتی رہی تھی جبکہ مجھے اس کے زندہ ہونے کا علم تھا۔"

"نہایت آسان جواب ہے اور اس سے کیس کچھ اور بھی پُراسرار اور سنسنی خیز ہو جائے گا۔ جواب یہ ہے کہ تمہاری روانگی سے کچھ دیر قبل اُس نے فون پر نہ صرف یہ اطلاع دی تھی کہ وہ زندہ ہے بلکہ یہ بھی بتا دیا تھا کہ کہاں چھپا بیٹھا ہے اور اُس نے تم سے درخواست کی تھی کہ تم اُس سے مل لو۔ کوئی اہم بات بتانا چاہتا ہے۔ پھر جب تم وہاں پہنچیں تو اُس کی لاش دیکھی۔"

"ہاں بات تو بن جائے گی۔ لیکن تمہارے ہی قول کے مطابق زندہ نہ رہوں گی۔ وہ لوگ مجھے کب بخشیں گے جنہوں نے میرے کہنے پر ایک اجنبی کو وانگ لین تسلیم کر لیا تھا۔"

"چلو تم قائل تو ہوئیں۔" سنگ بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی اور سنگ اٹھ کر میز کی طرف آیا تھا۔ ریسیور اٹھایا۔

"وہ ہولڈ آن کئے ہوئے ہے جناب" دوسری طرف سے آواز آئی۔

سنگ نے انسٹرومنٹ میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور ماؤتھ پیس میں بولا "ہلو بھتیجے....!"

"کیوں بیوقوف بنا رہے ہو چچا....!"

"میں نہیں سمجھا، کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"وانگ کے ہم شبیہہ کی لاش کہاں سے پیدا کروں گا۔"

"کیوں.... کیا ہوا....؟"

"یہ مجھ سے پوچھ رہے ہو۔"

"دیکھو.... جو کچھ میں نے کہہ دیا ہے اُس میں فرق نہیں آئے گا خواہ تم کوئی بہانہ تراشو۔!"

"میں اور بہانہ....!" دوسری طرف سے آواز آئی "جب بھی چاہوں تمہیں تلاش کر کے تمہاری گردن مروڑ سکتا ہوں۔"

"کب چاہو گے۔"

"سنگ ہی....! کیا تم نے وانگ کے ہم شبیہہ کی لاش ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی تجربہ گاہ سے غائب نہیں کرا دی۔"

"بکواس مت کرو.... اگر میں نے غائب کرا دی ہوتی تو تم سے مطالبہ کیوں کرتا! پھر کہتا ہوں کہ اس معاملے میں سنجیدگی اختیار کرو.... ورنہ میں اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائے بغیر نہیں

رہوں گا.... درجنوں افراد کی موت کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو.... البتہ دوسری لاش تمہارے دیئے ہوئے وقت کے اندر اندر داراب ہاؤز پہنچ جائے گی۔

"کیا تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو کہ پہلی لاش غائب ہو گئی ہے۔"

"اگر تم کوئی حسینہ دلنواز ہوتے تو دل چیر کر بھی دکھا دیتا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

سنگ نے سلسلہ منقطع کر کے انسٹرومنٹ کا دوسرا بٹن دبایا تھا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"نمبر تین سے ملاؤ۔" سنگ نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"بہت بہتر جناب۔!"

تھوڑی دیر بعد دوسری آواز سنائی دی تھی۔

"نمبر ون اسپیکنگ" سنگ نے کہا۔

"یس سر....!"

"کیا تم لوگوں نے وانگ لین کی لاش سائنٹیفک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی تجربہ گاہ سے نکالی ہے۔"

"یس سر....! بے حد دشوار کام تھا.... لیکن بہر حال میرے آدمی کامیاب ہو گئے۔"

"تم نے اپنی مرضی سے یہ حرکت کیوں کی۔"

"اپنی مرضی سے.... نہیں جناب....! ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی تھی۔"

"میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔"

"آپ نے خود مجھے حکم دیا تھا۔"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔"

"آپ کی آواز پہچانے بغیر میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔"

"کب کی بات ہے۔"

"تین دن پہلے کی۔"

"اب وہ لاش کہاں ہے....؟"

"سردار گڑھ پہنچا دی گئی۔"

"یہ بھی میرے ہی حکم سے ہوا ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سب کیا ہے۔ ہاں جناب آپ ہی کے حکم سے ایسا کیا گیا ہے۔"

سنگ نے چپ چاپ ریسیور کریڈل پر رکھ دیا.... وہ کون ہو سکتا تھا جس نے اُس کی آواز کی نقل اُتار کر ماتحتوں کو حکم دیا تھا۔ سوچتا ہوا میز کے پاس سے ہٹ کر بار کے قریب پہنچا اور دو گلاسوں میں شراب انڈیلی۔ ایک گلاس بڑے ادب سے متو ہاشی کو پیش کیا اور دوسرے سے خود چسکیاں لینے لگا۔

متو ہاشی اُسے حیرت سے دیکھے جا رہی تھی لیکن اب وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"وانگ لین نے تمہاری بڑی بھیانک تصویر پیش کی تھی لیکن تم پتہ نہیں کیا چیز ہو۔" متو ہاشی نے ایک گھونٹ لے کر کہا۔

"لوگ میرے بارے میں غلط رائے قائم کرتے ہیں۔ میں تو بے حد شریف آدمی ہوں۔"

"کوئی بات ضرور ہے۔" وہ پُر تفکر انداز میں بولی "تھوڑی ہی دیر پہلے ایک سرد مہر قاتل کے روپ میں دیکھ چکی ہوں۔ لیکن اب محسوس ہو رہا ہے جیسے تم سے زیادہ نرم دل آدمی اس زمین پر موجود ہی نہ ہو۔"

"یہ میرے جذبے کی سچائی اور گہرائی کا اثر ہے۔ جب سے تمہیں دیکھا ہے ایسا محسوس ہوتا رہا ہے جیسے اب تک محض تمہارے انتظار میں زندگی گزاری ہو۔"

"باتیں بھی بڑی شاعرانہ کر لیتے ہو....!" وہ گلاس ختم کر کے مسکرائی.... پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ "لیکن تم مجھے کیسے برداشت کرو گے، ابھی ابھی تم نے میرے پانچ چاہنے والوں کا ذکر کیا تھا۔"

"پانچ سو بھی ہوں تو کیا فرق پڑتا ہے.... ارے تم تو سمندر ہو سمندر، تمہاری ہر موج نئی اور اچھوتی ہے۔"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ تمہاری فکر کا انداز اتنا آرٹسٹک ہو گا۔"

"پھول کی خوشبو سب کے لئے ہے.... اور تم تو دامانِ نظر ہو جس میں مجھ سمیت پوری کائنات سمائی ہوئی ہے۔"

"سنگ.... سنگ....! تم جیسے وسیع النظر آدمی کی دوستی میرے لئے قابلِ فخر ہو گی۔" وہ اپنا خالی گلاس اُس کی طرف اچھال کر مسہری پر لیٹ گئی۔



وانگ لین کی لاش ملنے کے بعد اُس کے علاوہ اور کیا ہوتا کہ سفارت خانہ اپنی غلطی تسلیم کرلیتا اور غائب ہو جانے والی لاش اُس کی ہم شبیہہ قرار دے دی جاتی۔ لیکن متیو ہاشی کی گاڑی کا اُس عمارت کے سامنے پایا جانا پولیس اور سفارت خانہ دونوں کے لئے الجھن بن گیا تھا۔!

خود متیو ہاشی ابھی تک غائب تھی.... اُس کے بارے میں مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کی جارہی تھیں، اور اُس کا شوہر میکونو بالکل خاموش تھا۔ اُس نے پولیس کو صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ وہ گیارہ بج کر کچھ منٹ پر گھر سے کہیں گئی تھی۔

رحمان صاحب کے محکمے کے آدمیوں نے پوری عمارت الٹ پلٹ کر رکھ دی تھی۔ واردات والے کمرے میں اعشاریہ دو پانچ کے پستول سے چلائی جانے والی ایک گولی بھی ملی تھی۔ لیکن وانگ لین کی کھوپڑی سے نکالی جانے والی گولی اعشاریہ تین دو کے پستول یا ریوالور سے چلائی گئی تھی۔!

سر سلطان کے دفتر میں عمران نے میکونو کو گھیر لیا۔ وہ بہت زیادہ نروس نظر آرہا تھا۔

"زیرولینڈ کے بارے میں تم کیا جانتے ہو مسٹر میکونو۔" اُس نے چھوٹتے ہی سوال کیا تھا۔ وہ چونک کر عمران کو حیرت سے دیکھنے لگا تھا۔ عمران اُسے بدستور گھورتا رہا۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"متیو ہاشی زیر نگرانی تھی۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے دھاری دار آدمی کے معاملے میں ملوث رہی ہے۔"

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"وہی کہہ رہا ہوں جو تم سمجھنا نہیں چاہتے۔"

"دیکھو مسٹر....! متیو ہاشی ایک خود مختار عورت ہے۔ اس کے نجی معاملات میں میں کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ اگر وہ کسی جرم میں ملوث بھی ہوئی ہے تو مجھے اس کا قطعی علم نہیں۔"

"اس کے باوجود بھی تمہیں نظر بند کیا جارہا ہے۔"

"تمہیں اس کا حق نہیں۔" وہ بگڑ کر بولا۔

"تمہارے سفیر کی اجازت سے....!"

"ناممکن.... سفیر کی طرف سے ایسا کوئی اجازت نامہ جاری نہیں کیا جاسکتا۔"

"میں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کہی ہے۔"

"میں سفیر سے فون پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ رہا فون۔" عمران نے فون کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

میکونو نے اُسے گھور کر دیکھا تھا اور آگے بڑھ کر سفیر کے نمبر ڈائیل کرنے لگا تھا۔ سفیر سے گفتگو ہوئی تھی اور وہ ریسیور رکھ کر غصے میں بھرا ہوا عمران کی طرف مڑا تھا۔

"یہ دنیا میں پہلا واقعہ ہوگا۔" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"بہت آرام سے مہمانوں کی طرح رہو گے.... ورنہ آخر ہماری حکومت کس کس کی موت کی عذر خواہی اور جواب دہی کرتی پھرے گی۔"

"کیا مطلب....!"

"وانگ لین کی طرح تم بھی مار دیئے جاؤ گے.... اور مجھے اس پر بھی یقین نہیں ہے کہ تمہاری بیوی اب تک زندہ ہی ہو۔"

"پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے۔" دفعتاً وہ ڈھیلا پڑ کر بے بسی سے بولا۔

"وہ لوگ اپنے ہر اُس آدمی کا خاتمہ کر دیتے ہیں جسکی ذات سے افشائے راز کا خدشہ پیدا ہو جائے۔"

"لیکن میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"ہو سکتا ہے وہ سمجھتے ہوں کہ متیو ہاشی نے تمہیں خود شریک کیا ہوگا۔"

"ایسا نہیں ہے! اُس نے مجھے کبھی کچھ نہیں بتایا۔ اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ وہ کسی عالمی تحریک سے وابستہ تھی۔ تحریک کا نام تک مجھے نہیں بتایا۔"

"وہی زیرولینڈ کی تحریک کہلاتی ہے۔"

"تب تو پھر.... جو مناسب سمجھو کرو....!"

"وانگ لین بھی تو تحریک سے وابستہ تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا.... لیکن وہ اچھا آدمی نہیں تھا۔ میں نے اُسے کبھی پسند نہیں کیا۔"

"اُس کے فائیل سے فنگر پرنٹس کا کارڈ کس نے غائب کیا تھا....؟"

"خود اُسی نے کیا ہوگا.... وہ بھی عہدیدار تھا۔ فائیل اُس کی پہنچ سے باہر نہیں تھا۔!"

"شکریہ.... مسٹر میکونو.... تمہارے آرام کا خاص خیال رکھا جائے گا.... ہم نے سنگ سے یہی کہا ہے کہ تمہاری زندگی بھی خطرے میں ہے۔"

"لیکن یقین کرو کہ میں کسی معاملے میں ملوث نہیں ہوں۔"

پھر اُس نے میکونو کو متعلقہ آدمیوں کے حوالے کیا تھا اور خود سر سلطان کے کمرے میں چلا آیا تھا۔

"تم نے بہت بُری خبر سنائی ہے۔" انہوں نے اُسے دیکھتے ہی کہا۔ "لیکن مسٹر رحمان کو کیوں اندھیرے میں رکھا ہے۔"

"اُن کا تو نام ہی نہ لیجئے۔ ورنہ وہ سچ مچ پورے شہر کو کھنڈر بنوادیں گے۔"

"کیوں حماقت کی باتیں کرتے ہو۔"

"عقل مندی کی باتیں کرنے سے میرا معدہ چوپٹ ہو جاتا ہے۔"

"تو پھر تم دوسری لاش کہاں سے فراہم کرو گے۔"

"اللہ مالک ہے۔" عمران نے کہا۔

"پھر کہتا ہوں کہ ان حماقتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔"

"پھر اُس مردود کو کہاں تلاش کروں... داراب ہاؤس تو ویران پڑا ہے۔ داؤد کا بھی پتا نہیں کہاں پہنچادیا گیا ہے۔ ویسے داراب ہاؤس کو میرے آدمیوں نے پوری طرح گھیرے میں لے رکھا ہے۔"

"وانگ لین والا معاملہ سمجھ میں نہیں آیا۔"

"سنگ کے رویے سے صاف ظاہر ہوتا تھا جیسے اُسے بھی اس معاملے میں چوٹ ہو گئی ہو۔ اُس نے کہا تھا کہ فنگر پرنٹس کے بارے میں جو مضمون پریس کو دیا جانے والا ہے رکوادیا جائے.... ورنہ وہ ہوشیار ہو جائیں گے۔"

"اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ دو پارٹیاں ہیں جو آپس میں لڑ بھی رہی ہیں۔"

"شاید سنگ اتنا ہی وقت چاہتا تھا کہ وانگ لین کو تلاش کر کے قتل کر دے۔"

"اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ متوہاشی دونوں پارٹیوں سے بیک وقت رابطہ رکھتی تھی۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا "اگر سنگ قاتل ہے وانگ لین کا تو پھر متوہاشی بھی اُس کے قبضے میں ہو گی۔"

"بہر حال یہ طریق کار میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

"کس کا طریق کار۔"

"تمہارا اور کس کا" سر سلطان اُسے گھورتے ہوئے بولے۔

"میرا طریق کار کبھی کسی کو پسند نہیں آیا۔ لیکن میں کم سے کم وقت میں اپنا کام چلا لیتا ہوں۔"

"کیپٹن فیاض کا سراغ ملا یا نہیں۔"

"جی نہیں۔! ہوٹل انٹر نیشنل سے اچانک غائب ہو جانے کے بعد سے پھر نہیں دیکھا گیا۔"

"فتح محمد خان کا کیا حال ہے۔"

"پہلے ہی کی طرح پُر سکون ہے اور اُسے تو اب یاد بھی نہیں کہ کچھ دنوں پہلے کیا کر چکا ہے۔"

"آخر یہ کیا چیز بنا ڈالی ہے ان لوگوں نے....!"

"چیز تو سمجھ میں آگئی ہے لیکن دھاریاں سمجھ میں نہیں آئیں۔"

"کیا مطلب....!"

"انہوں نے فتح محمد خان کو ایک ایسے آدمی میں تبدیل کر دیا ہے جو انتہائی طاقتور ہے.... ساتھ ہی بے مغز بھی ہے کہ سوچے سمجھے بغیر احکامات کی تعمیل کر سکے۔ لیکن اُس کے لئے دھاریاں کیا ضروری تھیں۔"

"ہو سکتا ہے اسے کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ظاہر کرنا چاہتے ہوں۔ یہاں صرف اُس کی ہیئت بدلی گئی ہو۔ کام کہیں اور لینا مقصود ہو۔ کسی دوسرے ملک میں۔"

"ممکن ہے....!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا "ویسے میرا خیال ہے کہ وہ انہیں کسی جنگل ہی میں استعمال کریں گے۔"

"اس خیال کی وجہ....!"

"دھاری دار آدمی کی کارکردگی کا پہلا تجربہ سار اوان کے جنگل میں کیا گیا تھا لیکن وہاں اُسے سانپ نے ڈس لیا۔ دوسرا زندہ آدمی داراب ہاؤز اس لئے لایا جا رہا تھا کہ اُسے سانپ کے زہر سے متاثر نہ ہونے کے قابل بنایا جائے۔"

"جنگل والا نکتہ غور طلب ہے۔" سر سلطان سر ہلا کر بولے۔

"اور آپ کا یہ خیال بھی بعید از قیاس نہیں کہ وہ اُسے کسی دوسرے کرہ کی مخلوق ظاہر کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ آپ کو وہ فے گراز تو یاد ہی ہو گا جو ڈولیڈو سے ریامی کی طرف آیا تھا۔" عمران

بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"اور ڈاکٹر داور کو چوٹ ہوئی تھی۔!"[1]

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں گہرے تفکر کے آثار تھے۔



پورا کمرہ مہکا ہوا تھا اور وہ خوش رنگ پھولوں والا گاؤن پہنے مسہری پر نیم دراز تھی۔ پہلے سے زیادہ حسین نظر آ رہی تھی۔ آنکھوں سے گہری طمانیت کا اظہار ہوتا تھا۔

سنگ ہی مسہری سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھا شراب پی رہا تھا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔" دفعتاً متیو ہاشی بولی "اتنی کثرت سے پیتے ہو لیکن بہکتے نہیں۔"

"ویسا نشہ تو آج تک ہو ہی نہیں سکا جیسا عام طور پر لوگوں کو ہو جاتا ہے۔"

"واقعی حیرت انگیز ہو ہر اعتبار سے۔! اور میں گھاٹے میں نہیں رہی خواہ دس وانگ لین مار ڈالے گئے ہوں۔"

"میں تم کو یہی باور کرانے کی کوشش کرتا رہا تھا کہ تم مجھے ناپسند نہیں کرو گی۔"

"تمہاری روح بے حد حسین ہے۔ آرٹسٹ کی نظر اندرونی خطوط اور زاویے زیادہ دیکھتی ہے۔"

"اندر سے تو میں اُقلیدس ہوں۔"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے! اتنی شدید جمالیاتی حس میں نے آج تک کسی اور میں نہیں پائی۔"

"لیکن میری روح اداسیوں کی جھیل میں غرق ہو گئی ہے۔"

"میں تمہارے اس جملے کو پینٹ کروں گی۔ واہ اچھوتا خیال ہے.... اداسیوں کی جھیل میں روح کی غرقابی.... واہ....!"

"وہ کون تھا متیو ہاشی جو وانگ کے نام پر بھینٹ چڑھا دیا گیا۔"

"اُس کا سوتیلا بھائی ہینگ فی.... اُس کا ہم شکل۔"

"وانگ نے ایسا کیوں کیا....؟"

"لمبی کہانی ہے....! میں تمہیں سر نگی کے نام سے جانتی تھی۔ ایک بار وانگ نے بھی تمہیں دیکھا اور سنگ ہی کے نام سے پہچان لیا۔ شاید تمہارا کبھی اُس سے جھگڑا بھی ہوا تھا۔"

[1] اس داستان کے لئے "پیاسا سمندر" ملاحظہ فرمائیے۔

"ہاں ہم دونوں ایک دوسرے کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔ لیکن یہ پرانی بات ہوئی پھر وہ غائب ہو گیا تھا" سنگ نے کہا۔

"یہ میری دیوانگی ہی تھی کہ میں نے اُسے سب کچھ بتا دیا۔"

"یعنی ہمارے کسی نئے تجربے کے بارے میں بتایا تھا۔"

"ہاں.... اور یہ بھی بتایا تھا کہ تمہیں ایسے آدمیوں کی تلاش ہے جن کے خون کا گروپ 'بی' ہو۔ آر ایچ نیگیٹو.... ایسے ہی لوگوں پر تجربہ کیا جائے گا۔ اس نے اپنے بھائی کو پیش کر دیا۔ میں نے کہا ہو سکتا ہے تجربہ خوف ناک ہو.... اُس نے کہا پرواہ نہیں، میرا ایک کام بن جائے گا جس کی تفصیل میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ میں نے ہینگ فی کو بحالتِ بیہوشی تمہارے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ اور نام وانگ لین بتایا۔ یہ میں نے اُسی کی ہدایت کے مطابق کیا تھا۔"

"لیکن ہوش میں آنے کے بعد اُس نے میرے آدمیوں کو اپنا نام وانگ لین ہی بتایا تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔ وانگ لین نے اُسے یہی ہدایت دی ہو۔ بہر حال جب سہ رنگی لاش دستیاب ہوئی اور اُس کی تصویر اخبارات میں شائع ہوئی تو وانگ نے مجھے تدبیر بتائی کہ کس طرح اُسے اُس کی لاش تسلیم کرایا جا سکتا ہے۔ یہاں سے باہر سفر کرنے کا بہانہ تراش کر پہلے ہی روپوشی اختیار کر چکا تھا۔ بہر حال آگے کے واقعات سے تم خود بھی واقف ہو۔ لیکن وہ مجھے اپنی اسکیم کی تفصیل اور مقصد بتانے سے پہلے ہی مر گیا۔"

"تفصیل اور.... مقصد مجھ سے سُن لو!" سنگ طویل سانس لے کر بولا "وانگ لین انتہائی چالاک اور خطرناک آدمی تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی جانتا تھا کہ میں نے آج تک اپنے کسی دشمن کو زندہ نہیں رہنے دیا۔ لہٰذا وہ موت کی تصدیق کرا کے مجھے مطمئن کر دینا چاہتا تھا تاکہ خود اطمینان سے مجھ پر حملہ آور ہو سکے۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس کے بھائی کے خون کا گروپ بھی وہی تھا جس گروپ کے آدمی ہمیں درکار تھے! میں اُسے وانگ لین سمجھ کر فوراً مار ڈالتا لیکن اس تجربے کی خاطر زندہ رہنے دیا۔ پھر ہوا یہ کہ شاید وانگ لین پوری طرح ہمارے پیچھے لگ گیا اور اب تو مجھے یقین ہے کہ اپنے بھائی کی موت میں اُسی کا ہاتھ تھا۔ اُسی نے اُسکو ساراوان کے جنگل میں سانپ سے ڈسوایا ہوگا۔ تم سمجھ نہیں سکتیں کہ وہ اپنی موت کی تصدیق ہو جانے کے بعد کتنا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔"

"مجھے حیرت ہے۔! لیکن کیا تم ہینگ فی کے سامنے آئے ہی نہیں تھے۔"

"کیا ضرورت تھی۔ اُس تجربے کے بعد اُسے سب کچھ بھول ہی جانا تھا۔ میں نے سوچا ممکن ہے مجھے دیکھ کر ہیجان میں مبتلا ہو جائے اور اس کا تجربے پر کوئی بُرا اثر پڑے۔ لیکن میں اُسے پہچان نہ سکا۔ اس پر مجھے حیرت ہے۔ اتنی مشابہت تھی دونوں میں۔"

"اور پتا نہیں اُس نے بیچارے ہینگ فی کو کیا پٹی پڑھائی ہو گی کہ آنکھیں بند کر کے موت کے منہ میں چلا گیا۔"

"ختم کرو اس کہانی کو۔" سنگ انگڑائی لے کر بولا۔

"پھر کیا باتیں کریں" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"اوہ.... یہ تو بھول ہی گیا تھا۔ میکو نو کتنا جانتا ہے۔"

"کچھ بھی نہیں! اس کی دانست میں تو وانگ لین ایک ماہ کی چھٹی لے کر باہر گیا تھا۔"

"ٹھیک اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ سنگ نے ریسیور اٹھایا.... دوسری طرف سے آواز آئی "ایک تابوت داراب ہاؤز میں لایا گیا ہے۔"

"تفصیل" سنگ نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ایک بند گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔ چار آدمیوں نے تابوت اُتارا تھا۔ پھر وہ چلے گئے۔ تابوت سٹنگ روم میں رکھا گیا ہے۔"

"بہت غور سے جائزہ لیا جائے کہ عمارت کی نگرانی تو نہیں ہو رہی۔"

"بہت بہتر جناب۔"

سنگ ہی نے ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

"میرا خیال ہے کہ تم کچھ پریشان نظر آرہے ہو۔"

"پریشان تو نہیں ہوں البتہ بہت زیادہ ذہنی جمناسٹک کرنی پڑ رہی ہے۔ کیونکہ میرا یہ دشمن میری طرح ہی اپنی مثال آپ ہے۔"

"کون ہے....؟"

"علی عمران....!"

"میرے لئے یہ نام نیا ہے۔ کیا کوئی پولیس آفیسر ہے۔"

"کچھ بھی نہیں ہے.... اور سب کچھ ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"ختم کرو.... ایک ایک گلاس اور ہو جائے۔"

"نہیں اب میں نہیں پیوں گی۔"

"سنگ نے اس بار پوری بوتل ہی اٹھا کر ہونٹوں سے لگائی.... متو ہاشی اُسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

فون کی گھنٹی پھر بجی اور سنگ نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہم نے پوری طرح اطمینان کر لیا ہے جناب۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"داراب ہاؤس کے آس پاس کوئی مشتبہ آدمی موجود نہیں ہے۔!"

"اچھی بات ہے! میں تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔" سنگ نے کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"اس تجربے کا مقصد کیا ہے ڈارلنگ" متو ہاشی نے پوچھا۔

"یہ بات ابھی دوسرے درجے کے بڑوں تک نہیں پہنچی۔"

"تم دوسرے درجے کے بڑے ہو....؟"

"ہاں۔" سنگ نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اس پر تمہیں افسوس ہے۔"

"کیوں نہ ہو.... جبکہ مجھ سے بڑا فی الحال اس دنیا میں اور کوئی موجود نہیں ہے۔"

"تب پھر انہوں نے تمہیں وہ مقام کیوں نہیں دیا۔"

"مجھے کون دے گا مقام! میں خود اپنا مقام بناتا ہوں" سنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور متو ہاشی اُسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"شاید میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی" سنگ پھر بولا۔

متو ہاشی نے سر کو منفی جنبش دی تھی۔

"مجھ سے اونچا مقام صرف ایک فرد کو حاصل ہے اور وہ اتفاق سے عورت ہے! لیکن میں نے آج تک کسی عورت کی زندگی کا خاتمہ نہیں کیا۔ حصولِ اقتدار کے لئے بھی کسی عورت کی زندگی کا خاتمہ نہیں کر سکتا....! ارے تم لوگ تو صرف پوجی جانے کے قابل ہو۔!"

"ہاں میں نے سُنا تھا۔ کوئی عورت جو ٹی تھری بی کہلاتی ہے۔ تنظیم کی سربراہ ہے.... لیکن کیا تم بھی اُس سے ڈرتے ہو۔"

"میں ہر عورت سے ڈرتا ہوں متبو ڈارلنگ۔!"

"اور ڈر کے مارے....!" متبو ہاشی نے جملہ پورا کئے بغیر قہقہہ لگایا۔

سنگ ہی بھی اُس کے ساتھ ہنسا تھا اور بوتل سے کئی لمبے لمبے گھونٹ لئے تھے۔

"مجھے پھر ڈر لگ رہا ہے متبو ڈارلنگ۔"

"شٹ اپ۔!" وہ مسکرائی بھی تھی اور آنکھیں بھی دکھائی تھیں۔

"آہا" دفعتاً سنگ چونک کر بڑبڑایا۔ "تابوت....! عمران کے بچے اگر تم نے کوئی فراڈ کرنے کی کوشش کی تو....!"

اس نے اٹھ کر فون کا ریسیور اٹھایا تھا! اور انسٹرومنٹ کا ایک بٹن دبا کر ماؤتھ پیس میں بولا تھا۔ "کال فار اسکویڈ۔!"

"او کے سر۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ سنگ ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔

"یس سر...." تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

"داراب ہاؤس کے سٹنگ روم میں ایک تابوت رکھا ہوا ہے.... اسے چیک کرو۔ اگر اس میں دھاری دار آدمی کی لاش موجود ہو تو اُسے اٹھوا کر گاڑی میں رکھو اور وہاں سے روانہ ہو جاؤ.... پھر یہ دیکھنے کی کوشش کرو کہ تمہارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ سمجھ گئے۔"

"یس سر....!" آواز آئی۔

"جب پوری طرح اطمینان ہو جائے کہ تعاقب نہیں کیا جا رہا تو اس تابوت کو نمبر سات میں پہنچا دینا۔ اور ہال کے وسط میں اُسے رکھ کر واپس چلے جانا۔"

"اگر تعاقب کیا جائے تو کیا کریں۔" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اُس صورت میں تم اُسے پھر داراب ہاؤز واپس لے جانا اور جہاں رکھا ہوا تھا وہیں رکھ کر نمبر چار میں چلے جانا اور اس وقت تک وہیں رُکے رہنا جب تک کہ میں تمہیں کال نہ کروں۔"

"بہت بہتر جناب۔!"

ریسیور رکھ کر سنگ متبو ہاشی کی طرف مڑا۔

"یہ کس کی لاش کا قصہ ہے۔" متبو ہاشی نے سوال کیا تھا۔

"اُسی کی لاش کا... جسے تم داراب ہاؤز پہنچانا چاہتی تھیں۔"

"کیا وہ مر گیا....؟"

"ہاں....! وہ بھی مر گیا... اوہ... یاد آیا.... تم نے اُس کے سلسلے میں کہا تھا کہ وہ کسی طرح تمہارے لئے خطرناک ہو گیا تھا، اسی لئے تم نے اُسے بیہوشی کا انجکشن دے دیا تھا۔!"

"ہاں.... ایسا ہی ہوا تھا۔"

"آخر کس رویے کی بناء پر تم نے اُسے خطرناک سمجھا۔"

"کسی اجنبی کی طرف سے کسی عورت کے لئے کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟" وہ بھنا کر بولی۔

"تفصیل متبو ڈارلنگ۔!"

"فضول باتیں مت کرو۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"خیر...." سنگ نے طویل سانس لی اور دوسری بوتل کھولنے لگا۔

"میں نے وہ لاش یہیں منگوائی ہے۔! اگر تعاقب نہ کیا گیا تو جلد ہی پہنچ جائے گی۔" اُس نے متبو ہاشی کو اطلاع دی۔

"تو یہ نمبر سات ہے....؟" متبو ہاشی نے کہا۔

"تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے۔ ہاں میں نے فون پر نمبر سات ہی کہا تھا۔"

"لاش کا کیا کرو گے....؟"

"اس کے رویے میں تبدیلی کی وجہ معلوم کرنے کے لئے چھان بین کی جائے گی۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"جن لوگوں کے قبضے میں تھا۔ اُن کی رپورٹ کے مطابق اچانک ایک دن اُس کا دماغ الٹ گیا۔ ایک آدمی کو مار ڈالا۔ کئی دروازے توڑے۔ کئی دیواریں گرائیں۔ بالآخر انہیں اُس کو گولی مار دینی پڑی تھی۔"

"وہ ایسا تو نہیں تھا۔"

"اسی تبدیلی کی وجہ دیکھنی پڑے گی۔ اُنکے بیان کے مطابق اس تبدیلی سے قبل وہ سوتا رہا تھا۔"

"اگر تمہارے آدمیوں کو تعاقب کا علم نہ ہو سکا اور پولیس یہاں پہنچ گئی تو کیا کرو گے۔"

"اس عمارت میں قدم رکھنے والا کوئی اجنبی زندہ واپس نہیں جاسکتا۔"

"اسی لئے تم مجھے یہاں لائے تھے۔"

"اپنی بات مت کرو۔"

"وانگ لین نے مجھے بتایا تھا کہ تم بے حد خطرناک ہو۔"

"ساری دنیا کی پولیس کو میری تلاش ہے۔ لیکن ابھی تک تو کسی کے ہاتھ لگا نہیں.... اگر لگا بھی ہوں تو صرف تھوڑی دیر کے لئے۔"

"بین الاقوامی شہرت کے مالک ہو۔! وانگ لین کہہ رہا تھا کہ تم پر گولیاں اثر نہیں کرتیں۔ اور یہ تو میں بھی دیکھ چکی ہوں۔"

سنگ نئی کھولی ہوئی بوتل سے لمبے لمبے گھونٹ لینے لگا تھا!



انہوں نے داراب ہاؤس سے تابوت اٹھایا تھا اور گاڑی میں رکھ شہر کی سڑکوں کے چکر لگانے شروع کئے تھے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اُن کا تعاقب تو نہیں کیا جاتا۔ بڑی مشاقی کا ثبوت دیا تھا اور تھوڑی ہی دیر میں مطمئن ہو کر نمبر سات کا راستہ لیا تھا۔

اب بھی پوری طرح ہوشیار ہی تھے۔ دونوں جانب کے عقب نما آئینوں پر نظریں جمی ہوئی تھیں۔ بالآخر وہ اُس عمارت تک جا پہنچے تھے جو "نمبر سات" کہلاتی تھی.... گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور ایک آدمی نیچے اُتر کر پھاٹک ہی پر کھڑا رہا۔

گاڑی پورچ میں پہنچ گئی۔ پھاٹک پر رُک جانے والے نے پھاٹک بند کیا اور پورچ کی طرف چلا آیا۔ تابوت کو گاڑی سے اُتار کر وہ لوگ اندر لائے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے عمارت اُن کی دیکھی بھالی ہوئی ہو۔! سیدھے ہال میں آئے تھے اور تابوت کو وسط میں رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد چپ چاپ باہر چلے گئے تھے۔!

تین چار منٹ بعد ایک دروازے کا پردہ ہٹا تھا اور سنگ ہی متو ہاشی سمیت ہال میں داخل ہوا تھا۔ لیکن آگے بڑھنے کی بجائے وہیں رُک گیا۔ عجیب نظروں سے تابوت کو گھورے جا رہا تھا۔

"کیا بات ہے" متو ہاشی نے پوچھا۔

"کچھ نہیں! تم یہیں ٹھہرو۔" اُس نے کہا اور آہستہ آہستہ تابوت کی طرف بڑھنے لگا جیب

پستول بھی نکال لیا تھا۔

بائیں ہاتھ سے تابوت کا ڈھکنا اٹھایا.... اور ایک دم اُچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ آیا!

دھاری دار آدمی کی لاش اٹھ کر بیٹھ گئی تھی....! اُس نے سر گھما کر سنگ ہی کی طرف دیکھا سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"سوڈابائی کا رب سلام عرض کرتا ہے۔ خواتین و حضرات!" اُس نے سپاٹ لہجے میں کہا تھا۔

"تم زندہ ہو۔" سنگ نے مزید دو تین قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں زندہ ہوں۔"

"لیکن مجھے تو معلوم ہوا تھا کہ تمہیں گولی مار دی گئی۔"

"مجھے گولی نہیں ماری گئی۔"

"کیا تمہیں یاد ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"کہاں سے آئے ہو....؟"

"وہاں سے....!"

"جگہ کا نام بتاؤ۔"

"جگہ کا نام میں نہیں جانتا۔"

"کن لوگوں میں تھے۔"

"میں نہیں جانتا۔" اُس نے کہا اور تابوت سے باہر نکل آیا۔

"وہیں کھڑے رہو۔" سنگ نے اُس کی توجہ پستول کی طرف مبذول کراتے ہوئے کہا!

"تم بہت دبلے ہو....! اور بہت لمبے بھی۔" دھاری دار آدمی بولا۔

"اچھا تو پھر....؟"

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ بہت دُبلے اور بہت لمبے آدمی کو پکڑ کر اس صندوق میں بند کر دو۔" اُس نے تابوت کی طرف اشارہ کیا۔

"خبردار.... وہیں ٹھہرو.... ورنہ فائر کردوں گا۔"

"کردو فائر....!" وہ آگے بڑھا۔

"سنگ چھلانگ مار کر پیچھے ہٹا تھا! اور متو ہاشی نے چیخ کر کہا تھا۔

"مار دو گولی....!"

"تم چلی جاؤ یہاں سے" سنگ ہی نے اُس کی طرف مڑے بغیر کہا۔!

لیکن وہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

"رُک جاؤ.... میری بات سنو۔" سنگ نے دھاری دار آدمی سے کہا۔

وہ رُک کر کسی بُت کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا۔ پھر سنگ نے متو ہاشی سے پوچھا تھا۔ "کیا تم چلی گئیں۔"

"نہیں....!" متو ہاشی نے جواب دیا۔

"میرے قریب آجاؤ۔"

"نن.... نہیں.... میں یہیں ٹھیک ہوں!" متو ہاشی نے جواب دیا اور اس جواب پر نہ جانے کیوں سنگ نے دانت پیسے تھے، پھر دھاری دار آدمی سے بولا تھا۔ "جہاں کھڑے ہو.... وہیں ٹھہرو.... تھوڑی دیر بعد میں خود کو تمہارے حوالے کر دونگا۔ مجھے پکڑ کر صندوق میں بند کر دینا۔!"

"بہت اچھا۔!" اُس نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔

سنگ پلٹ کر تیزی سے متو ہاشی کے پاس پہنچا۔!

"میں اسے گولی نہیں مار سکتا۔" اُس نے آہستہ سے کہا "خاصی رقم خرچ ہوئی ہے اس تجربے پر۔!"

"تو پھر میں کیا کروں۔ کہیں وہ سچ مچ تمہیں پکڑ کر تابوت میں بند ہی نہ کر دے۔"

"اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ تم آگے بڑھ کر اُسے باتوں میں الجھاؤ.... اور میں اُسے قابو کر لینے کی تدبیر کروں۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو۔!"

"اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تم اُسے باتوں میں الجھا سکو گی۔!"

"میں اُس کے قریب نہیں جاؤں گی۔ تمہیں بتا چکی ہوں۔"

"میں بھی یہیں موجود ہوں۔ تم ڈرتی کیوں ہو۔!"

"کچھ بھی ہو.... میں اُس کے قریب نہیں جاؤں گی۔ کیا تم اُسے زیر نہیں کر سکتے ٹوٹ پڑو۔ وانگ لین نے تمہاری بے پناہ قوت کا بھی ذکر کیا تھا۔!"

"میں بے چارہ کیا چیز ہوں.... اسے تو دس ہاتھی بھی زیر نہیں کر سکیں گے۔"

"بہر حال! میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔!"

"ادھر دیکھو....!" سنگ نے متو ہاشی کا بازو پکڑ کر دھاری دار آدمی کو آواز دی۔

"دیکھ رہا ہوں۔"

"یہ عورت تمہیں کیسی لگتی ہے۔"

"اچھی لگتی ہے۔"

متو ہاشی نے بائیں ہاتھ سے سنگ ہی کے گال پر تھپڑ رسید کیا تھا۔ لیکن وہ اپنا بازو نہیں چھڑا سکی تھی۔ انگلیاں گوشت میں پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"مجھے چھوڑ دو کتے ذلیل.... ذلیل....!"

"اچھی لگتی ہے تو سنبھال لو اسے....!" سنگ اُسے دھاری دار آدمی کی طرف گھسیٹتا ہوا بولا۔

"ٹھہر جاؤ۔" دھاری دار آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا "مجھ سے عورت کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔!"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے! میں کہہ رہا ہوں۔"

"مجھے سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ تمہارا کہنا نہ مانوں۔"

سنگ نے متو ہاشی کا بازو چھوڑ دیا.... لیکن متو ہاشی وہاں سے بھاگ کھڑی ہونے کی بجائے سنگ ہی پر ٹوٹ پڑی۔

"ارے.... ارے....!" سنگ اُسے خود سے الگ رکھنے کی کوشش کرنے لگا! لیکن وہ اُس سے بُری طرح چمٹ گئی تھی اور اب دھاری دار آدمی نے بھی اُنکی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔

"ٹھہر جاؤ.... تم وہیں ٹھہرو....!" سنگ نے چیخ کر کہا۔

لیکن وہ آہستہ آہستہ اُن کی طرف بڑھتا ہی رہا۔ دفعتاً متو ہاشی لہرا کر گری تھی اور سنگ اچھل کر بھاگا تھا.... دھاری دار آدمی نے بھی چھلانگ لگائی تھی لیکن دروازے سے نہ گزر سکا! اُچھل کر دھڑام سے فرش پر آگرا تھا.... پھر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

چند لمحے کھڑا ادھر اُدھر دیکھتا رہا تھا۔ پھر اسٹول پر رکھے ہوئے بڑے سے پیتل کے گلدان کو اٹھا کر دروازے کی طرف اچھال دیا تھا۔ لیکن اُس کا بھی وہی حشر ہوا جو خود اُس کا ہوا تھا۔ یعنی دروازے سے گذر جانے کی بجائے وہاں سے پلٹ کر پھر ہال میں آگرا تھا۔

باری باری سارے دروازوں کو اسی طرح آزمایا تھا۔ لیکن گلدان کسی سے بھی نہ گزر سکا۔

سنگ ایک دروازے کے سامنے کھڑا اُس کی حرکتیں دیکھے جارہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔" اُس نے چیخ کر کہا۔

"کچھ کچھ کچاتا۔" دھاری دار آدمی بولا۔

"کیا کہہ رہے ہو میں نہیں سمجھا۔!"

"چی چوں چیاٹ.... چانچ.... چرساتا...." کہہ کر وہ متوہاشی کے قریب جا بیٹھا.... اور اُسے ہلانے جلانے لگا لیکن بڑی آہستگی سے۔

"ہاں ہاں.... تم اس سے جی بہلاؤ.... میں تمہارے ناشتے کا انتظام کرتا ہوں۔" سنگ نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ متوہاشی زندہ تھی۔ لیکن ہوش میں نہیں تھی۔ پھر شاید دو تین منٹ بعد اُس نے آنکھیں کھولی تھیں اور اُسے قریب بیٹھا دیکھ کر خوف زدہ انداز میں چیخنے لگی تھی۔

"ڈرو نہیں....!" وہ آہستہ سے بولا "میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"وہ.... وہ.... سور کہاں گیا....!"

"میں نہیں جانتا۔"

متوہاشی اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑی تھی اور پھر اُسی کیطرح اُچھل کر ہال میں آگری تھی۔

پھر اُس کی خوف زدہ سی چیخیں کسی طرح رُکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھیں۔! دھاری دار آدمی خاموش بیٹھا اُسے دیکھتا رہا۔ اٹھانے کے لئے آگے نہیں بڑھا تھا۔ آخر کار متوہاشی نے کسی نہ کسی طرح اپنی غیر ارادی چیخوں پر قابو پایا تھا اور خود ہی اٹھ بیٹھی تھی۔

"کسی نظر نہ آنے والی قوت نے مجھے بھی اُسی طرح اٹھا کر پھینک دیا تھا۔" دھاری دار آدمی بولا "تم کسی بھی دروازے سے باہر نہ نکل سکو گی۔"

"تم نے پہلے ہی کیوں نہیں بتایا تھا مجھے۔"

"بھول گیا تھا۔"

"تم اُسے پکڑ کر تابوت میں بند نہیں کرسکو گے۔"

"کوشش تو کرتا ہی رہوں گا۔ مجھ سے یہی کہا گیا ہے۔"

"کیا تم واقعی مجھے نہیں پہچان سکے۔"

"نہیں میں نہیں پہچان سکا۔"

"تم نے مجھے لالہ زار ہوٹل میں دیکھا تھا۔"

"مجھے یاد نہیں۔"

"اب وہ تمہیں پکڑنا چاہتا ہے۔! مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں باتوں میں الجھاؤں تاکہ وہ تم پر قابو پاسکے.... لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔"

"تم بیہوش کیسے ہو گئی تھیں۔"

"اُس نے میری ریڑھ کی ہڈی پر ایک جگہ دباؤ ڈالا تھا اور میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا.... میری بات سنو.... کیا تم سچ مچ اُسے پکڑ کر تابوت میں بند کر دو گے۔"

"مجھ سے یہی کہا گیا ہے۔"

"اچھا تو میں ایک تدبیر بتاتی ہوں....! تم پھر تابوت میں لیٹ جاؤ۔ وہ آئے گا تو اُسے بتاؤں گی کہ تم خود تابوت میں جا لیٹے تھے! مجھ سے کہا تھا کہ نیند آرہی ہے۔"

"اس سے کیا ہوگا....!"

"جیسے ہی وہ تابوت کے قریب جا کر کھڑا ہو، پکڑ لینا۔"

"بہت اچھا....!" اُس نے سر ہلا کر کہا اور تابوت کی طرف مڑ گیا۔

پھر وہ چپ چاپ اُس میں لیٹ گیا تھا۔ ڈھکنا کھلا ہی رہا۔ متوہاشی جہاں تھی وہیں فرش پر بیٹھ گئی۔

کچھ دیر بعد سنگ اُسی دروازے کے سامنے کھڑا نظر آیا جس سے فرار ہوا تھا۔

"وہ کہاں گیا....!" اُس نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

متوہاشی آہستہ آہستہ اُس کی طرف مڑی اور بولی "تم سے بڑا بے غیرت بھی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا....!"

"غیر سائنٹیفک باتیں مت کرو۔ بتاؤ وہ کہاں ہے۔"

"تابوت میں سو رہا ہے....! جو تم نے چاہا تھا۔ وہی ہوا.... پھر بولا مجھے نیند آرہی ہے اور تابوت میں لیٹ کر سو گیا۔"

"ویری گڈ....! اس صدی کا سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے تم نے۔ اب میں دیکھوں گا کہ وہ تمہاری سزائے موت کیسے منسوخ نہیں کرتے۔"

"مگر تم رہو گے سور کے بچے ہی....!" وہ بھنا کر بولی۔

"اس سے میری صحت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" اُس نے ہنس کر کہا۔

متیو ہاشی بڑی روانی سے اُسے گالیاں دیتی رہی تھی۔ اور اس نے بائیں جانب ہٹ کر دیوار پر لگا ہوا ایک پاور سوئچ آف کیا تھا۔ پھر دروازے سے گزر کر ہال میں داخل ہوا۔ متیو ہاشی جہاں تھی وہیں بیٹھی رہی۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا تابوت کے قریب پہنچا اور جھک کر دیکھنے لگا۔ بجلی کی سی سرعت سے دو ہاتھ اوپر اٹھے تھے اور اُس کی گردن پکڑ کر اُسے تابوت میں کھینچ لیا تھا۔

اور پھر سنگ کی ریڑھ کی ہڈی چٹخنے لگی تھی۔

"دھوکا.... دھوکا...." سنگ حلق پھاڑ کر چیخا۔ "یہ تم ہو خبیث تت توم....!"

دفعتاً اُس کی آواز گھٹ کر رہ گئی.... دھاری دار آدمی اُچھل کر تابوت کے باہر آیا اور بڑی پھرتی سے اُس کا ڈھکنا بند کر کے کنڈی لگا دی۔

"بہت اچھے....!" متیو ہاشی اُس کے قریب پہنچ کر بولی "اب میں خود کو تمہارے حوالے کر سکتی ہوں۔"

"تمہارا کیا میں اچار ڈالوں گا۔" دھاری دار آدمی نے کہا۔

"مم مطلب.... یہ کہ.... ہوٹل لالہ زار میں تم نے مجھے دوسری نظروں سے دیکھا تھا۔"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں اتنا کمینہ ہوں۔"

"تو کیا تمہاری یادداشت واپس آگئی ہے۔" متیو ہاشی نے حیرت سے کہا۔

"کھوئی کب تھی۔"

"تمہارا کیا نام ہے۔"

"فتح محمد خان....!"

"بڑی عجیب بات ہے....؟ کیا تم نے اُسے مار ڈالا۔"

"نہیں....! جس طرح اُس نے تمہاری ریڑھ کی ہڈی پر دباؤ ڈال کر تمہیں بیہوش کیا تھا اُسی طرح میں نے بھی کر دیا۔"

"اب کیا کرو گے۔"

"اسے یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"کہاں لے جاؤ گے۔"

"انہی لوگوں کے پاس جنہوں نے مجھے یہاں بھیجا تھا۔"

"خام خیالی ہے تمہاری.... اس کی مدد کے بغیر تم عمارت سے باہر نہیں نکل سکتے۔!"

"پھر تم نے مجھے اس کے پکڑنے کی تدبیر کیوں بتائی تھی۔"

"اس پر غصہ آگیا تھا۔ جواب فرو ہو چکا ہے۔"

"یہاں کتنے آدمی ہیں۔"

"ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا.... لیکن ٹھہرو.... میں ذرا ایک بار اور دیکھ آؤں۔"

"میں بھی چل رہا ہوں۔" دھاری دار آدمی نے کہا۔

"اوہ.... ادھر دیکھو.... ڈھکنا ابھی ہلا تھا۔" متیو ہاشی نے تابوت کی طرف اشارہ کر کے کہا "وہ شاید ہوش میں آرہا ہے۔"

"وہ تابوت کی طرف مڑا ہی تھا کہ متیو ہاشی چھلانگیں مارتی ہوئی ہال سے باہر نکل آئی اور جھٹ کر وہ سوئچ آن کر دیا جسے آف کر کے سنگ کو اندر آتے پہلے ہی دیکھ چکی تھی۔

دھاری دار آدمی نے اُس کے بعد دوڑ لگائی لیکن دروازے کے قریب پہنچتے ہی اچھل کر پھر اندر ہی جا گرا۔ متیو ہاشی سامنے کھڑی بُری طرح ہنس رہی تھی.... دھاری دار آدمی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"اُس سے بگاڑ کر میں نے غلطی کی تھی۔" متیو ہاشی نے کہا "اگر تم نے اُسے کوئی نقصان پہنچایا تو میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

"اے عورت....! آخر اس کیچوے میں کیا رکھا ہے۔" دھاری دار آدمی نے پوچھا۔

"اگر تم غیر معمولی طور پر طاقتور نہ بنا دیئے گئے ہوتے تو وہ تمہاری ہڈیاں توڑ کر رکھ دیتا۔"

"کیا وہ تمہارا شوہر ہے۔"

"نہیں میرا محبوب ہے۔"

"کب سے....!"

"تم تو اس قسم کے سوالات کر رہے ہو جیسے مجھ سے بھی واقف ہو اور اس سے بھی۔"

"میں عورت اور مرد جانتا ہوں۔ تم عورت اور وہ مرد لیکن تم ہر گز ایسی عورت نہیں ہو
وہ مرد ہے.... لہذا تم دونوں کا ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں کیسی عورت ہوں۔"

"بے حد خوب صورت... پھولوں کی شہزادی لگتی ہو۔ تمہارے لئے کوئی پری زاد ہونا چاہئے

"اے کیوں بکواس کر رہا ہے۔" تابوت کے اندر سے گھٹی گھٹی سی آواز آئی اور اس کا
ملنے لگا۔ پھر تابوت کے اندر ہی سے فائر ہوا تھا اور دھاری دار آدمی اچھل کر ایک طرف ہو
تھا.... تابوت میں اُس جگہ سوراخ ہو گیا تھا جہاں سے گولی چلائی گئی تھی۔

"سنگ!" دفعتاً متیو ہاشی نے چیخ کر کہا "میں نے اسے ہال ہی تک محدود کر دیا ہے۔ میں
اُس سوئچ کو دیکھ لیا تھا.... خود ہال سے نکل گئی ہوں۔ کیا میری آواز تم تک پہنچ رہی ہے۔"

پتا نہیں سنگ نے سنا بھی تھا یا نہیں لیکن اس بار اُس نے اندر سے تابوت کی کنڈی پر فائر
تھا... شائد دھاری دار آدمی نے بھی اُسے محسوس کر لیا تھا کہ یہ فائر بے مقصد نہیں تھا
نے تیزی سے پوزیشن بدلی تھی۔

"ٹھیک ہے کنڈی پر فائر کئے جاؤ۔" متیو ہاشی پھر چیخی تھی۔

اور دوسرا فائر بھی کنڈی ہی پر ہوا تھا۔ کنڈی نکل گئی۔ ڈھکنا تیزی سے کھلا تھا۔ لیکن دھا
دار آدمی اُس سے پہلے ہی ڈھکنے کے پیچھے پہنچ چکا تھا۔ اس طرح سنگ ہی کو چوتھے فائر کا موقع
مل سکا۔ دھاری دار آدمی نے اُس کے ریوالور والے ہاتھ پر جوڈو کا وار کیا تھا۔

ریوالور اچھل کر دور جا پڑا.... اور پھر اُس نے سنگ کو نظر انداز کر کے ریوالور کے لئے
لگائی تھی.... اور اُسے اٹھا لینے میں کامیاب بھی ہو گیا۔ سنگ نے اُس پر چھلانگ لگائی لیکن وہ
کی گرفت میں نہ آسکا۔

"بس.... دھاری دار آدمی نے پھرتی سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "ٹھہر جاؤ ابھی اس میں
گولیاں باقی ہیں۔"

"اس حرکت پر میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔" سنگ اُسے گھورتا ہوا بولا۔ وہ جہاں
وہیں رُک گیا تھا۔

"دو ہی صورتیں تھیں.... یا اس عمارت کو بم سے اڑا دیتا یا پھر تمہیں پکڑنے کی کو

کرتا۔" دھاری دار آدمی نے کہا۔

"کیا تم لوگ اُس لاش کو شہد لگا کر چاٹو گے۔"

"لاش ہاتھ آ گئی ہوتی تو خطرہ مول کیوں لیتا۔" اُس نے تابوت کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا مطلب....!" سنگ اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"جہاں دفن کی تھی وہاں سے غائب ہو گئی۔"

"عمران....! تم مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ مجھے۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے!" متیو ہاشی چیخی۔ "میں نے سوئچ آن کر دیا ہے۔ وہ باہر نہیں نکل سکے گا۔"

"بکواس بند کرو.... یہ وہ نہیں ہے" سنگ غصیلے لہجے میں بولا۔

"تم نے مجھ سے فراڈ کیا تھا۔"

"میں نے کیا فراڈ کیا تھا۔" متیو ہاشی بھنا کر بولی۔

"تم نے مجھے جو کچھ باور کرانے کی کوشش کی تھی، وہ اس بد نصیب پر سراسر بہتان تھا۔ اس
کی تو یہ اداکاری بھی نہیں کر سکتا۔"

"کیوں شرمندہ کر رہے ہیں چچا جان....!" عمران آہستہ سے بولا۔

"مت بکواس کرو.... بتاؤ.... وہ لاش کہاں ہے۔"

"وہ لاش مجھے سینکڑوں زندہ افراد سے زیادہ عزیز نہیں ہو سکتی۔!" عمران نے کہا اور ریوالور اُسکی
طرف اچھالتا ہوا بولا۔ "سنبھالو اسے.... مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اب تم شوق سے گولی مار سکتے ہو۔"

سنگ نے ریوالور ہاتھوں پر روک کر جیب میں ڈال لیا تھا۔

کچھ دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھتے رہے پھر سنگ ہی نے متیو ہاشی سے
کہا "سوئچ آف کر دو۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" متیو ہاشی بولی۔

تمہیں اس کا اصل چہرہ دکھانا چاہتا ہوں۔ بہت خوبصورت ہے۔ فوراً مر مٹو گی۔" سنگ نے
بھنا کر کہا۔

"یعنی جنگ ختم ہو گئی۔"

"تم بکواس کئے جاؤ گی۔ میں کہتا ہوں سوئچ آف کر دو۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" متوہاشی ہنس کر بولی "پہلے تم بتاؤ کہ یہ کون ہے۔"

"میرا سب سے خطرناک دشمن علی عمران جس کا ذکر میں تم سے کر چکا ہوں۔"

"اور تم نے ریوالور جیب میں ڈال لیا ہے۔"

"دو عدد کارتوس نہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ اس کا! اسی لئے اس نے ریوالور میرے حوالے کر دیا ہے۔"

"تم پاگل ہوگئے ہو.... یہ پولیس کا آدمی ہے۔! ورنہ اس روپ میں کیسے آسکتا۔"

"میں جانتا ہوں" سنگ نے کہا "تم سوئچ آف کر دو۔"

"تو گویا تم پولیس سے مل گئے ہو۔!"

"تیرا دماغ تو نہیں چلا گیا....! میں کہتا ہوں سوئچ آف کر دے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ بہترین موقع ہاتھ آیا ہے کہ میں دوسرے بڑوں کو مطلع کر کے اپنا قصور معاف کرالوں۔"

"کس بات سے مطلع کر کے۔"

"سنگ ہی نے غداری کی ہے۔ پولیس سے مل گیا ہے! تنظیم کو نقصان پہنچائے گا۔" کہہ کر وہ مڑی تھی....اور نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

"عبرت.... عبرت۔" عمران دردناک لہجے میں بولا "وانگ لین کے ساتھ ہی اسے بھی روانہ کر دیا ہوتا.... مگر تمہارا اندیدہ پن نہیں جاتا۔"

"اس پائے کی کتیا آج تک میری نظروں سے نہیں گزری.... اگر اُس نے سوئچ آف نہ کیا تو یہاں سے نکلنا ناممکن ہوگا۔"

"ویسے کیا یہ تنظیم میں کوئی ایسی حیثیت رکھتی ہے کہ تمہارے نام سے بھی واقف ہو جاتی۔" عمران نے سوال کیا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اُسے وانگ لین نے میرا نام بتایا تھا۔" سنگ نے کہا.... اور پھر وانگ لین کی کہانی دہراتا ہوا بولا "اگر تم نے وانگ لین کے سلسلے میں چھان بین نہ کر ڈالی ہوتی اور مجھے آگاہ نہ کر دیتے تو وہ لومڑی کا بچہ میری لاعلمی میں مجھ پر حملہ آور ہوتا اور شاید اس وقت میری لاش کہیں پڑی سڑ رہی ہوتی۔"

"اور تم اُسی عورت کے ساتھ عیش کر رہے تھے" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"ہائے بھتیجے.... تم عورت کے مقام سے ناآشنا ہو.... وہ اُس وقت بھی عورت ہی ہوتی ہے جب گردن پر چھری پھیر رہی ہوتی ہے۔"

پھر اُس نے بہت زور سے "عورت" کا نعرہ لگایا تھا اور سینہ پیٹ پیٹ کر ناچنے لگا تھا۔

عمران کھڑا ہنستا رہا.... دفعتاً متوہاشی پھر دروازے پر نظر آئی۔

سنگ ناچتا رہا.... عمران نے اپنے بال مٹھی میں جکڑ کر زور لگایا تھا اور چہرے پر چڑھا ہوا رنگین دھاریوں والا پلاسٹک کا خول اُتر گیا تھا۔

"نہیں۔" متوہاشی اچھل کر چیخی تھی.... "یہ تو.... وہ عمران ہے۔"

"کون عمران۔" سنگ رک کر غرایا اور اُسے گھورنے لگا....!

"ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں اس کی حماقتوں کے چرچے ہیں۔ وہیں کئی بار دور سے دیکھا تھا۔"

"اب تو قریب سے بھی دیکھ لیا.... سوئچ آف کر دو۔" سنگ نے نرم لہجے میں کہا۔

"فون کام نہیں کر رہا۔ لائن ڈیڈ ہوگئی ہے....!"

"سوال تو یہ ہے کہ تم کسے مطلع کرتیں۔"

"نمبر تین کو....!"

سنگ نے قہقہہ لگا کر کہا "بیوقوف عورت وہ میرے چارج میں ہیں۔ مجھے مطلع کر دیں گے کہ متوہاشی نامی عورت کیطرف سے یہ پیغام موصول ہوا ہے! تم میرے علاوہ اور کسی بڑے کو نہیں جانتیں۔"

"پھر میں کیا کروں....!" وہ مایوسی سے بولی۔

"سوئچ آف کر دو۔"

"تم مجھے مار ڈالو گے۔"

"ہاتھ ٹوٹ جائیں میرے اگر آج تک کسی عورت پر اٹھے ہوں۔"

"خواہ اُس نے کچھ بھی کر ڈالا ہو۔"

"ہاں میری جان۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہیں چچا جان۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں نے انہیں عورتوں سے جوتیاں کھاتے بھی دیکھا ہے۔"

"ابے تو چپ رہ....!" سنگ بھنا کر بولا۔

"تمہاری بات میں مزید زور پیدا کرنے کے لئے بطور حوالہ عرض کر دیا تھا۔"

متوہاشی کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ پھر آگے بڑھ کر سوئچ آف کرنے لگی۔

"تم اُسے بیہوش کر دینا۔" سنگ نے آہستہ سے عمران کے کان میں کہا تھا۔

"آنکھ مار کر۔" عمران نے پوچھا... پھر بولا "ہاتھ تو میرا بھی نہیں اٹھ سکتا کسی عورت پر۔"

"حرامی پن نہیں۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو۔"

وہ ہال سے باہر آئے تھے۔ اچانک سنگ ایک بار پھر عمران پر ٹوٹ پڑا تھا۔ عمران گڑبڑا گیا... وہ تو اُسی کے کہنے کے مطابق متوہاشی کو بیہوش کر دینے کی گھات میں تھا.... پھر بھی اُس نے کنائی کاٹ کر متوہاشی کے شانے پکڑ لئے اور اُسے ڈھال بنائے ہوئے سنگ سے بولا "بس دور ہی رہنا مجھ سے ورنہ میں تو صرف چٹنی بنانا جانتا ہوں یہ دیکھے بغیر کہ نر ہے یا مادہ۔"

"میں تو مذاق کر رہا تھا" سنگ نے پلٹا کھایا "یہ چینی کی گڑیا بہت نازک ہے اسے اس بے دردی سے جھکولے مت دو۔"

عمران اُسکی بات کا جواب دینے کی بجائے بوکھلا کر ہال کے اندر دیکھنے لگا۔ غیر ارادی طور پر سنگ بھی ادھر مڑا ہی تھا کہ عمران نے متوہاشی کو ایک طرف ہٹا کر زوردار لات اُسکی کمر پر رسید کی۔ وہ اچھل کر دروازے سے گزرتا ہوا ہال میں جا پڑا۔ پھر قبل اسکے کہ اپنی جگہ سے جنبش بھی کر سکتا۔ عمران نے جھپٹ کر وہی سوئچ آن کر دیا۔ جسکی کارکردگی کچھ دیر قبل اسکا بھی راستہ روک چکی تھی۔

اس کے بعد اس نے متوہاشی کے دونوں ہاتھ پکڑے تھے اور منہ سے تال دے کر ناچنے لگا تھا۔ کبھی گیٹار کی آواز نکالتا اور کبھی بونگو کی۔ متوہاشی متحیرانہ انداز میں اس کا ساتھ دیئے جارہی تھی۔ سنگ ہی دروازے کے قریب کھڑا دانت پیستا رہا۔

"اب کیا خیال ہے بھتیجے کے چچا" عمران نے ہنس کر پوچھا۔

"میں تجھے فنا کر دوں گا۔"

پتہ نہیں کیوں اس بار عمران کے ساتھ متوہاشی نے بھی قہقہہ لگایا تھا.... سنگ انہیں گھورتا رہا کچھ بولا نہیں۔

"اب میں تم سے وہ دونوں لاشیں وصول کروں گا۔" دفعتاً عمران نے کہا۔

"اگر مجھے اُن کے بارے میں کچھ معلوم ہوگا تو ضرور وصول کر لو گے۔"

"غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ لاشوں کے غائب ہو جانے میں تمہارا ہاتھ نہیں تھا۔"

"بکواس بند کرو۔ کیا میں تمہیں یقین دلانے بیٹھوں گا کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔ تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔"

"یہ ہے میری حیثیت" عمران متوہاشی کی طرف اشارہ کر کے بولا تھا اور سنگ نے اُسے ایک گندی سی گالی دی تھی۔

"تم نے تین قتل کئے ہیں میرے ملک میں۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"ابھی تین ہزار اور کروں گا۔"

"سنو....! میری بات سنو۔" متوہاشی عمران کا ہاتھ پکڑ کر الگ لے جانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ سنگ نے مسکرا کر اُسے آنکھ ماری تھی اور وہ بوکھلا کر عمران کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"میں تم سے کوئی فریب نہیں کروں گی۔" وہ آہستہ سے بولی "اُسکی حرکتوں پر دھیان نہ دو۔"

وہ اُسے کشادہ راہداری کے سرے پر لے گئی تھی۔

"اب یہاں سے جتنی جلد ممکن ہو نکل چلو۔" متوہاشی نے کہا۔

"اسے یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔! ساتھ لے جاؤں گا۔"

"اگر کچھ لوگ پہنچ گئے تو....؟"

"دیکھا جائے گا.... فون کہاں ہے۔"

"فون کو تو ہاتھ بھی نہ لگانا۔"

"کیوں....؟" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"کالیں براہِ راست نہیں ہوتیں۔ یہاں سے کہیں اور جاتی ہیں۔ جہاں سے انہیں ڈائرکٹ کیا جاتا ہے اور پھر لائن بھی ڈیڈ ہو گئی ہے۔"

"شکریہ متوہاشی۔"

"کس بات کا شکریہ۔"

"اس اطلاع کا۔"

"میں ان لوگوں سے بیزار ہو گئی ہوں....! میری مدد کرو، میں نے تمہیں ٹپ ٹاپ میں بارہا

دیکھا ہے۔ لیکن تعارف نہ ہونے کی بناء پر کبھی مل نہیں سکی۔! ویسے دل چاہتا تھا.... اوہ وہ دیکھو.... وہ تابوت کا ڈھکنا اٹھا رہا ہے۔"

عمران تیزی سے ہال کے دروازے کی طرف مڑا۔ سنگ ڈھکنا اٹھا کر تابوت میں داخل ہو گیا تھا۔ پھر شاید ڈھکنا بند کیا تھا۔

عمران نے کچھ کہنا چاہا لیکن فرطِ حیرت سے زبان لڑکھڑا گئی۔

پھر اچانک تابوت فرش میں دھنسنے لگا تھا۔ تابوت کے حجم سے بڑا خلا فرش کے درمیان پیدا ہوا تھا۔ عمران نے لپک کر سوئچ آف کر دیا۔ لیکن جتنی دیر میں تابوت تک پہنچتا فرش برابر ہو چکا تھا۔ شاید اس سے پہلے ہی پہنچ جاتا اگر اس چکر میں نہ پڑ گیا ہوتا کہ متو ہاشی کو ہال کے باہر نہ چھوڑے۔ اُس کا بازو پکڑ کر اسے بھی ساتھ لے چلا تھا۔

"چلو اب نکلو یہاں سے۔ وہ تو گیا ہاتھ سے۔" عمران اُسے دوبارہ دروازے کی طرف کھینچتا ہوا بولا۔

"اب کیا ہوگا۔" وہ منمنائی۔

"تمہاری حفاظت کی جائے گی۔ فکر نہ کرو۔ باہر نکلنے کی کوشش کرو۔"

کسی نہ کسی طرح وہ صدر دروازہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے تھے جو مقفل نہیں تھا۔ باہر نکلے.... خاصی بڑی اور سر سبز کمپاؤنڈ تھی۔

"اب مجھے یاد آیا۔" متو ہاشی نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "اُس نے اپنے آدمیوں کو فون پر خاص طور پر ہدایت دی تھی کہ تابوت کو ہال کے وسط میں رکھا جائے۔"

"جتنی جلدی ممکن ہو اس عمارت سے دور نکل چلو۔"

"کک.... کیوں....!" وہ ہکلائی۔ لیکن عمران بڑی پھرتی سے نیچے جھکا اور اُسے اٹھا کر کاندھوں پر ڈال لیا۔ پھر وہ احتجاج کرتی رہ گئی تھی اور اس نے پھاٹک کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔

پھاٹک سے گزر کر سڑک پر نکل آیا۔ لیکن وہ بدستور اُس کے کاندھے ہی پر پڑی رہی۔ جتنا تیز دوڑنا ممکن تھا اُس میں کوتاہی نہیں ہو رہی تھی۔

"یہ کیا بیہودگی ہے...." متو ہاشی جھلا کر بولی "اُتار دو مجھے لوگ دیکھ رہے ہیں۔!"

مجھے بھی ڈر ہے کہ کہیں... لوگ.... اغوا بالجبر نہ سمجھ لیں۔" عمران رک رک کر بولا تھا۔

واقعی کچھ لوگ شور مچاتے ہوئے اُن کے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" عمران بڑبڑایا۔

جواب میں وہ کچھ کہنے ہی والی تھی.... کہ ایک زوردار دھماکا ہوا اور وہ عمران کے کاندھے سے پھسل کر زمین پر آ رہی.... اُن کے پیچھے دوڑنے والے بوکھلا کر تتر بتر ہو گئے تھے۔ کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہا تھا۔ چاروں طرف بھگدڑ پڑ گئی۔ لیکن عمران کو متو ہاشی کی سدھ رہی تھی.... اُس نے اُسے جھٹکے کے ساتھ اٹھایا اور ہاتھ پکڑ کر دوڑنے لگا تھا۔

"میں گر جاؤں گی.... میں مر جاؤں گی۔" وہ چیختی جا رہی تھی۔

بدقت تمام وہ ایک ٹیکسی تک پہنچے تھے۔ لیکن ٹیکسی ڈرائیور بھی بدحواس نظر آ رہا تھا۔

"بم پھٹا ہے شاید۔" عمران نے اُس سے کہا۔ "اس کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ دل کی مریضہ ہے.... چلے چلو بھائی۔"

ٹیکسی میں بیٹھ جانے کے بعد وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"یہ کیا تھا۔ یہ کیا ہوا....؟"

"سنگ نے عمارت تباہ کر دی....! مجھے خدشہ تھا اسی لئے اس طرح بھاگا تھا۔"

"خدا کی پناہ.... اب کیا ہوگا....؟"

"فکر مت کرو.... میکونو بھی ہمارا مہمان ہے۔! تم بھی آرام سے رہو گی۔"

"میں نہیں سمجھی....! تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"قیدی نہیں مہمان....! وانگ لین کو تم نے نہیں قتل کیا۔"

"تت.... تم کیا جانو۔!"

"تم نے شاید سنگ پر اپنے اعشاریہ دو پانچ کے پستول سے گولی چلائی تھی۔"

"ہاں یہ درست ہے۔ لیکن وہ زخمی بھی نہیں ہو سکتا تھا۔"

"تمہارے پستول کی گولی بھی مل گئی ہے۔ وانگ کو اعشاریہ تین دو کے ریوالور سے قتل کیا گیا تھا۔"

"اس کے باوجود بھی مجھے خود کو مردہ تصور کرنا چاہیے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تمہیں اُن لوگوں سے محفوظ رکھا جائے گا۔"

"کن لوگوں سے۔"

"جن سے تم نے غداری کی ہے۔"

"اوہ....!" وہ حیرت سے اُسے دیکھنے لگی تھی۔

"سب ٹھیک ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

متو ہاشی نے پشت گاہ سے ٹک کر آنکھیں بند کر لیں.... عمران نے ٹیکسی ڈرائیور کو چند ہدایات دی تھیں اور متو ہاشی سے بولا تھا۔ "بعض اوقات ہم نہیں سمجھ پاتے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ درست بھی ہے یا نہیں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔؟" متو ہاشی نے آنکھیں کھول کر سیدھے بیٹھتے ہوئے کہا۔! عمران نے فوراً ہی جواب نہیں دیا تھا۔

"تم بولتے کیوں نہیں....! کیا مجھ پر کوئی اور الزام بھی ہے۔" متو ہاشی نے اُس کے بائیں پہلو پر انگلی رکھ کر پوچھا۔

"نہیں.... کوئی نیا الزام نہیں ہے۔"

"میں اُن لوگوں کے لئے کام کرنے پر مجبور تھی۔"

"مجبوری کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔"

"بلیک میلنگ.... مجھے بلیک میل کر کے تنظیم میں شامل کیا گیا تھا۔"

"بلیک میلنگ کی وجہ نہیں پوچھوں گا۔"

"کیا تمہارا تعلق کارِ خاص کے محکمے سے ہے۔"

"نہیں.... سنگ ہی سے میرے تعلقات خوش گوار نہیں ہیں۔ اس لئے ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی گھات میں رہتے ہیں۔"

"وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔"

"میں جانتا ہوں" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اس کے باوجود بھی تم نے لاش بن کر اُس کے سامنے آنے کا خطرہ مول لیا تھا۔"

"ایسے خطرات میں پڑنا میری ہابی ہے۔"

"میں تمہیں اس حد تک خطرناک نہیں سمجھتی تھی۔"

"اب بھی نہ سمجھو۔"

متو ہاشی نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔ ٹیکسی درمیانہ رفتار

سے چلتی رہی۔

"کیا تم اُن کے اس تجربے کے مقصد سے آگاہ ہو۔" عمران نے تھوڑی دیر بعد سوال کیا۔

"مقصد سے تو سنگ بھی آگاہ نہیں ہے۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ انہیں اُس تجربے کے لئے ایسے لوگوں کی تلاش رہتی ہے جن کے خون کا گروپ "بی" ہو اور سرخ خلیوں میں آر ایچ فیکٹر نہ پایا جاتا ہو۔!"

"تمہیں کیوں کر علم ہوا۔"

"اس لئے کہ ہمیں ہی ایسے لوگوں کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔"

"کہاں بھیجے جاتے ہیں ایسے لوگ۔"

"سردار گڑھ، اُن پر وہ عمل وہیں ہوتا ہے۔"

"کسی خاص جگہ کی نشان دہی کرو۔"

"سردار گڑھ کا ایک فون نمبر ہے....! اس پر رنگ کر کے اطلاع دی جاتی ہے اور وہ نمبر ہے ہاسوفنگ کمپنی کا جو سائنسی آلات کی تجارت کرتی ہے۔"

"جس کا سربراہ سرنگی ہے۔" عمران نے کہا۔

"سرنگی۔" دفعتاً وہ ہنس پڑی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔"

"کیا تم نے اُسے دیکھا نہیں۔"

"نہیں صرف نام سنا ہے۔"

"جھوٹ مت بولو.... تم کچھ ہی دیر پہلے اُس سے الجھے ہوئے تھے۔"

"اوہ.... تو سنگ ہی۔!"

"ہاں پہلے میں اُسے سرنگی ہی کے نام سے جانتی تھی، اسکا اصل نام تو وانگ لین نے مجھے بتایا۔!"

"وانگ کی کہانی مجھے سنگ سنا چکا ہے۔" عمران نے کہا۔

"سچ بتاؤ۔ اب میرا کیا حشر ہوگا۔"

"کوشش کروں گا کہ بحفاظت اپنے ملک پہنچ جاؤ۔ ہماری حکومت تو ان حالات میں تمہیں برداشت نہ کر سکے گی۔"

"ظاہر ہے۔"

"کیا تم کسی پروفیسر ضیغم اشرف کو بھی جانتی ہو۔"

"یہ نام میرے لئے نیا ہے۔"

"ایک بوڑھا آدمی ہے۔ لیکن جوان اور بے حد حسین بیوی رکھتا ہے۔"

"نہیں میں ایسے کسی آدمی کو نہیں جانتی۔"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ سنگ کی لاعلمی میں وہ لاش کوئی اور لے اڑا۔"

"مجھے تو اس نے یہی بتایا ہے۔"

"کیا تجربہ.... سنگ کی نگرانی میں کیا جارہا ہے۔"

"تفصیل کا مجھے علم نہیں ہے۔ لیکن اس سلسلے میں خرچ کی جانے والی رقم کا تذکرہ کرتے وقت وہ اتنا ہی پُر تشویش نظر آنے لگتا ہے جیسے مصارف کا بار اُسی کی جیب پر پڑتا ہو۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں سے گہری فکر مندی ظاہر ہونے لگی تھی۔

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم مجھے چپ چاپ نکل جانے دو۔" متیوہاشی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"کہاں نکل جانے دوں.... وہ تمہیں تلاش کر کے ٹھکانے لگا دیں گے۔ اپنے اس کارکن کو نہیں بخشتے جس کے پولیس کے ہتھے چڑھ جانے کا امکان ہو۔"

"تو پھر میں کیا کروں....!" وہ بے بسی سے بولی۔

"مجھ پر اعتماد کرو۔"

"کیا تم کوئی عہدیدار ہو۔"

"ایک بڑے عہدیدار کا بیٹا ہوں.... اور یہ بہت بڑی بات ہے....! عہدیدار بوڑھا ہوتا ہے اور بیٹا جوان۔ لہذا چھوٹے عہدیدار اُس کی بہت عزت کرتے ہیں۔ کم از کم سات خون تو معاف کر ہی دیتے ہیں۔"

"خیر دیکھوں گی کہ میرا کیا حشر ہوتا ہے۔ لیکن اب میں میکونو کا سامنا نہیں کرنا چاہتی۔"

"فکر نہ کرو۔ اس کا بھی خیال رکھا جائے گا۔" عمران نے کہا۔

"متیوہاشی پھر آنکھیں بند کر کے پشت گاہ سے ٹک گئی۔!"

عمران سیریز نمبر 95

جونک اور ناگن

(تیسرا حصہ)

پیشرس

ایک ہنگامہ برپا کردیا ہے احمد پور شرقیہ اور اُس کے نواح کے بھتیجوں نے...... میں نے اُن مزاح نگار صاحب کو ایک مناسب مشورہ دیا تھا۔ کیونکہ اُن میں ایک اچھا مزاح نگار بننے کی صلاحیت نظر آئی تھی۔ مزاح نگار تو مزاح نگار ہی ٹھہرا۔ بہر حال اب وہ میری ڈاڑھی میں تنکے تلاش کررہے ہیں اور بھتیجوں کو تاؤ آرہا ہے۔ مسخرہ پن پر ہنستے ہیں بھتیجو! تاؤ نہیں کھاتے اور پھر میری محبت میں اُس اخبار کی تعداد اشاعت کیوں بڑھارہے ہو۔ خبر دار!...... اب "تراشے" مت بھیجنا......

ویسے اُن صاحب سے کہو کہ کہیں سے ایک ہی جملہ عمران کے کسی جملے کے مماثل لاکر دکھائیں اور کونن ڈائیل کے کرداروں کی پیروڈی والی بات تو خالص "مسخرہ پن" ہے۔ زور سے قہقہہ لگاؤ۔ میرے کہنے سے ہنس دو۔ تاکہ مزاح نگار کی حوصلہ افزائی بھی ہوجائے اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ یہ بیچارے دو عدد صفحات "جواب الجواب" کا اکھاڑا بننے کی سکت نہیں رکھتے۔ لہٰذا خود ہی سمجھ بوجھ لیا کرو۔ مجھے کچھ نہ لکھا کرو۔ "میاں چنوں" کے بھتیجوں سے بھی یہی گذارش ہے۔

پائرس (یونان) سے ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ وہ پاکستان سے میری کتابیں منگواتے ہیں۔ انہیں شکایت ہے کہ سوا دو روپے کی کتاب پر پندرہ روپے ڈاک خرچ لگ جاتا ہے۔ اُن کی بیگم صاحبہ نے انہیں آخری کتاب "فرشتے کا دشمن" بھجوائی تھی اور لکھ بھیجا تھا کہ اب اتنا زرِ کثیر صرف کرکے کتاب نہیں بھیجی جاسکتی کیونکہ یہاں آئے دن سالگرہوں پر تحفے بھی دینے پڑتے ہیں۔ بیگم صاحب کی شکایت لکھنے کے بعد مجھ سے پوچھا ہے کہ آخر اب کیا تدبیر کی جائے۔ بھائی اس کے علاوہ اور کیا تدبیر ہوسکتی ہے کہ سالگرہیں بند کرادی جائیں اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ حکومت سے درخواست کی جائے کہ چنے کی کاشت کو غیر قانونی قرار دیکر میرے سمندر پار والے قارئین پر احسانِ عظیم فرمائے۔ نہ "چھولے" ہوں گے اور نہ سالگرہیں ہوسکیں گی...... خود مجھے بھی اچھا نہیں لگتا کہ پچاس روپے کا تحفہ لے کر جاؤں اور چھولے کی ایک مرچوں بھری پلیٹ زہر مار کرکے منہ پیٹتا ہوا گھر واپس آؤں اور اس کے بعد "ڈاکٹر صاحب" "اپنا" "حق" الگ طلب فرمائیں۔ بس تو پھر "تحریک" شروع کردیجئے! میں بھی محفوظ رہوں گا...... اور آپ کو کتابیں بھی پہنچتی رہیں گی اور ہاں کتابیں لیٹ بھی نہیں ہوں گی۔

ضروری نوٹ! (راز کی بات) "سالگرہ بھی چھولے کی پلیٹ" کی وجہ سے لیٹ ہوجاتی ہیں۔ ویسے یہ کتاب جونک اور ناگن اس لئے لیٹ ہوئی ہے کہ اسے لیٹ ہونا ہی چاہئے تھا۔ کبھی کبھی چھٹی کرنے کو بھی دل چاہتا ہے! یہ بھی شائد غلط کہہ رہا ہوں۔ بات دراصل یہ ہوئی کہ ایک دن عمران ہی کے بارے میں سوچتا چلا جارہا تھا۔ اچانک اُس کا ایک جملہ ذہن میں آیا اور مجھے راہ چلتے ہنسی آگئی۔ آس پاس کے راہ گیر چونک کر متوجہ ہوگئے۔ بڑی شرمندگی ہوئی۔ تہیہ کرلیا کہ اب لکھوں گا ہی نہیں۔ کئی دن تک نہیں لکھا پھر سوچا اگر لکھنا چھوڑ دیا تو اس قابل بھی نہ رہ جاؤں گا کہ لوگ سالگرہوں پر مدعو کرسکیں۔ آخر جھک مار کر کتاب مکمل کرنی پڑی۔ لیکن وہ جملہ ہرگز نہیں لکھا جس پر ہنسی آئی تھی اور سرِ راہ شرمندہ کرگئی تھی۔

والسلام

ابنِ صفی

۶/ستمبر ۱۹۷۶ء



سردار گڈھ میں موسم کی پہلی ہی برف باری نے پچھلے کئی برسوں کا ریکارڈ توڑ دیا تھا.... جگہ جگہ برف کے تودے نظر آ رہے تھے۔ سڑکوں سے برف ہٹائی جا رہی تھی.... ہوٹل انٹرنیشنل کے سامنے کیپٹن فیاض کو جم غفیر نظر آیا۔ لوگوں کے ہاتھوں میں بڑے بڑے بیلچے تھے۔ اور وہ ایک موٹی سی خون کی لکیر کے آس پاس کی برف ہٹا رہے تھے۔ اور پھر انہوں نے وہاں سے ایک لاش نکالی۔ فیاض تیزی سے آگے بڑھا تھا۔ بھیڑ کو ہٹاتا ہوا لاش تک جا پہنچا اور پھر اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ کیونکہ یہ عمران کی لاش تھی.... عمران.... کی.... لاش۔

وہ بت بنا کھڑا رہا۔ روزالی مہندس کے مشورے کے مطابق روزانہ عمران کی تلاش میں نکلتا تھا۔ روزالی کا خیال تھا کہ وہ بھی سردار گڈھ ہی میں موجود ہے۔ لیکن فیاض کے سامنے نہیں آنا چاہتا.... اُس نے فیاض کو باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر عمران مل جائے تو وہ اُسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرے گی.... لیکن عمران.... اب کیا ہوگا....؟

ایک گھٹی گھٹی سی چیخ فیاض کے حلق سے نکلی تھی اور وہ وہاں سے دیوانہ وار بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کے پیر زمین پر نہ پڑ رہے ہوں.... ہوا میں اڑ رہا ہو۔

کسی نہ کسی طرح روزالی مہندس کی کوٹھی تک پہنچا تھا۔ عجیب سی وحشت ذہن پر مسلط تھی۔ ساری کوٹھی میں دوڑتا پھرا۔ روزالی کی تلاش تھی۔ جلد از جلد اُسے عمران کے انجام سے آگاہ کر دینا چاہتا تھا!

بالآخر اُس کی خواب گاہ کے سامنے آ رکا.... صرف یہی کمرہ دیکھنے کو باقی رہا تھا۔ اُس نے گھومنے والے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ پہلے دستک دیتا لیکن اس وقت اُسے اُس کا ہوش کہاں تھا۔ جلد از جلد کسی کے سامنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ چیخ چیخ کر

کہنا چاہتا تھا کہ اب اُس کی زندگی میں کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا تھا اور خواب گاہ میں داخل ہو گیا تھا۔

روزالی محوِ خواب نظر آئی۔ پیروں سے گردن تک چادر اوڑھے ہوئے۔ چہرہ تکیے پر ایسا لگ رہا تھا جیسے پورا چاند اپنے ہالے میں براجمان ہو۔!

وہ تیزی سے آگے بڑھا اور مضطربانہ انداز میں اُسے آوازیں دینے لگا....! اُس نے آنکھیں کھولیں۔ پلکیں اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔ پہلے تو حیرت کے آثار آنکھوں میں نظر آئے تھے۔! پھر یک بیک بھڑک اٹھی تھی۔

"تمہیں جرأت کیسے ہوئی....!" کریہہ آواز میں چیخی تھی اور پھر چادر میں بھونچال سا آ گیا تھا۔ اُس نے اوپر اٹھنا شروع کیا.... اور فیاض کی گھگھی بندھ گئی۔ کیونکہ گردن کے نیچے اُسے کسی بہت بڑے سانپ کا دھڑ نظر آیا تھا۔! آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ فیاض ایک قدم پیچھے ہٹا ہی تھا کہ روزالی کے نئے روپ نے اُس پر چھلانگ لگائی اور اُسے اپنے بلوں میں جکڑنے لگا.... چہرہ فیاض کے چہرے کے مقابل تھا۔! ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور آنکھیں جیتا جاگتا قہر معلوم ہو رہی تھیں۔!

سانپ جیسے دھڑ کے بلوں کی گرفت تنگ ہوتی گئی.... فیاض کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سارے جسم کی ہڈیاں چور چور ہو جائیں گی.... پھر وہ بے تحاشہ چیخیں مارنے لگا تھا۔

دم گھٹ رہا تھا اور موت رگ جاں سے قریب ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔!

اسی کیفیت کے دوران میں اچانک نیند کا سلسلہ ٹوٹ گیا.... دل کی دھڑکن رندھے ہوئے حلق میں ٹھوکریں مار رہی تھی۔ پورا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ اور ہاتھ پیر ہلانے کی سکت بھی نہ رہی تھی۔ بے حس و حرکت پڑا چھت کی جانب آنکھیں پھاڑتا رہا۔

شاید زندگی میں پہلی بار اتنا ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔

ٹھیک اُسی وقت دروازے پر دستک ہوئی تھی اور روزالی کی آواز سنائی دی تھی.... "فیاض صاحب.... فیاض صاحب....!"

وہ سختی سے ہونٹ بھینچے پڑا رہا۔ خواب کا ناگوار تاثر اب بھی ذہن پر مسلط تھا۔ روزالی کی آواز بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔!

"فیاض صاحب....! دروازہ کھولئے.... کیا بات ہے....؟" اُس نے پھر دستک دے کر

آواز دی تھی۔

"کک.... کچھ نہیں.... ٹھہریئے....!" وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا تھا اور اٹھنے کی کوشش کی تھی۔

پتا نہیں کس طرح سلیپنگ گاؤن پہنا اور لڑکھڑاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا....! سارا جسم سُن ہو رہا تھا.... اور پُشت پر پسینے کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔

بدقت دروازہ کھولا۔

"کیا بات ہے کیپٹن....! آپ چیخ رہے تھے....!" روزالی نے پوچھا....! اُس نے بھی سلیپنگ گاؤن ہی پہن رکھا تھا۔

"نن.... نہیں تو....!" فیاض خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"تو پھر وہ کس کی چیخیں تھیں....!"

"خدا جانے....!" فیاض سنبھل کر بولا۔ "ہو سکتا ہے.... اسی وجہ سے میری بھی آنکھ کھلی ہو.... اچانک جاگا تھا.... وجہ سمجھ میں نہیں آسکی۔!"

"میں تو جاگ ہی رہی تھی۔!" روزالی نے کہا۔ "وہ سماعت کا دھوکا ہرگز نہیں ہو سکتا....! مجھے تو آپ ہی کی سی آواز لگی تھی۔!"

"تب پھر ہو سکتا ہے کہ میں نے ہی کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہو۔" فیاض نے کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔!

"اُوہو.... کیا آپ مجھے اندر آنے کو بھی نہ کہیں گے۔!"

"تشریف لائیے۔!" فیاض پیچھے ہٹتا ہوا بولا! پھر اُس نے تیز روشنی والا بلب روشن کر دیا تھا۔

"آپ زیرِ علاج ہیں۔ اس لئے مجھے ہر تبدیلی کا علم ہونا چاہیئے۔" روزالی خواب گاہ میں داخل ہوتی ہوئی بولی۔

مسہری کے قریب پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھتے وقت اُس نے فیاض کو غور سے دیکھا تھا اور فیاض کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی تھی۔!

"بیٹھ جائیے....!" روزالی نے مسہری کی طرف اشارہ کر کے کہا اور پھر بولی "اس وقت اس طرح تکلیف نہ دیتی اگر آپ نے اپنے کسی ڈراؤنے خواب کا حوالہ نہ دیا ہوتا۔!"

فیاض سُن سا ہو کر رہ گیا۔ آخر وہ اُسے کیا بتائے گا اگر اُس نے خواب دہرانے کی فرمائش کر ڈالی۔

"اس طریق علاج میں ہر تبدیلی میری معلومات میں اضافے کا سبب بنے گی۔" روزالی نے پھر کہا۔

"وہ دیکھئے.... دراصل میرا خیال ہے کہ.... میں نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا.... کیونکہ جب آنکھ کھلی تو پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اور قیاس ہے کہ آپ نے میری ہی چیخیں سُنی ہوں گی۔!"

"یعنی آپ کو خواب یاد نہیں۔!"

"جی نہیں....!"

"کیپٹن فیاض.... پلیز....!" وہ بے اعتباری سے مسکرائی۔

"در.... دراصل....!"

"دیکھئے....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی! "خواب وہی یاد نہیں رہتے جن کی ہماری نظروں میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ خوش گوار اور ناخوش گوار خواب ضرور یاد رہتے ہیں۔"

فیاض نے بے بسی سے کاندھے ڈال دیئے۔ یہ نفسیاتی نکتہ ناقابلِ تردید تھا۔ پھر پتہ نہیں کس طرح اٹک اٹک کر اُس نے اپنا خواب دہرایا تھا۔ روزالی غور سے سنتی رہی تھی اور اُس کے خاموش ہوتے ہی بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔

فیاض نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔

"شرمندگی کی بات نہیں۔" ایک بیک وہ سنجیدہ ہو کر بولی "یہ نفسیاتی مسائل ہیں آپ کا اِن پر بس نہیں چلے گا۔!"

فیاض کچھ نہ بولا.... وہ کہتی رہی "آپ اپنے اُس دوست سے محبت بھی کرتے ہیں اور اُس کی حرکتوں کی بناء پر اس حد تک تنگ آگئے ہیں کہ لاشعوری طور پر اُس کی موت کے بھی خواہاں ہیں۔ خواب کے ذریعے آپ کی یہی خواہش پوری ہوئی.... اور.... میرا معاملہ آپ نے مجھے ناگن کے روپ میں دیکھا ہے....؟ اس کی نفسیاتی توجیہہ یہی ہو سکتی ہے کہ مجھ سے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔!"

"ہرگز نہیں۔!" فیاض بے ساختہ بول پڑا۔ "سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

وہ اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی "ایسا نہ کہئے فیاض صاحب.... انسانی ذہن ہے پل پل قلابازیاں کھاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی آپ نے سوچا ہو کہ کہیں میں بھی تو نہیں لوگوں سے متعلق

نہیں ہوں جنہوں نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے۔"

"کمال ہے.... آپ تو میری مدد کر رہی ہیں۔!"

"دیکھئے جناب....! آپ کا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے۔ کوئی بات اتنے وثوق سے نہ کہئے....! کیا آپ نے اس دوران میں کبھی یہ نہیں سوچا کہ آپ کو پریشان کرنے والوں نے میری آڑ لے کر اب اپنا طریق کار بدل دیا ہے۔!"

فیاض نے خاموشی اختیار کرلی۔

"کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔!"

"مجھے شرمندگی ہے کہ ایک آدھ بار یہ گمان بھی گذرا ہے لیکن پھر میں نے فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے پرے جھٹک دیا تھا۔!"

"خیال ہے کہ ذہن سے پرے جھٹک دیا تھا.... وہ لاشعور میں محفوظ ہو گیا تھا فیاض صاحب اور اُسی گمان نے مجھے ناگن کے روپ میں پیش کر دیا۔!"

"اب بتایئے میں کیا کروں شعوری طور پر آپکا اتنا قدردان ہوں کہ آج تک کسی کا بھی نہیں ہوا!"

وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی تھی۔ چند لمحے اُسی کیفیت کے تحت فیاض کی جانب نگراں رہی پھر بولی تھی "یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"آدمی ذہنی کشمکش کا شاہکار ہے فیاض صاحب....!"

"میں اب بھی نہیں سمجھا....!" فیاض نے بے بسی سے کہا۔

"پھر سہی! بہر حال آپ مطمئن رہیے۔ اگر آپ میرے خلاف شکوک میں مبتلا ہیں تب بھی مجھے وہی کرنا ہے جو پہلے کہہ چکی ہوں۔ یعنی آپ کے دوست کو تلاش کر کے راہِ راست پر لانا اور اُن لوگوں سے نپٹنا جو آپ کے لئے پریشانی کا باعث بنے ہیں۔!"

"اس خواب نے تو بہت شرمندہ کیا۔!" فیاض طویل سانس لیکر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اُوہ.... کچھ نہیں.... ان معاملات میں ہم سب بے بس ہیں۔ اچھا اب آپ آرام کیجئے! جب بھی کوئی خواب نظر آئے خوش گوار یا ڈراؤنا مجھے اُس سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔!"

وہ چلی گئی تھی اور فیاض دم بخود بیٹھا رہ گیا تھا....! اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اُس سے یہ

حماقت کیوں کر سرزد ہوئی۔ کچھ بھی ہو جاتا اُس کے سامنے خواب ہرگز نہیں دہرانا چاہئے تھا۔

اپنی اس کمزوری پر اُسے بے تحاشا غصہ آنے لگا۔ آخر کیوں....؟ پھر اُس کی موجودگی میں اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے......؟ زبان پر قابو نہیں رہتا اور قوت ارادی بھی گرفت سے نکل جاتی ہے۔

وہ سوچتا اور بور ہوتا رہا.... نیند اس بُری طرح غائب ہوئی تھی جیسے کبھی سویا ہی نہ ہو بستر سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔!

ذہن ابھی تک خواب کے ناگوار تاثرات سے پیچھا نہیں چھڑا سکا تھا۔

بے اختیار دل چاہ رہا تھا کہ فون پر عمران سے رابطہ قائم کرے.... لیکن بڑی عجیب بات تھی کہ اس عمارت میں فون نہیں تھا.... فیاض نے اس پر حیرت بھی ظاہر کی تھی۔ لیکن روزالی نے کہا تھا کہ وہ کسی سے سروکار نہیں رکھتی اس لئے فون بھی اُس کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اور شائد اُس کا یہ بیان صداقت پر مبنی تھا کیونکہ فیاض جب سے یہاں آیا تھا۔ ملازمین کے علاوہ اور کسی کی شکل نہیں دکھائی دی تھی۔ اُسے اس پر بھی حیرت تھی کہ اتنی حسین عورت کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں تھی۔ نہ وہ خود کہیں جاتی تھی اور نہ کوئی یہاں آتا تھا۔

ٹہلتے ٹہلتے رُک کر وہ غسل خانے کی طرف مڑا.... حلق خشک ہو رہا تھا.... بڑی شدید پیاس تھی.... ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا ہی تھا کہ یک بیک روشنی غائب ہو گئی....! غیر ارادی طور پر پیچھے ہٹ آیا.... خواب گاہ اتنی تاریک ہو گئی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا.... پتا نہیں پاور ہاؤس میں کوئی گڑبڑ ہوئی تھی یا یہاں کا فیوز اڑ گیا تھا۔ ٹٹولتا ہوا خواب گاہ کے دروازے کی طرف بڑھا.... لیکن اچانک اُس کا سر چکرایا تھا۔ پیر لڑکھڑائے اور وہ کسی مفلوج آدمی کے سے انداز میں فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر ہوش نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو سردی کا احساس ہوا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن یہ کیا....؟ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا! کمرہ تو وہی تھا جہاں اُس نے کئی راتیں بسر کی تھیں۔ لیکن سامان کا کہیں پتا نہ تھا۔ نہ مسہری تھی اور نہ دوسری آرائشی اشیاء حتیٰ کہ فرش کا قالین تک غائب تھا۔ خود فیاض ننگے فرش سے اٹھا تھا....! وہ کمرے سے باہر نکلا پوری عمارت سنسان پڑی تھی.... اور ہر کمرے میں ویرانی نظر آئی۔ نشست کے کمرے میں اُسے اپنا سوٹ کیس فرش پر پڑا دکھائی دیا۔ دیوانہ وار اُس کی طرف جھپٹا تھا۔ اور پھر لفافے پر نظر پڑی جو سوٹ کیس پر رکھا ہوا تھا۔

لفافے سے روزالی کا خط برآمد ہوا.... اُس نے لکھا تھا.... "فیاض صاحب! محض آپ کی وجہ سے سردار گڈھ چھوڑ رہی ہوں.... آپ کے خواب نے یہ بات پوری طرح مجھ پر واضح کردی ہے کہ آپ مجھے فراڈ سمجھتے ہیں۔ صرف تین دھاریاں آپ کے جسم پر باقی رہ گئی ہیں۔ اب انہی لوگوں کو تلاش کیجئے.... جن کی حرکتوں کی بناء پر آپ اس حال کو پہنچے تھے۔!"

ایک بار پھر فیاض کا سر چکرا گیا......اور اب وہ اُس عورت کے بارے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ ساتھ ہی ایک کسک سی بھی محسوس ہو رہی تھی.... یہی کہ اب اُسے نہ دیکھ سکے گا۔ اُس کی مترنم آواز نہ سُن سکے گا۔ اُس کی پُراسرار مسکراہٹ اُس کے ذہن پر انجانا سا نشہ طاری نہ کرسکے گی.... روزالی.... روزالی۔



سارجنٹ نیمو نے قہقہہ لگایا۔ اور بولا "یار وہ عجیب آدمی ہے....! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آدمی بھی ہے یا نہیں۔!"

"میں پھر کہوں گا کہ اپنے کام سے کام رکھو.... عمران صاحب کے ساتھ سب کا یہی رویہ ہے۔!" صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔

یہ دونوں اُس عمارت کے کھنڈر کے قریب کھڑے تھے جسے عمران اور متوہاشی کے فرار کے بعد سنگ ہی نے تباہ کردیا تھا۔ کھنڈر کے بعض حصوں سے اب بھی دھواں اٹھ رہا تھا.... اور ملبہ ہٹانے والے وہاں لاشیں تلاش کررہے تھے۔ لیکن ابھی تک تو کوئی لاش برآمد نہیں ہوئی تھی۔

آس پاس کی عمارتوں کو بھی تھوڑا بہت نقصان پہنچا تھا اور کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے تھے۔

"سوال تو یہ ہے کہ یہاں ہماری ڈیوٹی کیوں لگائی گئی ہے۔!" نیمو نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"اگر سرے سے کوئی لاش برآمد نہ ہوئی تو ہماری ڈیوٹی ختم....!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"لاش برآمد ہونے کی صورت میں ہمیں اُس کے بارے میں چھان بین کرنی پڑے گی۔!"

دفعتاً نیمو دوسری طرف متوجہ ہوگیا۔! ایک عورت دور کھڑی انہیں اشارے کررہی تھی۔ کوئی سفید فام غیر ملکی عورت تھی۔ نیمو نے صفدر کا بازو دبایا اور وہ بھی اُدھر ہی دیکھنے لگا۔ اُس کے متوجہ ہوجانے پر عورت ایک جانب مڑی تھی اور وہاں سے ہٹنے لگی تھی۔

"آؤ....!" صفدر بھی اُسی جانب بڑھتا ہوا بولا۔

"وہ مارا....!" نیمو چہکا۔

"کیا مطلب....!"

"میرا خیال غلط تھا۔ تمہاری بھی شناسائیاں ہیں۔!"

"بہت زیادہ....!" صفدر کے لہجے میں تلخی تھی۔

"لیکن وہ یہاں کیا کررہی تھی۔!" نیمو بڑبڑایا۔

"خود پوچھ لینا....!" صفدر نے کہا۔

نیمو نے پھر حیرت سے اُسے دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں.... عورت تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک اسنیک بار میں داخل ہوگئی۔ صفدر نے اندر پہنچنے میں کسی قدر توقف کیا تھا۔ شائد اس لئے کہ اتنی دیر میں وہ کسی جگہ بیٹھ چکی ہوگی۔!

"بس کسی ایک سے میرا تعارف کرادو....!" نیمو نے ہال میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

عورت ایک گوشے میں بیٹھ چکی تھی اور اُس کی پشت صدر دروازے کی طرف تھی۔

"اسی سے کرائے دیتا ہوں۔!" صفدر نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ....! حق رفاقت ادا کروگے۔!"

"انشاءاللہ۔!"

وہ قریب پہنچے تھے اور اُس عورت پر نظر پڑتے ہی نیمو کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں.... اور صفدر نے کرسی کھسکا کر بیٹھتے ہوئے کہا تھا "یہ سارجنٹ نیمو ہیں۔!"

"میں جانتی ہوں....!" عورت بولی۔

"بس بس....!" نیمو نے صفدر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ بُری طرح جھینپ رہا تھا۔ چونکہ یہ عورت معمولی سے میک اپ میں جولیانا فٹنر واٹر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔ قریب سے نیمو نے بھی اُسے پہچان لیا تھا۔

"کیا بات ہے....!" صفدر نے پوچھا۔!

"عمارت تباہ ہونے سے شائد دو منٹ پہلے وہ وہاں سے برآمد ہوا تھا۔!" جولیا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"کس کی بات کر رہی ہو....!"

"عمران کی....!"

"اوہ.... لیکن....!"

"اور متوہاشی اُس کے ساتھ تھی۔!"

"تو کیا وہ مل گئی....؟"

"اور کیا کہہ رہی ہوں۔" جولیا کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

نیمو نے صفدر کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو۔ آخر یہ کہنا کیا چاہتی ہے۔!

"میں تنگ آگئی ہوں....! میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کیا کروں....!"

"کوئی اور بات بھی ہے کیا....؟" صفدر نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ایک تابوت داراب ہاؤس میں رکھوایا گیا تھا....؟"

"ہاں شائد اُس میں دھاری دار آدمی کی لاش تھی....!" صفدر نے کہا۔

"نہیں....! وہ خود تھا....!"

"کیا مطلب....؟" صفدر چونک پڑا۔

"وہ خود بنا تھا دھاریدار آدمی کی لاش۔!"

"خدا کی پناہ....!" صفدر نیمو کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

"بڑی عجیب بات ہے....!" نیمو بڑبڑایا۔

جولیا غصیلے لہجے میں بولی "مجھے یقین ہے کہ اُسے ایکس ٹو کی طرف سے ایسی کوئی ہدایت نہ ملی ہو گی۔ یہ اُس کا اپنا طریق کار تھا۔!"

"بڑا بے جگر آدمی ہے۔!" نیمو طویل سانس لے کر بولا! "میں تو اُسے یونہی فضول سا آدمی سمجھتا تھا۔!"

"میں تو اُسے آدمی ہی نہیں سمجھتی....!" جولیا نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

"لیکن تم مجھے وہاں سے کیوں ہٹا لائیں۔!" صفدر نے پوچھا۔

"تم وہیں ٹھہرو گے.... سارجنٹ نیمو میرے ساتھ جائیں گے۔!" جولیا نے کہا اور نیمو کی طرف دیکھ کر بولی "اُس نے تمہیں سائیکو مینشن میں بلایا ہے۔!"

"عمران صاحب نے....!"

"ہاں.... تم میرے ساتھ چلو گے۔!"

"ایک ایک کپ کافی کا تو ہو جائے....!" صفدر بولا۔

"جتنی جلد ممکن ہو....!"

صفدر نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کے لئے کہا تھا۔ اور عجلت کرنے کی تاکید کی تھی۔

"میں کہتی ہوں کہ اگر دو منٹ کی بھی تاخیر ہوتی تو خود بھی فنا ہو گیا ہوتا۔!" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا! صفدر پھر اُسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔

نیمو بولا "وقت سے پہلے کوئی بھی نہیں مر سکتا۔!"

"جہالت کی بات ہے....؟"

"تو پھر وہ کیسے بچ گئے۔!"

"میں نہیں جانتی۔!"

"کیا تمہیں افسوس ہوا ہے اُس کے بچ جانے پر....!"

جولیا نے قہر آلود نظروں سے نیمو کو دیکھا تھا اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ صفدر نے موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہی گفتگو کا رخ کسی اور طرف موڑ دینا چاہا۔ لیکن جولیا بپھر گئی.... اُس نے میز پر گھونسہ مار کر کہا "تم سب یہی چاہتے ہو کہ وہ مر جائے۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔ اور اُس نے نیمو کو بھی زبان بند رکھنے کا اشارہ کیا تھا۔

کافی آئی۔ تین پیالیاں بنائی گئیں اور جلدی جلدی حلق میں انڈیل لی گئیں۔

سارجنٹ نیمو نے سب سے پہلے اپنا کپ خالی کیا تھا۔

"چلو اٹھو....!" جولیا اُس سے بولی۔

صفدر ہال ہی میں بیٹھا رہ گیا تھا اور وہ دونوں باہر آئے تھے۔ نیمو اُس کی گاڑی کی تلاش میں ادھر اُدھر نظر دوڑا کر بولا "گاڑی کہاں پارک کی ہے....!"

"گاڑی نہیں ہے....! ٹیکسی سے چلیں گے۔!" جولیا نے خشک لہجے میں کہا اور نیمو اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا "پہلا اتفاق ہے۔!"

"کس بات کا....!"

"یہی کہ عمران صاحب نے خاص طور پر مجھے طلب کیا ہو۔!"

"تم ابھی نئے ہو۔!"

"اس جملے کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"کوئی ٹیکسی تلاش کرو۔ فضول باتوں میں پڑنے سے کیا فائدہ اُسی سے پوچھ لینا کہ اُس نے خصوصیت سے تمہیں کیوں بلایا ہے۔!"

اگلے موڑ پر انہیں ٹیکسی مل گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جولیا بولی۔ "میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں کہیں لے جائے گا۔!"

نیمو خاموش ہی رہا۔ جولیا پھر بولی "میں چاہتی ہوں کہ تم اسے قابو میں رکھنے کی کوشش کرو۔!"

"میں....!" نیمو حیرت سے بولا "میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔!"

"وہ پاگل ہے....!"

"تب تو میری ہی سٹی گم رہے گی۔!"

"تم نہیں سمجھے.... میرا مطلب یہ ہے کہ اُسے ایسی حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش کرنا جیسی اُس نے آج کر ڈالی تھی۔!"

"واقعی بڑے دل گردے کا آدمی ہے....!"

"میں اسے حماقت سمجھتی ہوں....!"

"میرے بس سے باہر ہو گا کہ میں انہیں کسی کام سے باز رکھ سکوں۔!" نیمو نے کہا پھر کچھ دیر خاموش رہ کر بولا "مجھے حیرت ہے۔!"

"کس بات پر....!"

"تمہاری پریشانی پر.... ارے ہم تو ہیں ہی مرنے کے لئے....! اور پھر مسٹر عمران میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔!"

"تم نہیں سمجھ سکتے۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

نیمو اُس کی طرف مڑا تھا اور اُس کی آنکھوں میں دو موٹے موٹے قطرے دیکھے تھے۔

یک بیک وہ سنجیدہ ہو گیا۔! جولیا دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ شائد اسی بہانے اپنی آنکھیں خشک کر لینے کا ارادہ رکھتی تھی.... نیمو بھی انجان بن کر اپنی طرف والی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

جولیا تھوڑی دیر بعد بولی "نہ وہ میری سنتا ہے اور نہ ان سبھوں کی....! شائد تمہاری بات مان جائے.... تم نئے ہو۔!"

"مم.... میں کوشش کروں گا۔" نیمو اُس کی طرف مڑے بغیر بولا۔

"تمہارے متعلق وہ بڑی اچھی رائے رکھتا ہے۔!"

"خوب! مجھے تو علم نہیں۔!"

"کسی کے منہ پر اُس کی تعریف نہیں کرتا۔!"

"کیا ایکس ٹو بھی اُس کے طریق کار کو پسند نہیں کرتا۔!"

"میں نہیں جانتی....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"کیا ایکس ٹو یہ بھی جانتا ہے کہ تم....!"

"بس....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "اس معاملے کو موضوع بحث مت بناؤ۔!"

"اوہ.... اچھا....!" وہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد جولیا نے کہا تھا "اب کہیں ٹیکسی رکوا کر مجھے اُتار دینا اور خود سائیکو مینشن چلے جانا۔!"

"کیا تم ساتھ نہیں جاؤ گی۔!"

"نہیں.... صرف پیغام تم تک پہنچانا تھا۔ میں نے کہا کچھ باتیں بھی کر لوں۔!"

"تم مطمئن رہو.... میں کوشش کروں گا کہ مسٹر عمران کو قابو میں رکھوں۔ لیکن ٹھہرو.... بات اور.... کیا وہ مشورہ سُن لیتے ہیں۔!"

"یہی تو مصیبت ہے کچھ پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔ اس لئے مشورہ دینے کا ما ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"پھر تو بہت مشکل ہے مس فٹنر واٹر۔!"

جولیا نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ نیمو کہتا رہا "میرا خیال ہے کہ مسٹر عمران سرے سے انسانی حس ہی نہیں رکھتے۔!"

"اب تم مجھے کہیں اُتار دو....!" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ پچھلی سیٹ پر تنہا رہ گیا تھا۔ سائیکو مینشن پہنچ کر اُس کمرے کی طرف بڑھا جہاں عمران بیٹھتا تھا۔ دروازہ بند نظر آیا۔ اُس نے ہلکی سی دستک دی تھی۔

عجیب طرح کی گھٹی گھٹی سی آواز اندر سے آئی تھی "دروازہ مقفل نہیں ہے۔!" اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا....!

سامنے ہی عمران آرام کرسی پر نیم دراز نظر آیا تھا۔ لیکن عجیب حلئے میں.... جسم کے گرد چادر لپیٹ رکھی تھی اور سر پر آئیس بیگ رکھا ہوا تھا۔!

"خیریت.... جناب....!" نیمو نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"گرمی چڑھ گئی ہے کھوپڑی پر!" عمران نے کہا اور کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا "بیٹھو...!"

نیمو اُسے بغور دیکھتا ہوا بائیں جانب والی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔! عمران دوسرے ہاتھ سے آئیس بیگ سنبھالتا ہوا بولا "تمہاری ناک کی بناوٹ مجھے پسند ہے۔ اس لئے بار بار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔"

"شکریہ....!" نیمو اپنی ناک ٹٹول کر رہ گیا۔ پھر شائد اس ردعمل پر اُسے شرمندگی بھی ہوئی تھی اور وہ طرح طرح کے منہ بناتا ہوا دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

"جھینپنے کی ضرورت نہیں۔ ستواں ناک بہتر مستقبل کی ضمانت ہے۔ خواہ تم کسی بینک کی کسی ماسٹر پیس اسکیم سے فائدہ اٹھاؤ یا نہ اٹھاؤ۔!"

"مم.... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔!"

"لیکن اپنی ناک کی بناوٹ پر کبھی مغرور نہ ہونا.... ورنہ دانت جاتے رہیں گے۔!"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں....!" وہ بھنا کر بولا۔

"ناک اور کان کا معاملہ ہے.... ذرا قریب آؤ....!" نیمو اٹھ کر اُس کے قریب پہنچا تھا۔

"یہاں بیٹھ جاؤ۔!" اُس نے کرسی کی بائیں جانب فرش کی طرف اشارہ کیا۔ نیمو نے خاموشی سے تعمیل کی تھی....! عمران نے بائیں ہاتھ سے آئیس بیگ سنبھالا اور داہنے سے اُس کے گالوں کی ہڈیاں ٹٹولنے لگا۔ نیمو کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا "ٹھیک ہے، اٹھ جاؤ۔"

وہ پھر کرسی پر جا بیٹھا لیکن عمران کو بدستور حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔

"نہیں سمجھے....!" عمران نے چہک کر پوچھا۔

نیمو نے خاموشی سے سر کو منفی جنبش دی۔

"سمجھ جاؤ گے.... ذرا قلم اور پیڈ اٹھانا۔!"

نیمو نے پھر چپ چاپ تعمیل کی تھی۔ عمران پیڈ پر کچھ لکھتا رہا۔ پھر پیڈ سے وہی کاغذ نکال کر نیمو کو تھماتا ہوا بولا۔ "کمرہ نمبر تین میں اعوان کو دے دینا۔!"

نیمو نے تحریر پر نظر ڈالی تھی اور بولا تھا۔ "مسٹر عمران....! میں اسے حماقت سمجھتا ہوں۔!"

"حالانکہ اسی حماقت کے لئے میں نے تمہیں انٹر سروسز سے بلوایا ہے۔!"

"آپ نے بلوایا ہے۔!"

"قطعی....! تین ماہ تک تم میرے زیر مشاہدہ رہے تھے۔!"

"کمال ہے....!"

"یقین کرو میرے دوست....! اس خاص کام کے لئے میرے پاس پہلے جو آدمی تھا.... اُس کا چہرہ نہ جانے کیوں لمبوترا ہو گیا ہے.... قلفی کی سی شکل نکل آئی ہے۔ اب وہ زیادہ سے زیادہ فلمی ہیرو بن سکتا ہے.... اس کام کا تو رہا نہیں....!"

"لیکن میں تو مسٹر تنویر کی جگہ پر آیا ہوں۔!"

"افوہ ہے....! تنویر کے بغیر بھی ایکس ٹو کا کام چل سکتا تھا۔!"

نیمو کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات صاف دیکھے جا سکتے تھے....! وہ عمران کا پرچہ ہاتھ میں لئے کھڑا کچھ سوچتا رہا....!

"اے اب جاؤ بھی....!"

نیمو ویسے ہی موڈ میں کمرے سے نکل آیا.... اور اب وہ گراؤنڈ فلور کی طرف جا رہا تھا۔ کمرہ نمبر تین میں میک اپ کے اسپیشلسٹ اعوان کو عمران کا پرچہ دیا۔

"نو بجے....!" اعوان پرچہ پڑھنے کے بعد بولا۔ "پہلے چہرے کا اسکائی گرام لیا جائے گا۔!"

پھر اُس نے بھی ایک پرچہ تھما کر کہا "کمرہ نمبر بارہ میں جائیے....!"

"یعنی چہرے کا ایکسرے....!" نیمو بوکھلا کر بولا۔

"بے فکر رہئے.... اسکا سسٹم دوسرا ہے.... آنکھوں میں کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا۔!" اعوان نے کہا۔

کمرہ نمبر بارہ میں بھی نپٹنے کے بعد نیمو نے ایک بار پھر عمران کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔ دروازے پر دستک دی....! اندر سے اجازت مل جانے پر ہینڈل گھمایا۔ لیکن دروازہ کھولتے

ہی جھٹکے کے ساتھ رُک گیا۔! کیونکہ اس بار عمران فرش پر سر کے بل کھڑا نظر آیا۔

"نیچے سے بھی ٹھیک ہی لگتے ہو.... بیٹھ جاؤ....!" اُس نے کہا۔

"لل.... لیکن آپ....!" نیمو ہکلا کر رہ گیا۔

"میری فکر نہ کرو۔ پہلے گرمی چڑھ گئی تھی۔ اب ٹھنڈک اُتار رہا ہوں۔!"

"وہ بیچاری ٹھیک ہی رو رہی تھی۔" نیمو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کون بیچاری....؟" عمران یک بیک سیدھا ہو گیا۔

"نہیں آپ اپنا شغل جاری رکھئے۔ دھماکے نے آپ کے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا ہے۔!"

"نہیں.... بتاؤ.... تم کس بیچاری کی بات کر رہے تھے۔!"

"معافی چاہتا ہوں.... ایک مہمل سا جملہ زبان سے نکل گیا تھا۔!"

عمران نے شانوں کو جنبش دی اور سر ٹٹولتا ہوا پھر آرام کرسی پر لیٹ گیا۔

"آخر یہ کس قسم کا میک اپ ہے جس کے لئے چہرے کا اسکائی گرام لیا جائے گا۔!"

"بہت خاص قسم کا.... ایسا کہ نہ پہچانے جا سکو اور نہ عرصہ تک اُس کے ضائع ہونے کا امکان ہو۔!"

"کیا آپ مجھے کہیں لے جائیں گے....؟"

"میں نہیں لے جاؤں گا۔ تم لے جاؤ گے مجھے....!"

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"میری بات سمجھنے کے لئے انجام کا منتظر رہنا پڑتا ہے....!"

"خدا جانے....!" نیمو سر جھٹک کر رہ گیا۔

"ضرور تمہیں کسی نے بہکایا ہے....!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... میں بچہ نہیں ہوں۔!"

"آخر وہ رونے والی کون تھی۔ تمہیں سرسام تو نہیں ہو گیا تھا کہ ہذیان بک رہے تھے۔!"

"جولیانا فٹنر واٹر....!"

"اچھا....!" عمران نے طویل سانس لی اور اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا "یار! تم ان لوگوں کے چکر میں مت پڑنا۔!"

"اُس نے آپ کے خلاف کچھ نہیں کہا تھا۔!"

"کیا کہہ رہی تھی....!"

"اب میں کیا بتاؤں.... آپ خود سمجھ دار ہیں۔!"

"بالکل گھامڑ ہوں.... ضرور بتاؤ۔!"

"آپ کو اُس کی پرواہ نہیں.... وہ آپ کے لئے بہت فکر مند رہتی ہے۔!"

"میں کون ہوتا ہوں اس کی پرواہ کرنے والا۔ رہی فکر مندی کی بات تو پورے شہر کو میری ہی فکر رہتی ہے....!"

نیمو کچھ نہ بولا۔ اپنے اس غیر محتاط رویئے پر خاصی ندامت محسوس کر رہا تھا۔ اُسے براہِ راست یہ ذکر چھیڑنا ہی نہ چاہئے تھا۔!

"دیکھو دوست....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "اپنے کام سے کام رکھنا بہترین پالیسی ہے۔ اسے ہر حال میں یاد رکھو....!"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھے اپنے رویئے پر افسوس ہے....!"

"بس اب جاؤ.... بقیہ باتیں میک اپ کے بعد....!" عمران نے دوبارہ سر کے بل کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔!



سنگ ہی اُس عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ جس میں ذرا ہی دیر پہلے ایک بھدی سی شکستہ حال کار داخل ہوئی تھی۔ وہ دیر سے باہر کھڑا جانے کس کا منتظر تھا۔!

پورچ میں دربان سے مڈبھیڑ ہوئی اور اُس نے اُسے روکنے کے لئے اپنی شاٹ گن سیدھی کر لی تھی۔!

"ابے کیوں دماغ خراب ہوا ہے۔!" سنگ نے چھوٹی چھوٹی آنکھیں نکالیں۔

"کون ہو تم....!" پہرے دار ڈپٹ کر بولا۔

"تیرے باس کا باپ.... اُس سے کہہ دے تیرا باپ آیا ہے....!"

پہرے دار نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ کیونکہ سنگ کی ظاہری حالت ایک معمولی سے آدمی سے بہتر نہیں تھی۔ ملیشیا کا شلوار سوٹ پہن رکھا تھا۔!

"جاؤ....!" سنگ دونوں ہاتھ ہلا کر دھاڑا۔ ٹھیک اُسی وقت ایک موٹا اور پستہ قد آدمی صدر دروازے سے برآمد ہوا اور سنگ پر نظر پڑتے ہی جہاں تھا وہیں رک گیا۔ پہرے دار اُسے دیکھ کر مودب نظر آنے لگا تھا۔

موٹے آدمی کا بایاں گال اس بُری طرح پھڑکنے لگا تھا جیسے اُس نے ڈاڑھوں میں زندہ مینڈک دبا رکھا ہو!

"یہ مجھے اندر نہیں جانے دیتا...!" سنگ نے پہرے دار کی طرف ہاتھ اٹھا کر پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں.... جج.... جناب عالی.... تشریف لائیے....!" موٹے پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔ پہرے دار پر بدحواسی کا حملہ ہوا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

سنگ آگے بڑھا اور موٹے آدمی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے پوچھا "تم اچھے تو ہونا...!"

"جج.... جی ہاں.... کرم.... کرم.... اندر تشریف لے چلئے....!"

سنگ پہرے دار کو متحیر چھوڑ کر اندر آیا تھا۔! ادھر موٹے آدمی کی حالت بہت زیادہ غیر ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے زیادہ دیر تک اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکے گا۔ نشست کے کمرے میں پہنچ کر سنگ نے اُسے ایک صوفے کی طرف دھکیلا تھا اور دھپ سے بیٹھ کر بے بسی سے اُس کی طرف دیکھنے لگا تھا!

"مجھے گاڑی چاہئے....!" سنگ نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا!

"کک.... کون سی گاڑی جناب....!"

"وہی جو ابھی آئی ہے۔!"

"ارے وہ.... وہ کیا کیجئے گا.... مرسیڈیز لے جائیے....!"

"نہیں.... میں تو وہی کھٹارا لے جاؤں گا۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتا جناب....!"

"بکواس مت کرو.... تم اُس میں سے اپنا مال نکال کر اُسے میرے حوالے کر سکتے ہو۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔!" موٹا آدمی ہانپتا ہوا بڑبڑایا۔

"کیا یہ بھی بتاؤں کہ اس کی بوڈی میں کہاں کہاں کون سا مال موجود ہے....!"

"خدا کے لئے جج.... جناب....! مجھ سے کون سا قصور سرزد ہوا ہے۔!"

"کچھ بھی نہیں....! مجھے تمہارے اُس کھٹارے کی ضرورت ہے! فی الحال کسی اچھی گاڑی میں سفر نہیں کر سکتا....!"

"آپ جانیں جناب....!"

"احمق آدمی جہاں میں جا رہا ہوں وہاں تمہارا اڈا موجود ہے! گاڑی وہیں پہنچا دی جائے گی۔!"

"مجھے افسوس ہے جناب....!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو....!" سنگ آنکھیں نکال کر بولا۔

"دیکھئے.... جناب.... آپ مجھے دھونسانے کی کوشش کر رہے ہیں۔!" موٹے آدمی نے غالباً جی کڑا کر کے کہا تھا۔ لیکن آنکھیں بدستور خوف زدہ سی نظر آتی رہی تھیں۔

"اچھی بات ہے....!" سنگ ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔ "کھڑے ہو جاؤ۔!"

"نن.... نا.... ممکن....!" موٹا آدمی اب اور زیادہ ہانپنے لگا تھا۔

"کیا تم اپنے ملازمین کی موجودگی میں میرے ہاتھوں پٹنا چاہتے ہو۔!"

"اب ناممکن ہے.... ناممکن....!" موٹے کی آواز حلق میں گھٹنے لگی تھی۔!

دفعتاً سنگ نے اُس کے پیٹ پر لات رسید کی تھی.... اور وہ کچھ لوگوں کے نام لے لے کر چیخنے لگا تھا۔ دفعتاً دو قوی ہیکل آدمی سٹنگ روم میں داخل ہوئے۔

"مار ڈالو.... اسے مار ڈالو....!" موٹا آدمی دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا....! دونوں نے سنگ کو حیرت سے دیکھا تھا اور آہستہ آہستہ اُس کی جانب بڑھنے لگے تھے....!

"ارے جھپٹ پڑو.... سالو....!" موٹا آدمی پھر چیخا۔

لیکن "سالے" نہ جانے کیوں یک بیک رُک گئے۔ اور پھر موٹے آدمی نے بھی سنگ کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ لیا تھا۔

انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے.... اور سنگ موٹے آدمی کی طرف دیکھ کر سانپ کی طرح پھپھکارا.... "گاڑی فوراً خالی کراؤ۔!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ البتہ موٹا آدمی بُری طرح دانت پیس رہا تھا اور ساتھ ہی اپنے دونوں لڑکوں کو قہر آلود نظروں سے دیکھے بھی جا رہا تھا۔

"میں کہہ رہا ہوں! گاڑی میرے حوالے کرو.... ورنہ اس عمارت میں ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا....!" سنگ دوبارہ گرجا۔

"اَبے.... حرام خورو.... یہ اتنا سا آدمی بھی تمہارے قابو میں نہیں آئے گا....!" موٹے آدمی نے اُن دونوں کو للکارا تھا۔

"اس کے ہاتھ میں بتاشہ نہیں ہے سیٹھ....!" اُن میں سے ایک بولا۔

"چُپ رہو.... حرام زادے.... سب ناکارہ ہو ایک طرح سے....!"

"اے سیٹھ.... زبان سنبھال کے....!" اُسی آدمی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا "عزت نہیں بیچی تمہارے ہاتھ....!"

"ارے یہ تو ہم لوگوں کو کتوں سے بھی بدتر سمجھتا ہے....!" سنگ ہی بولا۔ "میں نے بھی اِس سالے کی نوکری کی ہے.... خطِ غلامی نہیں لکھ دیا....!"

"تم کون ہو بھائی.... کہاں سے آئے ہو....؟" دوسرے نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"ارے چپ رہو کم بختو.... اس سے بات نہ کرو....!" موٹا آدمی دانت پیس کر بولا۔

"سیٹھ.... تم بہت زیادہ پی گئے ہو.... یہ کوئی اچھی بات نہیں۔!" سنگ کھرکھراتی ہوئی آواز میں بولا۔ "خود بھی ڈوبو گے اور ہمیں بھی ڈبوؤ گے....!"

"اَبے.... چوپ....!" موٹا آدمی حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

"بھائی تم کس گاڑی کی بات کر رہے تھے....!"

"خدا غارت کرے.... اس سے کیوں پوچھتا ہے....!"

"تم نشے میں ہو سیٹھ....!" اُس آدمی نے کہا اور موٹے کی طرف مڑ کر بولا "ایسے وقت میں تم ہمیشہ آرام کرتے ہو....!"

"آرام کے بچے....! میں نشے میں نہیں ہوں۔!"

"آرام کے بچے تک پیدا کرا دیئے اور فرماتے ہیں کہ میں نشے میں نہیں ہوں!" سنگ ہنس کر بولا۔

موٹا پھر حلق پھاڑ پھاڑ کر گالیاں بکنے لگا۔

دونوں ہنس رہے تھے۔! لیکن سنگ کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ اسی دوران میں اُن دونوں نے ہاتھ گرا دیئے تھے....! اور پھر اچانک ایک نے سنگ کے ریوالور والے ہاتھ پر جھپٹا مارا.... سنگ

نے پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر اُس کے منہ پر ٹھوکر رسید کر دی۔ وہ لڑکھڑا کر دوسرے سے ٹکرایا ہی تھا کہ ریوالور کا دستہ دوسرے کی کنپٹی پر پڑا۔

"دیکھا....! دیکھا.. حرام زادو....!" موٹا دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑے ہوئے دھاڑنے لگا۔

سنگ نے پل بھر میں دونوں کو لٹا دیا تھا.... وہ فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے اور سنگ موٹے کو گھورے جا رہا تھا۔ اور اب ایسا لگتا تھا جیسے موٹے کا حلق ہی بند ہو گیا ہو۔!

"چلو....!" سنگ ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔

"ک....کہاں.... چلو....!"

"گیراج میں.... گاڑی خالی کر کے میرے حوالے کرو۔!"

موٹا چپ چاپ دروازے کی طرف مڑ گیا.... سنگ نے ریوالور شلوار کے نیفے میں اُڑس لیا تھا.... وہ دونوں آگے پیچھے بیرونی برآمدے میں پہنچے اور پورچ سے اُتر کر بائیں جانب مڑ گئے۔!

گیراج کمپاؤنڈ وال کے قریب مشرقی گوشے میں تھا۔ یہاں کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اور سنگ کی مطلوبہ گاڑی سے دو آدمی "مال" نکال رہے تھے۔

"جلدی کرو.... جلدی کرو!" موٹے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "گاڑی پھر جائے گی۔!"

سنگ اُس سے لگا ہوا کھڑا تھا اور ریوالور کی نال اُس کے بائیں پہلو سے چبھ رہی تھی۔

"اب تو ہٹاؤ سالے کو....!" موٹا دانت پیس کر آہستہ سے بولا! اشارہ غالباً ریوالور کی چبھنے والی نال کی طرف تھا۔!

سنگ نے صرف دباؤ کم کر کے آہستہ سے کہا "تمہارا کوئی اعتبار نہیں۔!"

موٹے نے جھلا کر ایک گندی سی گالی کے ساتھ پوچھا "گاڑی کہاں لے جاؤ گے....؟"

"سردار گڈھ.... اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہاں پہنچ کر اسے کہاں چھوڑنا پڑے گا۔!"

"کہاں پہنچاؤ گے....!"

"چینل بار والے گیراج میں....!"

"خدا غارت کرے.... تم اڈے سے بھی واقف ہو۔!"

"میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت تمہاری موٹی توند کے اندر کیا سڑ رہا ہے۔!"

تھوڑی دیر بعد سنگ اُس شکستہ حال گاڑی کو ڈرائیو کرتا ہوا قومی شاہراہ تک لایا تھا....!

شلوار سوٹ کے اُوپر اب اُس نے تیل میں چکٹا ہوا نیلے رنگ کا ایک اُوور آل بھی پہن رکھا تھا....! کسٹم پوسٹ پر اُس کی گاڑی روک لی گئی۔ ساری گاڑیاں روکی جا رہی تھیں۔ اُسے علم تھا کہ آج ایسا ضرور ہوگا۔ پولیس شہر سے نکاسی کے راستوں کی نگرانی کرے گی اور اُس کا حلیہ جاری کر دیا گیا ہوگا۔ اسی لئے اُس نے اس شکستہ حال گاڑی کے لئے چھینا جھپٹی کی تھی۔

ایک پولیس مین نے کھڑکی کے سامنے جھکتے ہوئے اُس سے باہر نکلنے کو کہا.... لہجے سے پٹھان معلوم ہوتا تھا....!

"یار......! کیا مصیبت ہے......!" سنگ پشتو میں چیخا "کرنل نے مجھے صرف ڈیڑھ گھنٹے کا وقت دیا ہے.... اگر میں نے اس کی گاڑی ٹھیک کر کے نہ پہنچادی تو پھانسی پر لٹکا دے گا....!"

پولیس مین نے بھی اپنی زبان سنتے ہی دانت نکال دیئے اور ہاتھ ہلا کر بولا "جاؤ.... جاؤ۔!"

سنگ نے ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا۔ گاڑی زن سے آگے نکل گئی۔ ایک مرحلہ تو بخیر و خوبی طے ہوا تھا۔ لیکن ابھی خدشہ تھا کہ اگلے پٹرول پمپ پر بھی ناکہ بندی کرنیوالوں سے مڈبھیڑ ہو جائے۔

اندیشہ درست نکلا تھا......! پٹرول پمپ کے قریب ہی اُس کی گاڑی روکی گئی اور اس بار روکنے والا سب انسپکٹر تھا۔!

"کیا مصیبت ہے صوبیدار!" سنگ بھنا کر بولا۔

"چیکنگ.... اپنا نام اور پتہ بتاؤ.... نہیں.... شناختی کارڈ نکالو۔!"

"ووٹ دینے نہیں جارہا کہ شناختی کارڈ لئے پھروں گا.... یہ دیکھئے کرنل درانی صاحب کا نوٹ.... اگر ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر گاڑی نہ ٹھیک ہوئی تو شامت آجائے گی میری....!"

اُس نے اوور آل کی جیب سے ایک پرچہ نکال کر سب انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا تھا۔!

اُس نے پرچے کی تحریر پڑھی اور سنگ سے بولا "میں نے تمہارا نام اور پتہ پوچھا تھا۔!"

"صمد خان مکینک.... آٹو گیراج نمبر تین کرم پورہ....!"

"کرنل کی گاڑی کہاں ہے....!"

"پرچے میں لکھا تو ہوا ہے کہ رُستم گوٹھ کے قریب خراب ہوگئی ہے۔ اُس میں کرنل صاحب کی فیملی سفر کر رہی ہے....!"

"جاؤ....!" اُس نے پرچہ سنگ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔!

سنگ نے گاڑی آگے بڑھائی تھی.... اور ٹھیک اُسی وقت ایک موٹر سائیکل بھی اسٹارٹ ہوئی تھی.... اور کسی قدر فاصلے سے اُس کے پیچھے چلنے لگی تھی۔

سنگ نے اُس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ اُس کے پیچھے اُس موٹر سائیکل کے علاوہ اور بھی گاڑیاں تھیں۔!

کئی میل تک وہ اطمینان سے اسٹیئرنگ کرتا رہا تھا۔ پھر اچانک نئی بپتا پڑی تھی۔ ایک پچھلا ٹائر دھماکے کے ساتھ فلیٹ ہوگیا تھا۔ گاڑی بائیں جانب سڑک کے کنارے اُترتی چلی گئی۔! سنگ نے بریک لگائے اور انجن بند کر کے نیچے اُتر آیا۔ چہرے پر عجیب تاثر تھا جیسے خود اپنا مضحکہ اڑا رہا ہو۔

تعاقب کرنے والی موٹر سائیکل آگے نکلی چلی گئی تھی۔ سنگ نے گاڑی کا ڈکے اٹھایا۔ اوپر تلے تین پہیئے رکھے ہوئے نظر آئے۔ آنکھوں میں اطمینان کی جھلکیاں دکھائی دیں.... لیکن پھر جیسے ہی اُن میں سے ایک کو آزمانے چلا تھا چہرے کی رنگت بگڑ گئی تھی.... وہ پہیہ ناکارہ تھا۔

"خدا غارت کرے!" وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا "تینوں بیکار ہیں۔ مونٹے حرام زادے۔!"

اُن میں سے کسی ایک پہیئے کی مرمت ہو سکتی تھی لیکن اُسے اُس کے لئے تقریباً دس میل پیچھے واپس جانا پڑتا اور اب وہ دوبارہ پیٹرول پمپ کی طرف جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا ورنہ کسی سے بھی لفٹ مل سکتی تھی۔ اور اُدھر سے بھی لفٹ لے کر واپس آسکتا تھا۔!

دوسری طرف موٹر سائیکل سوار دو تین فرلانگ آگے جا کر رُکا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر موٹر سائیکل کو بائیں جانب سڑک کے نیچے اُتارتا لیتا چلا گیا۔! یہاں سے زمین کی سطح بتدریج اونچی ہوتی گئی تھی اور کئی فٹ اونچی جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔

اُس نے موٹر سائیکل کو جھاڑیوں میں چھوڑا اور خود اوپر چڑھتا چلا گیا۔! بندروں کی سی پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ایک جگہ رُک کر اُس نے شانے سے لٹکے ہوئے تھیلے سے دوربین نکالی اور اُسی سمت دیکھنے لگا تھا جدھر سنگ کو چھوڑ آیا تھا.... پھر دوربین تھیلے میں ڈالی تھی اور تیزی سے نیچے اُترا تھا۔ موٹر سائیکل کے قریب پہنچ کر وہ پیکٹ کھولا جو کیریئر سے بندھا ہوا تھا اور اُسے اٹھائے ہوئے دوبارہ اُسی طرف چل پڑا جہاں سے سنگ ہی کو دوربین سے دیکھ چکا تھا۔!

اوپر پہنچ کر اُس نے بڑی تیزی سے اُس پیکٹ کو کھول ڈالا۔ پیکٹ سے ایک ایسی رائفل برآمد ہوئی جو تین ٹکڑوں میں منقسم تھی.... اُس نے پھرتی سے تینوں ٹکڑوں کو جوڑا اور نال کے اوپر

دور بین فٹ کرنے لگا۔

ادھر سنگ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیے۔ کسی سے لفٹ تو لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر اُس نے سوچا کیوں نہ دوسری طرف بھی فلیٹ وہیل ہی لگادے۔ اس طرح کسی نہ کسی رفتار سے اگلے پٹرول پمپ تک تو پہنچ ہی جائے گا۔ اور وہیں اُن دونوں پہیوں کی مرمت کرالے گا جو ڈکے میں رکھے ہوئے ہیں۔ وہ گاڑی کی سائیڈ سے ہٹ کر ڈکے کی جانب بڑھا ہی تھا کہ کوئی چیز خاصی قوت سے باڈی سے ٹکرائی اور وہ برق کی سی تیزی سے نیچے گر گیا دوسری بار اُس کے پیروں کے قریب گرد اڑی تھی اور وہ زمین پر پڑے ہی پڑے گاڑی کی دوسری جانب لڑھک گیا تھا۔

بات پوری طرح سمجھ میں آچکی تھی۔! اُس پر مخالف سمت سے دو فائر کیئے گئے تھے اور وہ دونوں بار بال بال بچا تھا۔! پڑے پڑے ایسی اداکاری شروع کردی جیسے گاڑی کے نچلے حصے میں کسی خرابی کی جگہ تلاش کر رہا ہو.... نہیں چاہتا تھا کہ دوسروں کی توجہ خاص طور پر اُس کی طرف مبذول ہو سکے۔!

پھر تیسرا فائر نہیں ہوا تھا.... لیکن وہ فوری طور پر اٹھ نہ سکا۔ اس کا تو اندازہ ہو ہی چکا تھا کہ اُس طرف سے حملہ آور کو نظر نہیں آرہا ورنہ تیسرا فائر بھی ضرور ہوتا۔

تین منٹ تک یونہی پڑے رہنے کے بعد وہ اٹھا اور گاڑی کے پچھلے حصے میں جیک لگانے لگا۔! لیکن اب وہ کسی وحشی درندے کی طرح چوکنا دکھائی دیتا تھا۔!



وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس طرح محو گلگشت تھے جیسے وہاں ان کے علاوہ اور کوئی موجود ہی نہ ہو....! بوڑھا آدمی سَن سفید تھا....! سر اور ڈاڑھی کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن لباس سلیقے سے پہن رکھا تھا۔! اور شائد کسی قدر اُونچا بھی سنتا تھا کیونکہ اُس کے نوجوان ساتھی کو ایک ہی بات کئی بار دہرانی پڑتی تھی۔ لیکن دونوں کے درمیان "خوردی و بزرگی" کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ بے حد بے تکلفی سے گفتگو کر رہے تھے۔

سردار گڈھ کی ایک حسین شام تھی۔ موسم بہار شباب پر تھا....! باغ عالم گیر کی ہر روش عطر پاش تھی! خوشبوئیں اٹکھیلیاں کرتی پھر رہی تھیں اور وہ دونوں مگن تھے! سیاحوں کی ٹولیوں سے بالکل الگ تھلگ... بسا اوقات تو ایسا معلوم ہوتا جیسے دوسروں کو پُغد سمجھتے ہوں۔ نوجوان

بوڑھے آدمی سے کہہ رہا تھا "اگر اب میں نے تمہیں لڑکیوں کو گھورتے دیکھا تو اچھا نہ ہوگا۔!"

"گھوڑیاں کہاں ہیں۔" بوڑھے نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"گھوڑیاں نہیں لڑکیاں!" وہ اُس کے کان سے منہ لگا کر بولا۔

"لڑکیوں کو کیا کہہ رہے تھے۔!"

"اُنہیں مت گھورو.... تمہاری عمر کی عورتیں بھی یہاں موجود ہیں۔!"

"بھلا کیا عمر ہوگی میری....؟"

"پچھتر سے کیا کم ہوگی....!"

"پچھتر سال کی عورت لاش کہلاتی ہے لہذا اُسے گھور کر کیا کروں گا....!"

"خود تم میں کیا رکھا ہے....!"

"عشق....! عشق رکھا ہے مجھ میں جو کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔!"

"آہستہ بولو.... ورنہ اگر کسی نے سُن لیا تو پاگل خانے بھجوادے گا۔!"

"تم نوجوانوں میں اس قدر مایوسی کیوں پائی جاتی ہے۔!"

"تم جیسے بوڑھوں کی وجہ سے.... کہیں قدم جمانے کا موقع نہیں ملتا....!"

"یہ بڑی اچھی بات کہی تم نے بوڑھوں کے بھاری بھرکم ظرف کے مقابل آنے کی جرأت بھی تو پیدا کرو....!"

"دقیانوسی بات ہے!" نوجوان بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"اچھا چلو مجھ بوڑھے کی نظر ہی سے اپنی جوان نظر کا مقابلہ کرلو....!"

"کس طرح....!"

"اُدھر دیکھو.... پام کے گملے کے قریب جو عورت کھڑی ہوئی ہے اُس کے بائیں گال پر تمہیں کیا نظر آرہا ہے....!"

"غالباً مکھی بیٹھی ہوئی ہے....!"

"اُس کے پر بھی دکھائی دے رہے ہوں گے....!" بوڑھے نے پوچھا۔

"بالکل دکھائی دے رہے ہیں۔!"

"بکواس....!" بوڑھا بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیا مطلب....!"

"آنکھیں ہیں یا بٹن.... اُس کے بائیں گال پر ایک حسین سا تل ہے جو تمہیں مکھی دکھائی دے رہا ہے....!"

"میں کہتا ہوں مکھی ہے....!" نوجوان اپنی بائیں ہتھیلی پر گھونسہ مار کر بولا۔

"چلو قریب سے دیکھ لیتے ہیں....! اگر مکھی نہ ہوئی تو تم سے سمجھ لوں گا۔!" بوڑھے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"چلو.... نہ گھوڑا دور نہ میدان....!" نوجوان بھنا کر بولا۔ پھر وہ دونوں ایسے ہی انداز میں اُس عورت کی جانب بڑھے تھے کہ اُسے بھی علم ہو گیا تھا.... بڑی خوش شکل اور اسمارٹ عورت تھی اور اُس کے قریب بھی ایک فیشن ایبل بوڑھا ہی موجود تھا۔ وہ دونوں اُن کے قریب پہنچ کر رُک گئے اور بوڑھے نے نوجوان سے کہا "لو دیکھو....! خواہ مخواہ بکواس کئے جا رہے تھے....!"

"چلو بھئی مان گیا....!" نوجوان نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں غور سے دیکھو تل ہے یا مکھی....!"

"یہ کیا بکواس ہے....!" عورت کے ساتھ والا بوڑھا پیر پٹخ کر بولا۔

"مم.... معاف کیجئے گا جناب....!" نوجوان آہستہ سے بولا۔ "میرے چچا ہیں.... اور اول درجے کے سنکی....!"

"آخر بکواس کیا ہے....؟"

"پھر معافی چاہتا ہوں....! پوری طرح سُن لیجئے.... پھر جو سزا چاہے دے دیجئے گا! بات بات پر شرط لگاتے ہیں اور بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ اس وقت اپنی تیز نگاہی کی دھاک مجھ پر بٹھانا چاہتے تھے۔ کہنے لگے بتاؤ ان خاتون کے بائیں گال پر کیا ہے۔ مجھے مکھی نظر آئی کہنے لگے مکھی نہیں تل ہے۔ بس اتنی سی بات ہے....!"

"کیا کہہ رہے ہیں....!" نوجوان کے بوڑھے ساتھی نے اُس سے پوچھا۔

"اونچا بھی سنتے ہیں۔!"

"اُسے بتاتے کیوں نہیں کیا کہہ رہے ہیں....! صورت سے غصے میں معلوم ہوتے ہیں۔!" نوجوان کا ساتھی بوڑھا پھر بولا۔

عورت کے چہرے پر بھی جھنجھلاہٹ کے آثار تھے اور وہ انہیں ناگواری سے دیکھے جا رہی تھی۔

"یہ بیہودہ پن ہے....!" عورت کے ساتھی بوڑھے نے اونچی آواز میں کہا۔

"کیا بیہودہ پن ہے....!" سنکی بوڑھا بھی آنکھیں نکال کر بولا۔ "بس ذرا شرط ہو گئی تھی....! ورنہ جیسے تمہاری بیٹی ہے ویسے ہی میری بیٹی بھی ہے....! کیوں بیٹی تم نے تو بُرا نہیں مانا.... بوڑھے انکل کو معاف کر دو۔!"

"بکواس بند کرو.... میری بیوی ہے....!" دوسرا بوڑھا جھلا کر بولا۔

"اب بتاؤ برخوردار....!" سنکی بوڑھے نے نوجوان کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"مم.... میں کیا بتاؤں....!"

"سارے بوڑھے.... حقیقتاً بوڑھے نہیں ہوتے....!"

"آخر یہ کیا بکواس کئے جا رہے ہیں۔" دوسرے بوڑھے نے نوجوان سے کہا۔ اب وہ بہت زیادہ غصے میں معلوم ہوتا تھا۔

"حضور پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ سنکی ہیں۔!" نوجوان گڑگڑا کر بولا۔

اتنے میں عورت نے دونوں کی نظر بچا کر اپنے ساتھی کو آنکھ ماری تھی اور وہ ان دونوں کو غور سے دیکھنے لگا تھا.... اتنے میں سنکی بوڑھے نے نوجوان سے پوچھا۔ "اب کیا فرما رہے ہیں۔!"

"کچھ نہیں....!" نوجوان نے غصیلے لہجے میں کہا۔!

"لیکن جناب....!" عورت کے ساتھی نے کہا۔ "میں اس جملے کی وضاحت ضرور چاہوں گا کہ سارے بوڑھے حقیقتاً بوڑھے نہیں ہوتے....!"

"اب کیا عرض کروں.... شرم آتی ہے.... میرے چچا ہیں.... اور پھر ان خاتون کی موجودگی میں۔!"

"پرواہ مت کیجئے۔ ہم دونوں بے حد آزاد خیال ہیں ورنہ اس وقت خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔"

"یہ بات تو ہے جناب....!"

"اُس جملے کی وضاحت....!"

"بات دراصل یہ ہے....!" نوجوان آہستہ سے بولا۔ "جوان عورتوں کو گھورا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اپنی عمر کی عورتوں پر عنایت فرمایا کیجئے.... نہیں مانتے۔!"

"بس اتنی سی بات تھی.....!" دوسرا بوڑھا منہ بنا کر بولا۔

"یعنی یہ کوئی بات ہی نہیں۔!" نوجوان نے حیرت سے کہا۔

"کوئی غیر معمولی بات نہیں۔! یہ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ ہر بوڑھا حقیقتاً بوڑھا نہیں ہوتا۔!"

اس دوران میں سنکی بوڑھا ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھتا رہا تھا۔ آخر کار نوجوان سے بولا "کیا تم میرے سلسلے میں معذرت کر رہے ہو۔!"

"کیا نہ کرنی چاہئے.....!" نوجوان نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"ہرگز نہیں..... مجھے اپنے کسی فعل پر شرمندگی نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ دوسرا بوڑھا ہاتھ ہلا کر بولا اور پھر نوجوان سے کہا۔ "انہیں خواہ مخواہ غصہ نہ دلایئے..... مجھے ان سے ہمدردی ہے، نفسیاتی مریض ہیں۔"

"وہ تو ہے۔"

اب کیا فرما رہے ہیں.....!" سنکی بوڑھے نے پوچھا۔

"کچھ نہیں.....!" نوجوان اونچی آواز میں بولا "تمہاری پرسنالٹی کی تعریف کر رہے ہیں.... اور انہوں نے کسی بات کا بُرا نہیں مانا۔!"

"سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" اُس نے خوش ہو کر کہا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ "مجھے دال بخش کہتے ہیں۔!"

دوسرے بوڑھے نے گرم جوشی سے مصافحہ کرنے کے بعد نوجوان سے کہا تھا۔ "یہ نام سمجھ میں نہیں آیا..... دال بخش.....!"

"نام کا مخفف سمجھ لیجئے۔ جیسے اے..... ڈی..... اختر..... یعنی احمد دین اختر یہ انگریزی کے حروف نہیں استعمال کرتے اس لئے دا اور بخش کو دال بخش کر دیا ہے۔"

"اوہ..... اچھا..... اچھا..... اور آپ کا نام.....!"

"خادم کو یاور بخت کہتے ہیں۔!"

"آپ بخش سے بخت کیونکر ہو گئے.....!" بوڑھے نے ہنس کر پوچھا۔

"مجھ تک پہنچتے پہنچتے "ش" کا ایک نکتہ اور دائرہ غائب ہو گیا ہے اور میرے بچے صرف بخ رہ جائیں گے؟"

اس بات پر عورت زور سے ہنسی تھی۔ اور سنکی بوڑھا حیرت سے بھتیجے کی شکل دیکھنے لگا تھا۔!

"میرا نام ضغیم اشرف ہے.....!" دوسرے بوڑھے نے نوجوان سے کہا "اور میں ماہر نفسیات ہوں۔! اگر آپ اپنے چچا کا نفسیاتی معالجہ کرانا چاہیں تو مجھے خوشی ہو گی۔ کوئی معاوضہ نہیں لوں گا۔

اس عمر کے لوگوں کا علاج کر کے مجھے نئے تجربات حاصل ہوتے ہیں۔!"

"کاش یہ ٹھیک ہو سکیں۔! ویسے بے حد عمدہ آدمی ہیں۔ میرے ساتھ دوستوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ اگر کبھی غلطی سے "آپ" کہہ دوں تو بگڑ جاتے ہیں۔! کہتے ہیں "تم" کہہ کر مخاطب کرو۔!"

"شاندار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!" بوڑھے نے کہا۔

"آپ ان سے بھی زیادہ شاندار معلوم ہوتے ہیں کہ ایک ناپسندیدہ آدمی کو شاندار کہہ رہے ہیں!"

"یہ میرے لئے ناپسندیدہ نہیں ہو سکتے! میں ان کے اندر ایک دردمند آدمی دیکھ رہا ہوں۔!"

"دل دردمند نہ رکھتے تو لڑکیوں کو کیوں گھورتے پھرتے۔!" نوجوان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔!

"میں نے آپ کا چور بھی پکڑ لیا ہے جناب" ضغیم اشرف مسکرا کر بولا۔

"میرا چور..... کیا مطلب.....؟"

"ان کی موجودگی میں احساسِ کمتری..... لڑکیاں ان کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور آپ کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں۔!"

نوجوان کے چہرے پر کھسیاہٹ آئی تھی اور وہ بغلیں جھانکنے لگا تھا۔

"پرواہ نہ کیجئے۔" ضغیم اشرف اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "آپ کا علاج بھی ہو جائے گا۔ ابھی چلئے میرے ساتھ اور میرا ٹھکانا دیکھ لیجئے۔!"

نوجوان نے کنکھیوں سے عورت کی طرف دیکھا جو سر جھکائے کچھ سوچ رہی تھی۔ دفعتاً سنکی بوڑھے نے پوچھا۔ "اب کیا فرما رہے ہیں.....!"

"ہم لوگوں کو اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں۔" نوجوان نے اونچی آواز میں کہا۔

"کیا بات ہوئی۔ ابھی جھگڑا کر رہے تھے اور اب گھر لے جانا چاہتے ہیں۔!"

"اپنی غلط فہمی کا ازالہ کریں گے۔" وہ اُس کے بائیں کان سے منہ لگا کر بولا۔

"کیسی غلط فہمی۔!"

"یہ سمجھتے تھے کہ تم بس یونہی ہو۔!"

"بس یونہی کا کیا مطلب.....!" بوڑھا ضغیم اشرف کو گھورتا ہوا بولا۔

"میں نے کچھ نہیں کہا۔" ضغیم اشرف بھی آگے بڑھا اور اُس کے کان سے منہ لگا کر بولا۔ "یہ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں..... مطلب یہ کہ میں تو آپ کو بہت اچھا آدمی سمجھتا ہوں اور آپ کے کان سے بڑی دلآویز خوشبو آ رہی ہے.....!"

"مٹی کا عطر ہے.... تین سو سال سے ہمارے خاندان میں محفوظ چلا آرہا ہے۔!"

"میں کہہ رہا تھا کہ میرے گھر چلئے.... آپ کی طرف دل کھنچ رہا ہے۔!"

"دل کو قابو میں رکھئے.... میں ضرور چلوں گا۔" سنکی بوڑھے نے فخریہ انداز میں اپنے بھتیجے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔!

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ وہاں سے روانہ ہو گئے تھے....! سیاہ رنگ کی مرسیڈیز کار تھی.... دونوں بوڑھے اگلی سیٹ پر بیٹھے تھے.... یاور بخت بیگم اشرف کے ساتھ پچھلی سیٹ پر تھا۔ ضغیم اشرف نے اسٹیئرنگ سنبھالا۔

"آپ لوگ غالباً سیاح ہیں....!" بیگم اشرف نے یاور سے پوچھا۔

"جی ہاں.... شاہ دارا سے آئے ہیں۔!"

"کیسا لگا سردار گڈھ آپ کو....!"

"اس بار تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔!"

"گویا ہر سال آتے ہیں۔!"

"جی ہاں....! لیکن اتنے اچھے لوگوں سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔!"

"اپنی پسند کے لوگ تلاش کئے جاتے ہیں۔ یونہی نہیں مل جایا کرتے۔!"

"لیکن ہمیں تو تلاش کئے بغیر ہی مل گئے ہیں۔!"

"اتفاق ہے۔!"

اُدھر سنکی بوڑھا ضغیم اشرف کے کان کھا رہا تھا!" آج کل کے لونڈے خود کو نہ جانے کیا سمجھتے ہیں۔ اب یہی ہیں ہمارے برخوردار اُن کا خیال ہے کہ یہ دنیا کے سارے علوم و فنون کے ماہر ہیں.... لیکن ابھی پوچھ لوں کہ کسی بدصورت اور اپاہج سے عشق کیوں نہیں ہوتا تو بیہوش ہی ہو جائیں گے۔!"

"نہ ضغیم اشرف ہی کچھ بول رہا تھا اور نہ اُس کا بھتیجا یاور.... کیونکہ اُس سے کچھ کہنے کے لئے یا تو چیخنا پڑتا تھا یا کان سے منہ لگا کر بات کرنی پڑتی تھی.... بس وہ خود ہی بولے جا رہا تھا۔

"انہوں نے تو آپ کی زندگی تلخ کر دی ہوگی۔!" بیگم اشرف نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں....! انہیں شکست دینے پر آجاؤں تو گھنٹوں ان کے کان سے منہ لگائے بیٹھا بکواس کرتا رہتا ہوں اور اس طرح جکڑے رہتا ہوں کہ اٹھ کر بھاگ بھی نہیں

سکتے۔ مجھ سے زیادہ طاقتور تو نہیں ہیں۔!"

"پھر آپ ہی بتایئے.... وہ سنکی ہیں یا آپ....!"

"حقیقتاً سنکی تو دادا جان تھے۔!"

"وہ کیا کرتے تھے....!" بیگم اشرف نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔!

"وہ کیا نہیں کرتے تھے....!" یاور بخت ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"کچھ تو بتایئے....!"

"مجھے تو یاد نہیں! دوسروں سے سنا ہے! ایک درجن طوطے پال رکھے تھے اور انہیں گندی گندی گالیاں رٹائی تھیں۔ ادھر کسی نے ڈیوڑھی میں قدم رکھا اور طوطوں نے للکارنا شروع کر دیا۔ آگیا حرام زادہ وقت برباد کرنے۔ تیری صورت پر پھٹکار.. کہیں اور جامر.... وغیرہ وغیرہ....!"

بیگم اشرف ہنسی کے مارے دوہری ہوئی جا رہی تھی۔ یاور بخت طویل سانس لے کر بولا۔" پھر ایک دن ایسا ہوا کہ شائد کسی وجہ سے طوطوں کا موڈ خراب تھا جیسے ہی دادا جان اُن کی خبر گیری کو آگے بڑھے۔ ایک طوطے نے للکارا" آگیا حرام زادہ وقت برباد کرنے۔" بس پھر سبھوں نے اپنا اپنا سبق دہرانا شروع کر دیا تھا.... اُسی دن سارے طوطے ذبح کر دیئے گئے۔!"

"کمال ہے....! آپ کا گھرانہ تو ایں خانہ ہمہ آفتاب است....!" اگلی سیٹ سے ضغیم اشرف نے کہا۔!

"جی مجھ سے کچھ فرمایا....!" دال بخش نے چونک کر پوچھا۔

ضغیم اشرف نے سر کو منفی جنبش دی تھی۔!

"آخر مجھ سے کیوں نہیں کچھ فرماتے.... اُن برخوردار میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔!"

دفعتاً یاور بخت آگے جھکا اور اپنے چچا کے کان سے منہ لگا کر بولا۔" میرے ساتھ حلق نہیں پھاڑنا پڑتا۔! تم آخر جلتے کیوں ہو انکل ڈیئر....!"

"اچھا.... اچھا.... خیر.... خیر.... دیکھا جائے گا۔!" دال بخش کا سر دیر تک ہلتا رہا تھا۔

گاڑی عابد روڈ پر ایک عجیب وضع کی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔ یہ عمارت گلوب کی شکل کی تھی اور اس کا نام فانوس تھا۔!

وہ گاڑی سے اترے....!

دال بخش آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمارت کو دیکھے جارہا تھا۔! ضیغم اشرف نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا"اندر تشریف لے چلئے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔نہ میں انڈے سے نکلا ہوں اور نہ کسی انڈے میں داخل ہوسکتا ہوں۔!"

"آپ اندر سے اس عمارت کو دیکھ کر خوش ہوجائیں گے....!"

"مجھے باہر ہی خوش رہنے دیجئے....زردیاں اور سفیدیاں بہت دیکھی ہیں میں نے...!"

"میں تو جارہا ہوں....!"یاور بخت غصیلے لہجے میں چیخا۔!

"میں باہر ہی انتظار کروں گا....شوق سے جاؤ۔!"

ضیغم اشرف نے بے بسی سے یاور بخت کی طرف دیکھا۔

"میں نے تو پہلے ہی عرض کردیا تھا کہ ایشیا کے عظیم سنکی ہیں۔!"

"میں کہتا ہوں تم جاؤ۔!" دال بخش نے بھتیجے سے کہا۔!"میں قیامت تک تمہارا اسی جگہ انتظار کروں گا۔!"

"اس کا کیا مطلب ہوا....!"ضیغم اشرف نے یاور سے پوچھا۔

"کسی بات کا کوئی مطلب نہیں! میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔انہیں یہیں کھڑا رہنے دیجئے۔!"

"کمال ہے....!انہی کی وجہ سے تو میں نے اپنی اس وقت کی تفریح برباد کی ہے۔ورنہ باغ سے ابھی کیوں آتا۔!"

"تو پھر یہیں کھڑے کھڑے انکا نفسیاتی علاج کر دیجئے۔!یہ تو ہرگز اندر نہیں جائیں گے۔!"

"آخر وہاں سے کیوں چلے آئے تھے۔!"

"اگر عمارت کی ساخت کا پتا چل جاتا تو ہرگز نہ آتے۔!"

"واقعی خطرناک قسم کی سنک معلوم ہوتی ہے۔!اور جناب عالی! نفسیاتی علاج کھڑے کھڑے نہیں ہوجاتا۔!اس میں وقت لگتا ہے۔!"

"میں جانتا ہوں....!"یاور سر ہلا کر بولا۔

"تو پھر کیا کریں....!"

"کچھ بھی نہیں....!میں اس عمارت کو اندر سے دیکھ لینے کے لئے بے چین ہوں۔!"

"چلئے....!میں دکھاؤں....!" بیگم اشرف بے تکلفی سے اُس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔"ان دونوں کو یہیں کھڑا رہنے دیجئے۔!"

اور پھر حقیقتاً یہی ہوا تھا۔دونوں بوڑھے باہر ہی رہ گئے تھے اور وہ اُسے لئے ہوئے اندر آئی تھی۔عمارت کا ڈھنگ عجیب تھا! باہر سے گلوب کی شکل تھی۔لیکن اندر پہنچ کر یہ تصور ختم ہوگیا تھا کہ باہر سے عمارت کی بناوٹ کیا تھی...!کمرے مستطیل تھے اور چھتیں مسطح جیسے عام مکانوں کی ہوتی ہیں۔

"پروفیسر بھی سنکی ہیں۔!" دفعتاً بیگم اشرف نے کہا۔

"اچھا تو پھر....!"

"وہ کسی نہ کسی طرح آپ کے چچا کو اندر لے آئیں گے۔خواہ ملازموں کی مدد سے اٹھوانا ہی کیوں نہ پڑے۔!"

"غضب ہوجائے گا۔!"یاور بوکھلا کر بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"اگر زبردستی کی گئی تو ایک آدھ کی جان ضرور جائے گی۔!"

"میں نہیں سمجھی....!"

"بخش خاندان کا کوئی فرد اسے برداشت نہیں کرسکتا۔!جلدی کیجئے....پروفیسر کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کیجئے....!ورنہ کسی ملازم کا خون آپ کی گردن پر ہوگا۔!"

"ہونے دیجئے....!دیکھا جائے گا....ہاں تو آپ....!"وہ کچھ کہتے کہتے رُک گئی۔!

"جی ہاں فرمائیے....!"

"پروفیسر ماہر نفسیات ہیں....!اور میں جسموں کی معالج ہوں۔!"

"اوہو....لیڈی ڈاکٹر....!"

"صورت دیکھ کر بتاسکتی ہوں کہ آپ کس مرض میں مبتلا ہیں۔!"

"میں تو کسی بھی مرض میں مبتلا نہیں ہوں۔!"

"دو سال بعد آپ کو احساس ہوسکے گا کہ آپ کس موذی مرض کا شکار ہوئے ہیں۔!"

"ایسا نہ کہئے....!"یاور بوکھلا کر بولا۔

"یقین کیجئے....!" بیگم اشرف.... چند لمحے پُر تشویش انداز میں کچھ سوچتی رہی پھر سوال کیا "آپ نے کب سے اپنا خون ٹسٹ نہیں کرایا۔!"

"کبھی نہیں کرایا۔ ضرورت ہی نہیں پڑتی۔!"

"اسی لئے تو امراض آخری اسٹیج میں داخل ہو جانے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر تو صحت یاب ہونے میں بھی دیر لگتی ہے یا مریض جانبر ہی نہیں ہو سکتا۔!"

"خدارا بتایئے.... میں کس مرض میں مبتلا ہوں۔!"

"آپ کے اندر چیچک کے جراثیم سے متاثر ہو جانے کی ٹنڈنسی موجود ہے۔! میں پیتھالوجسٹ بھی ہوں۔ آپ کا خون ٹسٹ کر کے ثابت کر سکتی ہوں۔!"

"چیچک.. خدا کی پناہ.. میرا چہرہ داغ دار ہو جائے گا۔" یاور بہت زیادہ بدحواسی کے عالم میں بولا۔

"فکر مت کیجئے۔ اسکا تدارک بھی ہو جائے گا آپ زندگی بھر چیچک کے شکار نہ ہو سکیں گے۔!"

"تو پھر کچھ کیجئے....!"

"سب سے پہلے خون ٹسٹ کروں گی۔!"

"ضرور.... ضرور.... میں تیار ہوں.... جتنا دل چاہے خون نکال لیجئے۔!"

وہ اُسے تجربہ گاہ میں لائی تھی اور ہائپوڈرمک سیرنج سے اُس کا خون نکال کر محفوظ کر لیا تھا۔!

"آپ لوگ کہاں مقیم ہیں۔!" اُس نے یاور سے پوچھا۔

"انٹرنیشنل کے کمرہ نمبر گیارہ اور بارہ میں۔!"

"بس کل آپ کو رپورٹ مل جائے گی اور کل ہی سے علاج بھی شروع ہو سکے گا۔ اگر آپ نے پسند کیا۔!"

"کیوں نہیں.... کیوں نہیں....! لیکن اس کا ذکر چچا سے نہ آنے پائے۔ وہ میرا مذاق اڑائیں گے.... میں اُن کی لاعلمی میں تنہا ہی آؤں گا۔!"

"یہ اور بھی اچھا ہو گا....!" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "ذرہ برابر بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں....! میرا طریق علاج آپ کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے گا۔!"

"بہت بہتر.... تو کل کس وقت آؤں۔!"

"جس وقت بھی دل چاہے ہم زیادہ تر گھر ہی پر ملتے ہیں۔ آج اتفاقاً بہت دنوں بعد باغ کی

طرف جا نکلے تھے۔! خیر.... چلئے اب دیکھیں کہ آپ کے چچا صاحب پر کیا گذری۔!"

"جی ہاں.... مجھے بھی تشویش ہے۔ کہیں وہ سر کے بل نہ کھڑے ہو گئے ہوں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"جب اُن کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں تو سر کے بل کھڑے ہو جاتے ہیں۔! اس کی پرواہ کئے بغیر کہ کہاں ہیں۔!"

وہ عمارت سے باہر آئے۔ دونوں بوڑھے اب بھی اُسی جگہ کھڑے تھے جہاں انہیں چھوڑ کر وہ اندر گئے تھے۔ دونوں کے درمیان کسی مسئلے پر بحث جاری تھی انہیں دیکھ کر خاموش ہو گئے۔!

"تم نے آج میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔!" یاور کا چچا اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ اور یاور کھسیانے انداز میں ہنسنے لگا۔! دفعتاً بیگم اشرف آگے بڑھی اور اُس کے کان سے منہ لگا کر بولی "تو کون سی آفت آ گئی۔ میں نے آپ کے بھتیجے کے کان نہیں کاٹ لئے۔!"

"ارے آپ اس کی گردن بھی کاٹ دیتیں تو مجھے پرواہ نہ ہوتی۔ لعنت ہے ایسے بھتیجے پر کہ چچا کو باہر چھوڑ کر خود اندر چلا جائے گا۔!"

"آپ بھی چلئے....!"

"جی نہیں شکریہ....! میں گول چیزوں سے دور بھاگتا ہوں۔!"

"تو پھر اپنے اوپر یہ گول کھوپڑی کیوں لئے پھر رہے ہیں۔!" ضیغم اشرف غصیلی آواز میں چیخا۔!

"بالکل گول نہیں ہے....!"

"اگر ہوتی تو کیا ہوتا۔!"

"میں ایسا ہرگز نہ ہوتا جیسا اب ہوں۔!"

"پلیز پروفیسر....!" یاور آہستہ سے بولا۔ "ان کے منہ نہ لگئے۔ اب ان کا موڈ خراب ہو گیا ہے۔ آدمیوں کی طرح باتیں نہیں کریں گے۔!"

"کیا کہہ رہے ہو چپکے چپکے....!" دال بخش نے پوچھا۔

"واپسی کی اجازت طلب کر رہا ہوں۔!" یاور نے جواب دیا۔

"ہاں.... بہتر ہے.... اب تشریف لے جایئے۔!" ضیغم اشرف نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

یاور نے اپنے چچا کا بازو پکڑا اور پھاٹک کی طرف مڑ گیا۔

”ٹھہریئے....!“ بیگم اشرف آگے بڑھ کر بولی....!”گاڑی سے بھجوائے دیتی ہوں۔!“

”کہاں تکلف کیجئے گا۔!“

”کیا فرمارہی ہیں....!“ بوڑھے نے پوچھا۔

”کہتی ہیں اپنی گاڑی سے بھجوادوں....!“

”اگر یہ کہتی ہیں تو ٹھیک ہے۔ اُن صاحب کی بات تو ہرگز نہیں مانوں گا۔!“

”جہنم میں جاؤ۔!“ کہتا ہوا پروفیسر عمارت کی طرف مڑ گیا۔



سنگ نے اندازہ لگالیا تھا کہ فائر کس طرف سے ہوئے تھے۔ لیکن خود خالی ہاتھ ہونے کی بناء پر فوری طور پر کوئی قدم نہیں اٹھاسکتا تھا۔

بہر حال وقت گذرتا رہا تھا....!اور پھر فائر نہیں ہوئے تھے۔ اُس نے گاڑی کے پچھلے حصے میں دوسری طرف بھی فلیٹ ٹائر والا وہیل لگایا تھا اور گاڑی غالباً پندرہ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل پڑی تھی۔!

اس طرح اگلے تیس میل شائد دو گھنٹے میں طے ہوئے تھے۔! اور وہ نعیم آباد کے پٹرول پمپ تک جا پہنچا تھا۔!دو ٹائروں کی مرمت کرانے کے بعد سفر دوبارہ شروع ہوا تھا۔!

سردار گڈھ پہنچتے پہنچتے رات کے تین بج گئے۔ لیکن سنگ کی پیشانی پر شکن تک نہیں تھی۔! ایسا لگتا تھا جیسے یہ روزانہ کا معمول ہو۔!

اُس کے جسم پر ایک بھی گرم کپڑا نہیں تھا اور وہ تھی سردار گڈھ کی ایک سرد رات۔ کھلی فضا میں تو اُن کے دانت بھی بجنے لگتے تھے جنہوں نے گرم سوٹوں پر اُوور کوٹ پہن رکھے ہوتے تھے۔

گاڑی ایک شبینہ ڈرگ اسٹور کے سامنے روکی تھی۔ اور اُتر کر کاؤنٹر پر آیا تھا۔ سیلز مین اُسے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اور اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے سامنے پڑے ہوئے پیڈ پر جلدی جلدی لکھنے لگا۔ ”جناب عالی پولیس آپ کی تلاش میں ہے۔ رفعت منزل کے علاوہ اور ہر جگہ آپ کو تلاش کر چکی ہے۔ وہ لوگ یہاں ایک ایسا آلہ چھوڑ گئے ہیں جس کے ذریعے ہماری گفتگو کا ایک ایک لفظ کہیں اور سُنا جاسکے گا۔!“

سنگ نے تحریر پر نظر ڈالی تھی اور ڈرگ اسٹور سے نکل کر پھر گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔ یہاں کی

پولیس کو اُس کی تلاش تھی لیکن سرنگی کے نام سے کاسموفیگ کمپنی کے مینجنگ ڈائرکٹر کی حیثیت سے بعض اُمور کی جواب دہی کرنی تھی۔ پولیس نے اُس کے دفتر کو سیل کر دیا تھا۔ لیکن عملے کے کسی فرد کو حراست میں نہیں لیا تھا۔ البتہ ہر ایک کی نگرانی جاری تھی۔

سنگ نے اُس گیراج کا رخ کیا جہاں حسبِ وعدہ گاڑی چھوڑنی تھی.... گیراج کا چوکیدار شائد اُس گاڑی کو اچھی طرح پہچانتا تھا.... اُس کے رکتے ہی دوڑا آیا لیکن پھر خلافِ توقع کسی اجنبی کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔!

”سب ٹھیک ہے....!“ سنگ سر ہلا کر بولا۔ ”گاڑی یہیں رہے گی۔ میں ادھر پہلی بار آیا ہوں.... گاڑی ایک جگہ خراب ہوگئی تھی۔ سیٹھ نے مجھے بھیجا کہ ٹھیک کر کے یہاں پہنچا دوں.... ادھر فون بھی ہے....!“

”ہے اُستاد....!“ چوکیدار نے کہا۔

”میں ایک کال کروں گا....!“ سنگ گاڑی سے اُترتا ہوا بولا۔

”ضرور استاد....!“ چوکیدار نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

وہ اُسے گیراج کے اُس حصے میں لایا تھا جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ سنگ نے کسی کے نمبر ڈائیل کئے۔ لیکن فوری طور پر جواب نہ ملا۔ تین بار رنگ کرنے کے بعد.... دوسری طرف سے ریسیور اٹھائے جانے کی آواز سنی تھی۔ پھر کسی نے نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں کال کا جواب دیا۔

”کیا افیون کھا کر سوئے تھے....!“ سنگ نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”اُوہ.... اُوہ.... جناب....! معاف فرمائیے گا۔!“

سنگ نے کنکھیوں سے چوکیدار کی طرف دیکھتے ہوئے انگلش میں کہا! ”شاہی دیوار کے قریب فوراً گاڑی چاہئے۔! بیس منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”اور ہاں.... خیال رکھنا کہ تمہارا تعاقب تو نہیں کیا جارہا.... اگر یہ محسوس کرو تو گاڑی کو جنرل پوسٹ آفس کے قریب چھوڑ کر خود رفوچکر ہو جانا۔ کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ دینا۔!“

”میں احتیاط رکھوں گا جناب....! لیکن ابھی تک یہاں کے کسی فرد کا تعاقب نہیں کیا گیا۔ یہ عمارت محفوظ ہے۔!“

"پھر بھی اگر تم بیس منٹ میں شاہی دیوار تک نہ پہنچے تو میں سمجھ لوں گا کہ اب گاڑی جنرل پوسٹ آفس کے قریب ملے گی۔!"

"بہت بہتر جناب...!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور سنگ نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"چائے بناؤں استاد....!" چوکیدار نے پوچھا۔

"نہیں دوست.... پھر کبھی۔!"

"تو کیا پیدل ہی جاؤ گے۔!"

"زیادہ دور نہیں جانا۔ ایک ساتھی کا گھر قریب ہے۔!" سنگ نے کہا اور گیراج سے نکلا چلا آیا۔ دس منٹ میں وہ اُس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں گاڑی منگوائی تھی.... اور یہاں اُسے سات آٹھ منٹ منتظر رہنا پڑا تھا۔

ایک لمبی سی سیاہ گاڑی مقررہ وقت سے دو منٹ پہلے ہی وہاں پہنچ گئی تھی۔!

"سب ٹھیک ہے....!" سنگ نے کھڑکی کے قریب پہنچ کر پوچھا۔!

"جی ہاں.... تعاقب نہیں کیا گیا۔!"

"اچھا.... پیچھے جاؤ.... میں خود ڈرائیو کروں گا۔!"

ایک آدمی اگلی سیٹ سے اُتر کر پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ سنگ نے اسٹیئرنگ سنبھالا اور گاڑی حرکت میں آگئی۔

"دونوں لاشیں پہنچ گئی تھیں۔!" سنگ نے کچھ دیر بعد پوچھا۔!

"دونوں....!" پچھلی سیٹ والے نے حیرت سے کہا! "نہیں جناب.... صرف ایک۔!"

"کون سی پہنچی تھی۔!"

"وہی جناب جو پولیس نے جنگل سے اٹھائی تھی۔!"

"اب کہاں ہے۔!"

"ارے جناب.... آپ ہی کی ہدایت پر تو جلادی گئی تھی۔!"

"میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔!"

"میں نے آپ کی کال ریسیو کی تھی۔!"

"کس طرح یقین کرلیا تھا کہ وہ میری ہی کال تھی۔!"

"جس طرح اِس وقت نیند میں ہونے کے باوجود بھی یقین کرلیا تھا۔ آپ نے اپنا نام تو نہیں بتایا تھا۔!"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس آواز اور میری آواز میں ذرّہ برابر بھی فرق نہیں تھا۔!"

"نہیں جناب....! مجھے سخت حیرت ہے۔!"

"جن سے لاش چوری کرائی گئی تھی انہیں بھی اس پر حیرت ہے لیکن یقین کرو کہ میں نے ایسا حکم کبھی کسی کو نہیں دیا۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!"

"اس دوران میں میری طرف سے اور کیا احکامات ملے ہیں۔!"

"کچھ بھی نہیں.... بس لاش کے سلسلے میں.... یا اس وقت گاڑی کے لئے۔!"

"تم جانتے ہو کہ تم میرے معتمد ترین آدمی ہو۔!"

"اس کے لئے میں شکر گذار ہوں جناب۔!"

"آج جب میں یہاں آرہا تھا تو گاڑی کا ایک ٹائر فلیٹ ہوگیا....! نیچے اُتر کر دیکھ ہی رہا تھا کہ مجھ پر دو فائر کئے گئے۔!"

"نہیں....!" دوسرا آدمی اُچھل پڑا۔

"یقین کرو....! ہر چند کہ پولیس کو میری تلاش تھی۔ لیکن کہیں کی بھی پولیس میری لاش نہیں چاہتی مجھے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔!"

"میں جانتا ہوں جناب....!"

"میرے پاس بعض حکومتوں کے بہت بڑے بڑے راز ہیں۔ ان کے خلاف دستاویزی ثبوت میرے قبضے میں ہیں۔! اس لئے کوئی بھی چُپ چپاتے مار ڈالنا پسند نہیں کرے گا۔!"

"درست فرمارہے ہیں جناب....!"

"پھر دور دور تک کوئی نظر نہیں آیا تھا۔!"

"حیرت ظاہر کرنے کے علاوہ اور کیا عرض کرسکتا ہوں۔!"

"کاسموفیگ کی کیا رپورٹ ہے....؟"

"دفتر سیل کردیا گیا ہے.... عملے کی نگرانی ہورہی ہے اور آپ کی تلاش جاری ہے۔!"

"تم پر تو کسی کی نظر نہیں۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"سُنا ہے رفعت منزل کی بھی نگرانی نہیں ہو رہی۔!"

"دھوکا ہے جناب! میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ رفعت منزل کو نظر انداز کر دیں گے۔!"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔!"

"اور کوئی خاص بات۔!"

"کیپٹن فیاض پھر دوڑیں لگا رہا ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"خدا کی پناہ! کیا آپ کو اس کا بھی علم نہیں۔!"

"سب کچھ جلدی سے بتاؤ۔!"

"پانچ نمبر والوں نے اُسے پکڑ کر اُس کے سینے پر کچھ دھاریاں ڈال دی تھیں پھر بیہوشی کی حالت میں سڑک کے کنارے ڈال گئے.... وہاں سے ایک عورت لے گئی.... اور کچھ دن وہاں رہا.... پھر وہ عورت بھی غائب ہو گئی.... اور اب کئی کئی میل تک دوڑتا چلا جاتا ہے۔!"

"کیا تم نے اُس عورت کو دیکھا ہے۔!"

"جی ہاں....!"

"اُس کا حلیہ بتاؤ۔!"

"حلیہ.... حلیہ....!" وہ متفکرانہ لہجے میں بولا "اس کے علاوہ اور کچھ یاد نہیں کہ بہت خوبصورت عورت تھی۔!"

"ہوں.... اچھا....!"

"یقین کیجئے کہ چہرے کی بناوٹ یاد نہیں....! بس یہ تاثر ذہن میں موجود ہے کہ بہت خوبصورت تھی۔!"

"مجھے یقین ہے....!" سنگ دانت پیس کر بولا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر سنگ نے پوچھا "اب وہ عورت کہاں ہے....؟"

"مجھے علم نہیں ہے.... میں نے تو کیپٹن فیاض پر آپ کے حکم کے مطابق پہلے ہی سے نظر

رکھی تھی۔ اس لئے اُس عورت کو بھی دیکھ سکا تھا۔ پانچ نمبر میں سارے ہی سفید فام غیر ملکی ہیں۔ میرا خیال تھا کہ وہ عورت بھی اُنہی میں سے ہو گی۔!"

"کیا خیال ہے تمہارا پانچ نمبر والوں نے یہ حرکت میرے حکم سے کی ہو گی۔!"

"آپ انچارج ہیں جناب۔!"

"ہرگز نہیں۔! میں نے پانچ نمبر والوں کو بھی ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔!"

"تو پھر وہ من مانی کر رہے ہیں۔!"

"یہی تو دیکھنا ہے۔ اگر من مانی کر رہے ہیں تو کیوں....؟"

"میں تو یہی سمجھتا تھا کہ آپ انچارج ہیں۔!"

"میں بھی یہی سمجھتا ہوں.... وہ میرے ہی چارج میں تھے۔ اور اگر کوئی تبدیلی ہوئی ہے تو مجھے اس کا علم ہونا چاہئے تھا۔!"

"قاعدے کی بات ہے۔!"

"کیپٹن فیاض کو کیوں چھیڑا گیا۔ میں نہیں جانتا۔!"

"میں جانتا ہوں۔ اُس سے کہا گیا تھا کہ اگر اُس نے اپنے اُس دوست کو واپس نہ کیا تو کسی وقت بھی اُس کا پورا جسم دھاری دار بنا دیا جائے گا۔!"

سنگ کچھ نہ بولا۔ اُس کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے اور گاڑی کسی نامعلوم منزل کی طرف چلی جا رہی تھی۔!

"آج سردی بڑھ گئی ہے جناب....!" پچھلی سیٹ والے نے کہا۔ "اور آپ شائد گرم کپڑوں میں نہیں ہیں۔!"

"اس اوور آل کے نیچے سوتی کپڑے کا شلوار سوٹ ہے۔!"

"آپ فولاد کے بنے ہوئے ہیں جناب۔!"

"تم میرے ذاتی آدمی ہو۔ تمہارا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں۔!"

"اور آپ مجھے ہمیشہ اپنا وفادار پائیں گے۔ میں طاقت کا پجاری ہوں۔!"

"اس قضیئے سے نپٹنے کے بعد تم سردار گڈھ کے سب سے زیادہ مالدار آدمی ہو گے۔!"

"پھوٹی کوڑی بھی نہ ملے تو پرواہ نہ ہو گی۔ میرے لئے یہی اعزاز کیا کم ہے کہ آپ میرے ہیں۔!"

"نشانہ باز جاپانی کہاں مقیم ہے....؟"

"اُس کا کوئی خاص ٹھکانہ نہیں.... شہر میں نہیں ٹکتا۔!"

"کب سے نہیں دکھائی دیا۔!"

"شائد پرسوں دیکھا تھا.... تو کیا اُسی نے آپ پر فائر....!"

"میرا یہی خیال ہے....! وہ کئی فرلانگ دور سے صحیح نشانہ لے سکتا ہے۔! میری جگہ اور کوئی ہوتا تو....!" سنگ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیوں....؟"

"یہی تو دیکھنا ہے.... اور پھر بتاؤں گا انہیں کہ میں کیا چیز ہوں۔!"

"آپ تنظیم کے بڑوں میں سے ہیں۔!"

"سب فریب ہے۔ سفید فاموں کی بالادستی کی چھاؤں میں بڑا ہوں اور بس.... یہ مردود کتنی ہی مساوات کی باتیں کریں سب دھوکا ہوتا ہے ایک خوبصورت فریب۔!"

"یہ دھاری دار آدمی کیوں بنائے جا رہے ہیں۔!"

"مجھے نہیں بتایا گیا۔!"

"اور یہ بیچارے اپنی اصلی حالت پر آ بھی سکیں گے یا نہیں۔!"

"میں یہ بھی نہیں جانتا۔ اِسے چھوڑو اُس جاپانی کے ممکنہ ٹھکانوں کے بارے میں بتاؤ۔!"

پچھلی سیٹ والے نے کئی جگہوں کے نام لئے تھے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر اُسی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ زیادہ تر سمن بار میں رہتا ہے۔ اس یوریشین لڑکی کی وجہ سے۔!"

"اُوہ.... تو کوئی لڑکی بھی ہے۔!"

"جی ہاں۔ ڈوروتھی نام ہے۔ اُس کا باپ رابرٹ سمن بار میں پولٹری فارمنگ کرتا ہے۔!"

"اوہو.... تو ہم سمن بار ہی والی سڑک پر تو جا رہے ہیں۔!" سنگ نے کہا۔

"جی ہاں....! لیکن اس وقت....!"

"لگے ہاتھوں دیکھ لیتے ہیں کیسی ہے وہ لڑکی۔!"

"شوخی کے علاوہ تو اور کوئی خاص بات مجھے نظر نہیں آئی۔!"

"ماں بھی ہے۔!"

"نہیں.... صرف باپ بیٹی ہیں۔! دراصل وہ انہیں پولٹری فارمنگ کے جاپانی طریقے سکھا رہا ہے۔!"

"اب میں اُسے چینی طریقے سے عالم بالا کی طرف روانہ کردوں گا۔ کیا وہ اُن کے ساتھ اُن کے گھر میں رہتا ہے۔!"

"نہیں فارم کے ساتھ والے ہٹ میں چوکیدار کے ساتھ رہتا ہے۔!"

"چلو دیکھتے ہیں! فارم میرا دیکھا ہوا ہے۔! وہی ہے نا جو واٹر ریزروائر کے قریب ہے۔!"

"جی ہاں وہی۔!"

"ٹھیک ہے.... چاقو ہوگا تمہارے پاس۔!"

"جج.... جی ہاں۔!"

"دینا مجھے....! میں تو بالکل خالی ہاتھ چلا تھا۔ گاڑیاں روک روک کر تلاشی لے رہے تھے۔!"

"کوئی خاص بات تھی۔!"

"اُسی نانہجار بھتیجے سے ٹکراؤ ہو گیا تھا جس کا ذکر تم سے کر چکا ہوں۔! ساری گڑ بڑ اُسی کی پھیلائی ہوئی ہے.... ورنہ بات اس قدر آگے نہ بڑھتی۔ ایشور سنگھ والا دھاری دار آدمی اُسی کے ہاتھ لگ گیا تھا۔!"

"اُسے ختم کیوں نہیں کر دیتے جناب۔!"

"میری ہی طرح وہ بھی قسمت کا سکندر ہے! ویسے مجھے یقین ہے کہ مارا جائیگا میرے ہی ہاتھوں۔!"

پچھلی سیٹ والا کچھ نہ بولا۔ گاڑی اندھیرے کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

پچھلی سیٹ والے نے چاقو نکال کر سنگ کے حوالے کر دیا۔

"گاڑی میں ٹارچ تو ہوگی ہی۔!" سنگ نے پوچھا۔

"جی ہاں.... ٹارچ بھی ہے اور ایک ریوالور بھی۔!"

"ریوالور کی ضرورت نہیں.... غالباً اب ہم پولٹری فارم کے قریب ہیں۔!"

"جی ہاں.... بس وہ اگلے موڑ والی چڑھائی۔!"

"مجھے اندازہ ہے....! گاڑی وہیں چھوڑ دوں گا اور تم گاڑی ہی میں میرا انتظار کرو گے۔!"

"تنہا جائیں گے۔!"

"ذاتی قضیئے تنہا نپٹانے کا عادی ہوں۔!"

"آپ واقعی گریٹ ہیں۔!"

سنگ نے سڑک کے کنارے گاڑی روکنے کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا کہ دوسری گاڑیوں کے لئے دشواری نہ ہوسکے۔!

اُس نے دوسرے آدمی کو گاڑی میں چھوڑا اور خود بائیں جانب والی چڑھائی طے کرنے لگا۔!

تاروں کی چھاؤں میں راستہ دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ پھر اُس کیبن تک جا پہنچا تھا جس کی نشان دہی اُس کے ساتھی نے کی تھی۔!

وہ بے آواز چلتا ہوا دروازے تک آیا۔ ٹھیک اُسی وقت اُسے کسی کتے کی غراہٹ سنائی دی تھی اور اُس نے چاقو کھول لیا تھا۔

پھر جیسے ہی بائیں جانب سے کتا اچھل کر اس کے اوپر آیا۔ اس نے زمین پر لوٹ لگائی اور کتے کی کریہہ آواز دور تک سناٹے کا سینہ چیرتی چلی گئی۔... اس کے بعد وہ پھرتی سے کیبن کے بائیں بازو کی طرف آگیا....! زخمی کتا دروازے کے آس پاس گھسٹتا اور کریہہ آوازیں نکالتا پھر رہا تھا....! کیبن کے اندر سے کھڑبڑاہٹ سنائی دی تھی.... اور پھر کیبن کا دروازہ چرچرایا تھا۔!

سنگ دیوار سے چپک کر رہ گیا....! کوئی باہر نکلا تھا۔! پہلے ٹارچ کی روشنی دم توڑتے ہوئے کتے پر پڑی تھی.... پھر ادھر اُدھر اندھیرے میں گردش کرنے لگی تھی.... وہ جو کوئی بھی تھا اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا اور شائد تنہا ہی تھا ورنہ زبان تالو سے نہ لگی رہ جاتی۔

اتنی دیر میں سنگ پورے کیبن کا چکر کاٹ کر دائیں بازو پر پہنچ چکا تھا۔! کیبن سے برآمد ہونے والے نے ٹارچ بجھا دی تھی۔ لیکن اب بھی دروازے ہی پر کھڑا ہوا تھا.... دفعتاً سنگ نے اُس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ کر بیٹھ گیا۔!

"کک.... کون....؟" وہ خوف زدہ آواز میں بولا۔

"جاپانی کہاں ہے۔!" سنگ سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"یہاں نہیں ہے۔!" اس کا شکار ہانپتا ہوا بولا۔

"کب سے نہیں ہے....!"

"کل رات کو چلا گیا تھا۔ پھر نہیں آیا تھا.... چھوڑو مجھے۔!"

"تم چوکیدار ہو۔!"

"ہاں.... ہاں.... چھوڑو....!"

سنگ نے بائیں کہنی سے اس کی کنپٹی پر گھسا لگایا۔ اور وہ "ارے" کہہ کر بائیں جانب ڈھہتا چلا گیا۔! اس کے بعد سنگ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور پھر اُسی طرف چل پڑا تھا۔ جہاں گاڑی کھڑی کی تھی۔!

"کیا رہا جناب....!" گاڑی میں بیٹھے ہوئے آدمی نے پوچھا۔

"خواہ مخواہ ایک کتے کا خون ہوگیا۔!" سنگ اگلی نشست کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتا ہوا بولا۔ "وہ یہاں نہیں ہے۔!"

"میں نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ ایک جگہ نہیں ٹکتا۔!"

سنگ نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ سردار گڈھ کی جانب نہیں موڑی گئی تھی۔ اُس کے ساتھی نے بھی نہیں پوچھا تھا کہ اب کدھر کا قصد ہے۔

سنگ تھوڑی دیر بعد بولا تھا۔! "فی الحال سردار گڈھ میں قیام مناسب نہیں جب ساتھی ہی دغا دینے لگیں تو محتاط ہو جانا چاہئے۔!"

"آپ اُن حرام زادوں کو ساتھی کہہ رہے ہیں۔!"

"یہی تو دشواری ہے کہ حرام زادے نہیں ہیں۔ ورنہ اس طرح دغا نہ دیتے۔!"

"اپنی بات آپ ہی جانیں۔!" ساتھی آہستہ سے بڑبڑایا تھا۔



کیپٹن فیاض کو ایک ہٹ کرائے پر مل گیا تھا۔ بستی سے خاصا الگ تھلگ واقع ہوا تھا۔ اسی لئے شائد مل گیا تھا۔ ورنہ سیزن میں ایسی خوش نصیبی کس کے حصے میں آسکتی۔ فیاض تو چاہتا بھی یہی تھا کہ بھیڑ بھاڑ سے کٹ جائے یہاں وہ تحیر آمیز نظروں سے دور رہ کر جتنی دیر چاہتا دوڑتا رہ سکتا تھا.... وہ تین دھاریاں جو جسم پر باقی رہ گئی تھیں سوہان روح بنی ہوئی تھیں۔

اس وقت بھی وہ اپنے ہٹ کے آس پاس دوڑتا پھر رہا تھا۔!

اچانک ایک جگہ کسی نے للکارا۔ "ٹھہر جاؤ۔!"

وہ بھنا کر پلٹا.... ایک باوردی پولیس انسپکٹر تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا اُسے گھورے جارہا تھا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔!" اُس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کیوں....؟" فیاض نے بھی آنکھیں نکالیں۔

"کہاں رہتے ہیں۔!"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم دخل اندازی کرنے والے کون ہو۔ کیا میں کوئی غیر قانونی حرکت کر رہا ہوں۔!"

"اے مسٹر....! سیدھی بات کا سیدھا جواب دو ورنہ دشواری میں پڑو گے۔!"

"میں اُس ہٹ میں رہتا ہوں۔!" فیاض نے بائیں جانب والی چڑھائی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اور اتفاق سے میرا تعلق بھی امور داخلہ ہی کے ایک شعبے سے ہے.... اس لئے میں اس مداخلت کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔ ہم کسی دوڑنے والے کو خواہ مخواہ روک کر یہ نہیں پوچھ سکتے کہ وہ کیوں دوڑ رہا ہے۔!"

"بشرطیکہ کسی کا کچھ لے کر نہ بھاگا ہو۔!" انسپکٹر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"بکواس بند کرو۔ ورنہ الٹا ہاتھ منہ پر دوں گا۔ میں تم سے عہدے میں بہت بڑا ہوں۔!"

سب انسپکٹر صرف ہونٹ ہلا کر رہ گیا تھا آواز نہیں نکلی تھی۔ فیاض نے جیب سے اپنا شناخت نامہ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

اُس نے اُسے ہاتھ میں لے کر دیکھا تھا اور پھر اُس پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی تھی۔ فوراً سلیوٹ کر کے ہکلایا تھا۔ "مم... معافی چاہتا ہوں... جج جناب عالی۔ مگر بات ہی ایسی ہو گئی ہے۔!"

"کیا بات ہے....!" فیاض نے اُس سے شناخت نامہ لیتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ادھر نشیب میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ کسی نے اُس کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ اور دونوں ہاتھ کاٹ لے گیا ہے۔!"

"اُوہ....!"

پھر فیاض اُس کے ساتھ جائے واردات پر پہنچا تھا۔ لیکن یہاں کچھ اور پولیس والے بھی موجود تھے۔ لاش چت پڑی ہوئی تھی۔ اور اُس کی دونوں ہتھیلیاں غائب تھیں۔ نیچے کلائی کے پاس سے الگ کر لئے گئے تھے۔

"یہ تو کوئی جاپانی لگتا ہے۔!" فیاض آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر انسپکٹر سے پوچھا "کچھ کاغذات بھی برآمد ہوئے ہیں۔!"

"جی نہیں۔ جیبیں خالی ہیں۔ کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی جس سے اسکی شخصیت پر روشنی پڑ سکے۔!"

"میرا خیال ہے کہ قتل کو زیادہ وقت نہیں گذرا۔ خون کی رنگت دیکھو....! شائد ایک گھنٹہ بھی نہیں گذرا۔!"

سب انسپکٹر کچھ نہ بولا۔ فیاض نے کہا "اور میں اس دوران میں کہیں گیا بھی نہیں.... فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے.... لیکن میں نے کسی قسم کی آواز نہیں سُنی....! لاش کس نے دیکھی تھی؟"

"میں نے ہی....!" سب انسپکٹر نے کہا "کچھ دیر قبل ادھر سے گذرا تھا۔!"

"بڑی عجیب بات ہے کہ چپ چپاتے مر گیا۔!" فیاض نے کہا اور لاش کے قریب پہنچ کر اس کا جائزہ لینے لگا۔!

سب انسپکٹر اپنے ساتھیوں کو آہستہ آہستہ اُس کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ سب چاق و چوبند نظر آنے لگے۔

"سیاح معلوم ہوتا ہے۔!" فیاض اُن کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہوٹلوں میں چیک کیجئے۔ قطعی طور پر جاپانی ہے۔!"

"جی ہاں.... میرا بھی یہی اندازہ تھا۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ تنہا یہاں کیا کر رہا تھا۔ غیر ملکی سیاح ہمیشہ ٹولیوں کی شکل میں نکلتے ہیں۔!"

"ہو سکتا ہے لاش کہیں اور سے لا کر یہاں ڈالی گئی ہو۔!"

"ہاں....! ایسا بھی ہو سکتا ہے۔!" فیاض نے سر ہلا کر پُر تفکر لہجے میں کہا۔!

تھوڑی دیر بعد لاش اٹھوا دی گئی تھی۔ اور فیاض نے سب انسپکٹر سے کہا "اگر میری ضرورت پیش آئے تو مطلع کر دینا۔!"

"بہت بہتر جناب....! شائد آپ کی رہنمائی میں ہم مُجرم پر ہاتھ ڈال سکیں۔!"

اُن لوگوں کے چلے جانے کے بعد بھی فیاض وہیں کھڑا چاروں طرف نظریں دوڑاتا رہا تھا۔ لیکن سعی لاحاصل، کوئی ایسا نشان نہ مل سکا جو بات کو آگے بڑھا سکتا تھک ہار کر ہٹ میں واپس چلا آیا۔!

بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ اور پھر یک بیک اُس کا سارا جسم جھنجھنا اٹھا۔ دروازے کے سامنے عمران کھڑا اُسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"آؤ.... آؤ....!" فیاض سر ہلا کو بولا۔" آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

"پہلے میں تمہارے محکمے کو تو اطلاع دے دوں کہ تم زندہ وسلامت ہو۔!" عمران نے کہا۔

"بکواس مت کرو... تمہاری وجہ سے اس حال کو پہنچا ہوں۔!" فیاض آپے سے باہر ہوتا ہوا بولا۔

"دُم نکل آئی ہے.... یا سینگ نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔!"

"بس خاموش رہو.... فتح محمد خان کہاں ہے۔!"

"یار کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ پتا نہیں کس فتح محمد کی بات ہے۔!"

"کیا تم نے اُس کا خاکہ نہیں شائع کرایا تھا اخبارات میں۔!"

"اچھا.... وہ.... لیکن وہ تو مر گیا.... اور اُس کی لاش بھی غائب ہو گئی۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتا۔!"

"یقین نہ کرنے کی وجہ۔!" عمران نے سوال کیا، جو اب کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔

"وجہ۔!" فیاض دانت پیس کر بولا۔!" وجہ.... یہ دیکھو وجہ۔!"

اُس نے تیزی سے اپنے گریبان کے بٹن کھول دیئے تھے.... تین رنگین دھاریاں دور سے بھی دیکھی جاسکتی تھیں۔!"

"یہ کیا ہوا....!" بے اختیار اُس کی زبان سے نکلا تھا۔

"تمہاری وجہ سے ہوا تھا۔ اخبار میں فتح محمد خان کا اسکیچ دیکھ کر میں نے انٹر نیشنل سے تمہیں فون کال کی تھی اور تم سے جو گفتگو ہوئی تھی اُس کا علم اُن لوگوں کو ہو گیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے دھوکے سے مجھے پکڑ لیا۔!"

"تمہیں پکڑ لیا۔!" عمران چونک کر بولا۔

فیاض نے کبھی اٹک اٹک کر اور کبھی جوش و خروش کے ساتھ اپنی پوری کہانی سنائی تھی.... اور پھر دانت پیس کر بولا تھا! روزالی مہندس بھی تمہاری ہی وجہ سے کام ادھورا چھوڑ گئی۔!

"کاش میں تمہارے خوابوں سے بھی دور رہ سکتا۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اب بتاؤ.... میں کیا کروں....!" فیاض ران پر ہاتھ مار کر بولا۔

"ان تین دھاریوں کو اُس عورت کی یادگار سمجھ کر معاف کر دو۔!"

"میں واقعی تمہیں جان سے مار دوں گا۔ اور یہ بکواس ہے کہ فتح محمد کی لاش غائب ہو گئی۔

ظاہر ہے کہ غائب کر دینے والے وہی ہوتے تو پھر مجھ سے اُس کا مطالبہ کیوں کیا جاتا۔!"

"مقدرات فیاض صاحب....! تمہاری قسمت میں روزالی کی آغوش شفقت لکھی ہوئی تھی۔ کیسے نصیب نہ ہوتی۔!"

"مذاق اڑا رہے ہو۔!" فیاض حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

"دھیرج.... دھیرج....!" عمران ہاتھ اٹھا کر سنجیدگی سے بولا۔" تم نے اُس عورت کے ساتھ کئی دن گذارے تھے۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تم اُس کا صحیح حلیہ نہ بتا سکو گے۔!"

فیاض نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ لیکن پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ دفعتاً اُس کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔

"کیا خیال ہے.... بتاؤ حلیہ....!"

فیاض کچھ نہ بولا۔ احمقوں کی طرح عمران کی شکل دیکھتا رہا۔! عمران سر ہلا کر بولا۔" نہیں بتا سکتے.... اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ساری دنیا میں صرف ایک ہی عورت ایسی ہے جسے ٹکڑوں میں نہیں دیکھا جاسکتا پوری کی پوری ذہن پر حملہ آور ہوتی ہے۔!"

"نہیں....!" فیاض بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹی تھری بی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی فیاض صاحب....!"

فیاض طویل سانس لے کر بیٹھ گیا۔ اس طرح آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھے جا رہا تھا جیسے اُس کے سر پر دوسرا سر نمودار ہو گیا ہو۔

"لہٰذا غصہ تھوکو.... اور اس بین الاقوامی کام میں میرے ہاتھ بٹاؤ۔ پتا نہیں وہ یہاں کیا کرنا چاہتی ہے۔ تمہیں اُس نے محض اس لئے الجھایا تھا کہ مجھے اُس کے پھندے میں لا پھنساؤ.... لیکن میں ان دنوں بہت زیادہ محتاط رہا ہوں۔!"

"لیکن یہ دھاریاں....!"

"محض ایک سائنسی شعبدہ....! یہ اُسی محلول سے مٹ جائیں گی جو وہ استعمال کرتی رہی تھی.... اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔!"

"لیکن تین دھاریاں باقی کیوں رہنے دیں....!"

"اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ تم پورے سینے کی صفائی کرا کے چلتے بنو گے مجھے تلاش

نہیں کرو گے....!"

"تم میں کیا خاص بات ہے۔!"

"میں اُس کی چلنے نہیں دیتا.... اور تم سے زیادہ خوبصورت ہوں۔!"

"صورت حرام ہو....!"

"صرف مردوں کے لئے.... بلکہ مُردوں کے لئے کہو....!"

"یار دیکھو میں مر جانے کی حد تک سیر لیس ہوں....!"

"فضول باتیں مت کرو.... تمہیں شائد علم نہ ہو کہ سنگ بھی یہیں موجود ہے۔ اور ہاں یہ لاش کا قصہ کیا تھا۔!"

"سنگ بھی موجود ہے....!" فیاض اُس کے سوال کو نظر انداز کر کے بولا۔

"ہاں.... میں نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ لیکن وہ ڈوج دے گیا۔!"

عمران نے کہا اور سنگ سے ٹکراؤ والی کہانی دہرانے لگا۔!

فیاض کے چہرے پر کرب کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ شائد اُس نے ذہن کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ عمران کے خاموش ہو جانے پر بولا "اسی طرح کسی دن خاموشی سے مر جاؤ گے۔ لاش کا بھی پتا نہیں چلے گا۔!"

"تمہاری خواہش بھی یہی ہے.... ورنہ خواب میں میری لاش کیوں نظر آئی۔ پوری نہ ہو سکنے والی خواہشیں خوابوں ہی کے ذریعے تسکین پاتی ہیں۔!"

فیاض کچھ نہ بولا.... عمران نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہنے کے بعد کہا۔

"ذرا ایک بار پھر تو بتانا کہ اُس نے چند دھاریاں کس طرح مٹائی تھیں۔!"

"کیا کرو گے سُن کر! تم تو صرف اُس محلول کی بات کر رہے ہو جبکہ میں نے خود اُن دھاریوں کو اپنے پیروں کی طرف سے اٹھنے والے دھوئیں میں رینگتے دیکھا تھا۔!"

"دھواں چمکیلا تھا۔!"

"ہاں چمکیلا ہی سمجھ لو....! میں نے ایسا دھواں بھی پہلے کبھی نہیں دیکھا۔!"

"وہ چیز بھی دیکھی ہو گی جس سے دھواں نکل رہا تھا۔!"

"نن.... نہیں.... وہ تو نہیں دیکھ سکا تھا۔ میرے اٹھنے سے پہلے آگ بجھا دیتی تھی۔!"

"آگ....؟ گھاس تو نہیں کھا گئے....! تم نے دیکھی تھی آگ....!"

"نہیں....!"

"تو پھر اتنے وثوق سے آگ کی بات کیوں کر رہے ہو۔!"

"اس لئے کہ آگ کے بغیر دھواں ناممکن ہے....!"

"جاہلوں کی سی باتیں نہ کرو.... میں تمہیں بعض کیمیکلز کی آمیزش سے دھواں پیدا کر کے دکھا سکتا ہوں.... ویسے اَب اپنی معلومات میں اضافہ کرو.... وہ دھواں نہیں بلکہ غبار کی شکل کا ٹیلی ویژن اسکرین تھا.... زیرو لینڈ کے سائنس دانوں کی ایک انوکھی ایجاد۔!"

"شائد نشے میں معلوم ہوتے ہو۔!"

"کئی بار میرا اس سے سابقہ پڑ چکا ہے۔ فیاض صاحب....! بہر حال تھریسیا نے تمہیں خوب اُلو بنایا.... ہو سکتا ہے اُس کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہو۔ ذرا دیکھنا میری طرف....!"

"مت بکواس کرو....!" فیاض دوسری طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اب چپ چاپ اٹھو اور دروازہ بند کر دو۔!" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "شائد میں پھنس گیا ہوں۔ اگر مجھے تمہارے واقعات کا علم ہوتا تو شائد اسطرح کھلے عام تمہاری طرف رُخ بھی نہ کر سکتا۔!"

"کیا کہہ رہے ہو....!"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اُٹھو اور دروازہ بند کرو۔ وہ تمہیں اسی لئے اچانک چھوڑ بھاگی تھی۔"

فیاض گومگو کے عالم میں اٹھا اور دروازہ بند کر کے سٹکنی چڑھا دی پھر عمران کے قریب آکر آہستہ سے بولا۔ "اگر میری نگرانی بھی ہوتی رہی ہے تو اس وقت آس پاس کوئی نہ ہوگا۔ کیونکہ کچھ ہی دیر قبل ان اطراف میں کسی جاپانی کی لاش پائی گئی ہے اور پولیس پوری طرح ادھر ہی متوجہ ہے۔!"

"جاپانی کی لاش....؟ کیا اُس کے کاغذات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ جاپانی تھا۔!"

"کاغذات نہیں ملے لیکن چہرے کی بناوٹ اور رنگت کی بناء پر جاپانی ہی ہو سکتا ہے۔! کسی نے اُس کا پیٹ چاک کر دیا ہے.... اور دونوں ہاتھ کاٹ لے گیا ہے۔!"

"ہاتھوں سے انہی کے پہچان لئے جانے کا اندیشہ ہوتا ہے جن کا ریکارڈ ہو پولیس کے پاس۔!" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا اور اٹھ گیا۔

"تم شائد یہ کہنا چاہتے ہو کہ قاتل لاش کی شناخت نہیں ہونے دینا چاہتا۔!"

"پھر اور کیا بات ہو سکتی ہے.... بغیر ہاتھوں کی.... لاش کا کیا مطلب ہو سکتا ہے.... اسے نہ بھولو کہ زیرو لینڈ کی تنظیم میں دنیا کی ساری اقوام کے بدمعاش افراد شامل ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ جاپانی بھی اُنہی میں سے ہو.... اپنی کسی بے احتیاطی کی پاداش میں اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا ہو۔! تمہاری نگرانی کرنے والوں میں وہ بھی شامل رہا ہو۔!"

"باتیں ختم کرو....!" فیاض جھنجھلا کر بولا۔ "اگر تمہارا خدشہ درست ہے تو یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو۔!"

"وہ مجھے گولی نہیں ماریں گے۔!" عمران مسکرا کر بولا "کیونکہ فتح محمد زندہ ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ وہ اُسے حاصل کرنا چاہتے ہیں....! وانگ لین کی لاش انہوں نے سائنٹیفک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی عمارت سے غائب کرا دی تھی۔!"

"تم تو کہہ رہے تھے کہ وہ مر گیا۔!"

"نہیں زندہ ہے.... اور ایک آدمی کو جان سے مار چکا ہے۔!"

"وہ کیسے....!"

"لمبی کہانی ہے....! پھر کبھی سناؤں گا.... واقعی مجھے یہاں سے نکل جانے کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔!" وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"چلو.... مجھے پورا ہٹ دکھاؤ۔!"

"اس سے کیا ہو گا۔!"

"راہ فرار تلاش کروں گا.... ہٹ ایسی جگہ بنایا گیا ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی رخنہ ضرور مل جائے گا۔!"

ٹھیک اُسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی....! اور عمران تیزی سے دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا....! ساتھ ہی اُس نے فیاض کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کرتے ہوئے اُس کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔!

فیاض نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ یہ پولیس والوں کی دوسری ٹیم تھی۔

"ادھر نیچے جو گاڑی کھڑی ہوئی ہے کیا آپ کی ہے....؟" انسپکٹر نے سوال کیا۔

"نہیں....؟"

"کیا کوئی یہاں آیا ہے....؟"

"پہلے مقصد بتاؤ پھر تمہاری بات کا جواب دوں گا۔!"

"آپ سیدھی طرح بتائیں گے یا....!"

"بس بس....!" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ یہاں سبھی رنگروٹوں کے سے انداز میں بات کرتے ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ایک لاش کے سلسلے میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آ چکا ہے۔!"

اُس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا شناخت نامہ پھر نکال لیا تھا "اسے دیکھو.... اور پھر میرے سوالات کے جواب دو۔!" اُس نے شناخت نامہ انسپکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر نے شناخت نامہ دیکھا اور بڑے ادب سے بولا تھا "معاف فرمایئے گا جناب....!"

"اور اب بتاؤ.... کہ اُس گاڑی سے تمہیں کیا سروکار۔!"

"اس کے ٹائر اُسی قسم کے ہیں جن کے نشانات کے سلسلے میں ہم تفتیش کر رہے ہیں۔!"

"گاڑی میری اپنی نہیں لیکن میرے ہی محکمے کی ملکیت ہے....!"

"تب تو پھر وہ کوئی اور گاڑی ہو گی۔!"

"قصہ کیا ہے....؟"

"سمن بار کے ایک پولٹری فارمر نے رپورٹ درج کرائی ہے کہ پچھلی رات کسی نے اُس کے رکھوالی کے کتے کا پیٹ چاک کر دیا۔ اور اُس کے چوکیدار سے اُس کے ایک غیر ملکی مہمان کے بارے میں جو اُس وقت وہاں موجود نہیں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں اُس نے چوکیدار پر اس قدر تشدد کیا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ فارم کے قریب ہی ہمیں کسی گاڑی کے ٹائروں کے نشانات ملے تھے جو اس گاڑی....!"

"کیا وہ غیر ملکی مہمان کوئی جاپانی تھا....؟" فیاض نے اُس کی بات کاٹ کر سوال کیا۔

"جی ہاں....!" انسپکٹر چونک کر بولا۔

"کچھ دیر پہلے.... بائیں جانب کے نشیب سے ہومی سائیڈ کا انسپکٹر راشد خان ایک لاش اٹھوا لے گیا ہے.... اور وہ لاش جاپانی ہی کی تھی۔!"

دفعتاً عمران دروازہ کھول کر سامنے آ گیا اور فیاض سے بولا "کپتان صاحب کیوں نہ میں انہی لوگوں کے ساتھ جا کر اُس پولٹری فارمر سے بھی پوچھ گچھ کر لوں۔!"

اگر آواز عمران کی نہ ہوتی تو فیاض چھلانگ مار کر اُسے ضرور دبوچ بیٹھتا کیونکہ شکل عمران کی نہیں تھی....! بہت غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا تھا کہ وہ دہانہ کبھی عمران کا دہانہ رہا ہوگا۔ کیونکہ اب تو چار بڑے بڑے دانت نچلے ہونٹ پر چھپر کی طرح چھائے ہوئے تھے۔!

"ضرور.... ضرور....!" فیاض سنبھل کر بولا۔ "دراصل ہمیں ایک ایسے آدمی کی تلاش ہے جس کا تعلق مقتول جاپانی سے ہو سکتا ہے۔!"

"ضرور چلیئے جناب....!" انسپکٹر نے عمران سے کہا۔

"اور وہ گاڑی جس کے بارے میں آپ پوچھ رہے تھے انہی کے زیر استعمال ہے۔!" فیاض نے انسپکٹر سے کہا۔

"لاش کے بارے میں مجھے آپ ہی سے معلوم ہوا ہے....! ہو سکتا ہے.... وہ اُسی کا مہمان ہو۔ چلیئے جناب....!"

عمران باہر نکلا تھا۔

"آپ میرے ہی ساتھ بیٹھیئے گا۔!" عمران نے انسپکٹر سے کہا۔!

"بہتر جناب....!"

عمران کی گاڑی کے قریب ہی اُن کی جیپ کھڑی نظر آئی۔ عمران نے گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے انسپکٹر سے کہا "آگے ہی آجایئے....!"

وہ اس کا شکریہ ادا کر کے اُس کے برابر بیٹھ گیا تھا۔! جیپ آگے تھی اور عمران کی گاڑی پیچھے.... دونوں گاڑیاں سمن بار کی طرف روانہ ہو گئیں۔ انسپکٹر نے کئی بار کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ شائد اُس کے ذہن میں بھی اُس کے دانت چبھ رہے تھے۔!

"پولٹری فارمر کا کیا نام ہے....!" عمران نے اُس سے سوال کیا۔

"رابرٹ فلیکس....! یوریشین ہے۔ جاپانی اُس کی لڑکی ڈوروتھی کا بوائے فرینڈ تھا۔!"

"رقابت کا قصہ....!"

"ہو سکتا ہے جناب....!"

"خیر دیکھے لیتے ہیں۔!"

اور انسپکٹر بار بار اُس کے دانت دیکھنے لگتا تھا۔ داراب ہاؤس میں گھنی مونچھوں والے ریڈی

میڈ میک اَپ کے ضائع ہو جانے کے بعد عمران نے یہ مصنوعی دانت بنوائے تھے جو دراصل دانتوں پر خول کی طرح چڑھا لئے جاتے تھے.... اور دہانے کی بناوٹ ہی بدل کر رہ جاتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ سمن بار پہنچ گئے.... رابرٹ ایک دائم الخمر قسم کا آدمی ثابت ہوا.... اس وقت بھی بیٹھا پی رہا تھا۔!

"کچھ معلوم ہوا....!" اُس نے انسپکٹر کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا.... اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا.... "مجھے اپنے کتے کی موت کا بے حد غم ہے۔ آؤ بیٹھو.... کیا پیو گے.... میں تو صرف وہسکی پیتا ہوں۔!"

"شکریہ.... ہم ڈیوٹی پر ہیں....!" انسپکٹر نے کہا "ویسے اس وقت آمد کا مقصد یہ ہے کہ اُس جاپانی سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکیں۔!"

"میں کیا بتا سکوں گا....!" وہ ڈوروتھی کا بوائے فرینڈ ہے۔!"

"انہی سے ملوا دیجئے....!" انسپکٹر بولا۔

"وہ اُس کے لئے بہت پریشان ہے۔ پتا نہیں کون تھا جو کتے کو اس بے دردی سے مار گیا۔!"

"مس ڈوروتھی سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔!" عمران نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔!"

"کیا وہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔!"

"اس کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"اُن سے کچھ بے حد ضروری سوالات کرنے ہیں۔!"

"شوق سے کرو۔ لیکن مجھے پریشان نہ کرو۔ میں کتے کی موت پر بے حد مغموم ہوں۔!"

"لیکن ہم انہیں کہاں تلاش کریں۔!"

"کسی ملازم سے معلوم کر لو.... نہ وہ میرے بارے میں کچھ جانتی ہے اور نہ میں اُس کے بارے میں.... ہم دونوں کے مشاغل مختلف ہیں۔!"

"بوزنا....!" انسپکٹر بولا۔

"تم خود.... تم خود....!" اُس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔! "مجھے اُردو ہی نہیں فارسی بھی آتی ہے.... تم خود بوزنا.... بندر....!"

وہ سب ہنسنے لگے تھے اور رابرٹ انہیں گھونسہ دکھا کر بولا تھا!" چلے جاؤ.... اب میرے پاس مت آنا۔ ڈورو تھی جانے مجھے تو جاپانیوں سے نفرت ہے! مکار.. اول درجے کے مکار ہوتے ہیں۔!"

باہر آکر انہوں نے ملازموں سے پوچھ گچھ کی تھی.... انہوں نے بتایا کہ کچھ دیر پہلے انہوں نے ڈورو تھی کو فارم کی طرف جاتے دیکھا تھا!

اور پھر وہ انہیں چوکیدار کے کیبن میں مل ہی گئی تھی۔ لمبے قد اور مضبوط اعضاء والی تھی۔ خوش شکل بھی تھی۔ خاص طور پر آنکھیں بڑی جاندار تھیں۔

"ہم تمہارے بوائے فرینڈ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔!" عمران نے اس سے کہا۔

"اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے کیا کرو گے....! اُس شخص کو تلاش کرو جو اُس کا پتہ پوچھ رہا تھا۔ شائد چوکیدار کا پیٹ بھی اُس طرح پھاڑ دیتا جیسے کُتے کا کیا تھا۔!"

"اُس کی بات پھر کریں گے....! فی الحال جاپانی کا نام بتاؤ۔!"

"شی تو کیو....!"

"کہاں رہتا ہے....!"

"میں نہیں جانتی....! ویسے ہم انٹر نیشنل میں ملتے ہیں۔ اور کبھی کبھی وہ ہمارے ساتھ بھی قیام کرتا ہے....!"

"پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی۔!"

"غالباً ایک ماہ قبل انٹر نیشنل میں....! لیکن اب باتوں سے کیا فائدہ.... اُس درندے کو تلاش کرو جس نے کتے کا پیٹ چاک کر دیا۔!"

"ضرور تلاش کریں گے.... کیونکہ اُس نے جاپانی کا بھی پیٹ چاک کر دیا ہے۔!"

"نہیں....!" وہ چیخ پڑی۔

"لہٰذا ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلو۔ تمہیں جاپانی کی لاش شناخت کرنی ہے۔!" انسپکٹر نے کہا۔

لڑکی بے حد خوف زدہ نظر آنے لگی تھی۔ اُس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔! اور پیروں میں بھی لرزش تھی۔

"مم میں تنہا نہیں جاسکوں گی.... ڈیڈی کو بھی لے چلو....!"

لیکن ڈیڈی نے جاپانی کی موت کی اطلاع ملتے ہی قہقہہ لگایا تھا....! اور بولا تھا "خوب ہوا.... خوب ہوا.... اُسی کی وجہ سے میرے کتے کا پیٹ پھاڑا گیا تھا۔ غالباً اُس نے وہی چاقو اُس کے لئے بھی استعمال کیا ہوگا۔ واہ کیا انصاف ہوا ہے....! میرے کتے کے بدلے ایک جاپانی۔ اب میں کتے کو بھی صبر کرلوں گا۔!"

"مس ڈورو تھی لاش کی شناخت کے لئے تنہا نہیں جانا چاہتیں۔! اس لئے تم بھی ساتھ چلو....!" عمران نے کہا۔

"میں نہیں جاؤں گا۔ میرے اور اس کے مشاغل الگ الگ ہیں۔ کسی ولد الحرام جاپانی کو دوست بنانے سے بھی نہیں روکا تھا۔!"

"ڈیڈی پلیز....!"

"دفع ہو جاؤ.... میں نہیں جاؤں گا۔!"

"مسٹر فلیکس.... قانون کے نام پر....!" عمران بولا۔

"تو پھر یہ ساتھ نہیں جائے گی.... میں چل کر شناخت کر دوں گا۔!"

"ہو سکتا ہے آپ غلطی کر جائیں.... جاپانیوں سے نفرت کرنے کی بناء پر آپ نے اُسے قریب سے تو دیکھا نہ ہوگا اور دور سے سارے جاپانی ایک جیسے نظر آتے ہیں۔!" انسپکٹر نے کہا۔

"تب پھر میرے جانے سے کیا فائدہ۔!"

"ہتھکڑیاں لگا کر لے چلو....!" دفعتاً عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا.... کیا.... تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!"

"لگادو.... ہتھکڑیاں۔!"

"میں قانون سے نابلد نہیں ہوں....!"

"قانون عدالت میں چلے گا.... اور عدالت ابھی دور ہے.... لگاؤ ہتھکڑیاں۔!"

"میں چل رہا ہوں....!" وہ اٹھتا ہوا دھاڑا۔

وہ ہیڈ کوارٹر پہنچے تھے اور لاش کی شناخت کی تھی۔ انسپکٹر راشد متحیر تھا۔ اچانک اتنی جلدی لاش کی شناخت کیسے ہوگئی۔ عمران کے ساتھ والے انسپکٹر نے اُسے بتایا کہ اس کی طرح وہ بھی کیپٹن فیاض سے جا ٹکرایا تھا۔

"اور یہ کیپٹن ہی کے محکمے کے آدمی ہیں اُنہوں نے ساتھ کر دیا تھا۔!" انسپکٹر نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"لیفٹیننٹ جنجوعہ....!" عمران نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔!

"میں کپتان صاحب سے بے حد شرمندہ ہوں۔!" راشد بولا.... "اور انہی کی عنایت سے لاش کی شناخت بھی ہوگئی۔!"

"لیکن کیا فائدہ....!" عمران بولا "ہم اُس جاپانی کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتے کہ وہ اس لڑکی کا بوائے فرینڈ تھا۔!"

"اسی طرح آہستہ آہستہ بات آگے بڑھے گی۔!"

"اچھی بات ہے....! میں ان دونوں کو سمن بار چھوڑے آتا ہوں۔!"

"آپ کہاں تکلیف کریں گے.....! ہم بھجوادیں گے۔!"

"میں اپنے مخصوص طریقے اختیار کرونگا۔ شائد یہی لڑکی کارآمد ثابت ہو۔ اپنی دانست میں یہ اُسکے بارے میں کچھ نہیں جانتی... لیکن ہم اسکے کچھ نہیں سے بھی بہت کچھ نکال سکیں گے۔!"

"جیسی آپ کی مرضی.... کپتان صاحب کے تعاون کا بہت بہت شکریہ....! انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہماری رہنمائی کریں گے۔!"

عمران نے دل ہی دل میں کپتان صاحب کے سر پر ایک عدد چپت رسید کی اور اُن دونوں کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر سمن بار کی طرف روانہ ہوگیا۔

"تم نے ہتھ کڑی کا نام لے کر میری بڑی توہین کی ہے۔!" رابرٹ نے کہا جو اُسی کے برابر بیٹھا ہوا تھا اور لڑکی پچھلی سیٹ پر تھی۔!

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ تم دل کے بُرے نہیں ہو۔! کوئی باپ نہیں چاہتا کہ اُس کے بچے ناپسندیدہ لوگوں کے ساتھ رہیں۔!"

"وہ اس کا اعتراف نہیں کرے گی۔!"

"میرے ذاتی معاملات میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔!" لڑکی غرائی۔

"کون کر رہا ہے.....!" عمران نے پوچھا۔

"اُسکے منہ مت لگو!" رابرٹ نے عمران سے کہا۔ "بعض اوقات مجھ پر گھونسہ تان لیتی ہے۔!"

"یہ تو ذہنی صحت مندی کی علامت ہے۔!" عمران بولا۔

"باپ پر گھونسہ تان لینا۔!"

"مار بیٹھنا دیوانگی ہو سکتی ہے۔ لیکن صرف دھمکی دے کر رہ جانا کوئی ایسی غیر معمولی حرکت نہیں ہے۔ جب ذرا سی رہی ہوگی تو شوخی سے ایک آدھ ہاتھ جما بھی دیتی ہوگی۔!"

"وہ اور بات تھی.... بچہ تھی....!"

"تو اب کون سی بوڑھی ہوگئی ہے۔ اگر تم خود کو پچیس سال کا تصور کرلو تو یہ دو سال سے زیادہ کی نہ رہ جائے گی۔!"

"تم کیوں پاگل پن کی باتیں کر رہے ہو۔!"

"والدین کا پاگل پن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر گھونسا تان لیا تو کون سی قیامت آگئی۔ تمہاری ہی بیٹی تو ہے کسی اور کی نہیں۔ کسی اور کو گھونسہ دکھائے تو یقیناً پاگل سمجھی جائے گی۔ لہٰذا اُسے پاگل سمجھی جانے سے بچالو.... ڈیڈی ڈیئر....!"

"تم مجھے اس سے بھی زیادہ پاگل معلوم ہوتے ہو۔!"

"تم اپنا وقت نہ ضائع کرو دوست.....!" لڑکی نے زہریلے لہجے میں کہا۔! "میں ان کی بیٹی نہیں ہوں۔ ان کی بیٹیاں تو الماری میں سجی رہتی ہیں۔!"

"بکواس بند کرو ڈورا۔!"

"میں غلط نہیں کہہ رہی اجنبی..... اس شخص کے لئے شراب مجھ سے بھی زیادہ اہم ہے۔ جتنے پیار سے یہ بوتلوں کو سہلاتا ہے کبھی میرے سر کو بھی نہیں سہلایا۔!"

"ڈورا....!" رابرٹ حلق پھاڑ کر چیخا اور لڑکی تلخی سے ہنس کر خاموش ہوگئی۔

"آپ دونوں کے درمیان یہ دیوار مجھے گراں گذر رہی ہے۔!" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔! کوئی کچھ نہیں بولا تھا....! عمران نے گاڑی اُن کے مکان کے سامنے روکی اور رابرٹ اُتر گیا۔ لڑکی بھی اُتری تھی۔ لیکن پھر عمران کے قریب اگلی سیٹ پر آبیٹھی تھی اور بہت زور سے دروازہ بند کیا تھا۔ رابرٹ نے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر شانوں کو جنبش دے کر عمارت کی طرف مڑ گیا۔!

"مجھے واپس لے چلو....!" ڈورا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔!

"بہت خوشی سے....!" عمران نے کہہ کر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی موڑتا ہوا بولا "مسٹر

فلیکس بہت غمگین معلوم ہوتے ہیں۔!"

"ڈھونگ ہے....!ذرا دیر شراب نہ ملے تو ایسی ہی شکل نکل آتی ہے۔!"

"ایسے آدمی سے ہمدردی ہونی چاہئے۔!"

"اب کیا تم بھی بور کرو گے....!" وہ جھلا کر بولی۔

"الفاظ واپس لیتا ہوں.... مسٹر فلیکس کا قیمہ بنا دینا چاہئے۔!"

"ہاں وہ اسی قابل ہے۔!"

"لیکن تمہارے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے۔!"

"دخل اندازی وہاں ہوتی ہے جہاں لگاؤ ہوتا ہے۔!"

"یہ بھی درست ہے....!لیکن میں نے ایسی اولادیں بھی دیکھی ہیں جنہیں ایسے لگاؤ سے شدید نفرت ہوتی ہے۔!"

"اعتدال مسٹر اعتدال.... نہ بہت زیادہ لاپرواہی اچھی ہوتی ہے اور نہ بہت زیادہ توجہ۔!"

"اسے میں تسلیم کرلوں گا۔!لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کو اُس جاپانی کی موت سے زیادہ صدمہ نہیں پہنچا۔!"

"میں نہیں جانتی وہ کون تھا کہاں سے آیا تھا۔!اُس کی صرف ایک بات مجھے پسند تھی۔ ہر وقت ہنستا ہنساتا رہتا تھا۔ اور اچھی طرح جانتا تھا کہ کیسے آدمیوں سے کس طرح پیش آنا چاہئے۔!"

"کیا وہ یہاں بالکل تنہا تھا۔!"

"میں نے اُسکے ساتھ کبھی کسی کو نہیں دیکھا.... البتہ ایک بار جب ہم ایک کیفے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک عورت وہاں آئی تھی جسے دیکھ کر وہ بُری طرح نروس ہو گیا تھا اور اُسی کے اشارے پر اٹھ کر باہر چلا گیا تھا یعنی وہ اُسے باہر لے گئی تھی۔ وہ مجھ سے معافی مانگ کر چلا گیا تھا پھر جلد ہی واپس بھی آگیا تھا۔ اور بتایا تھا کہ وہ اس کی مالکہ تھی۔ بڑی شاندار عورت تھی۔ بے حد حسین اور زندگی سے بھرپور۔!"

"اُس کے بارے میں یہ تو بتایا ہو گا کہ وہ کہاں رہتی ہے۔!"

"نہیں.... بڑی صفائی سے کہہ دیا تھا کہ میں اُس کے بارے میں کچھ بھی نہ پوچھوں....!"

"کیا کوئی مقامی عورت تھی۔!"

"نہیں غیر ملکی تھی۔ اُس نے مجھے اُس کی قومیت بھی نہیں بتائی تھی۔ میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔!"

"کبھی اپنے کسی دشمن کا بھی ذکر کیا ہو گا۔!"

"اپنے بارے میں کبھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔ بہر حال اُس کے ساتھ اچھا وقت گذرتا تھا۔ عرصہ تک یاد رہے گا۔!"

"ہمیں ایک قاتل کی تلاش ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم بھی یہی چاہو گی کہ وہ اپنی سزا کو پہنچے۔!"

"قدرتی بات ہے....!"

"اُس کی مالکہ کا حلیہ ہی بتاؤ۔!"

"حلیہ.... بس بہت خوب صورت تھی۔!"

"مجھے تو ہر عورت بہت خوبصورت لگتی ہے۔ کس کس سے سر مارتا پھروں گا کوئی ایسی نشانی بتاؤ جس کی بناء پر اُسے دوسری عورتوں سے الگ کر سکوں....!"

"مجھے افسوس ہے کہ اس کے علاوہ اور کچھ یاد نہیں.... ہاں ٹھہریئے.... یاد آیا.... ایک آدمی.... توکیو اس کے بارے میں آپ کو شائد اس سے زیادہ کچھ بتا سکے جتنا میں جانتی ہوں۔!"

"چلو اُسی کی نشان دہی کر دو۔!"

"سیامیز بار میں ایک بار ٹنڈر ہے.... نام نہیں جانتی.... داہنے گال پر چوٹ کا گہرا نشان ہے اور سیامیز ہی معلوم ہوتا ہے.... کبھی کبھی وہ توکیو کو کسی کے تحریری پیغامات دیا کرتا تھا۔!"

"کس قسم کے پیغامات....!"

"میں نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی۔!"

"بہت بہت شکریہ.... شہر میں تمہیں کہاں اُتار دوں....؟"

"خواجہ اسٹریٹ میں کسی جگہ....!"



وہ دیوانہ وار کار ڈرائیو کر رہا تھا۔! کوئی سفید فام غیر ملکی تھا.... ایک ٹریفک سارجنٹ نے موٹر سائیکل پر تعاقب کر کے اُس کا چالان بھی کیا تھا....! لیکن اُس کے بعد بھی اُس کی گاڑی کی تیز رفتاری میں کمی نہیں آئی تھی۔!

مارامار شہر سے الگ تھلگ ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا۔ اور گاڑی سے اُتر کر دوڑتا ہوا عمارت کے اندر چلا گیا تھا۔!

"سام.... سام....!" کسی کو آوازیں بھی دیتا جا رہا تھا۔!

"کیا بات ہے....!" ایک راہداری میں دوسرے سفید فام آدمی نے اُس کا راستہ روکتے ہوئے پوچھا۔

"سام کہاں ہے....؟"

"وہ موجود نہیں ہے۔ لیکن تم اتنے بدحواس کیوں ہو رہے ہو۔!"

"کسی نے توکیو کو مار ڈالا۔ پیٹ چاک کر دیا اُس کا۔ اور دونوں ہاتھ کاٹ دیئے.... بغیر ہاتھوں کی لاش پولیس کو ملی ہے۔!"

"اُوہ... تو یہ معمہ حل ہو گیا۔!" دوسرے نے طویل سانس لے کر کہا۔ "کک.... کیسا معمہ۔!"

"میرے ساتھ آؤ۔!" کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔! اُسے ایک کمرے میں لایا تھا اور میز پر رکھے ہوئے ایک سوٹ کیس کی طرف اشارہ کر کے بولا تھا۔ "اسے کھول کر دیکھو۔!"

اُس نے آگے بڑھ کر سوٹ کیس کا ڈھکنا اٹھایا اور اُس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ سوٹ کیس میں دو انسانی ہاتھ اور کسی رائفل کے تین ٹکڑے رکھے ہوئے تھے۔!

"یہ تو.... یہ تو.... اُسی کی رائفل ہے....!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"اور دونوں ہاتھ بھی اُسی کے ہیں۔!" دوسرے آدمی نے کہا۔! "اور یہ دیکھو۔!" اُس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا تھا.... کارڈ پر تحریر تھا۔ "بیچارے کا تحفہ.... زور آوروں کے لئے۔!"

"یہ کارڈ بھی اسی سوٹ کیس سے برآمد ہوا ہے۔!"

"لیکن یہ سوٹ کیس....!"

"ایک لڑکے کے ہاتھوں بھجوایا گیا ہے۔ بھجوانے والے نے اُسے بطورِ معاوضہ دس روپے دیئے تھے۔!"

"کس نے بھجوایا ہے....!"

"اُس مردود جونک نے.... لڑکے کے بتائے ہوئے حلیئے کے مطابق وہی ہو سکتا ہے۔!"

"مگر کیوں....؟ یہاں وہی تو ہمارا انچارج ہے۔!"

"اَب نہیں ہے، مادام نے چارج اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔!"

"کب سے۔!"

"پچھلے ہفتے سے۔!"

"لیکن اُس نے توکیو کو کیوں مار ڈالا۔!"

"مادام اَب سنگ ہی کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتیں۔ انہوں نے توکیو کو اُسے مار ڈالنے پر مامور کیا تھا۔!"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ اب ہم سب خطرے میں ہیں۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ وہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔!"

"کیا مادام کو اس کا علم ہو گیا۔!"

"اب اطلاع دوں گا۔ محض سوٹ کیس موصول ہو جانے کی بناء پر پوری بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ تمہاری لائی ہوئی خبر سے تصدیق ہو گئی۔!"

"تو وہ مادام سے ٹکرائے گا۔ یعنی تنظیم سے۔!"

"کوئی نئی بات نہیں۔ پہلے بھی کئی لوگوں کا دماغ خراب ہو چکا ہے اور وہ اپنی سزا کو پہنچے ہیں۔!"

"سنگ خطرناک آدمی ہے۔! لیکن اچانک مادام کی ناراضگی کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"عورتوں کے چکر میں پڑ کر کام بگاڑ رہا تھا۔! اُس کی حماقتوں کی وجہ سے دوسرا آدمی پولیس کے ہاتھ لگ گیا۔! متو ہاشی کا چکر تھا۔! پتا نہیں کس طرح وہاں سے نکل آیا ہے ورنہ مادام کے ذرائع معلومات کے مطابق اُس کا پکڑا جانا لازمی ہو گیا تھا۔!"

"تو پھر مادام کو اس کی اطلاع دے دو....!"

"میرا خیال ہے کہ انہیں معلوم ہو گیا ہے....! سوٹ کیس پہنچنے سے تھوڑی ہی دیر قبل اُن کی کال آئی تھی۔ مجھ سے کہا تھا کہ "فانوس والوں کو فی الحال کام روک دینے کا حکم دوں۔!"

"بہت زیادہ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔!"

"سنگ نے اگر کسی طرح فانوس کیطرف پولیس کی رہنمائی کر دی تو سب کچھ برباد ہو جائے گا۔!"

دفعتاً کسی دوسرے کمرے سے فون کی گھنٹی بجنے کی آواز آئی تھی اور وہ دروازے کی طرف

بڑھا تھا۔ دونوں ساتھ ہی فون والے کمرے میں پہنچے۔

فون پر دیر تک کسی کی بات سنتا رہا تھا.... دوسرا خاموش کھڑا اُسے دیکھتا رہا تھا۔!

اُس نے سلسلہ منقطع کر کے کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا "میں ہارڈی ہوں مادام۔ ایک بُری اطلاع ہے مادام۔!"

اور پھر اُس نے سوٹ کیس کی کہانی شروع کر دی تھی۔

"مجھے معلوم ہے۔!" دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

"اور ابھی پروفیسر اشرف کی کال آئی تھی۔ اُس نے اطلاع دی ہے کہ کل اُسے عالم گیر گارڈن میں دو ایسے آدمی ملے تھے جنہوں نے چھیڑ چھیڑ کر اُس سے جان پہچان پیدا کی تھی۔ ایک بوڑھا تھا اور دوسرا جوان۔ وہ انہیں فانوس لے گیا اور اُس کی بیوی نے نوجوان کا خون لیا۔ ٹائپ وہی ہے جو ہمیں درکار ہے۔! لیکن اب پروفیسر اشرف مطمئن نہیں ہے۔!"

"تم نے اُسے کام روک دینے کا حکم دیا تھا یا نہیں۔!"

"جی ہاں.... وہ تو پہلے ہی کہہ چکا تھا۔ اُس کی کال ابھی آئی ہے۔ نوجوان حسبِ وعدہ کچھ دیر پہلے فانوس پہنچا ہے اور وہیں ہے.... اشرف نے پوچھا ہے کہ اُس کا کیا کیا جائے۔!"

"تم اُسے دیکھو اُس کی نگرانی کرو۔ اُس کے بارے میں معلومات فراہم کرو....! متوہاشی پولیس کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اُس نے کم از کم اتنا تو اُگل ہی دیا ہو گا جس کا اُسے علم تھا۔! لہٰذا زبردستی مل بیٹھنے والے قابلِ اطمینان نہیں ہو سکتے۔!"

"بہت بہتر مادام.... میں دیکھتا ہوں۔!"

"جونک کی طرف سے ہوشیار رہنا۔!"

"یہ بہت بُرا ہوا ہے مادام....!"

"فکر مت کرو.... میں دیکھ لوں گی۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سُن کر اُس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔!



یاور بخت کو توقع تھی کہ گرم جوشی سے استقبال ہو گا....! پروفیسر اشرف سے ملاقات ہوئی لیکن وہ ایسی سرد مہری سے پیش آیا جیسے کبھی کی جان پہچان ہی نہ ہو۔!

"بیگم صاحبہ نے میرا خون لیا تھا ٹسٹ کرنے کے لئے۔!"

"تو پھر بیگم صاحبہ کے پاس جاؤ.... مجھ سے کیا کہہ رہے ہو۔!"

"وہ کہاں ہیں۔!"

پروفیسر نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم کمرے میں داخل ہو کر مؤدب کھڑا ہو گیا۔!

"انہیں بیگم صاحبہ کے پاس لے جاؤ۔!" اُس نے ملازم سے کہا اور پھر اُن کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا جو سامنے میز پر رکھے ہوئے تھے۔!

ملازم یاور کو دوسرے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پروفیسر کی بیوی اندر آئی۔ جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھی اور پچھلے دن سے زیادہ حسین نظر آ رہی تھی۔!

"ہیلو یاور صاحب....!" وہ اُسے دیکھ کر چہکی۔ "!خدا کا شکر ہے کہ میرا اندیشہ غلط نکلا۔ واقعی آپ دنیا کے توانا ترین آدمیوں میں سے ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"خون میں وہ ٹنڈنسی نہیں ملی جس کا خدشہ تھا۔!"

"تب تو مجھے خوش ہونا چاہئے۔!"

"یقیناً.... کیوں نہ ہم کہیں باہر چل کر جشن منائیں اس سلسلے میں۔!"

"ضرور.... ضرور.... مجھے بے حد خوشی ہو گی۔ لیکن پروفیسر۔!"

"وہ ہمارے ساتھ نہ ہوں گے۔ آپ کے چچا بھی تو نہیں ہیں۔! بس ہم دونوں ہی ہوں گے۔ دراصل پروفیسر کی موجودگی میں مجھے کسی قدر محتاط رہنا پڑتا ہے۔!"

"اُوہو.... لیکن وہ تو بہت آزاد خیال آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!"

"راز کی بات بتاؤں۔" وہ اُس کی طرف جھک کر آہستہ سے بولی "کوئی بوڑھا مرد جوان بیوی کے معاملے میں آزاد خیال نہیں ہو سکتا اور پھر ایسی صورت میں جبکہ وہ کسی خوبصورت اور توانا نوجوان سے مل بیٹھی ہو۔!"

"یہی تو چچا بھی کہہ رہے تھے.... مگر مجھے یقین نہیں آیا تھا۔!" یاور بولا۔

"اچھا تو بس اب جلدی سے نکل چلو۔!" ورنہ کوئی نفسیاتی نکتہ ہماری راہ میں حائل ہو جائے گا۔!" وہ بائیں آنکھ دبا کر مسکرائی۔

وہ باہر آئے تھے۔ مرسیڈیز پورچ میں کھڑی تھی۔ بیگم اشرف نے اسٹیئرنگ سنبھالا.... اور گاڑی زنّ سے پھاٹک کی طرف دوڑ گئی۔

"وہ شائد.... پروفیسر آواز دے رہے ہیں۔!" یاور ہکلایا۔

"مڑ کر مت دیکھو... احمق کہیں کے....!" وہ دانت پیس کر بولی تھی۔

یاور کو اُس نے اپنے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بٹھایا تھا۔ گاڑی کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔

"پہلے انٹرنیشنل چلیں گے۔ کچھ دیر تمہارے چچا سے جھک جھک رہے گی۔!" بیگم اشرف نے کہا

"وہ تنہا ہی کسی طرف نکل گئے ہوں گے۔!"

"تب تو اور بھی اچھا ہے۔ سکون سے دُنیا کی باتیں کر سکیں گے۔ میں تو تنگ آگئی ہوں اس زندگی سے ہر وقت کوئی نفسیاتی مسئلہ منہ پھاڑے سامنے کھڑا رہتا ہے۔ چھینک بھی آجائے تو اُس کی نفسیاتی توجیہہ کا بکھیڑا شروع ہو جاتا ہے۔ پروفیسر مہابور ہیں۔!"

"میں اپنے اگلے ناول کا نام پروفیسر مہابور رکھوں گا۔!"

"تم ناول لکھتے ہو۔!"

"لکھتا تو ہوں.... لیکن یاور بخت کے نام سے نہیں لکھتا۔!"

"پھر کس نام سے لکھتے ہو....! شائد میں نے پڑھا ہو کوئی ناول....!"

"نفیس جہاں کے نام سے لکھتا ہوں۔!" یاور شرما کر بولا۔

"کمال ہے.... تو وہ تم ہو۔!"

"بڑی شرم آتی ہے مگر کیا کروں.... میرے جو یہ سنکی چچا ہیں نا۔ پبلشنگ سے بھی شوق فرماتے ہیں۔!"

"تو تم اپنے ہی نام سے کیوں نہیں لکھتے۔!"

"اوّل تو خواتین کے لکھے ہوئے ناول فروخت جلد ہو جاتے ہیں اور پھر ایک دوسرا بزنس پوائنٹ بھی چچا کے مدِ نظر رہتا ہے۔!"

"وہ کیا ہے....!"

"اگر کبھی میرا اُن کا جھگڑا ہو جائے اور میں لکھنے سے انکار کر دوں تو وہ کسی اور سے لکھوا کر نفیس جہاں کے نام سے چلا دیں گے.... میں تو عدالت میں بھی ثابت نہیں کر سکوں گا کہ میرا

نام نفیس جہاں ہے....! ویسے مجھے ایک فائدہ پہنچا ہے اپنی اس حرکت سے۔!"

"کیا فائدہ ہوا ہے۔!"

"بہتیرے مرد مجھے بڑے خوبصورت عشقیہ خطوط لکھتے ہیں۔ انہیں میں اپنے نام سے دوسری لڑکیوں کو روانہ کر دیتا ہوں۔!"

"اوّل درجے کے بدمعاش معلوم ہوتے ہو۔!" وہ ہنس پڑی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی! "کتنی ڈھٹائی سے میرے سامنے اعتراف کر رہے ہو۔!"

"نہ اُن کا کچھ بگاڑ سکا ہوں اور نہ آپ کا بگاڑ لوں گا۔!"

"کیا نسلی سنک عود کر آئی ہے۔ اس وقت تم ایک عورت سے بات کر رہے ہو۔!"

"نفیس جہاں سمجھ کر معاف کر دیجئے۔!"

"اچھا بس خاموش رہو۔!"

یاور نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ انٹرنیشنل پہنچے تھے اور یاور اُسے اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔!

وہ آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر اونگھنے لگی....! یاور خاموش بیٹھا دیکھتا رہا تھوڑی دیر بعد چونکی اور مسکرا کر بولی "تم شائد کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہو۔!"

"ابھی تک تو مجھے کسی غلط فہمی کا احساس نہیں ہوا۔!"

"میں یہاں تمہارے لئے نہیں! تمہارے چچا کیلئے آئی ہوں! کتنی چارمنگ پرسنالٹی ہے۔!"

"بہت زیادہ....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"تو وہ اور کس قسم کی کتابیں چھاپتے ہیں۔!"

"پامسٹری پر.... علم نجوم پر.... جوڈو اور اکاڈو کو بھی نہیں بخشا۔!"

"باغ و بہار شخصیت ہے۔ ایک میرے پروفیسر صاحب ہیں۔ بس بیچاری نفسیات کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔!"

"ایسا ہے تو پھر آپ چچا ہی کے کمرے میں جا کر اُن کا انتظار کیجئے....!"

"چڑ گئے....!" اُس نے زور سے قہقہہ لگایا۔ پھر بولی "چلو اٹھو میں تو صرف یہ دیکھ رہی تھی کہ کتنے پانی میں ہو۔ جوان ہو یا بوڑھا جذبہ رقابت سے خالی نہیں ہوتا۔!"

"یعنی اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم اس حد تک آگے چلے گئے ہیں کہ آپ رقابت وغیرہ کے بارے میں سوچ سکیں۔!"

"میں وقت ضائع کرنے کی قائل نہیں ہوں۔!"

"آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔!"

"پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں گذرے کہ مجھے تم سے عشق ہوگیا ہے۔!"

"سچ مچ....!" وہ قلقاری مار کر اُچھل پڑا۔ اور اپنا بایاں پہلو اس طرح ٹٹولنے لگا جیسے دل کی دھڑکنیں فی منٹ کے حساب سے شمار کرنے لگا ہو۔! پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا "تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!"

"بس نکل چلیں یہاں سے کسی ویرانے کیطرف جہاں میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔!"

"اور دو عدد لنچ بکس بھی بنوالیں۔!"

"ہائے رے مرد.... پیٹ پیٹ....! ہر حال میں پیٹ ہی آگے رہے گا۔! چلو جو کچھ کرنا ہے.... جلدی کرو....!"

یاور نے روم سروس کو فون کر کے دو لنچ بکس تیار کرنے کو کہا تھا اور بیگم اشرف کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔!

"اور اب تم مجھے بیگم اشرف کہہ کر مخاطب نہیں کرو گے۔!" اُس نے کہا "میرا نام عالیہ ہے۔!"

"بڑا خوب صورت نام ہے.... جلدی سے ادا ہوجانے والا.... اُدھر وہ پروفیسر ضیغم اشرف ہیں۔ پتا نہیں کیوں بعض والدین بڑے گاڑھے نام رکھ دیتے ہیں۔!"

"مجھے بھی پروفیسر کا نام پسند نہیں۔! اگر اُن کا نام وحید مراد ہوتا تو کیسا لگتا۔!"

"بس نرے وحید مراد ہی لگتے۔!" یاور خشک لہجے میں بولا۔

"کیا تمہیں وحید مراد پسند نہیں ہے۔!"

"نفیس جہاں کے نام سے ناول لکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ سچ مچ لڑکی ہوگیا ہوں۔!"

"جلتے ہو کہ لڑکیاں اُس پر مَرتی ہیں....!"

"دس سال پہلے کی بات ہوگی....!"

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی تھی اور دونوں چونک پڑے تھے۔!

"روم سروس والا ہوگا۔!" یاور کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن دروازہ کھولتے ہی کئی قدم پیچھے ہٹ آیا۔ چچا سنکی سامنے کھڑا عالیہ کو گھورے جارہا تھا۔ پھر وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر آکر بولا "پولیس میرا پیچھا کررہی ہے۔!"

"پپ....پولیس....!" عالیہ اُچھل کر کھڑی ہوگئی۔

"مگر پولیس کیوں....؟" یاور نے اُس کے کان سے منہ لگا کر پوچھا!

"بس ایک صاحبہ کو غلط فہمی ہوگئی تھی شائد....ارے دروازہ بند کردو جلدی سے۔!"

"نہیں ٹھہرو....!" عالیہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔! "میں جارہی ہوں۔!" اور پھر وہ تیر کی طرح نکلی چلی گئی تھی۔!

بوڑھا بھتیجے کو آنکھ مار کر مسکرایا.... اور بہ آہستگی دروازہ بند کر کے بولا "یہ کیا حماقت تھی۔ اُسے یہاں کیوں لائے تھے....!"

یاور بُرا سا منہ بنائے دوسری طرف مڑ گیا!



عمران لیفٹیننٹ جنجوعہ کی حیثیت سے سردار گڈھ میں دندناتا پھر رہا تھا۔! اُسے اُس سیامیز بار ٹنڈر کی تلاش تھی جس کا ذکر ڈوروتھی فیلکس نے کیا تھا۔!

سیامیز بار میں پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا تھا کہ وہ چھٹی پر ہے۔ وہیں سے قیام گاہ کا پتہ بھی حاصل کیا تھا۔ لیکن اس کا فلیٹ مقفل ملا۔ پڑوسیوں نے بتایا کہ وہ مچھلیوں کا شکار کرنے سُرانی جھیل پر گیا ہے....!"

یہ جھیل سردار گڈھ کے شمال مشرق میں گیارہ میل کے فاصلے پر تھی۔ اُس کے آس پاس چھوٹے چھوٹے ہٹ بنے ہوئے تھے۔ جو شکاریوں کو کرائے پر دیئے جاتے تھے۔ اور جھیل میں صرف سیاحوں کے لئے ماہی پروری کی جاتی تھی۔ قریباً سارے ہی ہٹ ہر وقت آباد رہتے تھے۔

وہاں محکمہ سیاحت کے دفتر سے معلوم ہوگیا تھا کہ سیامیز رابی کوان کس ہٹ میں مقیم ہے۔

ہٹ مقفل نہیں تھا....! عمران نے دروازے پر دستک دی۔! ایک پرائز فائٹر قسم کے آدمی نے دروازہ کھولا تھا۔ دائیں گال پر چوٹ کا واضح نشان ہونے کی بناء پر عمران نے اُسے پہچان لیا۔

"مسٹر رابی کوان....؟"

"ہاں میں ہی ہوں.... کیا بات ہے....؟ وہ اُسے حیرت سے دیکھتا ہوا بولا۔

"تمہارے لئے ایک بُری خبر لایا ہوں....!"

"اُوہ.... اندر آجاؤ....!" وہ ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

کمرے میں ایک بستر ایک میز دو کرسیوں کے علاوہ اور کوئی سامان نہیں تھا۔ راہی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور ہمہ تن سوال بنا کھڑا رہا۔

"کسی نے تمہارے دوست کو قتل کر دیا ہے.... میرا تعلق پولیس سے ہے۔!"

"مگر کس دوست کو....!"

"وہ جاپانی شی توکیو....!"

"میں کسی جاپانی شی توکیو کو نہیں جانتا....!"

"یہ ہوئی بات....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو۔!"

"تمہیں یقین ہے کہ تم کسی شی توکیو کو نہیں جانتے۔!"

"میرا وقت ضائع نہ کرو۔ میں نے ایک بار کہہ دیا۔!"

"تب پھر مجھے تمہیں حراست میں لینا پڑے گا۔!"

"کس بنا پر....!" اُس نے نتھنے پھلائے۔

"شی توکیو کو نہ جاننے کی بنا پر.... کیونکہ ہمارے علم میں ایسے عینی شاہد ہیں جنہوں نے تمہیں اُس سے ملتے دیکھا ہوگا۔!"

"مائی ڈیئر سر.... تم یہ بھی جانتے ہوگے کہ میں ایک بار ٹنڈر ہوں....! مجھے بے شمار لوگ جانتے ہیں.... لیکن میری نظروں میں اُن کی حیثیت گاہکوں سے زیادہ نہیں ہے....! کبھی کبھی ان میں سے کوئی راہ چلتے بھی مل جاتا ہے اور اظہارِ شناسائی کے طور پر سگریٹ وغیرہ آفر کر دیتا ہے....! اب تمہارا عینی شاہد تو دور سے یہی سمجھے گا کہ وہ میرا جگری دوست ہوگا۔!"

"نہیں.... یہ بات نہیں....! عینی شاہد نے تمہیں اُس کو کسی کے تحریری پیغامات دیتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔!"

"اُوہ مائی گاڈ....!" وہ پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا! "تو وہ جاپانی.... لیکن مجھے اُس کا نام نہیں

معلوم تھا۔ بے شک میں نے مختلف اوقات میں اُسے کچھ تحریری پیغامات دیئے تھے۔ وہ مار ڈالا گیا.... میرے خدا.... بڑا خوش مزاج آدمی تھا۔!"

وہ طویل سانس لے کر سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا.... اُس کے رویئے میں پایا جانے والا احتجاج یکسر معدوم ہو گیا تھا۔!

"کس کے پیغامات اُسے دیتے تھے۔!"

"اب کیا بتاؤں.... وہ بھی مفرور قرار دے دیا گیا ہے۔ غالباً پولیس کو کسی فراڈ کے سلسلے میں اُس کی تلاش ہے۔ غالباً تم بھی جانتے ہوگے۔ کاسموفیک کمپنی کا مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر سر نگی۔!"

عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اور وہ کہتا رہا! سر نگی کبھی کبھی اُس کے لئے کوئی تحریری پیغام میرے پاس چھوڑ جایا کرتا تھا۔!"

"سر نگی کو تم کیسے جانتے تھے۔!"

"ایک معزز گاہک کی حیثیت سے۔ شراب کے کریٹ کے کریٹ خریدا کرتا تھا۔!"

"بس اتنا ہی تعلق رہا ہے شی توکیو سے۔!"

"اس سے زیادہ کبھی نہیں رہا۔ نہ میں نے کبھی اس کا نام پوچھا! اور نہ مسٹر سر نگی ہی نے بتایا۔ وہ جاپانی اُن دنوں شائد ہر شام ایک لڑکی کے ساتھ ہمارے بار میں گذارتا تھا۔!"

"یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کہاں رہتا تھا۔!"

"کیسے جانتا مسٹر.... کسی گاہک کے بھی گھر کا پتہ نہیں جانتا....! سر نگی جیسے لوگوں کی بات اور ہے۔ وہ کریٹوں کی قیمت کی ادائیگی کر کے چلا جاتا تھا اور ہمیں وہ کریٹ اُس کی قیام گاہ پر بھجوانے پڑتے تھے۔!"

"بڑی مشکل ہے....!" عمران پُر تشویش انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"میرے لائق اور کوئی خدمت....!"

"کوئی بھی تو ایسا نہیں ملا جو اُس کی قیام گاہ کا پتا بتا سکتا۔!"

"ظاہر ہے کہ وہ سر نگی ہی کا کوئی آدمی تھا۔ سر نگی کے دفتر والوں کو ٹٹولیئے۔!"

"لیکن اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ وہ کسی سفید فام عورت کا ملازم تھا۔!"

"خدا جانے۔!" اُس نے شانوں کو جنبش دی۔ لیکن عمران نے اُس کی آنکھوں میں عجیب قسم

کی بے چینی کے آثار دیکھے۔ اور اٹھتا ہوا بولا۔ "تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔!"

"کوئی بات نہیں!" وہ اُسے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ عمران مصافحہ کر کے آگے بڑھ گیا۔!

سفید فام عورت کے ذکر پر اُس نے اُسکی آنکھوں میں جو کچھ پڑھا تھا اُسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ اپنی گاڑی اُس نے دفتر کے قریب کھڑی کی تھی اور یہاں تک پیدل آیا تھا۔! کچھ دور چل کر وہ ایک ایسے ہٹ کی اوٹ میں ہو گیا جہاں سے رابی کووان کے ہٹ پر نظر رکھ سکتا۔!

کچھ دیر بعد اُس نے رابی کو باہر نکلتے اور تیزی سے محکمہ سیاحت کے دفتر کی طرف جاتے دیکھا۔! اُس نے اپنے مصنوعی دانت نکال کر جیب میں ڈالے اور سر پر اس طرح رومال باندھ لیا جیسے بالوں کو تیز ہوا سے محفوظ رکھنا چاہتا ہو..... اس کے بعد وہ بھی آہستہ آہستہ دفتر کی طرف چل پڑا تھا۔ لیکن رابی کووان دفتر کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ عمران اس کے انداز سے سمجھا تھا کہ شائد دفتر سے کسی کو فون کرے گا۔!

اُس نے اُسے دفتر کے بائیں جانب والے نشیب میں اُترتے دیکھا اور خود ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔! یہاں سے وہ اُس پر دور تک نظر رکھ سکتا تھا۔ ادھر بھی کچھ ہٹ تھے۔ وہ ایک ہٹ کے سامنے رُکا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ عمران بڑی پھرتی سے ایک طرف سرک گیا تھا۔! دوبارہ اُدھر متوجہ ہوا تو وہ کہیں نہ دکھائی دیا۔ شائد اُسی ہٹ میں داخل ہو گیا تھا۔! عمران جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سفید فام آدمی اُس ہٹ سے برآمد ہوا تھا۔ باہر کھڑی ہوئی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کرنے لگا تھا۔! رابی کووان دروازے پر کھڑا اُسے دیکھتا رہا..... موٹر سائیکل اسٹارٹ ہو کر سڑک کی طرف بڑھ گئی.....!

عمران تیزی سے مڑا تھا اور دفتر کی طرف چل پڑا تھا۔! گاڑی میں بیٹھ کر اُس نے انجن اسٹارٹ کیا اور پھر شائد ایک میل بعد اُس نے موٹر سائیکل کو جا لیا تھا جو سردار گڈھ ہی کی طرف جا رہی تھی۔ عمران اتنا فاصلہ برقرار رکھنا چاہتا تھا کہ تعاقب کا شبہ نہ ہونے پائے..... مصنوعی دانتوں کا خول پھر نچلے ہونٹ پر چھا گیا تھا۔!

دفعتاً ایک گاڑی عقب سے اُسے اوور ٹیک کرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اُس نے موٹر سائیکل کو بھی اوور ٹیک کیا تھا..... اور پھر اچانک عمران نے دیکھا کہ موٹر سائیکل سوار اچھل کر سڑک کے کنارے جا پڑا ہے۔ اور موٹر سائیکل چکرا کر اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر جا گری اور

اُس کا پچھلا پہیہ تیزی سے گردش کرتا رہا۔

عمران نے اپنی گاڑی کے بریک لگائے۔ اور نیچے اُتر کر دوڑتا ہوا موٹر سائیکل سوار کی طرف جھپٹا جو بے حس و حرکت زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔!

اُس کی بائیں کنپٹی میں ایک سوراخ نظر آیا جس سے خون اُبل رہا تھا۔! دوسری گاڑی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔! وہ اُسے اس حال میں چھوڑ کر دوسری گاڑی کے پیچھے نہیں جا سکتا تھا۔!

اُس نے جھک کر دیکھا.... سانس بند ہو چکی تھی۔ نبض دیکھی مگر وہاں بھی کچھ نہیں تھا۔

جلدی جلدی اُس کی جیبیں ٹٹولیں اور صرف ایک پرس برآمد کر سکا۔! ویسے اُس کے بغلی ہولسٹر میں اعشاریہ تین دو کا ریوالور بھی موجود تھا....! پرس کا جائزہ تیزی سے لیا تھا۔ اُن میں سے کچھ رقم کے علاوہ ایک وزیٹنگ کارڈ بھی برآمد ہوا۔ جس پر صرف ٹیلی فون نمبر اور نام چھپا ہوا تھا۔ اور یہ نام تھا "سام ٹرینی....!"



فون کی گھنٹی دیر سے بج رہی تھی۔ ہارڈی باتھ روم میں تھا۔! اور نشے میں بھی تھا اس لئے بُرے بُرے منہ بنا کر گھنٹی کی آواز سنتا رہا تھا۔ اُسے توقع تھی کہ کوئی فون کی طرف متوجہ ہو کر اُسے جلد بازی سے بچا لے گا۔! لیکن شائد اس وقت عمارت میں اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

جب گھنٹی بجتی ہی رہی تو اُس نے غرا کر ٹیلی فون کے موجد کو ایک گندی سی گالی دی تھی اور باتھ روم سے نکل آیا تھا۔!

ریسیور اٹھایا اور "ہیلو" کہتے وقت جھلاہٹ کا مظاہرہ نہ ہونے دیا۔! دوسری طرف سے آواز آئی "کون بول رہا ہے....؟"

"ہارڈی.... تم کون ہو....!"

"کیا اب تم میری آواز بھی نہیں پہچان سکتے۔ شائد بہت زیادہ پی گئے ہو۔!"

"اُوہ.... تو تم ہو سؤر کے بچے....!"

"میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر سکا کہ میرا باپ سور تھا یا نہیں لیکن تم لوگوں کے لئے دوسری خوش خبری ہے....!"

"کیا مطلب....!" ہارڈی جھرجھری لے کر بولا۔

"سام ٹرینی بھی جاپانی کے پاس پہنچ گیا....!"

"نہیں....!" وہ خوف زدہ آواز میں بولا "کب.... کہاں....!"

"سردار گڈھ سے سُرینی جھیل کے رستے میں آٹھویں میل پر اُس کی کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا ہے اور موٹر سائیکل کا پچھلا پہیہ شائد اب بھی گردش کئے جارہا ہو۔!"

"تم مادام کے عتاب سے نہیں بچ سکو گے سنگ....!"

"عورتیں تو مجھ پر ظلم ڈھاتی ہی رہی ہیں۔ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ویسے سُن لو کہ پانچ نمبر والوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

پھر سلسلہ منقطع ہونیکی آواز آئی تھی اور ہارڈی نے بھی بوکھلا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔ نشہ ہرن ہو گیا تھا۔! تھوڑی دیر کھڑا خالی خالی نظروں سے انسٹرومنٹ کو دیکھتا رہا تھا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور جواب ملنے پر بولا "مادام سے کہو ہارڈی ہے۔!"

تھوڑی دیر بعد ایک نسوانی آواز آئی تھی "کیا بات ہے....!"

"اُس نے سام ٹرینی کو بھی مار ڈالا مادام۔!"

"کب.... کہاں....!"

"خود اُسی نے مجھے فون پر اطلاع دی ہے۔! سرینی والی سڑک پر۔ آٹھویں میل پر.... شائد وہ موٹر سائیکل پر تھا.... اور مادام اُس نے دھمکی دی ہے کہ پانچ نمبر والوں میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔!"

"اس وقت عمارت میں کون کون موجود ہے۔!"

"صرف میں ہوں مادام....!"

"دوسروں سے کہہ دو کہ جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے.... پانچ نمبر کی طرف رُخ نہ کرے۔!"

"اور میں مادام....!"

"تم فی الحال وہیں ٹھہرو.... میں ابھی تک اندازہ نہیں کر سکی کہ سنگ تنہا ہے یا کچھ اور لوگ بھی اُس کا ساتھ دے رہے ہیں۔!"

"جیسی مادام کی مرضی....!" وہ مردہ سی آواز میں بولا تھا۔!

"سارے دروازے اور کھڑکیاں بند کردو.... اور رائفل لے کر دوسری منزل پر چلے

جاؤ....! وہاں سے تم کسی بھی مشتبہ آدمی کو گولی مار سکتے ہو۔!"

"لیکن اُس کے بعد مادام.... جس انداز میں جاپانی کے قتل کی تفتیش ہو رہی ہے اُس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ پولیس جلد ہی پانچ نمبر کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔!"

"اگر یہ بات ہے تو پھر تم فانوس میں پہنچنے کی کوشش کرو.... اور وہیں میرے دوسرے حکم کے منتظر رہو.... اور ہاں تم نے اُن دونوں کے بارے میں کیا معلوم کیا جو پروفیسر سے شناسائی پیدا کر کے مل بیٹھے تھے۔!"

"وہ دونوں انٹر نیشنل میں مقیم ہیں۔ نوجوان آدمی پروفیسر کی بیوی کو اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔! تھوڑی دیر بعد بوڑھا آدمی وہاں پہنچا تھا۔ اور وہ اس طرح کمرے سے تنہا نکلی تھی جیسے بوڑھے آدمی نے اُس کے ساتھ کوئی بدسلوکی کی ہو۔!"

"خیر.... تم فی الحال.... فانوس پہنچنے کی کوشش کرو میں تمہارے متعلق پروفیسر کو ہدایات دے رہی ہوں....!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سُن کر اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔!

آخر کس طرح فانوس پہنچنے کی کوشش کرے۔ وہ سوچ رہا تھا ہو سکتا ہے سنگ تاک ہی میں ہو۔ اور کسی نامعلوم سمت سے آنے والی گولی اُسے بھی چاٹ جائے۔!

اُس نے مادام کی شان میں بہ آواز بُلند تھوڑا سا "قصیدہ" پڑھا تھا اور شراب کی بوتل پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اُس کی ہدایت کے مطابق نہ تو اُس نے کھڑکیاں اور دروازے بند کئے تھے اور نہ رائفل سنبھال کر دوسری منزل پر چلا گیا تھا۔

فون کی گھنٹی پھر بجی اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے انسٹرومنٹ تک پہنچا۔! اُسی وقت اُسے یاد آیا کہ "مادام نے دوسروں کو پانچ نمبر کی طرف آنے سے روکنے کو بھی کہا تھا۔!

"جہنم میں جاؤ مادام....!" کہہ کر اُس نے ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے سنگ کی آواز سن کر ہکلانے لگا۔! "سک.... کیا ہے.... کک.... کیوں میرا اور اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔!"

"تمہارے علاوہ اس ٹولی کے کسی بھی سفید فام کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!" سنگ کی آواز آئی۔

"مجھے کیوں.... مجھے کیوں....!" ہارڈی ہانپ کر رہ گیا۔!

"تمہاری شکل میری پہلی محبوبہ سے بہت ملتی جلتی ہے۔! وہ ایک فرنچ سیامیز لڑکی تھی۔!"

"اچھا....!" ہارڈی نشے کی جھونک میں ہنس پڑا۔

"بالکل اسی طرح ہنستی بھی تھی۔!"

"سنگ مائی ڈیئر۔!"

"کہو کیا کہتے ہو۔!"

"کیا تم سچ مچ مجھے نہیں مارو گے۔!"

"میری زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے....!"

"مجھے مادام نے حکم دیا ہے کہ میں فانوس میں چلا جاؤں اور دوسروں کو آگاہ کردوں کہ وہ پانچ نمبر کی طرف رُخ بھی نہ کریں۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ سب میری نظر میں ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو سام کیسے مارا جاتا.... روزانہ ایک آدمی کے حساب سے کام ہوگا۔ کل جاپانی رخصت ہوا تھا۔ آج سام گیا۔ لیکن کل کس کی باری ہے یہ ابھی نہیں بتاؤں گا۔!"

"تو تم تنہا نہیں ہو۔!"

"تھریسا کی بچی شائد یہ سمجھتی ہے کہ میں تنہا ہوں۔!"

"نہیں.... لیکن یہ نہیں جانتی کہ اور کون کون ہے تمہارے ساتھ۔!"

"لیکن میں اس کے جاں نثاروں سے اچھی طرح واقف ہوں۔!"

"مجھے اُن سے الگ کردو.... اس تنظیم کے چکر میں پڑنے کے بعد سے پچھتاتا ہی رہا ہوں۔ لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اب اس چکر سے نہیں نکل سکتا۔!"

"وہ حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے۔!"

"میں دیکھوں گا کہ اُس کی یہ قوتیں کہاں تک اُس کا ساتھ دیتی ہیں۔ آج کل کس نمبر پر اُس سے باتیں کررہے ہو۔!"

"تین دو ایک پر۔!" ہارڈی بیساختہ بولا۔

"یہ دیکھو....! میں نے تمہارے باطن کا رُخ تنظیم کی طرف سے موڑ دیا ہے۔" ہارڈی تھوک نگل کر رہ گیا۔!

"ہلو.... خاموش کیوں ہوگئے.... جاؤ.... نہایت اطمینان سے ٹہلتے ہوئے فانوس کی

طرف چلے جاؤ۔ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔!"

"شکریہ سنگ۔!"

"کوئی بات نہیں....!" سنگ نے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا تھا! ہارڈی نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا!

اُس نے ایک پگ اور بنایا اور چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔!



پروفیسر ضیغم اشرف نے طوعاً و کرہاً اُس سے ملنے پر رضامندی ظاہر کی تھی اور بُرا سا منہ بنائے بیٹھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سنکی بوڑھا دال بخش اسٹڈی میں داخل ہوا تھا۔

"آج تمہیں چیخنا نہیں پڑے گا....!" اُس نے اپنے بائیں کان کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"ہیئرنگ ایڈ موجود ہے۔!"

"اچھا.... اچھا....!" پروفیسر زبردستی مسکرایا۔

"یاور کہہ رہا تھا کہ تم میرا نفسیاتی علاج کرنا چاہتے ہو۔!"

"پہلے خیال تھا۔ مگر اب دوسری مصروفیتیں نکل آئی ہیں۔!"

"مصروفیتیں نہ ہوتیں تو کیا میں اِسے تسلیم کرلیتا کہ کسی ذہنی مرض میں مبتلا ہوں۔!"

"تمہارے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا۔ میں نے آج تک ایسا کوئی پاگل نہیں دیکھا جس نے خود کو پاگل تسلیم کرلیا ہو۔!"

"تو میں پاگل ہوں۔!"

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔!"

"اچھا تو یہی بتادو کہ میں کس ذہنی مرض میں مبتلا ہوں۔!"

"حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی بھی مرض ہی کہلائے گی۔!"

سنکی بوڑھا جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ پروفیسر نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔ پھر وہ بڑے غور سے سنتا رہا تھا.... اور آخر میں "اچھی بات ہے....!" کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔!

پھر وہ سنکی بوڑھے سے بولا "میرا فرض تھا کہ تمہیں تمہارے مرض سے آگاہ کردوں۔!"

"میں آگاہ ہو گیا ہوں۔!"

"اس وقت تکلیف کرنے کا مقصد۔!"

"میں یہی پوچھنے آیا تھا کہ آخر کس بناء پر تم مجھے ذہنی مریض سمجھتے ہو۔!"

"کل تمہیں پولیس نے کیوں دوڑایا تھا۔!"

"ایک صاحبہ کو غلط فہمی ہو گئی تھی۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"اُنکے گال پر واقعی مکھی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں سمجھا شائد تل ہے۔ پھر انہوں نے شور مچادیا۔!"

"کیوں بڑھاپے میں اپنی عزت کے پیچھے پڑے ہو۔!"

"اب اتنا زیادہ بوڑھا بھی نہیں ہوں۔!"

پروفیسر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُس کی بیوی آگئی۔ اور دال بخش کو دیکھ کر اُلٹے پاؤں واپس ہی جانے والی تھی کہ پروفیسر ہاتھ اٹھا کر بولا۔! "اب یہ آہی گئے ہیں تو انہیں یہ عمارت اندر سے بھی کیوں نہ دکھائی جائے۔!"

"میرے حلق میں چیخنے کی سکت نہیں ہے۔!" بیوی نے جواب دیا۔

سنکی بوڑھا ہنس پڑا اور پروفیسر نے کہا۔ "آج یہ ہیئرنگ ایڈ سمیت آئے ہیں۔ اس لئے کوئی دشواری نہ ہو گی۔!"

"اس کے باوجود بھی.... میں معافی چاہتی ہوں۔!" اُس نے کہا تھا اور واپس چلی گئی تھی۔

سنکی بوڑھا ہنستا رہا۔

"کیا خیال ہے دیکھو گے عمارت....!" پروفیسر نے اُس سے پوچھا۔

"ضرور... ضرور... یہ بلڈنگ انجینئرنگ کا شاہکار معلوم ہوتی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی گول عمارت اندر سے اس قدر چوکور ہو گی۔ میرا مطلب ہے کہ ٹھیک ٹھاک ہو گی۔!"

"سُنا ہے تم پبلشنگ بھی کرتے ہو۔!"

"تفریحاً.... ورنہ پشتینی دولت اتنی ہے کہ کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔!"

"ضائع کر رہے ہو اپنی پشتینی دولت....! مجھے دیکھو کہ میں نے اپنی پشتینی دولت کا کتنا اچھا مصرف نکالا ہے۔ ایسی عمارت ساری دنیا میں نہ ہو گی اور میری تجربہ گاہ دیکھ کر تو دنگ رہ جاؤ گے۔!"

"میں زیادہ بڑے غم پالنے کا قائل نہیں ہوں۔!" سنکی بوڑھا سر ہلا کر بولا۔!

"چلو اٹھو....!"

وہ اُسے ساتھ لے کر عمارت کا ایک ایک گوشہ دکھاتا پھرا تھا۔! سارا الیکٹریسٹی کا کھیل تھا۔ جیسے ہی وہ کسی دروازے کے قریب پہنچتے دروازہ خود بخود کھلتا تھا اور کمرے میں داخل ہو جانے کے بعد خود بخود بند بھی ہو جاتا تھا۔!

"میرا خیال ہے کہ تمہاری پشتینی دولت انڈے بچے بھی دیتی ہے۔!" سنکی بوڑھے نے کہا۔!

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"یہ تو کروڑوں کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔!"

"تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔!" پروفیسر اکڑ کر بولا۔ "نادر شاہ دُرانی کے گھرانے کا آخری فرد ہوں.... اگر انگریز نہ اٹھالے گئے ہوتے تو آج تخت طاؤس میرے قبضے میں ہوتا۔!"

"اُس پر بیٹھے ہوئے کیسے لگتے۔!"

"فضول باتیں نہ کرو.... چلو اب تمہیں اپنے وہ تہہ خانے دکھاؤں جہاں کھلی فضا کی سی شگفتگی پائی جاتی ہے۔ مہینوں آسمان کی شکل نہ دیکھو تو ذرہ برابر بھی گھٹن محسوس نہ ہو گی۔!"

"تب تو بات اربوں تک جا پہنچتی ہے.... کیا قبلہ نادر شاہ درانی اپنی ساری دولت تم جیسے خبطی آدمی کے لئے چھوڑ گئے تھے۔!"

"میں خبطی ہوں....!" پروفیسر آنکھیں نکال کر بولا۔

"میں کیا جانوں تمہاری بیگم صاحبہ میرے بھتیجے سے یہی کہہ رہی تھیں۔!"

"لعنت ہو ایسے بھتیجے پر جو ذرا ذرا سی بات چچا کو بتا دیتا ہے۔!"

"اور اپنی بیگم کو کچھ نہ کہو گے....!"

"اُسے کیا کہوں.... وہ تو فرشتوں کی طرح معصوم ہے۔!"

"سر پر ہاتھ رکھ کر روؤ گے کسی دن۔!"

"تم اپنا رومال مت پیش کرنا۔!"

"میں سرے سے رومال ہی نہیں رکھتا۔ ناک نہیں بہتی رہتی ہر وقت۔!"

"نکال دو ہیئرنگ ایڈ کان سے۔ کیا ہر بات کا جواب دینا ضروری ہے۔!"

"ترکی بہ ترکی کا قائل ہوں۔ پروفیسر صاحب....! نادر شاہ درانی کا وارث نہ سہی اب کسی بنیے کی اولاد بھی نہیں ہوں۔!"

"خدا نے تمہیں بہرہ کر کے ساری دنیا پر احسان کیا تھا۔ لیکن اب مجھے ہیئرنگ ایڈ کے موجد پر غصہ آرہا ہے۔!"

"چلو.... چلو.... اب جلدی سے تہہ خانے بھی دکھا دو۔ بہت مرعوب ہو رہا ہوں۔!"

"ضرور دکھاؤں گا....! یہاں آؤ.... ادھر کھڑے ہو جاؤ۔!" پروفیسر اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔ دفعتاً فرش کا وہ حصہ نیچے دھنسنے لگا تھا۔!

"ارے.... ارے!" سنکی بوڑھا ہکلایا لیکن اتنی دیر میں وہ نہ جانے کتنی گہرائی میں جا چکے تھے۔!

"ڈر رہے ہو....!" پروفیسر نے ہنس کر پوچھا۔

"زندہ دفن ہو جانے سے ڈرنا ہی چاہیے۔!"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ مطمئن رہو اور یہاں کے عجائبات دیکھو۔ میں نے اپنی پشتینی دولت طوائفوں اور حرام خوروں پر نہیں صرف کی۔!"

پھر وہ لفٹ رُک گئی تھی....! اور سنکی بوڑھا بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا تھا بالکل ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے کسی بہت بڑے ریفریجریٹر میں داخل ہو گیا ہو۔!

"یہ تو بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہالی وڈ والوں نے کسی سائنسی فلم کا سیٹ لگایا ہو....!" اُس نے کہا۔

"لیکن یہ سارے آلات کھلونے نہیں ہیں۔!" پروفیسر گردن اکڑا کر بولا۔

"یہاں.... تم کیا کرتے ہو....!"

"تجربات.. یہاں عقل کی دیوی کی حکمرانی ہے! وہ میرے ذہن میں نئے نئے پلان اُتارتی ہے!"

"تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ماہر نفسیات ہو۔ لیکن یہ کھڑاگ کچھ اور کہہ رہا ہے۔!"

"ہاں.... میں ماہر نفسیات ہوں.... لیکن میرا طریق علاج سجیشن نہیں ہے میں مشینیں استعمال کرتا ہوں.... مثال کے طور پر تم نے اپنے آپ پر ذہنی اعتبار سے بڑھاپا نہیں طاری ہونے دیا۔ لیکن جسمانی طور پر بوڑھے ہو چکے ہو.... اگر تم چاہو تو میں ان مشینوں کے ذریعے تمہیں جسمانی شباب بھی عطا کر سکتا ہوں۔!"

"اسے کیوں مذاق کر رہے ہو۔!"

"جب تک خود اس تجربے سے نہیں گزرو گے اسے مذاق ہی سمجھتے رہو گے۔ ٹھہرو میں ابھی بتاتا ہوں۔!"

"کیا بتاؤ گے....!"

"پہلے میں تمہیں تمہاری جوانی دکھاؤں گا۔ اُس کے بعد اگر چاہو گے تو اُسی حالت پر واپس لے جاؤں گا۔!"

"جوانی دکھاؤ گے....!"

"ہاں.... ادھر آؤ.... اس کرسی پر بیٹھ جاؤ....!"

"یار کہیں.... میری بے باکیوں کا انتقام تو نہیں لو گے....!"

"میں عام آدمیوں سے بہت اونچا ہوں.... انتقام نہیں لیا کرتا چلو بیٹھ جاؤ۔!"

بوڑھا ہچکچاہٹ کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔ سامنے ایک عجیب وضع کا فریم نصب تھا.... پروفیسر نے فریم ہی سے لگے ہوئے ایک سوئچ بورڈ کے پش سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ فریم کی سطح آئینے کی طرح روشن ہو گئی اور بوڑھا اُس میں اپنا عکس دیکھ کر اُچھل پڑا.... وہ ایک جوان آدمی کا چہرہ تھا.... ڈاڑھی اور مونچھیں سرے سے غائب ہو گئی تھیں.... اور بال بالکل سیاہ تھے۔ اُس کا سر چکرا گیا۔

ٹھیک اُسی وقت ایک مترنم اور نسوانی آواز ہال کے طویل و عریض میں گونجی تھی۔

"خوش آمدید صفدر صاحب....!"

بوڑھے نے بوکھلا کر ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا لیکن ڈاڑھی الجھے ہوئے بالوں سمیت اُس کے چہرے پر موجود تھی۔!

آواز پھر آئی۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کون ہوں.... لہٰذا اب سچی باتیں ہوں گی۔ عمران کے اندازے کے مطابق تم ٹھیک جگہ پہنچے ہو۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کہنا چاہیے۔!" صفدر جی کڑا کر کے بولا۔

"میں نے صرف یہ کہا ہے کہ تم سچ بولو گے۔!"

صفدر نے پروفیسر کی طرف دیکھا جو سر جھکائے اور ہاتھ باندھے مؤدب کھڑا تھا۔

"تم کیا پوچھنا چاہتی ہو۔!" اُس نے بالآخر سوال کیا۔

"عمران کہاں ہے....؟"

"سردار گڈھ ہی میں کہیں۔!"

"میں اُس سے ملنا چاہتی ہوں۔!"

"افسوس کہ میں اس سلسلے میں کسی کام نہ آسکوں گا.... میں نہیں جانتا کہ وہ کس شکل میں کہاں ہوں گے....!"

"جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اُسے غور سے سنو.... تمہارا ساتھی جس کا نام یاور ہے.... ایسے ہی ٹائپ کا خون رکھتا ہے جو ہمارے کام آسکے لیکن اب اُسے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ تم دونوں کی حیثیتوں کا علم ہوتے ہی میں نے پروفیسر کو حکم دیا تھا کہ تمہیں نظرانداز کر دیا جائے اور فی الحال تجربات کا سلسلہ بھی ختم سمجھو۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب تمہارے ملک کے کسی آدمی کی ہیئت نہیں بدلی جائے گی اور وہ جو عمران کے قبضے میں ہے.... اُسے بھی اُس کی اصلی حالت پر واپس لانے کا وعدہ کرتی ہوں.... مگر اس شرط کے ساتھ کہ عمران مجھ سے ملے۔!"

"میں کوشش کروں گا کہ تمہارا پیغام کسی نہ کسی طرح اُن تک پہنچا دوں۔!"

"اور ایک وارننگ بھی سُن لو.... اگر پولیس نے فانوس کی طرف رخ بھی کیا تو پورا سردار گڈھ دھماکے کے ساتھ اڑ جائے گا۔!"

"میں سمجھتا ہوں۔ تم ایسا کر سکتی ہو۔ لیکن عمران صاحب تم سے کہاں اور کسطرح مل سکیں گے۔!"

"یہیں فانوس میں۔! پروفیسر کو فون کر کے ملنے پر رضامندی ظاہر کر سکتا ہے.... لیکن میری وارننگ سے اُسے آگاہ کر دینا.... پروفیسر یا فانوس کے خلاف کوئی کارروائی پورے سردار گڈھ کے لئے موت کا پیغام بن جائے گی۔!"

"میں صرف اپنی ذمہ داری لے سکتا ہوں....! اُن کا رویہ کیا ہو گا میں نہیں جانتا۔!"

"تم اس کی فکر مت کرو.... بس میرا پیغام اُس تک پہنچا دو.... ہاں تمہارا ساتھی کون ہے میں اُسے نہیں پہچان سکی۔!"

"میں بھی نہیں جانتا وہ کون ہے۔ عمران صاحب نے اُسے میرے چارج میں دیا ہے۔!"

"خیر....! تمہارا اپنا معاملہ ہے.... لیکن اسے ذہن نشین کر لو کہ یہ بات تمہارے اور عمران کے درمیان رہے گی۔ کسی تیسرے کا خطرہ ہرگز مول نہ لینا۔!"

"میں سمجھتا ہوں....!"

"اچھا خدا حافظ۔!"

"خدا حافظ......!"

تہہ خانے کی فضا پر عجیب سا سناٹا مسلط ہو گیا تھا۔ صفدر نے پروفیسر کی طرف دیکھا! اُس نے دونوں ہاتھ کھول دیئے تھے۔ اور صفدر کو پُر تشویش نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ پھر اوپر آئے تھے اور صفدر نے مسکرا کر پوچھا تھا۔ "اب کیا حکم ہے۔!"

"کچھ نہیں....! تم جا سکتے ہو.... لیکن ٹھہرو.... ایک بات ضرور پوچھوں گا۔ کیا یہ اُسی عمران کی بات تھی جو گاڑیوں کی آڑھت کرتا ہے اور اول درجے کا بیوقوف نظر آتا ہے۔!"

"تمہارا خیال درست ہے....!"

"زندگی میں پہلی فاش غلطی ہوئی تھی مجھ سے۔!"

"کیسی غلطی....؟"

"میں نے اُسے سمجھنے میں غلطی کی تھی۔!"

"اور ہم دونوں کے بارے میں کیا خیال ہے....!"

"تم تو پہلی ہی نظر میں عطائی لگے تھے۔ ورنہ تمہارے فرشتے بھی ہم پر شبہ نہ کر سکتے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"ہم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔!"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔!"

"نہیں سمجھ سکو گے۔ کیونکہ تم پر تو عقل کی دیوی مسلط ہو گئی ہے۔ خیر مجھے اس سے کیا سروکار.... ہم اس سے زیادہ اور کچھ چاہتے بھی نہیں کہ وہ دھاری دار آدمی دوبارہ اپنی اصلی ہیئت میں آ جائے۔!"

"مجھے کیا....؟" پروفیسر نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔!

"اب مجھے جانا چاہیئے....!" صفدر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

"ٹیکسی سے آئے ہو گے۔ میں اپنی گاڑی سے بھجوا دوں۔۔!"

"تمہیں یہی کرنا چاہئے۔۔۔۔! کیونکہ میں عقل کی دیوی کے سفیر کی حیثیت سے رخصت ہو رہا ہوں۔!" صفدر بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

بوڑھا آہستہ سے کچھ بڑبڑا کر رہ گیا تھا۔!



قتل صرف تین میل کے فاصلے پر ہوا تھا۔۔۔۔! اس لئے یہ بات دیر تک چھپی نہ رہ سکی کہ مقتول سرنی جھیل کے ہٹوں میں سے ایک میں مقیم تھا۔۔۔۔ وہاں سے تو سبھی دوڑ پڑے تھے۔ سیامیز بارٹنڈر رابی کو ان بھی انہی میں سے تھا۔ لاش پر نظر پڑتے ہی اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہ سام ٹرینی ہی کی لاش تھی لیکن وہ حرفِ شناسائی زبان پر نہ لا سکا۔۔۔۔! البتہ بھاگم بھاگ اُس ہٹ تک ضرور پہنچا تھا۔ جہاں سام ٹرینی مقیم تھا۔!

"مسٹر جیفر سن۔۔۔۔!" اُس نے ہٹ کا دروازہ تھپتھپا کر آواز دی۔۔۔۔ ایک سفید فام آدمی نے دروازہ کھولا تھا۔!

"اب کیا ہے۔۔۔۔؟" اُس نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔!

"بُری خبر ہے مسٹر جیفر سن۔۔۔۔! وہ لاش مسٹر سام ٹرینی کی ہے۔۔۔۔!"

"نہیں۔۔۔۔!" جیفر سن ششدر رہ گیا۔ یہ چھ فٹ اونچا اور خاصا توانا آدمی تھا۔

"یقین کرو۔۔۔ کسی نے کنپٹی پر گولی ماری ہے۔۔۔۔!"

"لیکن کس نے۔۔۔۔؟"

"میں نہیں جانتا۔!"

"اندر آؤ۔۔۔!" جیفر سن غصیلے لہجے میں بولا تھا۔! رابی کو ان کو شائد لہجہ بُرا لگا تھا۔ لیکن وہ چپ چاپ اندر چلا گیا۔! جیفر سن نے دروازہ بند کر کے سٹکنی چڑھائی اور پلٹ کر رابی کا گریبان پکڑ لیا۔

"مسٹر جیفر سن۔۔۔۔!" رابی کے لہجے میں استعجاب اور احتجاج دونوں شامل تھے۔

"بتاؤ۔۔۔ اُسے کس نے مارا ہے۔۔۔۔!" وہ اُس کے گریبان کو جھٹکا دے کر بولا۔

"مم۔۔۔۔ میں کیا بتاؤں۔۔۔۔؟"

"تم نے اُسے بھیجا تھا۔۔۔!"

"میں نے ایک اطلاع دی تھی۔ میں نے کہیں نہیں بھیجا تھا۔! میں نے صرف یہ بتایا تھا کہ پولیس آفیسر جاپانی کی کسی سفید فام غیر ملکی مالکہ کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔!"

"یہ بھی بکواس ہے۔ کوئی اس قسم کا سوال نہیں کر سکتا۔!" اُس نے پھر گریبان کو جھٹکا دیا۔!

اس بار سیامیز نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ لیکن جیفر سن نے بایاں ہاتھ اُس کے جبڑے پر رسید کر دیا۔ بس پھر کیا تھا سیامیز کسی وحشی کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑا۔ مگر جیفر سن بھی کمزور نہیں معلوم ہوتا تھا۔! کسی اچھے باکسر ہی کی طرح اُس کے وار خالی دے رہا تھا۔ پھر اچانک پیچھے ہٹ کر ایک زور دار لات سیامیز کے پیٹ پر رسید کر دی۔ وہ اچھل کر سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔!

ٹھیک اُسی وقت کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ دونوں جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ پھر جیفر سن نے کڑک کر پوچھا تھا۔ "کون ہے۔۔۔۔؟"

"پولیس۔۔۔۔! دروازہ کھولو۔۔۔۔!" باہر سے آواز آئی۔

وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ دروازہ کھولنے کو پھر کہا گیا۔ اور جیفر سن دھاڑا "بھاگ جاؤ۔ یہاں پولیس کا کیا کام۔۔۔۔!"

"دروازہ کھولو۔۔۔۔ ورنہ توڑ دیا جائے گا۔!" باہر سے آواز آئی۔

"یہ کیا بکواس ہے۔!" کہہ کر جیفر سن نے دروازہ کھول دیا تھا۔ رابی نے آنکھیں پھاڑ کر اُس آدمی کو دیکھا جو کچھ دیر پہلے اُس سے پوچھ گچھ کرتا رہا تھا۔

"تم پولیس ہو۔۔۔۔!" جیفر سن غرایا۔

"ہاں سادہ لباس میں۔۔۔۔ کیا تم مجھے اندر آنے کو نہیں کہو گے۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ مسٹر رابی کو ان بھی موجود ہیں۔!"

"جاؤ تم۔۔۔۔ دفع ہو جاؤ۔۔۔۔!" جیفر سن نے رابی سے کہا۔!

"نہیں مسٹر رابی کی موجودگی ضروری ہے۔۔۔۔!"

"تم میری مرضی کے خلاف کسی کو یہاں نہیں روک سکتے۔۔۔!"

"روک سکتا ہوں۔۔۔۔!" عمران اُسے دھکیل کر اندر گھستا ہوا بولا۔

"نکلو۔۔۔۔ نکلو تم بھی باہر۔۔۔۔ بغیر اجازت۔۔۔۔!"

عمران نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔! رابی بدستور

دیوار سے لگا کھڑا رہا۔!

"اُوہ.... یو باسٹرڈ....!" کہہ کر جیفر سن عمران پر جھپٹا تھا.... لیکن اُس نے ایک طرف ہٹ کر بڑی پھرتی سے اُس کی گردن پر ہاتھ مارا اور وہ اچھل کر کھلے ہوئے دروازے سے باہر جا پڑا....

رابی کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی تھی اور وہ اُسی جگہ کھڑا اپنی مٹھیاں بھینچتا رہ گیا تھا۔!

جیفر سن کے منہ سے گالیوں کا طوفان اُمنڈ پڑا۔ اٹھ کر دوبارہ عمران پر چڑھ دوڑا۔ لیکن غضب ناکی نے ذہن کو اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ حریف کے ممکنہ داؤ کو مدِ نظر رکھ سکتا۔! اس بار عمران کی ٹھوکر اُس کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دباتے ہوئے پھر ڈھیر ہو گیا۔!

رابی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی! عمران اُس کی طرف مڑ کر بولا۔ "خاصے سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو۔!"

رابی خاموش ہی رہا۔ عمران نے جیفر سن کی گردن تھام کر اُسے ہٹ کے اندر گھسیٹ لیا اور ایک طرف پٹختا ہوا بولا۔ "کبھی کبھی جان سے بھی مار دیتا ہوں اور اُس کے بعد جو رپورٹ تیار کرتا ہوں اُس پر آج تک کسی عدالت کو اعتراض نہیں ہوا۔!"

"میں ایک سیاح ہوں.... تمہیں پچھتانا پڑے گا۔!"

"پڑے رہو چپ چاپ.... ہاں رابی کوان....! کس بات پر جھگڑا ہو رہا تھا۔!"

"جھگڑا.... نہیں تو....!"

"یہ تو جملہ معترضہ تھا۔! ہاں تو سیاح صاحب تمہارا کیا نام ہے....!"

"نہیں بتاتا....!"

"لیکن اپنی مالکہ کا پتہ تو بتانا ہی پڑے گا۔!"

"کیسی مالکہ.... کون مالکہ.... تم ضرور پاگل ہو گئے ہو۔!"

"اور یہ بھی بتانا پڑے گا کہ سام ٹرینی کہاں جا رہا تھا اور اُسے کس نے مارا۔!"

"میں کچھ نہیں جانتا۔!"

"سام ٹرینی کو بھی نہیں جانتے۔!"

"نہیں.... میں یہاں تنہا رہتا ہوں.... تم دفتر کے رجسٹر سے معلوم کر سکتے ہو۔!"

"مسٹر رابی کوان....!"

"میں کچھ نہیں جانتا....!"

"غلط کہہ رہے ہو....! پوچھ گچھ کے بعد تم یہاں دوڑے آئے تھے اور سام ٹرینی یہیں سے موٹر سائیکل پر روانہ ہوا تھا۔!"

رابی تھوک نگل کر رہ گیا۔

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں....!"

رابی نے سر کو منفی جنبش دی تھی۔ جیفر سن اُسے گھور تا رہ گیا۔

"اور تم کہہ رہے ہو کہ اپنے مقتول ساتھی کو جانتے تک نہیں۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

جیفر سن کچھ نہ بولا۔ اُس نے پھر گردن ڈال دی تھی۔ وہ ابھی تک فرش پر پڑا ہوا تھا۔ عمران نے رابی سے سوال کیا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ تم میرے بارے میں انہیں بتانے آئے تھے۔"

"نہیں....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نہیں جانتا یہ کون ہے....!" جیفر سن غرایا "اس نے ہٹ میں داخل ہو کر چوری کرنے کی کوشش کی تھی میں نے پکڑ لیا۔!"

"اب تم خاموش رہو کتیا کے بچے ورنہ میں تمہارا اگلا گھونٹ دوں گا۔!" رابی چیخ کر بولا۔ پھر اُس نے عمران سے کہا "ہاں مسٹر یہ درست ہے کہ میں نے انہیں اطلاع دی تھی کہ تم نے ان کی مادام کے بارے میں مجھ سے پوچھا تھا یہ اُس عورت کو مادام کہتے ہیں لیکن میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔!"

"کب سے ان لوگوں کے لئے کام کر رہے ہو۔!" عمران نے پوچھا۔

"تین سال سے.... لیکن یہاں دو ماہ پہلے آیا ہوں.... اس سے قبل برما میں تھا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کا اصل بزنس کیا ہے.... ویسے انہوں نے ساری دنیا میں شراب خانے کھول رکھے ہیں۔ یہاں سیامیز بار بھی انہوں نے خریدا ہے....!"

جیفر سن سر اٹھائے اُسے خوں خوار نظروں سے دیکھتا رہا۔ اچانک عمران اُس کی طرف مڑ کر بولا۔ "کیا خیال ہے سام ٹرینی مادام کے عتاب کا شکار ہوا ہے....! ظاہر ہے کہ وہ میری نظر میں آ گیا تھا۔ اگر یہ بات ہے تو اب تمہاری بھی خیر نہیں۔!"

"تم لوگ کچھ نہیں جانتے....!" جیفر سن نے کہا۔

"کیا نہیں جانتے۔!"

"ہم جرائم پیشہ نہیں ہیں۔!"

"میں جانتا ہوں کہ تم لوگ دنیا میں امن قائم کرنا چاہتے ہو اور اُس کام کے لئے فنڈ اکٹھا کرتے ہو۔ چوریوں، ڈاکوں اور اسمگلنگ سے اور بہت زیادہ دولت مند لوگوں کو بلیک میل بھی کرتے ہو۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں دنیا کے ترقی یافتہ ترین ممالک کو بھی پیچھے چھوڑ جانے کی تگ ودو میں لگے ہوئے ہو۔ کیا اب اُس دھاری دار آدمی کی لاش کے بارے میں بھی بتاؤں جو جنگل میں پڑی ملی تھی۔!"

جیفر سن حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا پھر بولا!"تم یہاں کی پولیس سے متعلق نہیں معلوم ہوتے.... تم سو فیصد اُسی حرام زادے کے آدمی ہو۔!"

"یہ کس حرام زادے کا تذکرہ ہے....!"

"اُسی کا جس کے لئے تم کام کررہے ہو۔ خود تم نے اس تدبیر سے سام ٹرینی کو ہٹ سے باہر نکلنے پر مجبور کیا اور گولی ماردی۔!"

عمران نے اپنا شناختی کارڈ نکال کر اُس کے سامنے فرش پر ڈال دیا اور بولا۔ "لیفٹیننٹ جنجوعہ کہلاتا ہوں اور فیڈرل سے میرا تعلق ہے.... نہیں دیکھو.... میرا شناخت نامہ اور اَب تم اُٹھ کر بستر پر بیٹھ سکتے ہو۔ اکوئی حرکت کی اور مارے گئے۔ باہر میرے کئی ماتحت موجود ہیں۔!"

جیفر سن نے چُپ چاپ تعمیل کی تھی اور شناخت نامہ دیکھ کر اُسے واپس کردیا تھا۔

"اَب اُس حرام زادے کے بارے میں بتاؤ۔!"

"وہ ہمی میں سے ایک تھا۔ لیکن اُس نے مادام کے خلاف بغاوت کردی ہے....!"

"کیا یہ سنگ ہی کا ذکر ہے....!"

"تت.... تم.... جانتے ہو....!"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ سرنگی کا اصل نام سنگ ہی ہے۔!"

"تب تو تم لوگ بہت کچھ جانتے ہو....!"

"کیا اتنا شدید جھگڑا ہوا ہے کہ وہ تمہاری مادام کے خاص آدمیوں کو ٹھکانے لگائے دے رہا ہے۔!"

"یہی بات ہے.... جاپانی کو بھی اُسی نے مارا ہے....!"

"لیکن اُس کے ہاتھ کیوں کاٹ دیئے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آسکی....!"

"وہ سنگ کو مار ڈالنے پر مامور کیا گیا تھا....!"

"اُوہ.... تب تو مجھے تم لوگوں پر رحم کھانا چاہئے....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا.... "اور اس کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ تمہیں گرفتار کرکے جیل بھیج دیا جائے۔!"

"جو دل چاہے کرو....!" وہ بیزاری سے بولا۔

"اپنے دوسرے ساتھیوں کے نام اور پتے بھی بتاؤ۔ اسی طرح وہ بھی زندہ رہ سکیں گے۔ ورنہ سب مارے جائیں گے سنگ ہی کے ہاتھوں.... تم لوگوں کو اُسکی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔!"

"کچھ بھی ہو....!" جیفر سن شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ "میں اپنے ساتھیوں کی نشاندہی نہیں کرسکتا۔ اتم شوق سے مجھے گرفتار کرلو....!"

"خیر.... خیر.... یہ سب بعد میں دیکھیں گے۔ ابھی تو تمہاری جان بچانے کا مسئلہ درپیش ہے۔!" عمران نے کہا۔

اس کے بعد عمران نے اُسے مادام کے بارے میں بہت کچھ ہلایا جلایا تھا لیکن وہ اس کی قیام گاہ کا پتہ نہ بتاسکا۔!

"جتنا کچھ مجھے معلوم تھا بتا چکا ہوں۔" وہ بالآخر بولا۔ "اگر مادام کی قیام گاہ کا پتہ معلوم بھی ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا۔"

"اَخاہ.... تو تم ڈیتھ اسکویڈ کے سپاہی ہو۔!"

"مائی گارڈ! اس حد تک جانتے ہو۔ کہیں تم وہی تو نہیں ہو جس سے ہوشیار رہنے کی خاص طور پر ہدایت ملی تھی لیکن نہیں.... وہ نہیں ہوسکتے۔ ہم میں سے ہر ایک کے پاس اُسکی تصویر موجود ہے۔!"

"ذرا مجھے بھی تو دکھانا کون ہے....!"

جیفر سن نے میز سے پرس اٹھایا تھا اور عمران کی تصویر نکال کر اُسے تھما دی تھی۔!

عمران سر کو منفی جنبش دیکر بولا "میں نہیں جانتا کون ہے۔!" اور تصویر اُسے واپس کردی۔!



صفدر اور نیمو عمران کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن اَب بھی میک اَپ ہی میں تھے۔ صفدر بدستور سنگی "چچا" تھا اور نیمو بے تکلف بھتیجا.... یاور....!

"میں تو بے موت مارا گیا....!" نیمو بڑبڑایا۔

"کیوں....! کیا بات ہے....؟"

"عالیہ بُری طرح میرے ذہن سے چمٹ گئی ہے۔!"

"چمٹی رہنے دو.... کیا فرق پڑتا ہے۔!"

"لیکن اَب تم نے وہاں جانے کو بھی منع کر دیا ہے۔ کیا کروں گا۔!"

"میں نے خود نہیں منع کیا.... عمران صاحب کا فرمان ہے....!"

"ان کا نام تو فرمان ہی ہونا چاہئے تھا۔ عمران نہ جانے کیوں کہلاتے ہیں۔ لیکن یک بیک تمہیں اُن کی تلاش کی کیوں سوجھی ہے....!"

"جو کام ہمارے ذمے تھا کر چکے۔ اَب تلاش کر کے پوچھیں گے کہ آئندہ کیا کرنا ہے....!"

"ہم کیا کر چکے ہیں....؟"

"پوری عمارت اندر سے دیکھ لی۔!"

"عمارت تو میں نے تم سے پہلے ہی دیکھ لی تھی۔!"

"لیکن تم اُس گہرائی تک نہیں پہنچ سکے تھے جہاں پروفیسر کی تجربہ گاہ واقع ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"تہہ خانے.... میں نے پروفیسر کو تڑی دے کر تہہ خانے بھی دیکھ لئے اور عمران صاحب دراصل یہی معلوم کرنا چاہتے تھے۔!"

"یار بس ختم کرو.... ہو گا کچھ.... میں ایک آدھ پگ برانڈی کا لینا چاہتا ہوں۔!"

"ایک پگ سے زیادہ نہیں۔!"

"تنہا پینے میں مزہ نہیں آتا.... تم بیئر ہی لے لینا۔!"

"میری فکر نہ کرو۔!"

"یار کیا مصیبت ہے.... تم لوگ آخر مولوی کیوں ہو گئے ہو۔!"

"اللہ کا حکم....!"

"مت بور کرو....!"

"اسی کو غنیمت جانو کہ مجھے تمہاری شراب نوشی پر اعتراض نہیں ہے۔!"

"بڑے اَن کلچرڈ لوگ ہو۔!"

"شراب سے اجتناب ہمارے کلچر کا لازمی جزو تھا۔ مقصد یہ تھا کہ نیند کے علاوہ ہمارا ایک لمحہ بھی بے خبری میں نہ گذرے۔!"

"اب اخلاقیات پر بور کرو گے....!"

"بیزار ہو اخلاقیات سے....!"

"حد سے زیادہ....!"

"لیکن اگر تمہارے والد صاحب بھی اخلاقیات سے متنفر ہوتے تو تمہارے کاغذات میں ولدیت کا خانہ "نامعلوم" سے مزین نظر آتا.... سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کہیں اخلاقیات طرۂ امتیاز کیوں ہوتی ہے اور کہیں ایک فضول سی چیز کیوں بن جاتی ہے۔!"

"بس بس.... یہ موضوع ختم.... کوئی اور بات کرو۔!"

"کبھی میں بھی پیتا تھا.... لیکن اَب توبہ کر لی ہے.... اور بتاؤں کیسے.... ایک بار عمران صاحب نے سور کا گوشت سامنے رکھ دیا تھا.... میں بگڑ گیا.... کہنے لگے کیا حرج ہے.... دونوں حرام ہیں۔ اگر وہ سرور بخشتی ہے تو یہ بے حد لذیذ اور طاقت ور ہوتا ہے.... ذرا چکھ کر تو دیکھو۔"

"کس جنجال میں آ پھنسا ہوں۔!" نیمو پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

"نہیں چلو.... پی لو کہیں بیٹھ کر....!"

"تمہارے سامنے پی کر اُسے مزید حرام نہیں کر سکتا....!"

"بس اندازہ ہوا کہ ابھی بالکل خالی نہیں ہوئے۔ سدھر جاؤ گے انشاء اللہ۔!"

نیمو کچھ نہ بولا۔ عجیب طرح کے تاثرات نظر آ رہے تھے اُسکی آنکھوں میں۔ "بور ہو گئے۔!" صفدر اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا! "اَب کبھی کچھ نہ سنو گے میری زبان سے.. معاف کر دو!"

"نہیں یار.... یہ بات نہیں ہے.... ہاں تو آخر انہیں کہاں تلاش کریں گے....!"

اچانک ایک میلے کچیلے آدمی نے اُنکا راستہ روک لیا اور صفدر سے پوچھا "آپ داور بخش ہیں!"

"ہاں کیوں....؟" صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔!

"جی یہ پیکٹ آپ کے لئے ایک آدمی نے دیا ہے....!"

"کیا ہے اس میں....!"

"میں کیا جانوں صاحب....!"

"کہاں ہے.... وہ آدمی....!"

"اُس قہوہ خانے میں بیٹھا ہوا ہے....!"

پہلے میں اُس آدمی کو دیکھ لوں.... پھر پیکٹ لوں گا....!"

"آپ کی مرضی صاحب....!"

وہ دونوں اُس کے ساتھ قہوہ خانے میں آئے تھے۔ اور پھر وہ آدمی بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔

"اب تو نہیں ہے جناب.... ذرا کی ذرا دیر میں غائب ہو گیا....! اس کام کے پانچ روپے دیئے تھے مجھے....!"

"دیئے ہوں گے.... اب تم ہی یہ پیکٹ کھول کر مجھے دکھاؤ کہ اس میں کیا ہے۔ مجھ سے بھی پانچ روپے لے لینا....!"

"کھولے دیتے ہیں صاحب....!" وہ خوش ہو کر بولا۔ پیکٹ سے ایک چھوٹی سی شیشی برآمد ہوئی تھی جس میں سیاہی مائل گاڑھا سیال بھرا ہوا تھا۔ اور اُس کے ساتھ ایک پرچہ بھی تھا۔ صفدر نے پرچہ لے کر اُس کی تہیں کھولیں۔ تحریر تھی....!

"عمران! صفدر کے بیان کی صداقت اور میری نیک نیتی ظاہر کرنے کے لئے یہ سیال کافی ہے۔! تمہارے دوست کے درد کی دوا.... درد کی جگہ پر اس کی مالش کر کے آدھے گھنٹے تک ہوا لگنے دو.. درد رفع ہو جائے گا۔!"

صفدر نے پرچہ جیب میں ڈال لیا.... نیمو تحریر نہیں پڑھ سکا تھا۔ شیشی کو احتیاط سے دوبارہ پیک کیا اور احتیاط سے کوٹ کی جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "تم نے مزید پانچ روپے کما لئے۔!"

وہ آدمی روپے لے کر چل دیا۔ نیمو حیرت سے جلدی جلدی پلکیں جھپکاتا رہا۔

"کیا قصہ ہے....!" اُس نے بے صبری سے پوچھا۔

"یار واقعی قابل ترین سنیاسی بابا تھا۔ کل اچانک ایک جگہ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا تمہاری آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں اڑتی ہیں۔ سر چکراتا ہے.... آج کی بات کل یاد آتی ہے اور کل کی پرسوں.... اچھا بابا جا کل تجھے دوا مل جائے گی.... اور آج یہ دیکھو....!"

"کیوں بیوقوف بنا رہے ہو.... شیشی میں کیا ہے....؟"

"دوا.... یقین کرو....!"

"نہیں بتانا چاہتے تو اب نہیں پوچھوں گا۔!"

صفدر خود ہی اُلجھن میں پڑا ہوا تھا۔ کس دوست کی بات ہے اور کیسا درد، ویسے یہ تو ظاہر ہی تھا کہ پیکٹ اُس نوٹ کے ساتھ تھریسیا ہی نے بھجوایا ہو گا۔

"سوال بدستور برقرار ہے....!" نیمو تھوڑی دیر بعد بولا۔

"کیسا سوال....؟" صفدر چونک پڑا۔

"ہم انہیں کہاں تلاش کریں....!"

"اوہ....! وہیں چل رہے ہیں۔ ایمرجنسی کی صورت میں ایک عمارت کے مکینوں سے رابطہ قائم کرنے کو کہا تھا۔!"

وہ تاراپور کاٹیج پہنچے....! صفدر نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا.... اندر سے ایک آدمی فوجی وردی میں ملبوس باہر آیا تھا۔

"داور بخش......ڈھمپ سے ملنا چاہتا ہے......!" صفدر اُس کے قریب پہنچ کر اتنی آہستگی سے بولا کہ نیمو تک آواز نہ پہنچ سکی۔!

"اندر تشریف لے چلئے۔!" وہ آدمی پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ صفدر نے نیمو کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔!

دونوں کو ایک سادہ سے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر فوجی وردی والا اندر چلا گیا تھا۔ نیمو سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہی شخص واپس آیا تھا اور ایک پرچہ صفدر کو تھما دیا تھا۔ جس پر تحریر تھا! "بارہ بج کر بیس منٹ پر.... گلبار ہوٹل.... کمرہ نمبر بائیس....!"

صفدر نے پرچہ تہہ کر کے جیب میں رکھا اور اُس کا شکریہ ادا کر کے اٹھ گیا.... سڑک پر پہنچ کر اُس نے نیمو سے کہا "اب تم تنہا تفریح کر سکتے ہو....!"

"کیا مطلب....!"

"مجھے عمران صاحب سے تنہا ملنا ہے۔! یہی ہدایت ملی ہے....!"

"ٹاٹا....!" نیمو ہاتھ ہلاتا ہوا یکلخت دوسری طرف گھوم گیا.... صفدر اُسے تیز رفتاری سے

مخالف سمت میں جاتے دیکھتا رہا.... پھر اُس نے ایک ٹیکسی رکوائی تھی اور گلبار کی طرف روانہ ہو گیا تھا.... معینہ وقت میں ابھی چالیس منٹ باقی تھے پندرہ منٹ میں گلبار پہنچ گیا۔ اور اُس کے ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر کافی پیتا رہا۔

ٹھیک بارہ بجکر بیس منٹ پر اُس نے کمرہ نمبر بائیس کے دروازے پر دستک دی تھی....!

"کون ہے....؟" اندر سے عمران کی آواز آئی۔

"بارہ بجکر بیس منٹ....!" صفدر نے کہا۔

دروازہ کھلا اور عمران پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ "آیئے چچا جان....! ویسے آپ نے اسی میک اَپ میں تشریف لا کر حماقت فرمائی ہے....!"

صفدر کے داخلے کے بعد وہ دروازہ بند کر کے اُس کی طرف مڑا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ کی نگرانی ہو رہی ہو گی....!"

"وہ کھل کر سامنے آ گئی ہے.... اسی لئے میں نے میک اَپ کو نظر انداز کر دیا ہے اُس کا پیغام لایا ہوں آپ کے لئے۔!"

"بیٹھ جاؤ.... اور سناؤ پیغام....!"

صفدر نے بالتفصیل اپنی کارکردگی پر روشنی ڈالتے ہوئے تھریسیا کا پیغام دہرایا تھا۔ عمران منہ چلا کر رہ گیا۔ پھر صفدر نے وہ پیکٹ بھی اُس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "یہ چکر میری سمجھ میں نہیں آیا۔!"

لیکن عمران "چکر" سے متعلق اظہار خیال کرنے کی بجائے بولا! "تو وہ مصالحت ہی پر آمادہ ہے!"

"کیا آپ کو وہ میں سچائی نظر آتی ہے....!"

"ہاں....! حالات ایسے ہی ہیں کہ اس پر یقین کیا جا سکتا ہے.... کیا تمہیں وہ فضائی ہنگامہ یاد نہیں۔ ایک دشمن کو ٹھکانے لگانے کے لئے اُس نے مصالحت کر لی تھی....!"

"ہاں یاد تو ہے....!"

"بس تو پھر یہ سمجھ لو کہ وہ چومکھی لڑنے کی بجائے وقتی طور پر مجھ سے مصالحت کر لینے ہی میں عافیت سمجھے گی....!"

"کیا یہ ایسی ہی کوئی سچویشن ہے....!"

"ہاں.... کسی وجہ سے جھگڑا کر بیٹھی ہے سنگ سے اور سنگ نے اُس کے کئی خاص آدمیوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے....!"

"تو گویا.. وہ چاہتی ہے کہ سنگ پر ایک طرف سے آپ دباؤ ڈالیں اور دوسری طرف سے وہ خود!"

"یہی بات ہے....!" عمران پُر تشویش لہجے میں بولا۔

"آپ کا کون دوست کس درد میں مبتلا ہے....!"

"تھریسیا ہی کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے۔ تم اُسے نہیں جانتے.... اگر اُس کے درد کا درماں ہو گیا تو تصدیق ہو جائے گی کہ تھریسیا مجھے غچہ دینے کے چکر میں نہیں ہے....!"

"اب ہم دونوں کیا کریں....!"

"بس پروفیسر کی بیوی سے عشق نہ کر بیٹھنا۔ اس کے علاوہ جو دل چاہے کرو۔!"

"نیمو تو شائد پڑ گیا ہے اس چکر میں....!"

"میری طرف سے وارننگ دے دینا.... اور اَب سنگ کی تلاش جاری رکھو....!"

"اسی حلئے میں....!"

"کوئی حرج نہیں ہے اور قیام بھی انٹرنیشنل ہی میں رہے گا۔!"

"پھر کسی ضرورت کے تحت یہیں ملاقات کروں۔!"

"نہیں.... تاراپور کاٹیج سے رابطہ قائم کئے بغیر تم مجھ سے نہیں مل سکو گے۔ کیونکہ یہ میرا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ بس اَب جاؤ۔!"

"سنگ سے متعلق لائن بھی تو بتایئے....!"

"ہائی اسٹریٹ میں سیامیز بار ہے۔ وہاں ایک بار ٹنڈر ہے..... رابی کو ان اُس پر نظر رکھو۔ ہو سکتا ہے سنگ کسی وقت اُس سے رابطہ قائم کرے۔!"

پھر اُس نے رابی کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا تھا! میں نے اُسے حراست میں نہیں لیا۔ صرف جیفرسن حراست میں ہے۔!"

"بہت بہتر....! میں دیکھوں گا....!" صفدر نے کہا۔



فیاض حسبِ معمول بڑی تندہی سے دوڑ لگا رہا تھا۔ ہٹ کے قریب ہی ایک مسطح جگہ تلاش

کرلی تھی۔ وہیں چکر لگایا کرتا تھا اگر کوئی دور سے دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ شائد اُس کے سر پر "سنیچر" سوار ہو گیا ہے.... ہر چند کہ یہ ایک سنسان جگہ تھی۔ لیکن فیاض اسی خیال سے اِدھر اُدھر دیکھے بغیر اپنے شغل کو جاری رکھتا تھا کہ کہیں کسی شریف آدمی سے آنکھیں چار نہ ہو جائیں۔ اس وقت بھی یہی کیفیت تھی۔ اچانک کسی طرف سے ایک مترنم سی نسوانی آواز آئی۔

"بس کرو.... بس کرو میرے لال.... کہیں ہاتھ منہ نہ توڑ بیٹھنا....!"

فیاض جھٹکے کے ساتھ رُک گیا اور خجالت آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا.... بایاں گال بُری طرح پھڑک کے جا رہا تھا.... وہ ہانپتا اور اطراف میں نظریں دوڑاتا رہا۔ لیکن کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ سماعت کا واہمہ سمجھ کر شانوں کو جنبش دی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایسا قہقہہ سنائی دیا جس سے اُس کی ہڈیاں ہمیشہ سے سلگتی آئی تھیں۔

اور پھر قہقہہ لگانے والا سامنے آگیا۔

"میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا....!" فیاض دانت پیس کر اُس کی طرف جھپٹا۔ لیکن وہ ایک طرف ہٹ کر بولا "صبر.... صبر.... کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ویسے یہ بہت بُری بات ہے کہ تمہیں مامتا کے بول بھی کڑوے لگتے ہیں....!"

"تمہیں شرم نہیں آتی....!" فیاض ہانپتا ہوا بولا۔

"شرم تو آتی ہے لیکن میں نے اُسے منہ لگانا چھوڑ دیا ہے۔ کہ منہ لگی ڈومنی گائے تال بے تال!"

"نہیں....! میں اِس معاملے میں بہت سینٹی مینٹل ہو رہا ہوں۔ آئندہ خیال رکھنا اتنے پرانے تعلقات کی بھی پرواہ نہ ہوگی مجھے....!"

"اَب کسی "آئندہ" کا امکان نہیں کہ مجھے تمہارے درد کی دوا مل گئی ہے۔ ہٹ میں چلو!"

"جو کچھ کہنا ہے یہیں کہہ دو....!"

"کہنا نہیں.... کرنا ہے.... لیکن اگر یہیں کرنا شروع کر دیا تو دور سے دیکھنے والے نہ جانے کیا سمجھ بیٹھیں۔!" وہ اُسے چمکارتا ہوا ہٹ میں لایا تھا.... اور پھر بولا تھا "اَب مجھ سے بھی وہی کرا لو جو تھریسیا سے کرایا تھا۔!"

"کیا بکواس کر رہے ہو....!" فیاض پیر پٹخ کر دھاڑا۔

"قمیض اُتار دو.... شاباش.... اور بستر پر چت لیٹ جاؤ....!"

"کیا مطلب....!" فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔ لیکن لہجہ کچھ ڈھیلا پڑ گیا تھا۔

"میں ثابت کر دوں گا کہ دھوئیں میں دھاریوں کی منتقلی محض ایک سائنسی شعبدہ تھا۔!"

"یعنی تمہاری کسی تدبیر سے یہ تین دھاریاں بھی مٹ جائیں گی۔!"

"میرا یہی خیال ہے.... تم لیٹو تو....!"

"اگر نہ غائب ہوئیں تو....!"

"گردن اڑا دینا۔!"

فیاض نے طوعاً و کرہاً عمران کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ عمران نے سیال کی مالش شروع کی۔!

"سیال تو ویسا ہی معلوم ہوتا ہے!" فیاض آہستہ سے بڑبڑایا تھا اور آنکھیں بند کر لی تھیں۔!

"ہائے.... کیا معصومیت ہے تمہارے چہرے پر.... جیسے ابھی ابھی پیدا ہوئے ہو.... لیکن خدارا پیدائش کا اعلان نہ شروع کر دینا....!" عمران دانت پر دانت جما کر بولا۔

فیاض کچھ نہ بولا۔

اور پھر آدھے گھنٹے بعد کبھی اپنے سینے پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی عمران کی شکل تکنے لگتا تھا۔!

"یہ.... یہ.... کک.... کمال ہے....!" بس اتنا ہی زبان سے نکل سکا۔

"لیکن میرے لئے بڑا جنجال ہے سُوپر فیاض....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا، پھر چند لمحے کچھ سوچتے رہنے کے بعد کہا تھا۔ "بس اَب تم چپ چاپ سردار گڈھ سے کھسک جاؤ.... فتح محمد خان محکمہ خارجہ کا دردِ سر بن گیا ہے....!"

"کیا مطلب....!"

"محکمہ خارجہ کی تحویل میں ہے! تمہارے محکمے کی دخل اندازی قطعی پسند نہیں کی جائے گی۔!"

"لیکن میں کیوں یہاں سے چلا جاؤں....؟"

"اچھی بات ہے اگر اَب کوئی اور دُرگت بنی تو میں کسی قسم کی بھی مدد نہ کر سکوں گا۔!"

"میں یہاں چھٹیاں گذارنے آیا تھا۔!"

"اَب کہیں اور جا کر گذار لو....!"

"تم سیرلیس ہو....!"

"یار فیاض! بات مت بڑھاؤ۔ جو کہہ رہا ہوں کرو.... آج ہی چلے جاؤ تو بہتر ہے....!"

"جیسی تمہاری مرضی....!" فیاض نے کاندھے ڈال دیئے۔



سنگ اور اُس کا لیفٹیننٹ راجن.... سیامیز بار میں داخل ہوئے دونوں میک اپ میں تھے۔ سنگ ایک کمر خمیدہ بوڑھے کے روپ میں اپنے جواں سال لیفٹیننٹ کے ساتھ گویا گھسٹتا ہوا چل رہا تھا۔ دونوں نے ایک گوشے کی خالی میز پر قبضہ کیا۔ اور پھر راجن اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا اور اسکاچ کی پوری بوتل اور سوڈے کے سائیفن کا آرڈر پلیس کیا۔

اس وقت رابی کوان ہی کاؤنٹر پر تھا اُس نے بڑے ادب سے کہا "ہم اسکاچ نہیں فراہم کر سکیں گے جناب....! پورے سردار گڈھ میں کہیں بھی نہیں ہے۔!"

"پانچ کریٹوں کا سودا کرو گے....!" راجن نے آگے جھک کر آہستہ سے پوچھا.... رابی نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور سر ہلا کر بولا تھا "نہیں جناب! یہاں غیر قانونی سودے نہیں ہوتے!"

"میں راما کالئے کا آدمی ہوں.... تمہارے باسؔ نے کل ہی ہم سے جم بیم بور بن کے تین کریٹ خریدے ہیں۔!"

"باس جانے مسٹر....!" میں کونٹر سے آگے کی بات نہیں جانتا۔!"

"سائیمن صاحب سے ملاؤ مجھے....!"

"باس موجود نہیں ہے....!"

"کالئے کو پیسوں کی ضرورت ہے....! بتاؤ سائیمن صاحب کہاں ملیں گے....!"

"میں نہیں جانتا....!" رابی کوان نے مضطربانہ انداز میں کہا! شائد اُس نے کسی خطرے کی بو سونگھ لی تھی اور بائیں جانب والے دروازے کی طرف بار بار کنکھیوں سے دیکھنے لگتا تھا۔

"میرا کیا ہے....!" راجن نے شانوں کو جنبش دی "گاہک بہت ہیں....! کالئے نے کہا تھا پہلے سیامیز میں پوچھ لینا....!"

"میں کچھ نہیں جانتا....!" رابی نے سر جھٹک کر کہا اور دوسرے گاہکوں کی طرف متوجہ ہو گیا.... راجن میز کی طرف پلٹ آیا.... اور آہستہ آہستہ سنگ کو اپنی اور رابی کی گفتگو کے بارے میں بتانے لگا۔

"وہ اوپر اپنے آفس میں موجود ہے....!" سنگ نے کہا "میں صرف رابی کا ردعمل دیکھنا چاہتا

تھا۔ وہ کنکھیوں سے زینوں والے دروازے کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ بس اَب آؤ چلیں.... اوپر پہنچنا مشکل نہ ہو گا۔!"

وہ دونوں باہر نکلے تھے۔ راجن سنگ سے کئی قدم آگے تھا۔ دفعتاً کوئی سخت سی چیز سنگ کے بائیں پہلو سے چبھی اور وہ چلتے چلتے رک گیا۔ لیکن اس موقع پر بھی اُس کی کمر سیدھی نہ ہوئی۔ اُسی طرح جھکا کھڑا رہا۔ کنکھیوں سے بائیں جانب کھڑے ہوئے آدمی کو دیکھا جس کے اوپری دانت نچلے ہونٹ پر چھائے ہوئے تھے۔!

"یہ ریوالور کی نال ہے.... جو میرے کوٹ کی جیب میں تشریف فرما ہے....!" اُس آدمی نے آہستہ سے کہا۔ "ذرا دیر کے لئے اپنے ساتھی کو ٹال دو....!"

"جیسا حکم بھتیجے....!" سنگ زہریلے لہجے میں بولا۔ پھر اونچی آواز میں راجن سے کہا تھا کہ وہ فی الحال ٹھکانے پر واپس جائے۔ اس نے ارادہ بدل دیا ہے۔! راجن نے مڑ کر حیرت سے اُسے دیکھا تھا!

"جاؤ....!" سنگ ہاتھ ہلا کر بولا اور راجن تیزی سے آگے بڑھ گیا۔!

"چلو اَب کہاں چلتے ہو....!" سنگ بولا۔ "لیکن اس بار میں نہیں بیٹھوں گا۔!"

"مجھے علم ہے کہ کیوں نہیں بیٹھو گے۔ سامنے والا کیفے کیسا رہے گا۔!"

"اس علاقے میں نہیں....!"

"میرے پاس وقت کم ہے.... اور اس وقت میں تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں بھی نہیں ڈال سکتا....!"

"آخر کیوں بھتیجے....! جبکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جہاں تمہارے ریوالور کی نال ہٹی میں نے اپنے ہاتھ دکھائے....!"

"میں ایک دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ اس لئے تمہاری گرفتاری سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔"

"اگر یہ بات ہے تو ہٹا لو ریوالور کی نال.... میں بھی ایسا بودا نہیں ہوں کہ اپنے الفاظ سے پھر جاؤں گا....!"

"اور تم مجھے بھی اچھی طرح جانتے ہو۔!" اُس نے کہا اور سنگ کے پہلو پر پڑنے والا دباؤ ختم ہو گیا۔ اَب دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔!

قریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد سنگ نے ایک قہوہ خانے کی طرف اشارہ کر کے کہا! "یہ جگہ

بڑی مناسب رہے گی۔!"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔!"

دونوں قہوہ خانے میں داخل ہوئے اور سنگ ایک خالی گوشے کی طرف بڑھتا چلا گیا.... بیٹھ جانے کے بعد سنگ بولا۔ "بڑی خبیث شکل بنا رکھی ہے تم نے لیکن آنکھوں سے پہچانے جاتے ہو۔"

"اور مجھے دیکھو کہ میں نے کمان میں تیر تلاش کر لیا۔!"

"تمہاری صلاحیتوں کا میں ایک عرصہ سے معترف ہوں۔ اب اصل بکواس شروع کرو....!" سنگ نے کھرکھراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"خالا سے کیوں اَن بن ہو گئی ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"جیسے تم چچا.... ویسے وہ خالا....!"

"حیلہ کہو.... اُسے تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

"بڑی عجیب بات ہے....!"

"پہل اُس نے کی ہے....!"

"تم دونوں جہنم میں جاؤ.... مجھے تو اُس دھاری دار آدمی سے غرض ہے جو اب بھی زندہ ہے اور میری ہی تحویل میں ہے۔ تم نے تو کیو کو مار ڈالا.... سام ٹرینی کا خاتمہ کیا.... اور اب سائیمن کے چکر میں ہو.... مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں....!"

"اوہ.... تو وہ زندہ ہے....! ہو گا.... اب مجھے اُس سے کوئی سروکار نہیں لیکن تم مجھ سے کیا چاہتے ہو....!"

"اس کے علاوہ اور کیا چاہوں گا کہ فتح محمد خاں اپنی اصلی حالت پر آ جائے۔!"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کیسے اصلی حالت پر آئے گا۔!"

"پھر کون جانتا ہے....!"

"جس نے اُس کی ہیئت تبدیلی کی ہے....!"

"اُسی کی نشان دہی کرو.... میں نپٹ لوں گا....!"

"یہاں ایک مشہور عمارت ہے فانوس....!"

"وہ جو گول ہے....!"

"وہی.... وہی.... اُس کا مالک پروفیسر ضیغم اشرف.... وہ بھی تنظیم میں میرے ہی رینک کا آدمی ہے....!"

"لیکن وہ تو شائد ماہر نفسیات ہے۔ میں نے اُس کا نام کہیں سنا تھا۔!"

"اول درجے کا فراڈ ہے.... اُس کا موضوع کیمسٹری ہے نفسیات نہیں۔!"

"اچھا تو پھر....!"

"پھر کیا بتاؤں....! میں نے تو آج تک اُس عمارت میں قدم بھی نہیں رکھا.... سب اپنی اپنی فیلڈ سے سروکار رکھتے ہیں۔!"

"آخر تمہارے ذمے کیا کام تھا....!"

"محض نگرانی اور پروفیسر کے کام میں آسانیاں پیدا کرنا۔ اس کی بیوی توانا آدمیوں کو پھانستی ہے اور اُن کے بلڈ گروپ کا پتہ لگاتی ہے۔ ایک مخصوص گروپ کے حامل ہی اس تجربے سے گذر سکتے ہیں۔!"

"لیکن فتح محمد خاں تو جنگل میں غائب ہوا تھا۔!"

"اُس دوران میں راہ بھٹکے ہوئے شکاری بھی پکڑے جا رہے تھے۔ فتح محمد خان کے ساتھ کئی پکڑے گئے تھے۔ لیکن کارآمد بلڈ گروپ والا وہی ثابت ہوا تھا۔!"

"بی گروپ.... ایچ آر فیکٹر نگیٹو....!"

"متیوہاشی نے بتایا ہو گا....!" سنگ نے خشک لہجے میں کہا "خالص کتیا ثابت ہوئی۔!"

"کیا خیال ہے.... تھریسیا فانوس ہی میں ہو گی۔!"

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا.... ویسے میرا خیال ہے کہ وہ اپنی دانست میں کسی ایسی جگہ ہرگز نہیں پائی جائے گی جس کی طرف میرا دھیان جا سکے۔!"

"تو اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم پروفیسر اشرف ہے....!"

"ہاں وہی ہے۔ لیکن میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اُس کی مرضی کے بغیر اُس عمارت کے کسی حصے کو ہاتھ بھی نہ لگانا....! ورنہ برقی موت نصیب ہو گی....!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اُس کی لاعلمی میں وہاں کسی کا داخلہ ناممکن ہے۔!"

"ہاں میں یہی کہہ رہا ہوں....!"

"تم بھی نہیں داخل ہو سکتے۔!"

"اگر یہ دشواری نہ ہوتی تو کبھی کا تھریسیا کی تلاش میں وہاں جا چکا ہوتا۔!"

"تب تو پھر وہ وہیں ہوگی....ایسے محفوظ قلعے کو کون نظر انداز کرے گا۔!"

"شائد تم ٹھیک کہہ رہے ہو....وہ وہیں ہوگی....!" سنگ نے آہستہ سے کہا۔

"اگر ہم دونوں مل کر کوشش کریں....تو....!"

"کوئی کوشش بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔ فانوس کا اصل برقی نظام پروفیسر کا ذاتی ہے....! اُس کا شہر کے بجلی گھر سے کوئی تعلق نہیں۔ محض دکھاوے کے لئے باضابطہ لائین بھی حاصل کر رکھی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اُس لائین کو ناکارہ بنادیا جائے تب بھی عمارت میں داخلہ ممکن نہ ہوگا۔!"

"تب تو واقعی ناممکن ہی ہے....!"

"لیکن اگر تم چاہو تو اُس کی بیوی کے توسط سے اُس پر ہاتھ ڈال سکتے ہو۔!"

سنگ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "تمہارا کام اسی طرح ہو سکتا ہے کہ پروفیسر تمہارے قبضے میں آجائے....!"

"میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اَب تم میری طرف سے قہوے کی ایک پیالی پیئو اور چلتے پھرتے نظر آؤ جب تک نظروں سے اوجھل نہیں ہو جاؤ گے یہیں بیٹھا رہوں گا۔!"

"اگر کسی نے تعاقب کیا تو مارا جائے گا....!" سنگ نے نتھنے پھلائے۔

"چچا چاہے جتنا حرامی ہو۔ بھتیجا واقعی فراخ دل ہے۔!"

"کوئی بہت ہی بڑا حرامی پن تمہارے اس رویئے میں پوشیدہ ہے....!"

"سوچنے کے لئے مواد بھی لے جا رہے ہو....!"

"میں اس کے علاوہ آج کل اور کچھ نہیں سوچ رہا کہ تھریسیا میری گرفت میں آجائے۔!"

"اور پھر جہاں اُس نے مسکرا کر تمہاری طرف دیکھا ناچنا شروع کر دو گے دُم کے بل....!"

"دنیا کی واحد عورت ہوگی جس کا پیٹ چاک کر کے آنتیں باہر نکال دوں گا۔!"

"اور چاقو پیٹ ہی میں بھول آنا....!"

"ابے بس....بکواس بند کر....!" سنگ نے کہا اور اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

اوپری دانت نچلے ہونٹوں کو ہولے ہولے سہلاتے رہے۔



دوسری صبح عمران نے سیامیز کے مالک سائیمن بارڈ کے قتل کی خبر بھی اخبار میں پڑھ لی۔ یہ ایک سفید فام غیر ملکی تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق سنگ صرف تھریسیا کے مخصوص خدام کو ٹھکانے لگا رہا تھا۔ بحیثیت لیفٹیننٹ جنجوعہ عمران نے ہومی سائیڈ کے آفیسروں سے رابطہ قائم کر کے مقتول سائیمن کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں۔ اُس کی شہریت کے کاغذات جعلی ثابت ہوئے تھے۔ اسی طرح توکیو اور سام ٹرینی بھی غیر قانونی طور پر ملک میں داخلے کے مرتکب پائے گئے تھے۔ جیفرسن قید میں تھا لیکن اُس نے اپنی زبان بند کر لی تھی۔ اور کاغذات بھی نہیں پیش کر سکا تھا۔ ویسے بھی عمران نے اُسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ زیرولینڈ کا نام اگر اُس کی زبان پر آیا تو پھر اُس کی گلوخلاصی ناممکن ہوگی....سنگ ہی پر قابو پانے کے بعد وہ اُس کی رہائی کی بھی کوئی تدبیر کرے گا.... یہ سب کچھ اُس نے اس موقع پر کیا تھا کہ شائد وہ تھریسیا کے سلسلے میں اُس کی زبان کھلوا سکے.... لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوئی تھی اور اُس معاملے کو جہاں تہاں چھوڑ دیا تھا.... ہیڈ کوارٹر سے اُس نے انٹرنیشنل کا رخ کیا تھا جہاں صفدر اور نیمو مقیم تھے.... دروازے پر دستک دینے سے پہلے ہی اُس نے مصنوعی دانت کا چھپر نکال کر جیب میں ڈال لیا تھا۔ نیمو نے دروازہ کھولا اور اُسے دیکھتے ہی بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔!

"صفدر کہاں ہے....؟" عمران نے دروازہ بند کر کے پوچھا۔

"پتا نہیں... صبح ہی سے غائب ہے... بہت اچھا کیا کہ آپ خود ہی آگئے ورنہ صفدر نے مجھے قطعی نہیں بتایا کہ تاراپور کاٹیج سے رجوع کرنے کے بعد آپ سے ملاقات کس طرح ہوتی ہے۔!"

"خیریت....!" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا "میری یاد کیوں ستا رہی تھی....!"

"عالیہ آپ سے ملنا چاہتی ہے....!"

"چھالیہ تو میں کھاتا ہی نہیں....!" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"عالیہ.... عالیہ.... پروفیسر ضخیم اشرف کی بیوی....!"

"اُوہ....اچھا.... مگر کیوں....؟ وہ مجھے کیا جانے....!"

"یہ میں نہیں جانتا.... اُس نے کہا تھا عمران سے کہنا پہلے مجھ سے مل لیں۔ میں نے پوچھا تھا کس سے پہلے لیکن اُس نے جواب دینے کی بجائے کہا کہ مجھے اس سے سروکار نہ ہونا چاہئے.... بس اُس کا پیغام انہی الفاظ میں آپ تک پہنچا دیا جائے.... سو میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوا۔!"

"نہیں بتایا کہ ملنے کی کیا صورت ہوگی۔!"

"ایک فون نمبر دیا تھا جس پر کسی وقت بھی اُس سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔!" عمران نے نمبر نوٹ کرتے ہوئے پوچھا! "کیا صفدر کو اس کا علم ہے....!"

"ہرگز نہیں....! اس کے لئے اُس نے سختی سے منع کر دیا تھا۔!"

"ٹھیک ہے.... اُس سے تذکرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں....! اور سناؤ اس دوران میں کتنی لڑکیاں پسند آئیں۔!"

"ڈیوٹی پر لڑکیاں پسند نہیں کرتا....!" نیمو نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "ویسے ایک گذارش ہے کہ عالیہ سے ہوشیار رہئے گا۔ غیر متوقع طور پر بے تکلف ہو جاتی ہے۔!"

"کیا تم شرمندگی اٹھا چکے ہو۔!"

"مجھے تو اُس کے صحیح الدماغ ہی ہونے میں شبہ ہے۔!" نیمو جھینپ کر بولا۔

"خیر.... خیر.... ہم ایک مہم سر کرنے نکلے ہیں.... اور پروفیسر کی بیوی اس مہم کا ایک اہم مرحلہ معلوم ہوتی ہے۔!"

نیمو کچھ نہ بولا۔ عمران نے کہا "صفدر سے کہہ دینا کہ اُسے جس کام پر لگایا تھا اُسے ترک کر کے فی الحال آرام کرے....!"

اس کے بعد وہ کمرے سے نکلا چلا آیا تھا۔ راہداری سنسان تھی۔ اُس نے پھر مصنوعی دانتوں کا خول چڑھالیا۔ اور ہوٹل سے باہر نکل کر ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کا رخ کیا تھا۔ فون پر عالیہ کے دیئے ہوئے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی تھی "ڈاکٹر عالیہ اشرف۔!"

"پیاز کا آڑھتی....!"

"اُوہ.... تم ہو....! ابھی اُس سے ملے تو نہیں۔!"

"تمہارا پیغام ملتے ہی ارادہ ملتوی کر دیا۔!"

"بہت اچھا کیا.... گل بار کے فیملی کیبن نمبر سات میں.... ٹھیک تین بجے....!"

"پہنچ جاؤں گا....!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ اور عمران نے ریسیور ہک سے لٹکا دیا تھا۔ **اُس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔! سنگ اُس کے اس میک اپ سے بھی واقف** ہو چکا تھا۔ اس لئے اُسے خدشہ تھا کہ کہیں اُس کا کوئی آدمی اُس کی نگرانی نہ کر رہا ہو۔ بہر حال شبہ رفع کرنے کے لئے اُس نے ایسی تدابیر اختیار کی تھیں جن سے تعاقب کا علم ہو جاتا۔ بہر حال اس وقت تو اس کا اندیشہ غلط ہی ثابت ہوا تھا۔ کوئی بھی ایسا نظر نہ آیا جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہ کر سکتا۔! ٹھیک تین بجے گلبار کے فیملی کیبن نمبر سات میں داخل ہوا اور اس وقت ریڈی میڈ میک اپ میں بھی نہیں تھا۔ چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برس رہے تھے۔ عالیہ کیبن میں موجود تھی۔ اُسے دیکھ کر اٹھ گئی اور خاموش کھڑی بغور دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی "کیسے یقین کرلوں کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو....!"

"کک.... کون کہتا ہے....؟" عمران بوکھلا کر بولا۔

"بیٹھ جاؤ....!" وہ ہاتھ ہلا کر بولی.... اور عمران اس طرح بیٹھ گیا جیسے خدشہ ہو کہ ذرا سا بھی ڈھیلا پڑا تو کرسی نیچے سے نکل جائے گی۔

"یقین نہیں آتا کہ وہ.... تم سے خائف ہوگی.... تم سے....!"

"کک.... کون....!" وہ ہونقوں کی طرح اپنا سر ٹٹولتا ہوا بولا۔

"ٹی.... تھری.... بی....!"

"ارے وہ....!" عمران سر جھٹک کر بولا "آنٹی تھریسیا۔!"

"بس یقین آگیا.... جو نظر آتے ہو حقیقتاً وہ نہیں ہو۔!"

"چیونگم....!" عمران چیونگم کا پیکٹ اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ جو شکریے کے ساتھ قبول کر لیا گیا تھا۔ اور وہ اب بھی اُسے بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھے جا رہی تھی۔ آخر بولی "عجیب اتفاق ہے۔ تمہی سے مڈبھیڑ ہوگئی تھی۔!"

"میری اور اُس کی روحانی اٹھا پٹک رہتی ہے....!"

"جانتے ہو.... وہ تم سے کیوں مصالحت پر آمادہ ہوگئی ہے۔!"

"مصالحت....!" عمران نے حیرت سے کہا۔ "وہ اور مجھ سے مصالحت....!"

"بہتر ہے کہ تم اس پر یقین نہ کرو....!"

"بات ہی سمجھ میں نہیں آئی.... پھر یقین اور بے یقینی کا کیا سوال....؟"

"اُس کا ایک کارکن اُس سے برگشتہ ہو کر اُس کے خاص آدمیوں کو قتل کر رہا ہے اور خود اُس کی تلاش میں بھی ہے....!"

"اچھا....!" عمران نے حیرت سے کہا "تو یہ جو ادھر اتنے قتل ہوئے ہیں۔!"

"اُسی کا ہاتھ ہے اُن میں.... بہر حال شائد وہ تم سے اسی لئے مصالحت پر آمادہ ہو گئی ہے کہ تم فی الحال اُس کے پیچھے نہ پڑو....!"

"لیکن تم اُس سے کیوں برگشتہ ہو گئی ہو۔!"

"مجھے اُس سے شدید نفرت ہے کیونکہ وہ ہمیں پالتو کتوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہے۔!"

"پروفیسر کا کیا رویہ ہے....!"

"ان کا بس چلے تو اُس کے تلوے چاٹ کر رکھ دیں۔!"

"کیا وہ فانوس ہی میں ہے۔!"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی.... کیونکہ فانوس کے رازوں سے پوری طرح میں بھی آگاہ نہیں ہوں۔ البتہ اُس کی آواز وہاں ضرور سنی جاتی ہے۔!"

"ہائیں.... تمہیں شوہر کے کسی راز کا علم نہیں....! کیسی بیوی ہو....!"

"بس ایسی ہی بیوی ہوں....! پروفیسر کی سیکریٹری تھی۔ کسی طرح مجھے علم ہو گیا کہ پروفیسر غیر ملکیوں سے ساز باز رکھتے ہیں۔ لہٰذا میں نے انہیں بلیک میل کرنا شروع کیا.... میں خود کوئی بہت اچھی تھوڑا ہی ہوں.... پروفیسر کی بے پناہ دولت پر میری نظر تھی۔ بہر حال پروفیسر کو بلیک میل کر کے اُن سے شادی کر لی اور مسلسل کوشش کرتی رہی کہ وہ تنظیم سے الگ ہو جائیں لیکن اُس پر تو بھوت سوار ہے۔ وہ اسے بہت بڑی بات سمجھتے ہیں کہ سائینس کے میدان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ لوگوں سے اُن کا تعلق ہو گیا ہے۔! بہر حال مجبوری یہ ہے کہ میں پروفیسر کو چھوڑ نہیں سکتی۔ اس لئے خود بھی الجھ گئی ہوں۔ اگر تم کسی طرح اُس عورت پر قابو پا جاؤ تو.... تو کتنا اچھا ہو.... لیکن تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا پڑے گا کہ بعد میں تم مجھے اور پروفیسر کو بھی قانون کے حوالے نہیں کر دو گے....!"

"تمہیں میرے بارے میں اتنی تفصیل سے کس نے بتایا ہے۔!"

"پروفیسر نے.... اور پروفیسر کی معلومات کا ذریعہ خود تھریسیا ہے....!"

"تو پھر اب تم ہی بتاؤ کہ میں اُس پر کس طرح قابو پا سکتا ہوں۔!"

"یہ تمہارے سوچنے کی بات ہے.... میں کیا بتاؤں۔!"

"میں نے سنا ہے کہ پروفیسر کی مرضی کے بغیر کوئی فانوس میں داخل نہیں ہو سکتا۔!"

"تم نے ٹھیک سنا ہے....!"

"تب تو تھریسیا وہیں ہو گی۔ برگشتہ ہو جانے والے کارکن کی وجہ سے وہ قیام کے لئے ایسی ہی جگہ کو ترجیح دے گی جہاں وہ نہ پہنچ سکے۔!"

"میں بھی یہی سوچتی رہی ہوں....!"

"لیکن اُسے تلاش نہیں کر سکیں....!"

"نہیں.... میں صرف یہ جانتی ہوں کہ فرش کے نیچے تہہ خانے ہیں اور میں وہاں تک پہنچ سکتی ہوں.... لیکن چھت پر نہیں پہنچ سکتی.... چھتوں پر کیا ہے میں نہیں جانتی۔ عمارت باہر سے گلوب کی طرح گول ہے۔ اُس گولائی اور چھتوں کے درمیانی خلاء میں کیا ہے....! میں نے پروفیسر سے پوچھا تھا لیکن اُس کا جواب ہے کہ وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔!"

"اگر میں کسی طرح اُس عمارت میں داخل ہو سکوں....!"

"میں تم سے یہی کہنا چاہتی تھی.... پروفیسر کی لاعلمی میں تمہارا داخلہ ممکن ہے اگر میں چاہوں.... چھپائے بھی رکھ سکتی ہوں۔!"

"ملازمین کتنے ہیں جو عمارت کے اندر رہتے ہیں....!"

"گیارہ....!"

"ٹھیک ہے.... تو پھر لاؤ.... ہاتھ پر ہاتھ مارو.... میں تیار ہوں....!" عمران اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا تھا۔



سنگ کا نائب راجن اُسے حیرت سے دیکھے جا رہا تھا کیونکہ وہ معجزاتی طور پر بدل گیا تھا۔ راجن کو اپنی بصارت پر یقین نہیں آرہا تھا اس لئے کہ وہ دبلے پتلے سنگ ہی سے ایک قوی ہیکل

پٹھان میں تبدیل ہو گیا تھا۔ لیکن آخر جسمانی طور پر بھی وہ اتنا کیم شحیم کیسے نظر آنے لگا تھا۔

سنگ اُس کا حلیہ دیکھ کر ہنس پڑا اور بولا۔ "محض چہرے کا گٹ اَپ کر لینے میں کیا رکھا ہے۔ سرکس کے مسخرے بھی کر لیتے ہیں۔! اس فن کی معراج تو دراصل یہی ہے جس میں تم مجھے دیکھ رہے ہو۔!"

"میری سمجھ سے باہر ہے جناب....!"

سنگ نے قمیض اُتار دی اور بولا "یہ وہی میٹریل ہے جس سے خلاء بازوں کا لباس تیار کیا جاتا ہے لیکن اُس لباس میں تناسب نہیں ہوتا۔ اس میں تناسب کا خیال رکھا گیا ہے۔ اگر اسے جسم پر منڈھ لینے کے بعد اوپر سے معمولی لباس پہن لیا جائے تو نیچے والا لباس جسامت بن جاتا ہے۔!"

اُس نے پھر قمیض پہن لی تھی۔ لیکن راجن کی حیرت کم نہ ہوئی۔

"اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے جسم پر منڈھ لینے کے بعد میں الیکٹرک شاک سے بھی محفوظ رہ سکوں گا۔!" سنگ نے کہا "فانوس میں پیش آنے والی اہم ترین پرابلم کا حل....!"

"لیکن آپ وہاں داخل کیسے ہوں گے۔!"

"ہارڈی لے جائے گا.... میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ میرے قابو میں آ گیا ہے....!"

"لیکن وہ تو سفید فام ہے.... تھریسیا کو سفید فاموں پر بڑا اعتماد ہے۔!"

"بہتیرے لوگ اُس کی سخت گیری سے نالاں ہیں۔ ہارڈی بھی انہی میں سے ایک ہے۔ میری ہی طرح وہ بھی عورت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔! لیکن تھریسیا اُس پر کڑی نظر رکھتی ہے۔ اور میں پچھلے دو دنوں سے اُسے عیش کرا رہا ہوں۔!"

"لیکن وہ آپ کو فانوس میں کیسے لے جائے گا۔!"

"کچھ سامان ایک جگہ سے فانوس میں منتقل کرنا ہے۔ دوسرے باربرداروں کے ساتھ وہ مجھے بھی لے جائے گا.... اور پھر دوسروں کو رخصت کر کے مجھے وہیں کہیں چھپا دے گا۔!"

"اچھی طرح سوچ لیجئے گا جناب کہیں دھوکا نہ ہو۔ یہ سفید فام سور لومڑی کی اولاد ہوتے ہیں۔!"

"بے فکر رہو....! میں چہروں پر اندر کا حال پڑھ لینے.... کا ماہر ہوں.... وہ دھوکا نہیں دے گا۔ یہ اور بات ہے کہ میں خود اپنی لاعلمی کی بناء پر چوٹ کھا جاؤں۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"میں نے وہ عمارت اندر سے نہیں دیکھی....! اور ہارڈی بھی اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ویسے اُس نے مجھے چھپانے کے لئے ایک جگہ تلاش کر لی ہے....!"

"خطرناک کام ہے....! اندھی چال....!"

"دوسری بات! وہ مجھے اس میک اپ میں سنگ ہی کی حیثیت سے نہیں جانتا میں نے اُس سے کہا ہے کہ میرے ایک آدمی کو کسی طرح فانوس پہنچا دے.... میں تو اس کے لئے صمد خان ہوں.... ایک مزدور....!"

"یہ بہت اچھا کیا آپ نے....!"

"اور میری عدم موجودگی میں تم.... پانچ نمبر والوں کو تلاش کرتے رہنا.... اور جو بھی ہاتھ لگے اُسے ختم کر دینا....!"

"بہت بہتر جناب....! آپ نے دیکھ ہی لیا کہ میں نے سام ٹرینی کو کیسے مارا تھا۔!"

"شاندار... یقین کرو کہ اس مہم کے بعد تم یہاں کے سب سے زیادہ دولت مند آدمی ہو گے!"

"ایک بار پھر عرض کروں گا کہ راجن کے لئے آپ کی ذات ہی کافی ہے....! میں بچپن ہی سے عقل مندی اور طاقت کا پجاری رہا ہوں۔!"

"اَب ذرا ایک بوتل کھولو....!"

"پھر وہ دونوں پینے بیٹھ گئے تھے اور سنگ مختلف قسم کی عورتوں کے بارے میں اپنے تجربات بیان کرنے لگا تھا۔

قریباً ایک گھنٹے بعد وہ باہر نکلا اور ایک طرف چل پڑا.... شائد دو ڈھائی میل پیدل چلنے کے بعد مشینری کے اسپیئر پارٹس کے ایک گودام کے سامنے رُکا تھا۔ غالباً یہیں سے اُسے کچھ سامان فانوس میں پہنچانا تھا.... سامان ٹرک پر بار کیا جا رہا تھا۔

روانگی کے وقت سنگ بھی دو مزدوروں کے ساتھ ٹرک کے پچھلے حصے میں بیٹھ گیا.... اُس سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔

فانوس کی کمپاؤنڈ میں ہارڈی ٹرک کی آمد کا منتظر تھا! ٹرک سے سامان اُترنے لگا.... ہارڈی کی نظر خصوصیت سے سنگ پر تھی اور وہ بہت زیادہ نروس دکھائی دے رہا تھا! سنگ اُس کے

قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا! "یہ کیا کر رہے ہو.... خود کو سنبھالو.... ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔!"

"وہ.... وہ.... خود کیوں نہیں آیا....!" ہارڈی ہکلایا۔

"وہ خود نہیں آسکتا....! اپنی جسامت کو نہیں چھپا سکتا۔ خواہ کچھ کر ڈالے ہر حال میں پہچان لیا جائے گا۔!"

"تت.... تم کیا کرو گے....!"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو.... کسی طرح اندر پہنچا کر چھپنے کی جگہ دکھا دو....!"

"اچھا.... اچھا....!"

دوسرے مزدور سامان اٹھا کر اندر جا رہے تھے۔ سنگ نے بھی کچھ اٹھایا۔ اور اُن کے پیچھے چلتا ہوا عمارت میں داخل ہوا.... جہاں سامان رکھنا تھا۔ وہاں ہارڈی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور سنگ نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ عمارت کے کسی بھی فرد کی توجہ اُن کی طرف نہیں ہے۔ یہ کمرہ غالباً گودام کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا۔ پہلے ہی سے خاصا کاٹھ کباڑ یہاں موجود تھا۔

آخری پھیرے کے بعد جب مزدور باہر نکل رہے تھے۔ سنگ ایک طرف رکھے ہوئے کریٹوں کی اوٹ میں ہو گیا.... ہارڈی دوسرے مزدوروں کو رخصت کر کے پھر گودام میں داخل ہوا اور متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سنگ کریٹوں کے پیچھے سے نکلا تھا۔ ہارڈی نے جھپٹ کر دروازہ بند کر دیا۔!



تین دن سے عمران کا کہیں پتا نہ تھا۔ تاراپور کا نیچ والے بھی اُس کی نشان دہی نہیں کر سکے تھے۔ صفدر کو اُس سے مل بیٹھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ ضیغم اشرف نے فون پر تھریسیا سے ہونے والی گفتگو کی یاد دہانی کراتے ہوئے اطلاع دی تھی کہ عمران نے ابھی تک اُس سے رابطہ قائم نہیں کیا۔

صفدر اور نیمو انٹرنیشنل والے کمرے میں بیٹھے یہی سوچ رہے تھے کہ عمران کو کہاں تلاش کیا جائے۔

"آخر ضیغم اشرف عمران صاحب سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔!" نیمو نے کہا۔

"اُس کی بیوی کیوں ملنا چاہتی تھی۔!"

"اُس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا۔!"

"اسی طرح ڈاکٹر اشرف نے بھی مجھے یہ نہیں بتایا کہ وہ اُن سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔!"

"خدا جانے وہ اُن سے ملی بھی یا نہیں۔! فون نمبر تو میں نے دے دیا تھا۔!"

"اس چکر میں نہ پڑو.... وہ اپنے بارے میں کبھی کسی کو کچھ نہیں بتاتے اور جب ان کا دل چاہتا ہے پہلے سے طے شدہ پلان کو بھی سرے سے رَد کر کے کچھ اور کر گزرتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لو.... پہلے یہ اسکیم تھی کہ تم اُن کے میک اَپ میں ضیغم اشرف سے ملو گے۔ لیکن پھر اچانک چچا بھتیجے والی اسکیم بن گئی۔!"

"مقصد ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"مقصد کا علم صرف ایکس ٹو کو ہوتا ہے یا پھر بعض حالات کے تحت وہ عمران صاحب کو بھی آگاہ کر دیتا ہے۔ لیکن بات عمران صاحب سے آگے نہیں بڑھتی۔!"

نیمو کچھ نہ بولا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی۔ صفدر نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے پروفیسر ضیغم اشرف کی آواز آئی تھی "ملاقات ہوئی....؟"

"نہیں پروفیسر۔!" صفدر بولا۔

"مجھے یقین نہیں ہے کہ تم نے پہلا پیغام اُس تک پہنچا ہی دیا ہو۔!"

"بھلا میں جھوٹ کیوں بولنے لگا۔!"

"تمہاری اپنی کوئی مصلحت ہو گی۔!"

"میں اُن کی ماتحتی میں کام کرتا ہوں۔ پروفیسر....! اُن کے سلسلے میں میری اپنی کوئی مصلحت نہیں ہو سکتی۔!"

"خیر....! فی الحال ایک بہت ہی اہم مسئلہ در پیش ہے....! فون پر اُس سے متعلق گفتگو نہیں کی جا سکتی۔! اس لئے تم دونوں یہیں آجاؤ۔!"

"اچھی بات ہے.... بیس منٹ کے اندر ہی پہنچ جائیں گے۔!" صفدر نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کہاں پہنچ جائیں گے....؟" نیمو نے پوچھا۔

"فانوس....! پروفیسر نے ہم دونوں کو بلایا ہے۔ کسی اہم مسئلے پر بالمشافہ گفتگو کرے گا۔!"

"سوچ لو.... کہیں چوٹ نہ ہو جائے۔!"

"فکر نہ کرو.... سب ٹھیک ہے۔! میں اپنی ذمہ داری پر تمہیں لے جاؤں گا۔!"

"اور دونوں کی موت کی ذمہ داری کس پر ہوگی۔!"

"عمران صاحب پر.....!" صفدر جھنجھلا کر بولا۔

نیمو طوعاً و کرہاً اٹھا تھا اور اُس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُن کی ٹیکسی فانوس کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

پروفیسر تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ شائد اُس نے پہلے ہی اُن سے متعلق ملازمین کو ہدایات دے دی تھیں۔

"بیٹھ جاؤ.....!" پروفیسر نے سامنے والی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"دونوں کو بلانے کی کیا ضرورت تھی.....!" صفدر نے بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔ "جبکہ بات صرف تین افراد کے درمیان تھی۔ آپ نے بھی سُنا تھا۔!"

نیمو نے حیرت سے صفدر کی طرف دیکھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔!

"اب مجھے جو حکم ملا ہے اُس کے مطابق یہی ہونا تھا۔!"

"لیکن ایک بات پھر واضح کردوں کہ اگر عمران صاحب نے آپ سے رابطہ قائم نہیں کیا تو اس میں میرا کیا قصور.....!"

"تمہیں کون قصوروار ٹھہرا رہا ہے۔! مادام تم سے مزید گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔!"

"کیا بہ نفسِ نفیس موجود ہیں۔!"

"میں نہیں جانتا.....! جس طرح اُس دن گفتگو ہوئی تھی۔ آج بھی ہو جائے گی۔!"

"تو یہ بھی ساتھ جائیں گے.....!" صفدر نے نیمو کی طرف مڑ کر پوچھا۔

جواب اثبات میں ملا تھا۔ صفدر نے کہا۔ "اور اگر میں اس سے انکار کردوں تو۔!"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہوگا وہی جو مادام چاہیں گی۔!"

"یہ کیا بکواس ہے.....؟" نیمو اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔! پھر دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ سن سا ہو کر رہ گیا۔! ایک سفید فام آدمی اسٹین گن لئے کھڑا نظر آیا۔ نال انہی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ نیمو پھر بیٹھ گیا اور قہر آلود نظروں سے پروفیسر کو گھورنے لگا۔!

"بُرا ماننے کی ضرورت نہیں۔!" پروفیسر نے نرم لہجے میں کہا۔! "اُس قوت کے آگے میں

بھی اتنا ہی بے بس ہوں جتنے تم ہو۔!"

"یہ کس قوت کی بات ہو رہی ہے۔!" نیمو نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں صفدر سے پوچھا۔!

"ابھی دیکھ ہی لوگے.....!" صفدر بیزاری سے بولا! وہ سوچ رہا تھا کہ اس بار سچ مچ پھنس ہی گئے۔ نیمو کے مشورے پر عمل کرنا چاہئے تھا۔

ویسے اُن لوگوں کے پچھلے رویئے کی بناء پر سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ اتنی سی بات پر اسٹین گن نکل آئے گی! اُس نے بغور اُس سفید فام آدمی کا جائزہ لیا جس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔ خاصا چوکنا لگ رہا تھا۔ کچھ کر گذرنے کا بھی امکان نظر نہ آیا۔

"اور اب تم دونوں اُس دیوار پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاؤ.....!" پروفیسر نے کہا "جامہ تلاشی لی جائیگی.....!"

"ہمارے پاس اسلحہ نہیں ہے.....!" صفدر بیزاری سے بولا۔

"قلم تراش چاقو بھی وہاں نہ لے جاسکو گے۔ چلو جلدی کرو.....!"

پھر سفید فام آدمی اُنہیں کور کیئے کھڑا رہا تھا اور پروفیسر نے جامہ تلاشی لی تھی۔ صفدر کے بیان کے مطابق وہ سچ مچ "خالی ہاتھ" تھے.....!

"ٹھیک ہے.....!" پروفیسر طویل سانس لے کر بولا۔ "اب اُس دروازے سے گذر چلو۔!"

صفدر نے ایک بار پھر خود کو وہیں پایا جہاں سے اُس تہہ خانے میں داخل ہوا تھا۔! سفید فام اسٹین گن سنبھالے اُن کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔ نیمو نے بے بسی سے اُس کی طرف دیکھا اور تھوک نگل کر رہ گیا۔!

زندگی میں پہلی بار اس قسم کے حالات سے گذرا تھا۔

تہہ خانے میں پہنچ کر وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔ اسلحہ بردار سفید فام آدمی اوپر ہی رہ گیا تھا۔ ساتھ نہیں آیا تھا۔!

پروفیسر نے تیزی سے شیشے کے ایک کیبن میں داخل ہو کر دروازہ بند کرلیا تھا۔ اور وہیں سے بولا۔ "یہ مت سمجھنا کہ یہاں تم بے بس نہیں ہو۔!"

اُس کی آواز مائیکروفون سے آئی تھی۔ وہ کہتا رہا "اگر یہاں کی کسی چیز کو ہاتھ لگایا تو بے بسی کی موت مرو گے۔ لہذا جہاں کھڑے ہو وہیں کھڑے رہو۔!"

نیمو نے مٹھیاں بھینچیں تھیں اور صفدر آہستہ سے بولا تھا۔ "وہ ٹھیک کہہ رہا ہے تن بہ تقدیر چپ چاپ کھڑے رہو۔ اب تو آ ہی پھنسے ہیں۔ ویسے یہ سمجھ لو جب تک عمران صاحب ان کے ہاتھ نہیں لگتے یہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ دماغ کو ٹھنڈا رکھو ہو سکتا ہے اب ہماری حیثیت یرغمالیوں جیسی ہو۔!"

"تمہارا خیال درست ہے صفدر....!" دفعتاً تھریسیا کی آواز تہہ خانے میں گونجی۔ "تمہاری سرگوشی بھی مجھ تک پہنچ رہی ہے۔ کیا تم نے میرا پیغام اُس تک پہنچا دیا تھا....؟"

"اور وہ پیکٹ بھی حوالے کر دیا تھا۔!" صفدر بولا.... نیمو کچھ اور بھی زیادہ حیرت زدہ نظر آنے لگا تھا۔ لیکن خاموش ہی رہا۔

"اس بار اُسکی چالاکی کسی کام نہیں آسکے گی۔ میں نے بڑے خلوص سے دوستی کا ہاتھ بڑھالیا تھا۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ اگر وہ تم سے نہیں ملے تو اس میں ہمارا کیسا قصور ہے۔!"

"کچھ نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔! اب تو تم بطور یرغمالی یہاں رہو گے۔ اگر اس عمارت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو یہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ اُڑ جائے گی۔!"

"لیکن عمران صاحب کو اس کی خبر کس طرح ہو گی....! کیونکہ رابطے کا ذریعہ یعنی میں تو یرغمال بنالیا گیا ہوں۔"

"اب اس سے کسی اور طرح رابطہ قائم کیا جائے گا اور جب تک وہ مجھ سے مل نہیں لیتا، تم دونوں خود کو قیدی تصور کرو۔"

"چلو ٹھیک ہے۔!" صفدر طویل سانس لے کر بولا۔ "وہ بھی سچ مچ اتنے احمق نہیں ہیں کہ اس عمارت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔!"

"میں مطمئن نہیں ہوں۔! وہ نیم دیوانہ ہے۔!"

کوئی کچھ نہ بولا۔! نیمو کی حالت عجیب تھی۔ اُس کی تو سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔!

"دوسری بات۔!" تھریسیا کی آواز پھر تہہ خانے میں گونجی۔ "تمہارا یہ ساتھی اپنے بلڈ گروپ کی وجہ سے میرے تجربے کے لئے موزوں ہے۔!"

"تم ایسا نہیں کر سکتیں۔!" صفدر بے ساختہ بولا۔

"مجھے کون روک سکے گا۔! میں نے چاہا تھا کہ تمہارے ساتھی کو نظرانداز کر دوں لیکن عمران کے رویئے نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔!"

"لاحاصل....!" صفدر سر ہلا کر بولا "تمہاری دھمکی عمران صاحب تک نہیں پہنچ سکے گی۔! میرے علاوہ اور کوئی اُن تک یہ بات نہیں پہنچا سکتا۔!"

"وہ کہاں ہے....؟"

"میں نہیں جانتا.... لیکن کسی نہ کسی طرح تلاش کر لوں گا۔!"

"اَب میں خود ہی تلاش کر لوں گی۔ تم آرام کرو....!" تھریسیا نے کہا پھر خاموشی چھا گئی۔!

تھوڑی دیر بعد شیشے کے کیبن سے پروفیسر کی آواز آئی۔ "اب میری سنو! تم دونوں چپ چاپ سامنے والی کرسیوں پر بیٹھ جاؤ۔!"

"کیوں دماغ خراب ہوا ہے۔ ایک پٹخنی میں دم نکل جائے گا۔!" نیمو اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔!

"اُس سے مت اُلجھو۔!" صفدر آہستہ سے بولا۔ "جو کہہ رہا ہے فی الحال وہی کرو۔!"

"یعنی گردن کٹوا دوں خواہ مخواہ.... پتا نہیں کیسا چکر ہے.... وہ عورت کون تھی اور کس تجربے کی بات کر رہی تھی۔!"

"پہلے بیٹھ جاؤ.... پھر بتاؤں گا۔!"

نیمو طوعاً و کرہاً کرسیوں کی طرف بڑھا۔ دونوں قریب قریب بیٹھ گئے لیکن پھر نیمو کے حلق سے بے ہنگم سی آواز نکلی تھی۔! دونوں کو کرسیوں نے اس طرح جکڑ لیا تھا کہ ہل بھی نہیں سکتے تھے۔ پتا نہیں کرسیوں کے کن اطراف سے دائرے کی شکل کی سلاخیں نکلی تھیں اور ان کے گرد حلقہ کر لیا تھا۔

"بالکل ہی پھنسوا دیا نا آخر....!" نیمو بھنا کر بولا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں۔ جتنی دیر بھی زندہ رہ سکو غنیمت ہے۔!"

"بڑے میاں....! میں تمہیں تو پیس ہی ڈالوں گا۔ عہد کرتا ہوں۔!" نیمو پروفیسر کی طرف دیکھ کر غرایا۔ لیکن وہ اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر کیبن سے نکلا اور لفٹ کے ذریعے اوپر چلا گیا۔

"یار میں تمہیں اتنا بدھو نہیں سمجھتا تھا۔!" نیمو نے صفدر کی طرف سر گھما کر کہا۔ لیکن وہ کچھ نہ بولا۔ سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔!

کچھ دیر بعد دونوں پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی اور پھر وہ گہری نیند میں ڈوب گئے تھے۔!



پروفیسر اپنی خواب گاہ میں بے خبر سو رہا تھا۔ پتا نہیں کیسے اچانک آنکھ کھل گئی۔ اور خلافِ معمول اندھیرا دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔ گہری نیلی روشنی میں سونے کا عادی تھا۔ آخر اندھیرا کیسے ہو گیا؟

بستر سے نیچے پیر اُتارے ہی تھے کہ کسی نے سختی سے نہ صرف اُس کا منہ دبا دیا بلکہ اُسے بھی اٹھا کر کمر پر لاد لیا۔ گرفت ایسی ہی سخت تھی کہ وہ جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ نامعلوم آدمی کچھ دیر تک اُسے کمر پر لادے چلتا رہا پھر ایک جگہ اُتارتا ہوا آہستہ سے بولا۔ اگر شور مچایا تو گلا گھونٹ دونگا۔!"

پروفیسر اندھیرے میں کھڑا ہانپتا رہا۔ پھر اچانک روشنی ہوئی تھی اور ایک لحیم شحیم پٹھان سامنے کھڑا نظر آیا تھا۔ اور اُس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا چاقو دیکھ کر تو پروفیسر کی گھگھی بندھ گئی۔ وہ اس وقت عمارت کے اُس کمرے میں کھڑا ہوا تھا جسے گودام کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

"تت.... تم کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو....؟" اُس نے بدقت تمام خوف زدہ لہجے میں سوال کیا۔!

"میں ملک الموت ہوں....!" وہ چاقو کا پھل اُس کے چہرے کے قریب نچا کر بولا۔ "اور تم سے تھریسیا کا پتہ پوچھ رہا ہوں....!"

"مم.... میں نہیں جانتا....!"

"بکواس بند کرو.... دوپہر کو وہ تہہ خانے میں بول رہی تھی۔!"

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے لیکن وہ اس عمارت میں نہیں ہیں۔ اور میں قطعی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں۔ تہہ خانے میں ایک ٹرانس میٹر اُن کی آواز کیچ کر کے مائیکروفون کو منتقل کر دیتا ہے۔!"

"اور وہ تمہارے جوابات بھی سنتی ہے۔!"

"اُسی ٹرانس میٹر کے توسط سے۔!" پروفیسر ہانپتا ہوا بولا "لیکن تم اندر کیسے داخل ہوئے۔!"

"تم صرف میرے سوالات کے جواب دو گے.... چلو.... آگے بڑھو.... اُدھر چلو اُن کریٹوں کے پیچھے.... چلو.... ورنہ چاقو کا پھل بازو میں اُتار دوں گا۔!"

پروفیسر لڑکھڑاتی چال سے آگے بڑھا تھا۔ اور کریٹوں کے پیچھے پہنچا تو نیچے کی سانس نیچے اور اوپر کی اوپر رہ گئی۔ اُس کی بیوی فرش پر دو زانو بیٹھی نظر آئی تھی۔ ہاتھ پشت سے بندھے

ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ اُس کے قریب ہی صفدر اور نیمو آنکھیں بند کئے پڑے تھے۔ شائد اُن پر بیہوشی طاری تھی۔!

"یہ.... یہ کیا ہے....!" پروفیسر کی زبان سے بدقت نکل سکا۔!

"جناب کی بیگم صاحبہ ان قیدیوں کو چپکے سے باہر نکالے دے رہی تھیں.... میں نے سوچا کہ یہ تو بہت بُری بات ہے۔!" پٹھان بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"کیوں عالیہ....؟" پروفیسر بوکھلا کر بولا۔ لیکن عالیہ صرف پلکیں جھپکا کر رہ گئی۔

"وہ جواب نہیں دے سکتی.... لیکن تم میری سنو....!" پٹھان چاقو کو جنبش دے کر بولا "نیچے تو تہہ خانے ہیں۔ لیکن ان چھتوں کے اوپر کیا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ چھتوں سے اوپری گولائی کے مرکز کا فاصلہ کم از کم تیس فٹ ضرور ہوگا۔! اس تیس فٹ کے خلاء میں کیا ہے....؟"

پروفیسر تھوک نگل کر رہ گیا۔ اور پٹھان نے چاقو کی نوک اُس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اوپر جانے کا راستہ بتاؤ۔!"

"اوپر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔!"

چاقو کی نوک دو سوت کے قریب گردن میں اُتر گئی۔ اور پروفیسر بلبلا کر بولا تھا "بتاتا ہوں....!" چاقو کی نوک گردن سے ہٹ گئی۔ لیکن پروفیسر لڑکھڑا کر گر پڑا تھا۔

"اٹھو....!" وہ پیر پٹخ کر بولا۔

"تم نے میرے جسم سے خون نکال کر اچھا نہیں کیا۔ یہ کمزوری ہے مجھ میں۔!"

"اَبے اٹھ....!" اُس نے پروفیسر کی گردن تھام کر اٹھا دیا۔ لیکن اُس کے پاؤں زمین پر نہ ٹک سکے۔ پورا جسم ہی ربڑ کی طرح لجلجا کر رہ گیا۔!

"مم.... میری.... بات سُن لو.... معمولی سا زخم بھی مجھے مفلوج کر دیتا ہے۔ اب تم مجھے اٹھا کر لے چلو.... میں راستہ بتا دوں گا لیکن عالیہ پر رحم کرو۔ میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا میں راستہ بتا دوں گا مگر مادام اُوپر نہیں ہیں۔!"

پٹھان نے اُسے دونوں ہاتھوں پر اٹھاتے ہوئے کہا تھا "تمام تو اندھیرا ہے.... تم راستہ کیا دکھاؤ گے....!"

"سوئچ آن کرتے چلنا۔!"

"میں اس کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔! البتہ ٹارچ استعمال کروں گا۔۔۔۔!" اُس نے کہا اور پروفیسر کو پھر فرش پر ڈال دیا اور جیب سے چھوٹی سی ٹارچ نکالی۔

"پہلے عالیہ کے ہاتھ کھول دو۔۔۔۔!" پروفیسر بولا۔

"بکواس مت کرو۔۔۔۔ ورنہ اُسے یہیں تمہارے سامنے ذبحہ کردوں گا۔!"

پروفیسر کراہ کر رہ گیا۔ اُس نے اُسے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا تھا۔ ایک ہاتھ میں ٹارچ بھی سنبھال رکھی تھی۔ کئی کمروں سے گذرنے کے بعد پروفیسر نے اُسے ایک بڑے کمرے میں رُکنے کو کہا تھا۔

"یہیں ہے راستہ۔۔۔۔ روشنی کردو۔۔۔۔!"

"ہرگز نہیں۔۔۔۔ راستہ بھی ٹارچ کی روشنی میں ہی دیکھوں گا۔!" اُس نے پروفیسر کو فرش پر ڈالتے ہوئے کہا۔! اور پھر ٹارچ کی روشنی کا دائرہ کمرے میں چکرانے لگا۔!

"وہ سوئچ بورڈ ہے۔۔۔۔!" پروفیسر بولا "پُش سوئچ دبانے سے لفٹ نیچے آئے گی اور اُس کا دروازہ کھل جائے گا۔ پھر لفٹ کے اندر والا سوئچ اُسے اوپر لے جائے گا۔!"

پٹھان آگے بڑھ کر ٹارچ کی روشنی میں سوئچ بورڈ کا جائزہ لینے لگا۔!

"خدا کے لئے عالیہ پر رحم کرو۔۔۔۔!" پروفیسر کراہا۔

"کردیا جائے گا۔ فی الحال خاموش رہو۔!" کہتے ہوئے پٹھان نے پُش بٹن پر انگلی رکھ دی۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی تھی۔ وہ تو کمر تک فرش میں دھنس گیا تھا۔ فرش پر دونوں ہاتھوں کا زور دے کر اوپر اٹھنے کی کوشش کرڈالی۔ لیکن پیر وہاں سے جنبش بھی نہ کرسکے جس جگہ جا ٹکے تھے۔! ایسا لگتا تھا جیسے اُس کی پنڈلیاں آہنی پنجوں کی گرفت میں آگئی ہوں دفعتاً پروفیسر کا قہقہہ کمرے میں گونجا تھا اور روشنی ہوگئی تھی۔ وہ سامنے والی دیوار پر لگے ہوئے دوسرے سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا نظر آیا۔!

"وہ پُش بٹن جو تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے اس سوئچ بورڈ پر ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ہاتھ یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔!" پروفیسر نے بے حد سرد لہجے میں کہا تھا۔ اور واپسی کے لئے دروازے کی طرف مڑ گیا تھا۔!

وہاں سے تیر کی طرح گودام میں آیا۔۔۔۔ اور عالیہ کے ہاتھ کھولنے لگا۔ وہ اُسے حیرت سے دیکھے جارہی تھی۔ جیسے ہی منہ پر سے ٹیپ ہٹا چیخ کر بولی! "وہ خبیث جھوٹا ہے۔۔۔۔ مجھے جگایا تھا اور

چاقو دکھا کر تہہ خانے میں لے گیا تھا۔ وہاں سے ان دونوں کو نکالا۔ اور یہاں لاکر بیہوش کردیا۔!"

"جہنم میں جائے۔۔۔۔ اب تم چل کر اُسی کے چاقو سے اُس کی ناک اور کان کاٹو۔۔۔۔!"

"لیکن۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ لیکن تم۔۔۔۔!"

"مفلوج نہیں ہوا تھا۔!" پروفیسر ہنس کر بولا۔ "میرا ذہن سوتے وقت بھی بیدار رہتا ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ اندر کیسے پہنچ سکا۔!"

"میں بتاتی ہوں۔۔۔۔! میں نے اُسے اُن مزدوروں میں دیکھا تھا جو ہارڈی کے لائے ہوئے سامان کے ساتھ آئے تھے۔!"

"اوہ۔۔۔۔ تو ہارڈی بھی غدار نکلا۔۔۔۔ خیر چلو۔۔۔۔ اُسے بھی دیکھیں گے۔۔۔۔!"

"کیا وہ عورت سچ مچ یہاں نہیں ہے۔۔۔۔!" عالیہ نے آہستہ سے پوچھا۔!

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔۔۔۔ مادام ایک مافوق الفطرت ہستی معلوم ہوتی ہیں۔۔۔۔ وہ جب چاہیں یہاں پہنچ بھی سکتی ہیں۔ لیکن یہ تمہارا وہم ہے کہ وہ یہاں موجود ہیں۔!"

وہ اُس کو اُسی کمرے میں لایا تھا جہاں پٹھان کو ناگفتہ بہ حالت میں چھوڑ گیا تھا۔!

"ارے مردود تو یہاں کیا کررہا ہے۔۔۔۔!" پروفیسر کمرے میں قدم رکھتے ہی دھاڑا۔۔۔۔ اُسے اپنا ایک ملازم اُس سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا نظر آیا تھا۔ جس کے پش بٹن کو دباتے ہی اُس کے بیان کے مطابق پٹھان آزاد ہوجاتا۔!

"جی یہ کہہ رہا تھا۔۔۔۔ ذرا وہ بٹن دبا دو۔۔۔۔!" ملازم نے پٹھان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میں پوچھ رہا ہوں تو کیسے یہاں آیا۔۔۔۔؟"

"جی یہ اللہ میاں سے دعا کررہا ہوگا کہ کوئی ادھر آجائے۔!" نوکر نے بڑی سادگی سے کہا۔ اور عالیہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ پروفیسر نے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر ملازم سے بولا "جا نکل یہاں سے!"

"جی بٹن تو دبا دوں۔۔۔۔ تاکہ سالے کی جان چھوٹے۔!"

"گولی ماردوں گا۔۔۔۔ ہٹ وہاں سے۔۔۔۔!"

"جاؤ بیٹا مزے کرو۔۔۔۔!" ملازم نے پٹھان سے کہا اور سوئچ بورڈ کے پاس سے ہٹ کر پروفیسر کے قریب آکھڑا ہوا۔

"شرفو کے بچے۔۔۔۔!" پروفیسر ملازم پر چیخا "تو اب تک یہیں کھڑا ہے۔!"

"جی ذرا دیکھ رہا ہوں اسے....!" شرفو کہہ کر زور سے چھینکا تھا "ہات تیرے نزلے کی ایسی تیسی گلا پکڑ لیا ہے.... سالے نے....!"

"اچھا ٹھیک ہے!" پروفیسر کچھ یاد کر کے بولا! "تو اس خبیث کے دونوں ہاتھ باندھ دے۔!"

"ہاتھ بند ہوا کر کیا کیجئے گا۔ پھنسا تو ہوا ہے سالا....!"

"بیگم صاحبہ اس کے کان کاٹیں گی.... دونوں کان.... اُسی کے چاقو سے....!"

"ارے باپ رے....!" شرفو پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ ادھر پٹھان نے قریب پڑی ہوئی ٹارچ اٹھائی اور سامنے والی دیوار کے سوئچ بورڈ پر کھینچ ماری۔ وہ ٹھیک نشانے پر بیٹھی تھی۔ پش سوئچ دبا تھا.... اور وہ فرش پر ہاتھ ٹیک کر اُس خلا سے باہر آ گیا تھا جس میں پھنسا ہوا تھا۔ فرش پھر برابر ہو گیا۔ خلا سے باہر آتے ہی اُس نے چاقو کھول لیا تھا۔ جس کی کرکراہٹ کمرے میں گونجی تھی۔!

"قیمہ کر کے رکھ دوں گا سب کا....!" اُس نے پروفیسر پر چھلانگ لگانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ شرفو جھپٹ کر بیچ میں آ گیا۔ عالیہ اور پروفیسر بوکھلا کر دیوار سے جا لگے تھے۔!

اور اَب پٹھان پینترے بدل بدل کر شرفو پر حملے کرُ رہا تھا اور شرفو نہ صرف اُس کے وار خالی دے رہا تھا بلکہ ہنس ہنس کر اُس کا مضحکہ بھی اڑاتا جا رہا تھا۔!

"اُبے واہ.... یہ کیا داؤ تھا.... ڈاڑھی کا تنکا تو سنبھال لے بھئی.... یہ بھی کوئی بات ہوئی.... شاباش اب چاقو پھینک کر مار.... شائد اسی طرح تیری مراد بر آئے۔!"

لیکن پٹھان بالکل خاموش تھا۔ البتہ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں حلقوں سے ڈبلی پڑی تھیں۔ اور وہ بڑے انہماک سے حملے کر رہا تھا۔

اچانک داخلے کا دروازہ کھلا تھا.... اور آواز آئی تھی "بس کھیل ختم.... تم دونوں اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔!"

پٹھان کے ہاتھ سے چاقو چھوٹ پڑا اور شرفو بھی جہاں تھا وہیں رہ گیا۔!

سامنے تھریسیا کھڑی نظر آئی۔ اُس کی دونوں جانب دو سفید فام آدمی اسٹین گنیں لئے کھڑے تھے۔! شرفو اور پٹھان کے ہاتھ اٹھ گئے۔

"اُوہ.... مادام!" پروفیسر گلوگیر آواز میں بولا۔ اور ادب سے جھکتا چلا گیا البتہ عالیہ اُسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ تھریسیا پروفیسر کی طرف توجہ دیئے بغیر پٹھان اور شرفو کو

گھورے جا رہی تھی۔!

"یہ میرا ملازم شرفو ہے مادام....! اور یہ چوٹٹا نہ جانے کیسے عمارت میں داخل ہوا تھا اور آپ کو تلاش کر رہا تھا۔!" پروفیسر نے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔

"دونوں چوٹٹے مجھے تلاش کر رہے تھے پروفیسر..!" تھریسیا نے زہریلی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"شرفو میرا ملازم ہے مادام....!"

"یہ شرفو نہیں عمران ہے پروفیسر! تمہارا شرفو نہ جانے کہاں ہو گا اور دوسرا چوٹٹا سنگ ہے۔!"

"نہیں....!" پروفیسر اچھل پڑا۔ "سنگ اتنا بھاری بھر کم۔!"

"پورے جسم کے گٹ اپ میں ہے۔ ہارڈی اس سے ساز باز کر کے اسے یہاں لایا تھا۔ وہ اپنی سزا کو پہنچ گیا۔ اور عمران کو تم دیکھ ہی رہے ہو اپنے ایک ملازم کے روپ میں۔!"

"کیوں چچا....! پھنس گئے نا آخر....!" شرفو پٹھان کو آنکھ مار کر بولا۔

سنگ کچھ نہ بولا۔ وہ تھریسیا کی بجائے عالیہ کو دیکھ رہا تھا۔ نہ صرف دیکھ رہا تھا بلکہ مسکرا کر کئی بار آنکھ بھی مار چکا تھا۔

"یہ تم دونوں کی آخری رات ہے....!" تھریسیا سخت لہجے میں بولی۔

"اگر بیگم اشرف مجھ پر کرم فرمائیں تو میں اس آخری رات کو زندگی کی حسین ترین رات میں بھی تبدیل کر سکتا ہوں۔!" سنگ نے کہا اور عالیہ اُسے گالیاں دینے لگی۔!

"پروفیسر اسے لے جاؤ یہاں سے....!" تھریسیا نے سرد لہجے میں کہا۔

"چلو.... چلو....!" پروفیسر بوکھلا کر بولا۔

"میں نہیں جاؤں گی....!"

"کیا تجھے زندگی عزیز نہیں ہے۔!" تھریسیا اُس کی طرف مڑ کر گھورتی ہوئی بولی۔

"نہیں تم ہرگز نہ جانا۔!" عمران نے کہا "تم بھی اسی کی طرح ایک طاقتور عورت ہو بلکہ میرا خیال ہے کہ بعض معاملات میں اس سے کہیں زیادہ اونچی بھی ہو۔!"

"تم خاموش رہو۔!" تھریسیا عمران پر اُلٹ پڑی۔!

"مرنے سے پہلے جی بھر کے بول تو لینے دو۔!"

"تم مرو گے نہیں، بلکہ میرے ساتھ جاؤ گے۔!"

"ابھی تو کہہ رہی تھیں کہ آخری رات ہے۔!"

"یہاں.... اس سرزمین پر.... اور سنگ تم سنو.... تمہاری زندگی مشروط ہے۔!"

"بکواس کیئے جاؤ۔!"

"اگر تم وہ سارے کاغذات میرے حوالے کردو.... تو تم بھی زندہ رہ سکتے ہو۔!"

"بیوقوف عورت.... کیا تو سمجھتی ہے....!"

"با ادب با ملاحظہ ہوشیار۔!" عمران حلق پھاڑ کر دھاڑا "مادام کی شان میں گستاخی نہیں برداشت کرسکتا۔! صرف تمہاری ماں بیوقوف تھی جس نے....!"

"خاموش....!" سنگ مٹھیاں بھینچ کر چیخا۔!

عمران نے ٹامی گنوں کی پرواہ کیئے بغیر سنگ پر چھلانگ لگائی اور دونوں گتھے ہوئے فرش پر چلے آئے۔! تھریسیا کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ اُس نے انہیں الگ کرنے کی کوشش نہ کی۔ خاموش کھڑی دیکھتی رہی۔!

"اسی دوران میں کچھ سوچ لو چچا.... وہ دو اسٹین گنیں ہیں۔!" عمران آہستہ سے سنگ کے کان میں بولا تھا۔!

سنگ کچھ نہ بولا۔ لیکن اب اُس کے انداز میں حقیقتاً جارحانہ پن باقی نہیں رہا تھا۔!

"چاقو اٹھا کر مجھ پر وار کرو....!" سنگ نے عمران کے کان میں کہا۔!

لہٰذا اب فرش پر پڑے ہوئے چاقو کیلئے دونوں کے درمیان جدوجہد کا ریہرسل ہونے لگا تھا۔!

دوسری طرف پروفیسر عالیہ کو دھکیلتا ہوا دروازے کی طرف لے جارہا تھا جیسے ہی قریب پہنچے دروازہ کھلا اور دونوں باہر نکل گئے۔ دروازہ پھر بند ہوگیا۔

چاقو عمران ہی کے ہاتھ لگا تھا۔ جسے اُس نے سنگ کے سینے میں گھونپ دینے کی کوشش کی تھی۔ سنگ نے چاقو والا ہاتھ پکڑ لیا.... پھر اُسے تھریسیا کی طرف موڑ کر جھٹکا دیا ہی تھا کہ چاقو عمران کے ہاتھ سے چھوٹ کر اُچھلا اور تھریسیا کے شانے پر پیوست ہوگیا۔!

وہ زور سے چیخی تھی۔ اُس کے دونوں ساتھی بوکھلا گئے۔

سنگ نے عمران کو چھوڑ کر اُن میں سے ایک پر چھلانگ لگائی اور اُسے دبوچ کر بیٹھ گیا۔!

دوسرے نے اسٹین گن سیدھی ہی کی تھی کہ اُس کے پہلو پر عمران کی ٹکر پڑی۔!

کئی فائر ہوئے تھے.... لیکن ساری گولیاں دیوار پر پڑی تھیں اور پھر اسٹین گن اُس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ تھریسیا اُٹھ کر کمرے سے نکلی چلی گئی۔ چاقو بدستور اُس کے شانے میں پیوست تھا۔ اور وہ بُری طرح کراہے جارہی تھی۔!

سنگ اپنے شکار کو چھوڑ کر اُس کے پیچھے لپکا....! شکار بے حس و حرکت ہوگیا تھا۔ شائد سنگ نے اُس کا گلا گھونٹ دیا تھا۔! تھریسیا نکلی جارہی تھی۔ ادھر عمران کا حریف نہ بیہوش ہورہا تھا اور نہ مر رہا تھا۔! آخر ایک بار اُس کے بال گرفت میں آگئے اور عمران نے اُس کے سر کو فرش پر پٹخنا شروع کردیا۔

اس طرح وہ بھی کمرے سے باہر نکلنے کے قابل ہوسکا تھا۔ لیکن دونوں نے اسٹین گنیں کمرے میں نہیں چھوڑی تھیں۔ سنگ ایک کمرے میں پروفیسر سے الجھا ہوا نظر آیا۔ گریبان پکڑے جھٹکے دے دے کر اوپر کا راستہ پوچھ رہا تھا۔!

عمران نے آگے بڑھ کر اسٹین گن پروفیسر کی کھوپڑی سے لگادی اور بولا۔ "تمہارا مغز دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑ جائے گا.... اگر تم نے اوپر جانے کا راستہ نہ بتایا۔!"

اور پھر پروفیسر نے کاندھے ڈال دیئے۔ اوپر جانے والی لفٹ تک انہیں لایا تھا۔ عمران نے اُسے بھی ساتھ ہی رکھا اور وہ اوپر پہنچے.... لیکن شائد تھریسیا اب ہاتھ نہیں آسکتی تھی.... ایک چھوٹا فے گراز[1] فرش سے بلند ہورہا تھا۔! عمران نے ٹامی گن سے اُس پر فائر کیئے۔ لیکن گولیاں اچٹ کر ادھر ادھر جاپڑیں۔ ایک تو خود اُس کے ہی لگی ہوتی اگر اچھل کر ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا۔ فے گراز آٹھ نو فٹ بلند ہوچکا تھا۔ اچانک سنگ نے اُس کے نیچے پہنچ کر چھلانگ لگائی اور اُس کا ایک پایہ پکڑ لیا۔

چھت ایک بڑے سے دائرے کی شکل میں کھل گئی تھی۔ فے گراز اُس سے گذرا چلا گیا....! اور پھر اُس کے اوپر اُٹھنے کی رفتار حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی تھی۔!

سنگ بدستور پایہ تھامے لٹکا ہوا تھا۔!

"اَبے او چچا... مجھے کیا اس خبطی پر چھوڑے جارہا ہے۔!" عمران دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ چیخا.....!

---

[1] زیرو لینڈ والوں کا طیارہ.....!

اچانک پروفیسر چیخا.... "بھاگو.... عمارت تباہ ہو جائے گی.... ہم سب مر جائیں گے۔!"

اور پھر اُس نے لفٹ کیطرف بھاگنا چاہا تھا۔ لیکن عمران نے پیچھے سے اُسکے کوٹ کا کالر پکڑ لیا۔!

"ارے مر جائیں گے....!" پروفیسر حلق پھاڑ کر چیخا۔!

"پرواہ نہیں....! پہلے معاملے کی بات ہو جائے پھر نیچے چلیں گے۔!"

"وہ اُسی پر بیٹھے بیٹھے ایک بٹن دبائے گی اور عمارت دھماکے سے اڑ جائے گی.... لاسلکی سے تعلق ہے یہاں لگے ہوئے ڈائنامائیٹس کا....!"

"کچھ بھی ہو....! یہ بتاؤ کہ تم اُس دھاری دار آدمی کو اُس کی اصلی ہیئت میں واپس لے جاسکو گے یا نہیں۔!"

"ہاں.... ہاں ہو جائے گا بھاگو.... خدا کے لئے.... میں اُسے ٹھیک کر دوں گا۔!"

"بس تو چلو.... عمارت بھی نہیں اڑے گی.... اطمینان سے چلو.... تھریسیا نے جو دھمکی میرے پاس روانہ کی تھی اُس کی بناء پر میں نے عمارت میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے ڈائنامائٹ تلاش کئے تھے اور انہیں ناکارہ کر دیا تھا۔!"

"کہیں ایک آدھ رہ ہی نہ گیا ہو۔!"

"کتنے تھے....؟"

"پانچ عدد....!"

"ٹھیک ہے.... سب بیکار ہو چکے ہیں۔!"

وہ نیچے آئے تھے۔ ایک کمرے میں صفدر اور نیمو اور عالیہ ملے۔ عمران نے پروفیسر کو کرسی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا "اب یہ بتاؤ کہ اُن لوگوں کی ہیئت کیوں بدلی گئی تھی۔!"

"مم.... میں نہیں جانتا.... یقین کرو.... وہ کہیں اور استعمال کئے جاتے.... یہاں کے لئے نہیں تھے اتنا ہی علم ہے مجھ کو....!"

دفعتاً عالیہ بولی "تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے یا نہیں....!"

"ہاں.... اچھی طرح.... اسی لئے ابھی تک پولیس کو پروفیسر کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ لیکن اب یہ میری تحویل میں رہیں گے.... میں ان کی طرف سے کسی بڑے اخبار میں ایک مضمون شائع کراؤں گا جس میں دعویٰ کیا جائے گا کہ پروفیسر دھاریوں کے راز سے

واقف ہو گئے ہیں اور اگر اَب کہیں ویسا کوئی آدمی ملے تو اُسے ان کے پاس پہنچا دیا جائے.... یہ اُسے اُس کی اصلی حالت پر لے آئیں گے۔!"

"زندگی بھر تمہاری احسان مند رہوں گی۔!"

"تت.... تو.... کیا تم نے....!" پروفیسر عالیہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔

"ہاں میں ہی انہیں یہاں لائی تھی اور اگر اب تم نے اُس عورت کا نام لیا تو میں خود ہی تمہیں شوٹ کر دوں گی۔!"

"میری گلو خلاصی تو اب موت ہی کر سکے گی میں اُن سے تعاون نہیں کروں گا تو وہ خود ہی مجھے شوٹ کر دیں گے۔!"

"وہم ہے تمہارا.... کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا تمہاری طرف.... کیا تمہیں اس سے انکار ہے کہ تھریسیا مجھ سے خائف تھی۔!"

"سنگ سے خائف تھی۔!"

"یہ بھی غلط ہے سنگ سے خائف ہوتی تو اُسے چھیڑتی ہی نہیں.... وہ مجھ سے وقتی مصالحت محض اس لئے کرنا چاہتی تھی کہ اطمینان سے سنگ کی طرف توجہ دے سکے۔!"

"تم آخر ہو کیا بلا۔!"

"میرے باپ کے پاس بھی اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔!" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

پھر وہ سب خاموشی سے ایک ایک کی شکل تکتے رہے تھے۔!

﴿ختم شد﴾

عمران سیریز نمبر 96

لاش گاتی رہی

(مکمل ناول)

پیشرس

بکرے کے گوشت پر فی سیر کے حساب سے مبلغ دو روپے کا اضافہ پھر ہو گیا ہے اب بتایئے میں کیا کروں۔ "مردانہ ادب" تخلیق کرتا ہوں اس لئے دال دلئے پر تو گذارہ نہیں کر سکتا۔ ورنہ آپ ہی فرمائیں گے کہ پھر ڈھیلے پڑ رہے ہو۔ لہٰذا آپ کی تنخواہ بڑھی ہو یا نہ بڑھی ہو مجھے اجازت دیجئے کہ قصاب کے فیصلے کے آگے سر جھکا دوں اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب آپ سوا دو روپے کی چوٹ سہنے پر آمادہ ہو جائیں۔ یعنی دو روپے قصاب کی نذر کرنے کے علاوہ ایک چونی ادھر بھی "رسید" کر دیں۔ اپنے فیصلے سے آگاہ فرمایئے کہ آپ ہی میرے قلم کی قوت کا سر چشمہ ہیں۔ میری ترقی اور خوشحالی میں ضرور حصہ لیجئے۔ خواہ آپ کو تھوڑی سی تکلیف ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ بعض استحصال پسند اس کی مخالفت بھی کریں گے۔ لیکن آخر فتح میری ہی ہو گی (پچھلی چونی یاد کیجئے) عید الاضحیٰ اور قربانی کی بات نہیں کروں گا۔ جس کے گوشت کی لاگت تیس روپے سیر سے لے کر پچاس روپے سیر تک آتی ہے۔ تیس روپے سیر والے میں نری ہڈیاں ہوتی ہیں اور پچاس روپے سیر والے میں کسی قدر گوشت بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ "نصیب اپنا اپنا" گوشت کے سلسلے میں قربانی کا بھی ذکر کرنا پڑا۔ کیونکہ عید الاضحیٰ کی آمد آمد ہے ورنہ چنداں ضرورت نہ تھی۔ سال میں ایک ہی بار تو قربان ہونا پڑتا ہے۔ آپ مجھے روزانہ "قربانی" سے نجات دلایئے کہ اس کا ثواب صرف قصاب کو پہنچتا ہے (قصاب زندہ باد)۔

آپ کہیں گے کہ پھر پیشرس میں گوشت بیچ کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا کیوں نہ ایک آدھ خط بھی دیکھ لیا جائے...... اور سنئے...... یہ ہوئی ہے۔

ادھر بھی اس قسم کے خطوط آنے لگے۔ ایک صاحب رقم طراز ہیں۔

"جناب عالی! میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ میری عمر پچیس سال ہے لیکن ابھی تک ڈاڑھی مونچھیں نہیں نکلیں میں نے ایک خط "...... ڈائجسٹ" والوں کو بھی لکھا تھا۔ لیکن وہ صرف لڑکیوں کی بیماریاں چھاپتے ہیں۔ میری بیماری نہیں چھاپی۔ آپ ہی کوئی علاج بتایئے۔!"

بھائی صاحب! آپ نے وضاحت نہیں فرمائی کہ "......ڈائجسٹ" والوں کا علاج بتاؤں یا آپ کی بیماری کا۔ اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں کوئی صاحب اپنی تاریخ پیدائش روانہ کر کے قسمت کا حال نہ پوچھ بیٹھیں۔ "نفسیاتی مسائل" تو خیر آتے ہی رہتے ہیں اور میں اُن کا قطعی نوٹس نہیں لیتا۔ کیونکہ "نفسیات" ہمارے یہاں وبائی شکل اختیار کر گئی ہے! ایک دن ترکاری والے نے کہا آج بینگن لے جایئے۔ کبھی نہیں لیتے۔ میں نے کہا دیکھنے میں اچھے نہیں لگتے۔ کھائے کیسے جائیں گے۔ تڑسے بولا کوئی نفسیاتی گرہ معلوم ہوتی ہے اور میں انگشت بدنداں رہ گیا۔

شائد آپ بھی سوچ رہے ہیں کہ آخر میں گرانی کے سلسلے میں صرف "قصاب" ہی کو کیوں لے بیٹھتا ہوں۔ کہیں واقعی کوئی نفسیاتی گرہ تو نہیں ہے۔ سوچا کیجئے۔ سوچنے کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔

اُوہ! یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ "لاش گاتی رہی۔"

والسلام

ابنِ صفی

۲۰ر نومبر ۱۹۷۶ء



دو سو گز کے پلاٹوں پر بنی ہوئی عمارات کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا اور یہ عمارتیں "کوٹھیاں" کہلاتی تھیں.... دراصل سڑکوں پر صدا لگانے والے بھکاریوں نے انہیں "کوٹھیاں" ہونے کا شرف بخشا تھا۔

"کوٹھیوں والو خدا بھلا کرے گا۔!"

"کوٹھی والو....! اللہ تمہارے رزق میں برکت دے گا۔ سوال پورا کر دو مسکین کا....!"

"کوٹھی آباد رہے داتا تیری....!"

اور ان مکانات میں رہنے والے سچ مچ انہیں کوٹھیاں ہی سمجھنے لگے تھے۔ کوئی کسی کو گھاس نہیں ڈالتا تھا۔ پڑوسی کے نام تک سے آگاہی نہیں تھی کسی کو۔ ایک دوسرے کو اجنبیوں کیطرح دیکھتے ہوئے گذر جاتے تھے۔ کوئی کسی کو سلام تک نہیں کرتا تھا کہ کہیں وہ اُسے اپنے سے کمتر نہ سمجھنے لگے۔ اگر کبھی کسی تقریب میں ان کوٹھیوں کی خواتین آپس میں مل بیٹھتیں تو کچھ اس قسم کی باتیں ہوتیں!

"ہمارے صاحب صرف ملازم ہی نہیں ہیں میونسپل کارپوریشن کے۔ ایکسپورٹ امپورٹ کا بزنس بھی ہے ہمارا۔!"

"اے بہن....! تنخواہ میں کیا ہوتا ہے آج کل اگر دس ہزار روپیہ ماہوار کوئلے کی دلالی میں نہ کمائیں تو کام نہ چلے۔!"

کبھی نہلے پر دہلا لگانے کی کوشش کرتیں.... اور باہر اُن کے "صاحب" لوگ بیٹھے اس قسم کی باتیں کرتے رہتے جیسے موجودہ وزارتیں انہی کے دم سے قائم ہوں۔ اونچی آوازوں میں وزراء کے نام اس طرح لئے جاتے جیسے ابھی ابھی انہی کے پاس سے اٹھ کر آئے ہوں۔!

"میں نے تو صاف کہہ دیا وزیرِ صحت سے کہ اگر میرے بھتیجے کو میڈیکل کالج میں داخلہ نہ ملا تو اگلے الیکشن میں سمجھ بوجھ لیا جائے گا۔!"

"بھلا بتایئے شوٹنگ پرمٹ کی فیس پچیس روپے سے بڑھا کر سو روپے کر دی ہے کھری کھری سنائیں تو چیف منسٹر بولے! بھائی خفا کیوں ہوتے ہو میری زمینوں پر شکار کھیل لیا کرو۔!"

ادھر بھی نہلے پہ دہلا ہی لگتا اور جنہیں بولنا نہیں آتا تھا ٹکر ٹکر ایک ایک کی شکل تکتے اور اُن کا احساسِ کمتری شدید سے شدید تر ہوتا رہتا۔ پھر اگر اُن میں سے بھی کوئی جی کڑا کر لیتا تو "پدرم سلطان بود" کی محفل گرم ہو جاتی.... کسی کا دادا کوئی ایسا دالان تعمیر کراتا ہے جس کا ایک سرا قطب شمالی میں ہوتا ہے اور دوسرا قطب جنوبی میں.... اور کسی کے نانا جان اتنے لمبے بانس کے مالک ہوتے کہ جب چاہتے اُسے بادلوں میں چلا کر پانی برسا لیا کرتے۔ کسی کے چچا پیدل ہی شیر کے شکار پر روانہ ہو جاتے اور کوئی کہتا۔

میرے ماموں کو نہیں پہچانتے شائد حضور
وہ صبا رفتار شاہی اصطبل کی آبرو

تو یہ تھیں دو سو گز والی کوٹھیاں اور یہ تھے اُن کے مکین نچلے متوسط طبقے کے کرایہ داروں کی تو جان جاتی تھی ان کوٹھیوں پر.... آدھا پیٹ کھا کر گذارہ کر لینا منظور.... لیکن پانچ سو روپے ماہوار کرائے کی ان کوٹھیوں ہی میں رہنا چاہتے تھے۔! بعض کوٹھیاں دو حصوں میں منقسم ہوتیں اور ہر حصے کا کرایہ تین سو سے کم نہ ہوتا۔ اس طرح اُن کے پانچ کی بجائے چھ سو بنتے اور ایک ہی کوٹھی میں دو کرائے دار آباد ہو جاتے.... آباد ہوتے یا معلق یہ کرایہ داروں کا اپنا معاملہ تھا۔ بس کسی طرح ساؤتھ ناظم آباد کے باشندے کہلانے لگتے تھے۔ جسکا مطلب یہ تھا کہ اپنی دانست میں ذی حیثیت قرار پا گئے۔!

رخسانہ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا۔ تعلیم ختم کرتے ہی اُسے ایک تجارتی فرم میں ملازمت مل گئی تھی۔ لہٰذا اب وہ اسی گز کے پلاٹوں والی بستی میں نہیں رہنا چاہتی تھی حالانکہ یہ اُس کا ذاتی مکان تھا۔ دراصل اُسے دفتر والوں کو یہ بتاتے ہوئے شرم آتی تھی کہ وہ کہاں رہتی ہے۔!

اُسے یقین تھا کہ جب وہ فخریہ انداز میں انہیں یہ بتائے گی کہ ساؤتھ ناظم آباد کی کسی کوٹھی میں رہتی ہے تو کوئی بھی "آدھی یا پوری" کا سوال نہیں اٹھائے گا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اُس کی بیوہ ماں نے اُس "آدھی" کوٹھی میں اسی گز پر بنے ہوئے مکان سے زیادہ گھٹن محسوس کی ہو۔!

اس آدھی کوٹھی میں صرف دو کمرے تھے اور اندرونی صحن دو حصوں میں تقسیم ہو کر برائے

نام رہ گیا تھا۔ کوٹھی کا دوسرا آدھا حصہ پہلے ہی سے آباد تھا۔ پتا نہیں کون تھے اور کس قسم کے لوگ تھے۔ صحن کو تقسیم کرنے والی دیوار ساڑھے چھ فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی اور اسی دیوار کو دیکھ کر بڑی بی کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ ماں بیٹی تنہا تھیں کوئی مرد ساتھ نہیں تھا۔

باپ کے انتقال کے بعد رخسانہ نے کچھ ٹیوشن کیے تھے۔ جن سے تعلیم کے اخراجات پورے ہوتے تھے اور ماں سلائی کر کے دوسری ضروریات پوری کرتی تھی۔ یوں کسی نہ کسی طرح اُس نے بی کام امتیازی حیثیت سے پاس کیا تھا اور کامرس کے شعبے کے صدر کی سفارش پر جلدی ہی ملازمت بھی حاصل کر لی تھی۔ بڑی فرم تھی اور ایک غیر ملکی کمپنی کے اشتراک سے قائم کی گئی تھی لہٰذا ترقی کے امکانات بہت واضح تھے۔ ماں بہت خوش تھی لیکن یہ خوشی اُسی وقت تک قائم رہی جب تک اُس آدھی کوٹھی میں قدم نہیں رکھا تھا۔ اپنے محلے کی بات اور تھی سب جان پہچان کے لوگ تھے۔ اس لئے شوہر کی موت کے بعد بھی اُس نے زیادہ بے اطمینانی محسوس نہیں کی تھی۔ سبھی ان دونوں کا خاص طور پر خیال رکھنے لگے تھے۔ محلے کے آوارہ لونڈے تک ان کے معاملے میں محتاط ہو گئے تھے۔ پڑوس کی عورتیں دن رات گھر میں آتی جاتی رہتیں لیکن اس بستی میں قدم رکھتے ہی اُسے محسوس ہوا تھا جیسے یہاں کوئی کسی کا پرسانِ حال ہی نہ ہو.... نہ سڑک پر بچوں کا شور تھا اور نہ خوانچے والوں کی مانوس آوازیں سرِ شام ہی ایسا سناٹا چھا گیا جیسے آدھی رات گذر گئی ہو۔

وہ خاصی دیر تک اس گھٹن کو سہتی رہی تھی پھر بیٹی سے بولی تھی۔

"یہ تم نے کہاں لا پھنسایا۔ مجھ سے تو اس قبرستان میں ہرگز نہ رہا جائے گا۔!"

رخسانہ ہنس پڑی اور بولی۔ "تھوڑے ہی دنوں میں عادی ہو جائیں گے.... شائستہ لوگوں کی بستیاں ایسی ہی پُرسکون ہوتی ہیں۔!"

ماں چپ ہو رہی.... کہتی بھی کیا اس کی تو عمر ہی ناشائستہ لوگوں کی بستیوں میں گذری تھی۔ شائستہ لوگوں کا اُسے کوئی تجربہ نہیں تھا۔

دفعتاً اُسے کچھ یاد آ گیا اور وہ رخسانہ کو غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم نے تو کہا تھا کہ مالک مکان ایک سال کا کرایہ یکمشت طلب کر رہا ہے۔ پھر یکا یک تمہیں یہ مکان کیسے مل گیا۔ ہمارے پاس تو چھتیس سو روپے نہیں تھے۔!"

"اس پر تو مجھے بھی حیرت ہے امی.... پہلے اُس نے سال بھر کا کرایہ پیشگی طلب کیا تھا پھر تین دن بعد خود ہی میرے دفتر پہنچ کر کہا تھا کہ صرف ایک ماہ کا کرایہ پیشگی چلے گا۔!"

"لیکن تم نے مجھ سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا.... میں سمجھی شائد تم نے کہیں سے قرض لے کر ادائیگی کر دی ہے۔!"

"میں نے اس لئے ذکر نہیں کیا تھا کہ تم خواہ مخواہ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاؤ گی۔!"

"وہ تو ہو ہی گئی ہوں.... کیا مالک مکان دوسرے حصے میں خود رہتا ہے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا امی.... وہ تو ڈیڑھ ہزار گز کے پلاٹ پر رہتے ہیں۔!"

"آخر تم نے اُسے منظور کیسے کر لیا۔!"

"وہ بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں کہنے لگے پیسوں کی کوئی بات نہیں مجھے تو شریف اور قابل اعتماد کرایہ دار چاہیئے۔!"

"تم نے بہت بُرا کیا رخسانہ.... مجھے تو بتا دیا ہوتا.... تم نے صرف تعلیم حاصل کی ہے.... تمہیں دنیا کا تجربہ نہیں ہے۔!"

رخسانہ اس طرح متفکر نظر آنے لگی جیسے وہ خود بھی پہلے ہی سے یہی سب کچھ سوچتی رہی ہو اور ماں کی زبان سے بھی انہی خدشات کا ذکر سن کر تشویش میں اضافہ ہو گیا ہو۔!

"خیر....!" ماں کچھ دیر بعد طویل سانس لے کر بولی۔ "اب اس بات کا خیال رکھنا کہ تمہارا باپ بڑا غیرت مند تھا۔!"

"تم مطمئن رہو امی.... بے غیرتی پر موت کو ترجیح دوں گی۔!"

بات وقتی طور پر ختم ہو گئی تھی۔ لیکن ذہنوں میں خلش برقرار رہی۔ آٹھ بجے کے قریب اطلاعی گھنٹی کی آواز سناٹے میں گونجی تھی اور دونوں اچھل پڑی تھیں۔

حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں پھر ماں نے آہستہ سے کہا "یہاں کون آیا ہے؟"

گھنٹی پھر بجی تھی.... رخسانہ اٹھی لیکن ماں نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"ٹھہرو.... نہ جانے کون ہو.... یہاں تو آدھی رات ہو گئی ہے۔!"

"دیکھنا تو پڑے گا کہ ہے کون....؟"

"ٹھہرو.... میں بھی چلتی ہوں.... پہلے پوچھ لینا کون ہے.... پھر کھولنا دروازہ....!"

"اُف فوہ امی.... اگر اسی طرح ڈرتے رہے تو پھر رہ چکے یہاں۔!" رخسانہ جھنجھلا گئی۔ وہ دونوں دروازے تک آئی تھیں اور رخسانہ نے اونچی آواز میں پوچھا تھا۔ "کون ہے....؟"

"طاہر.... آپ کا سیکشن منیجر....!" بیرونی برآمدے سے آواز آئی اور رخسانہ کے ہاتھ پیر

پھول گئے۔ آواز پہچان لی تھی اُس نے.... بوکھلا کر ماں کی طرف دیکھتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔!

"تشریف لایئے.... تشریف لایئے....!" بدحواسی میں بولی۔

طاہر تنہا نہیں تھا اُس کے ساتھ ایک سفید فام غیر ملکی عورت بھی تھی جس کی عمر زیادہ سے زیادہ پچیس سال رہی ہو گی۔ نازک نازک سے خدوخال تھے اور آنکھیں گہری نیلی اور سوچ میں ڈوبی ہوئی سی تھیں۔

"امی یہ میرے سیکشن منیجر طاہر صاحب ہیں۔!" وہ جلدی سے بولی لیکن اُس کی نظریں طاہر کی ساتھی ہی پر جمی رہیں۔!

"آداب....!" طاہر نے بڑے ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا "ناوقت تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ دراصل ایک معاملے میں معذرت بھی کرنی تھی اور ایک درخواست بھی۔!"

"کوئی بات نہیں....! آیئے....!"

وہ انہیں اُس کمرے میں لے آئی جسے نشست کا کمرہ بنایا تھا.... وہ دونوں بیٹھ گئے اور ماں بیٹی ہمہ تن سوال بنی رہیں۔!

"سب سے پہلے میں آپ سے معافی مانگوں گا مس رخسانہ....!" طاہر بولا۔

"جی میں نہیں سمجھی۔!"

"آپ کی لاعلمی میں تین ہزار چھ سو روپے میں نے مالک مکان کو ادا کر دیئے تھے اور اُسے تاکید کر دی تھی کہ آپ کو یہ نہ بتائے۔!"

"آپ نے ایسا کیوں کیا....!" رخسانہ بے ساختہ بولی۔

"ابھی بتاتا ہوں.... پہلے آپ لوگ میری کہانی شروع سے سُن لیں۔!"

ماں کی آنکھوں میں ناگواری کا تاثر صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ طاہر نے بھی اسے محسوس کیا تھا اس لئے ماں ہی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"مجھے غلط نہ سمجھئے....! آپ میری ماں ہیں اور مس رخسانہ کو بہن سمجھتا ہوں۔!"

"شکریہ....! لیکن میں نے کب آپ کو غلط سمجھا۔!" ماں کھل اٹھی اور رخسانہ کے چہرے پر بھی مسرت کی لہریں دوڑ گئیں۔!

"چونکہ یہ سب کچھ آپ لوگوں کی لاعلمی میں ہوا ہے اس لئے شکوک و شبہات کا پیدا ہونا بھی فطری امر ہے۔ بہر حال یہ خاتون میری بیوی ہیں.... نسلاً فرانسیسی ہیں.... ربیکا خاندانی نام

ہے....اسلامی نام رقیہ ہے۔!"

"ماشاءاللہ....!" ماں نے محبت آمیز نظروں سے غیر ملکی عورت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"پچھلے سال جب میں یورپ میں تھا ان سے شادی کی تھی۔ پہلے یہ مسلمان ہوئی تھیں پھر نکاح ہوا تھا لیکن میرے خاندان والوں کو اس کا علم نہیں۔! میں انہیں فرانس ہی میں چھوڑ آیا تھا۔ اب یہ آئی ہیں.... خاندان والوں کو اس کا اب بھی علم نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ نہ میں والدین کو دکھ پہنچانا چاہتا ہوں اور نہ رقیہ کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔!"

"واقعی بڑی مشکل میں ہیں آپ۔!" ماں نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"بہر حال.... یہ شادی اس بناء پر ہوئی تھی کہ یہ پہلے ہی سے اسلام سے متاثر تھیں.... ان کے خیالات نے مجھے متاثر کیا۔!"

"بڑے ثواب کا کام کیا ہے آپ نے....!" ماں سر ہلا کر بولی۔

"اور اب میری خواہش ہے کہ انہیں باقاعدہ طور پر نماز سکھائی اور مسلمان عورتوں کی طرح زندگی بسر کرنے کی تربیت دی جائے.... راز داری بھی چاہتا ہوں.... مس رخسانہ کی شائستگی اور رکھ رکھاؤ دیکھ کر اندازہ ہوا تھا کہ بہت اچھے ہاتھوں سے پروان چڑھی ہیں.... لہٰذا مجھے یہ سب کچھ کرنا پڑا.... میری خواہش ہے کہ آپ رقیہ کی تربیت کریں۔!"

ماں کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ اس نے فخریہ انداز میں رخسانہ کی طرف دیکھا اور پھر طاہر سے بولی۔ "مگر بیٹے! مجھے انگریزی نہیں آتی میں کیسے تربیت دے سکوں گی۔!"

"رخسانہ آپ کی مدد کریں گی....اور پھر رقیہ میں ایک صلاحیت ایسی ہے کہ آپ کو زیادہ دشواری نہیں ہوگی۔ فرانسیسی مادری زبان ہے.... انگریزی بھی بول سکتی ہیں اور کسی زبان میں جو کچھ بھی رٹا دیا جائے.... بہت جلد یاد ہو جاتا ہے۔ لہجے اور تلفظ سمیت دیکھئے میں کلمہ پڑھواتا ہوں۔ بالکل آپ ہی کے سے انداز میں پڑھیں گی۔!"

طاہر نے بیوی سے کلمہ پڑھنے کو کہا تھا اور اُس کے بیان کی تصدیق ہوگئی تھی۔

"کمال ہے....!" رخسانہ بولی "قطعی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کسی یورپین نے عربی کے الفاظ دوہرائے ہیں۔!"

"بہت جلد یاد کر لیتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اندر پوری نمازیں سیکھ لیں گی۔!"

"مگر بیٹے....! یہاں اس چھوٹے سے گھر میں یہ کیسے رہیں گی۔!"

"یہ تو جھونپڑی میں بھی رہ سکتی ہیں اور پھر انہیں ہمارا رہن سہن بھی تو سیکھنا ہے۔ میرے خاندان میں انگریزوں کی ادھوری نقالی ہوتی ہے۔ لہٰذا تربیت کے لئے متوسط درجے ہی کے کسی گھرانے کا انتخاب کرنا تھا مجھے۔!"

"اگر یہ بات ہے میاں تو ہم ہر طرح حاضر ہیں۔ خدمت میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی۔!"

"خدمت.... آپ کریں گی!" طاہر نے حیرت سے کہا۔ "ارے آپ کو تو انہیں یہ سکھانا ہے کہ بڑوں کی خدمت مسلمان کس طرح کرتے ہیں۔ انہیں رخسانہ سے بڑا درجہ ہرگز نہ دیجئے گا۔!"

"میں انہیں ایک مسلمان عورت بنانے کی پوری کوشش کروں گی۔!"

"ہمارے لئے باعث مسرت ہوگا جناب....!" رخسانہ بولی۔

"جناب نہیں....!" طاہر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آج سے صرف بھائی جان....!"

ماں بیٹی کے چہرے کھلے پڑ رہے تھے۔ پھر یہ طے پایا گیا تھا کہ ربیکا یا رقیہ انہی کے ساتھ رہے گی اور طاہر کبھی کبھی وہاں آتا جاتا رہے گا۔



صرف پولیس ہی حرکت میں نہیں آئی تھی بلکہ سر سلطان کے محکمے کے لئے بھی خاصا دردِ سر مہیا ہو گیا تھا۔ ایک غیر ملکی سفیر کی بیٹی ہلدا کارلوس اچانک غائب ہوگئی تھی۔ تین دن سے اُس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ بات پولیس ہی تک محدود رہتی اگر سر سلطان کا محکمہ پہلے ہی سے ہلدا کارلوس کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ بعض غیر معمولی مصروفیات کی بناء پر ایکس ٹو کچھ عرصہ پہلے سے اُس کی نگرانی کراتا رہا تھا کہ اچانک ایک دن سفیر کی طرف سے اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی گئی۔ قبل اس کے سر سلطان کا محکمہ ہلدا کارلوس کے خلاف کوئی باضابطہ کاروائی کرتا یہ افتاد پڑ گئی۔

"اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت اب بھی نہیں ہے تمہارے پاس....!" سر سلطان عمران سے کہہ رہے تھے۔!

"اس کے باوجود بھی وہ اس طرح غائب ہوگئی کہ خود سفیر نے ہم پر اُس کی بازیابی کی ذمہ

داری عائد کر دی ہے۔ ایسی چالاکی کی کوئی دوسری مثال آپ کے پاس ہو تو مطلع فرمائیے۔!"

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ تم اس کے سلسلے میں غلطی پر تھے۔!"

"تو پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!"

"اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم کرنے میں تم نے دیر لگادی! وہ ہوشیار ہو گئی اور ہم باضابطہ طور پر اُسے تلاش کر رہے ہیں۔!"

"بس تو اب اس بات کو بھول جانا چاہئے کہ ہم پہلے ہی سے اُس کی نگرانی کراتے رہے تھے۔ اس طرح غموں کا بوجھ کسی قدر ہلکا ہو جائے گا۔!"

"پھر بکواس شروع کر دی تم نے....!"

"فی الحال بکواس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔!"

"اگر وہ نہ ملی تو ہم مزید دشواریوں میں پڑیں گے۔!"

"مزید دشواریوں میں پڑ چکے ہیں جناب....! کیا آپ نے سفیر کی رپورٹ کی نقل بغور نہیں پڑھی۔ اُس نے حوالہ دیا ہے کہ اُس کی بیٹی نے ایک دن پہلے اُسے بتایا تھا کہ کچھ نامعلوم افراد اس کا تعاقب کرتے ہیں۔!"

"اوہ....! میں نے اُس حصے کو غور سے نہیں دیکھا تھا۔!"

"جی ہاں....! اب یہ بیچارہ اپنی مسکین صورت کی وجہ سے ضرور مارا جائے گا دیکھ لیجئے گا کہ وہ کل اُن نامعلوم افراد میں سے ایک عدد کا حلیہ یاد کر کے پولیس کو ضرور مطلع کر دے گا۔!"

"یعنی تمہارا حلیہ....!"

"جناب عالی....!" عمران نے مغموم انداز میں سر کو جنبش دی اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا "پروردگار نے شکل ہی ایسی بنائی ہے۔!""

"اونہہ! اس کی کیا فکر ہے۔!"

"آپ کو نہ ہوگی لیکن کیپٹن فیاض میرا جینا حرام کر دے گا۔! کیونکہ اس کے سر پر میرے والد صاحب کا سایہ ہے۔!"

سر سلطان بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔

"اب اجازت دیجئے....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو....!" سر سلطان نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ عمران پھر بیٹھ گیا۔

"اب کیا کرو گے....؟"

"جو آپ فرمائیں....!"

"تم نے اُس آدمی کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے جس کے ساتھ ہلدا کو دیکھ کر تم اس کے خلاف شکوک و شبہات میں مبتلا ہوئے تھے۔!"

"اُسے تو نظر انداز کرنا ہی پڑے گا۔!"

"کیوں....؟" سر سلطان اُسے گھورتے ہوئے بولے۔

"بہت بڑے باپ کا بیٹا ہے....!"

"اسی لئے میں سوچ رہا ہوں کہ کہیں وہ اُسی کے مشورے ہی پر تو روپوش نہیں ہوئی۔!"

"اگر یہ نظریہ قائم کر لیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ وہ بڑے باپ کا بیٹا اُس کے ہاتھوں بیوقوف نہیں بن رہا بلکہ دیدہ و دانستہ ملوث ہوا ہے۔!"

"کوئی پہلو محض اس لئے کیوں نظر انداز کر دیا جائے کہ وہ ایک بڑے باپ کا بیٹا ہے۔ کیا تمہیں اُس پولیس افسر کا بیٹا یاد نہیں جو رہزنی کرتا ہوا پکڑا گیا تھا۔!"

"تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ رحمان صاحب کا بیٹا ہیرا پھیری میں مارا جائے۔!"

"فضول باتیں نہ کرو....!"

"اچھی بات ہے جناب....! میں دیکھوں گا۔!"

وہاں سے روانگی سے پہلے اُس نے فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "ایچ۔ کے۔!"

"رپورٹ مل گئی ہے جناب....!" بلیک زیرو کی آواز آئی۔ "آخری بار وہ پرنس کی رقاصہ میمی فاؤلر کے ساتھ دیکھی گئی تھی اور حقیقتاً وہیں سے وہ مفقود الخبر بھی ہوئی تھی۔ اُسے میمی کے ساتھ پرنس میں داخل ہوتے دیکھا گیا تھا۔ لیکن پھر وہ پرنس سے واپس نہیں آئی۔!"

"اور میمی بدستور وہیں موجود ہے۔!"

"جی ہاں... وہ وہاں چھ ماہ کے کنٹریکٹ پر ہے! پرنس ہی کے کمرہ نمبر بارہ میں مقیم بھی ہے۔!"

"ٹھیک ہے....!" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر طویل سانس لے کر سر سلطان کی طرف مڑا۔

"پھر وہی بڑے باپ کا بیٹا۔!"

"کیا مطلب.....!"

"پرنس ہوٹل اُسی کا تو ہے نا.....!"

"اچھا تو پھر.....!"

"آخری بار وہ وہاں کی رقاصہ میمی فاؤلر کے ساتھ دیکھی گئی تھی۔ اس کے ساتھ پرنس ہوٹل میں داخل ہوئی اور وہیں سے غائب بھی ہوگئی۔"

"نگرانی کرانے والوں نے اُسے ہوٹل سے برآمد ہوتے نہیں دیکھا۔!"

"تو پھر وہ اب بھی وہیں ہوگی۔!"

"خدا ہی جانے.....اچھا پھر اب اجازت دیجئے۔!"

"ایک منٹ.....!" سر سلطان ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "فی الحال سردار سے براہِ راست گفتگو مت کرنا۔!"

"میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ بڑے باپ کا بیٹا ہے۔!"

"یہ بات نہیں ہے۔!"

"پھر کیا بات ہے جناب عالی.....!" عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ابھی کچھ ہی دن ہوئے ایک ڈنر پارٹی میں تمہارے باپ سے اُس کی جھڑپ ہو چکی ہے۔!"

"میں اپنے باپ کا بیٹا بن کر اُس سے گفتگو نہیں کروں گا۔!"

"میں نے آگاہ کر دیا.....تم جانو.....!"

"میں جو کچھ بھی کرتا ہوں اپنی ذمہ داری پر کرتا ہوں۔!" عمران نے کہا تھا اور اٹھ کر باہر نکل آیا تھا۔

تھوڑی ہی دور چلا ہوگا کہ پھر کسی خیال کے تحت ایک جگہ گاڑی روکی.....! انجن بند کیا اور اس طرح پشت گاہ سے ٹک گیا جیسے کچھ دیر وہیں ٹھہرے گا۔! ڈیش بورڈ کے خانے سے اخبار نکالا اور دیکھنے لگا۔ لیکن حقیقتاً اپنی بائیں جانب نگراں تھا۔ دور سے دیکھنے والوں کو ایسا ہی لگتا جیسے اخبار میں منہمک ہو۔!

تھوڑی دیر بعد اُس نے اخبار ایک طرف ڈال کر دوبارہ انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی حرکت میں آگئی۔ اُس کے چہرے سے ایسی ہی طمانیت کا اظہار ہو رہا تھا جیسے حصولِ مقصد میں کامیابی ہوئی

ہو۔ اب اُس کی گاڑی نیلے رنگ کی ایک چھوٹی فیاٹ کے پیچھے تھی.... کچھ دور چلنے کے بعد وہ فیاٹ ایک ڈرگ اسٹور کے سامنے رکی اور ڈرائیونگ سیٹ سے ایک لڑکی اُتر کر ڈرگ اسٹور میں چلی گئی۔

عمران نے اپنی گاڑی کسی قدر آگے بڑھا کر اس طرح روکی کہ ڈرگ اسٹور کے اندر بھی لڑکی پر نظر رکھ سکتا۔! لڑکی فون پر نمبر ڈائیل کر رہی تھی۔! اُس نے ایک منٹ تک کسی سے بات کی تھی اور ریسیور رکھ کر اپنی گاڑی کی طرف پلٹ ہی رہی تھی کہ عمران سے نظریں چار ہوگئیں۔ جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ چہرے کا رنگ اڑتے لگا تھا جیسے چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی ہو لیکن جلد ہی سنبھل گئی تھی۔

فٹ پاتھ پر اُتری آئی اور مسکراتی ہوئی عمران کی گاڑی کی طرف بڑھی۔

"ہلو.... مسٹر عمران....!" قریب پہنچ کر بولی۔ "یہاں کیا ہو رہا ہے۔!"

"آپ کا انتظار....!" عمران نے بڑی سادگی سے کہا۔

"کیا آپ میرے پیچھے پھرتے رہتے ہیں۔!"

"نہیں تو.... ادھر سے گذر رہا تھا آپ کو گاڑی سے اُتر کر اندر جاتے دیکھا۔ رک گیا۔!"

"لیکن کیوں....؟"

"بس یونہی.... اب کہیں چل کر بیٹھیں گے.... آگے کیفے میزان ہے۔!"

"زبردستی....!" وہ اٹھلائی۔

"سر سلطان کی سیکریٹری سے فلرٹ کرنا میری ہابی ہے مس نوشاد.... آپ ابھی نئی ہیں۔ آپ کو علم نہیں۔!"

"آپ بھی فلرٹ کر لیتے ہیں۔!"

"کوشش کرتا ہوں....!"

"فلرٹ کرنے والے خود ہی اُس کو فلرٹ نہیں کہتے۔!"

"میں کہہ دیتا ہوں.... کیا فرق پڑتا ہے۔!"

"اچھا تو کیفے میزان ہی سہی.... اُتریئے گاڑی سے ٹہلتے ہوئے چلیں گے۔ لیکن نہیں.... ذرا ٹھہریئے.... میں پھر ایک کال کروں گی۔ اپنی اُس سہیلی کو مطلع کر دوں کہ تھوڑی دیر بعد پہنچ سکوں گی۔!"

"ضرور.... ضرور....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

وہ پھر ڈرگ سٹور میں داخل ہوئی اور فون پر کسی سے گفتگو کر کے دوبارہ پلٹ آئی۔ عمران گاڑی سے اترتا ہوا بولا "کیا میری وجہ سے کوئی اپائنٹمنٹ کینسل کرنا پڑا ہے....؟"

"ظاہر ہے.... جسے اپنے پہنچنے کی اطلاع دی تھی اُس سے کہنا پڑا کہ فی الحال نہیں آ رہی۔!"

"تب تو مجھ سے زیادتی سرزد ہوئی ہے۔!"

"نہیں کوئی بات نہیں میں آپ کو فلرٹ کرنے کا موقع ضرور دوں گی۔!"

دونوں کیفے میزان کی طرف چل پڑے۔

"کیا چھٹی لے کر جا رہی تھیں۔!" عمران نے پوچھا۔

"ظاہر ہے....! اسکول تو ہے نہیں کہ چپ چاپ کھسک گئے....! اور دوسرے دن ڈانٹ پھٹکار سُن لی۔!"

"میں بھی کلاس سے بہت بھاگتا تھا۔!"

وہ کیفے میں داخل ہوئے اور ایک خالی میز کے گرد بیٹھ گئے۔

"یہاں مینڈک کی ٹانگوں کا اسٹیو بہت عمدہ ہوتا ہے۔!" عمران نے کہا۔

"گھناؤنی باتیں ہیں مسٹر عمران.... کیا آپ اسی طرح فلرٹ کرتے ہیں۔!"

"بکری کے سری پائے بھی اکثر فلرٹ میں کام آتے ہیں۔!"

"میرا خیال ہے کہ آپ کی پچھلی سات پشتوں میں بھی کبھی کسی نے کسی سے فلرٹ نہ کیا ہوگا۔!"

"ابھی مجھے اس کی اطلاع نہیں مل سکی.... مینو دیکھئے....!"

"آپ صرف یہ بتا دیجئے کہ آپ کیوں رکے تھے میرے لئے... پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا....!"

"پچھلے ہی ہفتے تو میں نے آپ کو غور سے دیکھا ہے۔!"

"فضول بات....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"میں ہی کچھ منگواؤں....!"

اُس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ عمران نے قریب کھڑے ہوئے ویٹر کو آرڈر دیا تھا۔ وہ چلا گیا اور عمران میز پر انگلیوں سے طبلہ بجانے لگا اور اس طرح غائب غلا ہو گیا جیسے اپنے علاوہ کسی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہ گیا ہو۔!

"مسٹر عمران....!" دفعتاً وہ غصیلے لہجے میں بولی۔! "آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔!"

"آئیں کیا مطلب....؟" وہ چونک پڑا۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں۔!"

"چائے پلانے اور آپ جو کچھ کھانا چاہیں۔!"

"میں باس سے شکایت کروں گی۔!"

"کیا فائدہ.... وہ میرے باس تو ہیں نہیں کہ مجھ سے جواب طلب کریں گے۔!"

"یہ بھی ٹھیک ہے....! پھر آپ دفتر کیوں آتے ہیں....؟"

"یہ دیکھنے کے لئے کہ پرسنل اسسٹنٹ وہی پرانی والی ہے یا بدل گئی ہے۔!"

"میں پرسنل اسسٹنٹ نہیں ہوں....!"

"شائد انہوں نے ابھی تک میری طرح غور سے نہیں دیکھا۔!"

"لوگ آپ کو بیوقوف سمجھتے ہیں.... لیکن میں نہیں سمجھتی۔!"

"بہت بہت شکریہ....! چائے کے بعد انبالہ والوں کی رس ملائی بھی کھلاؤں گا۔!"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔!"

"پھر کیا مطلب تھا۔!"

"آپ جو کچھ نظر آتے ہیں وہ نہیں ہیں۔!"

"اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔!"

"کیا مطلب....؟" وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ کس قسم کی آگ سے کھیل رہی ہو۔!"

"یہ کیا بات ہوئی....؟"

"تم اچھی طرح سمجھتی ہو۔!"

"کک.... کیا.... سمجھتی ہوں....!"

"کس کو اطلاع دی تھی فون پر کہ میں سر سلطان سے ملنے آیا تھا۔!"

"جھوٹ ہے....! میں نے کسی... کسی کو....!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو کر ہانپنے لگی۔!

"میں جانتا ہوں کہ تم ایک بوڑھے اور نابینا باپ کا واحد سہارا ہو.... تمہیں سوچ سمجھ کر زندگی بسر کرنی چاہئے۔!"

"مسٹر عمران....!" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔!

"وہ شخص ابن الوقت ہے جس کے جھانسے میں تم آگئی ہو.... ورجنوں کی زندگیاں برباد کرچکا ہے۔!"

"مسٹر عمران پلیز....!"

"سر سلطان کو ابھی تک اس کا علم نہیں ہو سکا کہ اُن کے دفتر کی باتیں باہر کس طرح پہنچتی ہیں۔!"

"مم.... میں کچھ نہیں جانتی۔!"

عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا وہ بہت زیادہ نروس نظر آنے لگی تھی۔

"جو کام تم سے لیا جارہا ہے اُس کے لئے تم موزوں نہیں ہو۔!" وہ بالآخر سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔

چند لمحے خاموش رہ کر سوال کیا۔ "کیا دوسری بار تم نے اُسے مطلع کر دیا ہے کہ میرے ساتھ میزان جارہی ہو۔!"

نوشاد نے غیر ارادی طور پر سر کو مثبت جنبش دی اور پھر اس غلطی کا احساس ہوتے ہی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔

"تو تم نے اپنی موت کے پروانے پر خود ہی دستخط کر دیئے۔!"

"کیا مطلب....؟" وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔

"بڑے باپ کا بیٹا اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا۔! اسی لئے میں کہہ رہا تھا کہ جو ذمہ داری تم نے اپنے سر لی ہے اُس کی اہل نہیں ہو۔ اگر تم میری ہی نگرانی پر لگائی گئی تھیں تو اس وقت مجھے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جانا چاہئے تھا اور اگر مجھ سے مل بیٹھی تھیں تو اسے آگاہ نہ کرتیں۔ اب تمہاری زندگی خطرے میں ہے وہ سمجھ جائے گا کہ میں نے تمہاری چوری پکڑلی ہے۔!"

"پھ.... پھر اب کیا ہوگا۔!"

"تھوڑی ہی دیر میں کوئی نہ کوئی ہم دونوں پر نظر رکھنے کے لئے یہاں پہنچ جائے گا یا ہو سکتا ہے اب تک پہنچ ہی گیا ہو۔!"

وہ خاموش رہی.... اتنے میں ویٹر طلب کی ہوئی اشیاء لے آیا تھا۔ لیکن وہ گم سم بیٹھی رہی۔

"ایسا بھی نہ کرو کہ نگرانی کرنے والے ہوشیار ہو جائیں۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ "کچھ کھانا شروع کر دو۔!"

"مم.... میری سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"بے فکر رہو.... تمہاری اس غلطی کی اصلاح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔!"

اُس نے ایک پیسٹری اٹھائی تھی اور اس طرح کھانے لگی تھی جیسے مار مار کر کھلائی جارہی ہو۔

عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میں تمہیں دو ماہ کی چھٹی مع تنخواہ دلا سکتا ہوں.... اپنے باپ کو لے کر گاؤں چلی جاؤ۔!"

"لیکن.... لیکن....!"

"ہاں ہاں کہو.... کیا کہنا چاہتی ہو۔!"

"آپ میرے لئے یہ سب کیوں کریں گے۔!"

"کیونکہ تم ایک سیدھی سادھی لڑکی ہو۔ تمہارا ضمیر ابھی اتنا مردہ نہیں ہوا ہے کہ سیدھی راہ دکھائی جانے کے باوجود بھی بھٹکتی رہو۔!"

اُس نے سر جھکالیا۔ شائد جذبات کی کشمکش میں مبتلا ہو گئی تھی۔

چائے ختم کر کے عمران نے کہا۔! "اب تم باہر نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھنے کی بجائے میری گاڑی میں بیٹھنا۔!"

"کک.... کیوں....؟"

"یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ اُس نے کسی کو ہماری نگرانی کے لئے مقرر کیا ہے یا نہیں۔!"

عمران کا خیال غلط نہیں ثابت ہوا تھا۔ گاڑی تھوڑی ہی دور چلی ہو گی کہ ایک موٹر سائیکل نمایاں طور پر تعاقب کرتی ہوئی نظر آئی تھی۔

"مجھ پر نظر رکھنے کے علاوہ اور کیا ہدایات ملی تھیں۔!" عمران نے ونڈ شیلڈ پر نظر جمائے ہوئے لڑکی سے سوال کیا۔!

"مجھے صرف آپ اور سر سلطان کے مابین ہونے والی گفتگو سننی ہوتی تھی۔!"

"کب سے یہ سلسلہ جاری ہے....؟"

"گذشتہ بارہ یوم سے....!"

"تم کس طرح ہماری گفتگو سنتی تھیں۔!"

"اُس نے مجھے ایک چھوٹا سا الیکٹرونک بگ اور اُس کا ریسیور دیا تھا۔ الیکٹرونک بگ اب بھی سر سلطان کی میز کے نیچے پوشیدہ ہوگا۔ ریسیور میرے پاس موجود ہے۔!"

"یہ چیزیں اُس نے تمہیں براہِ راست نہ دی ہوں گی۔!"

"نہیں براہِ راست دی تھیں اور اُن کا استعمال بھی بتایا تھا۔!"

"یقین کرو.... وہ تمہیں ضرور مار ڈالے گا.... اگر تم نے میرے مشوروں پر عمل نہ کیا۔!"

وہ تھوک نگل کر بولی "گاؤں میں تو بالکل ہی غیر محفوظ رہوں گی.. اُسے میرے گاؤں کا علم ہے۔!"

"تب تو وہاں جانا فضول ہے۔ خیر کچھ اور سوچتے ہیں۔ کیا معاوضہ دے رہا ہے ان خدمات کا....!"

"کچھ بھی نہیں۔!"

"بہت بھولی ہو.... شائد تم سے بھی شادی کر لینے کا وعدہ کیا ہو۔!"

اُس نے بوکھلا کر عمران کے چہرے کی طرف نظر اٹھائی تھی اور عمران بولا تھا۔ "قابو میں نہ آنے والی لڑکیوں کو اسی طرح رام کرتا ہے۔!"

"میں کیا کروں....!" اُس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"فی الحال جان بچانے کی کوشش کرو.... یہاں بھی تمہارے لئے کسی محفوظ جگہ پر رہائش کا انتظام ہو سکتا ہے۔ لیکن تمہیں اُس وقت تک نظر بندوں کی سی زندگی بسر کرنی پڑے گی جب تک میں کہوں۔!"

وہ خاموش رہی.... عقب نما آئینے میں اب بھی وہ موٹر سائیکل دکھائی دے رہی تھی جس نے کیفے میزان کے قریب سے گاڑی کا تعاقب شروع کیا تھا۔

"ہمارا تعاقب جاری ہے....!" اُس نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن تم مڑ کر پیچھے نہ دیکھنا۔!"

"مم.... میرا سر چکرا رہا ہے.... غشی طاری ہو رہی ہے۔!"

"خود کو سنبھالو اور بے فکر ہو جاؤ.... وہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ تعاقب کرنے والے کو اس کا موقع نہیں دیا جائے گا کہ وہ اُسے اپنی رپورٹ دے سکے اور تم اپنے نابینا باپ سمیت کسی محفوظ مقام پر پہنچا دی جاؤ گی۔!"



ربیکا یا رقیہ نے تو پرانے مسلمانوں کے بھی چھکے چھڑا کر رکھ دیئے تھے۔ بات بات پر الجھتی تھی۔ اس وقت پردے کی بحث چھڑی ہوئی تھی۔

"تم لوگ گمراہ ہو گئے ہو۔!" وہ کہہ رہی تھی۔ "میں تو اب ہرگز بے پردہ باہر نہیں نکلوں گی۔ طاہر کو مجبور کرو کہ میرے لئے برقعہ خرید لائے اور تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم بے پردہ کیوں ہو گئی ہو۔!"

"میں ایک آفس میں کام کرتی ہوں.... اور وہاں پردے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔!" رخسانہ ہنس کر بولی۔

ماں کو یہ باتیں معلوم ہوئیں تو جوشِ مسرت سے اُس کا چہرہ دمکنے لگا۔! رخسانہ سے بولی۔ "دیکھ اسے کہتے ہیں نورِ ایمان.... جسے بھی اوپر والا عطا کر دے.... صدقے تیری شان کریمی کے.... ایک میم.... ایسی باتیں کر رہی ہے.... اور ہمارے دیدوں کا پانی مرتا جا رہا ہے۔!"

جب ربیکا تک اُس کی بات پہنچی تو اُس نے کہا۔ "تمہارے پُرانے لوگوں میں کسی قدر اسلام باقی ہے لیکن نئے لوگ۔!"

"نئے لوگ حالات سے مجبور ہیں۔!" رخسانہ بولی۔ "اب مجھے ہی دیکھو کوئی مرد کمانے والا نہیں ہے۔ تو پھر کیا ہم فاقے کریں اور مر جائیں۔!"

"تمہاری اسلامی حکومت عورتوں کے لئے کوئی الگ انتظام کیوں نہیں کرتی۔ تمہیں مردوں کے دوش بدوش لانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم لوگ تو تنگ آ گئے ہیں اس زندگی سے.... ہماری عورتیں اب صرف گھروں ہی کی ذمہ داریاں سنبھالنا چاہتی ہیں۔ گھروں تک محدود رہنا چاہتی ہیں۔!"

"بس کرو....!" رخسانہ ہنس کر بولی۔ "ہمیں بگاڑ کر اب خود گھروں میں بیٹھنا چاہتی ہو۔!"

"پتا نہیں خود ہم لوگ کیسے بگڑے تھے۔! ایک صدی پہلے ہمارے نچلے طبقوں کی عورتیں بھی گھروں تک محدود تھیں۔ آہا.... لیکن ٹھہرو.... پھر وہ شیطانی دور بھی تو آیا تھا جسے صنعتی انقلاب کا دور کہا جاتا ہے۔ سرمایہ دار ابھرے تھے اور انہوں نے سارے وسائل کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ متوسط طبقہ مفلوک الحالی میں مبتلا ہو گیا تھا اور اُس کی عورتیں گھروں سے باہر نکل آئی

تھیں۔ ہم اس طرح بگڑے تھے اور اب یہی کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے.... تم سب بھی سرمایہ داروں کی ترقیوں کے لئے کوشاں ہو۔!"

"ارے تم مذہب سے سیاست کی طرف آگئیں۔!" رخسانہ پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی۔

"میں پاگل ہو جاؤں گی۔ جن لوگوں میں پناہ لینے آئی تھی وہ پہلے ہی سے ہمارے ہی نقش قدم پر چل رہے ہیں۔!"

"میں طاہر صاحب سے کہوں گی کہ وہ تمہارے لئے برقعہ خرید لائیں اپنے لئے بھی خریدوں گی۔ لیکن دفتر تو بے پردہ ہی جانا پڑے گا۔ ورنہ سب لوگ مضحکہ اڑائیں گے۔!"

رات کو طاہر آیا تو رخسانہ نے اُسے آج دن بھر کی روداد سناتے ہوئے کہا۔ "وہ کہتی ہیں کہ میں برقعے کے بغیر باہر نہیں نکلوں گی۔!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے....!" طاہر نے خوش ہو کر کہا۔ "ویسے میں خود بھی نہیں چاہتا کہ وہ ابھی باہر نکلے۔!"

"کیوں....؟" رخسانہ نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے کسی مردود عزیز نے فرانس سے اُس کی تصویر میرے گھر والوں کو بھجوادی ہے اور وہ اُسے سارے شہر میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔!"

"کمال ہے....! لیکن وہ اب کریں گے کیا....؟"

"اگر اس تک اُن کی رسائی ہوگئی تو ہماری زندگی تلخ کر کے رکھ دیں گے۔!"

"آخر کب تک....؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ اسے یہاں سے لے کر کہیں باہر ہی چلا جاؤں.... یہی کرنا پڑے گا مجھے ورنہ یہاں زندہ رہنا محال ہو جائے گا۔!"

"کتنی بُری بات ہے.... ارے رقیہ بھابی تو ہم سے بھی بہتر ہیں۔!"

"تمہارے خیالات معلوم کر کے خوشی ہوئی۔!"

"یقین کیجئے.... آپ خوش قسمت ہیں۔!"

"اب تم ہی بتاؤ کہ ایسی فطرت سے میں کیسے متاثر نہ ہوتا۔!"

"اچھی بات ہے.... تو آپ ابھی ہرگز برقعہ نہ لائیے گا۔ اسی بہانے وہ گھر ہی تک محدود رہیں گی اور آپ کسی دشواری میں نہیں پڑیں گے۔!"

"میں تم لوگوں کا بے حد شکر گزار ہوں۔!"

"ارے رقیہ بھابی کے لئے تو جان تک دی جاسکتی ہے۔!"

"پتا نہیں تم بھائی بہن کیا باتیں کر رہے ہو....!" ربیکا بول پڑی۔

"رخسانہ تمہیں دنیا کی عظیم ترین عورت ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔!"

"پچاس سال پہلے یہیں کی ہر عورت عظیم عورت رہی ہوگی۔ ویسے میں سمجھتی ہوں پردے کی بات ہو رہی ہوگی یہ مجھ سے باہر چلنے کو کہتی ہیں اور میں کہتی ہوں کہ برقعے کے بغیر اب باہر نہیں نکلوں گی۔!"

"آجائے گا.... برقعہ بھی آجائے گا۔!"

"مجھے باہر نکلنے کا شوق نہیں ہے.... دن بھر ماں کا ہاتھ بٹاتی ہوں.... گھر کے کاموں میں اس طرح حقیقی مسرت سے ہم کنار ہوتی ہوں۔!"

طاہر کچھ نہ بولا۔ رخسانہ نے ہنس کر کہا۔ "مجھے تو اب کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا۔ آفس سے آکر چین سے لیٹ جاتی ہوں۔!"

"پھر تم کیوں چاہو گی کہ ایسی بھابی کہیں اور چلی جائے۔!" طاہر مسکرا کر بولا۔

"یقین کیجئے ان کی جدائی کے تصور ہی سے دل خون ہو جاتا ہے۔!"

"کیا مجھ سے بھی چھین لینے کا ارادہ ہے۔!"

"بس اب تو ساتھ ہی رہنے کو دل چاہتا ہے۔!"

"ہاں ہم ساتھ ہی رہیں گے....!" رقیہ رخسانہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔!



صفدر اور نیمو موٹر سائیکل سوار کا تعاقب کر رہے تھے....! عمران نے ٹرانس میٹر کے ذریعہ بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے کچھ ہدایات دی تھیں اور بلیک زیرو نے انہیں صفدر اور نیمو تک پہنچادیا تھا۔ وہ ایک گاڑی میں روانہ ہوئے تھے اور عمران سے رابطہ قائم کیا تھا۔ پھر براہِ راست عمران ہی سے.... انہیں ہدایات ملنے لگی تھیں اور بالآخر انہوں نے اُسے جالیا تھا۔ موٹر سائیکل پر بھی نظر پڑی تھی اور نیمو بے ساختہ چونک کر بولا تھا۔ "یار مجھے تو یہ کوئی عورت معلوم ہوتی ہے۔!"

"ہو سکتا ہے....!"

"مذاق نہیں....!ذرا رفتار تیز کرو....!"

"نہیں اتنا ہی فاصلہ مناسب ہے۔!"

"بال سمیٹ کر خود کے نیچے چھپا لئے ہیں اور چمڑے کی جیکٹ کی بنا پر جسامت کسی قدر مردانہ لگ رہی ہے۔!"

"تمہیں عورتوں کے خواب آنے لگے ہیں۔!"

"پچاس پچاس روپے کی ہوتی ہے۔!"

"میں نے تمہارے خیال کی تردید تو نہیں کی۔!"

دفعتاً صفدر نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹرانس میٹر کا ریسیور نکالا اور عمران سے مخاطب ہوا۔"ہم اُس سے قریباً پچاس گز کے فاصلے پر ہیں۔!"

"ٹھیک ہے....!یہی فاصلہ برقرار رکھو....!"دوسری طرف سے آواز آئی۔

"مزید کوئی ہدایت....!"

"میں اگلے چوراہے سے بائیں جانب مڑوں گا۔ پھر دو ڈھائی میل آگے جا کر اگر موقع دیکھو تو اُسے گھیرنے کی کوشش کرو۔ خیال رہے کہ اُسے وہیں سے براہِ راست سائیکو مینشن پہنچانا ہو گا۔!"

"بیہوش کرنا پڑے گا۔!"

"ظاہر ہے....!"دوسری طرف سے آواز آئی "ڈارٹ گن....!"

"بہت بہتر....!"صفدر نے ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

"یہ خوب رہی.... میاں عورت ہے اسے لکھ لو....!"نیمو نے کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے....!"

"ڈارٹ گن چلاؤ گے بیچاری پر....!"

"اگر تم کسی دوسرے طریقے سے بیہوش کر سکو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔!"صفدر طویل سانس لے کر بولا۔

گاڑیوں کی دوڑ جاری رہی.... اگلے چوراہے سے عمران نے اپنی گاڑی بائیں جانب موڑی تھی اور نیمو اچھل پڑا تھا۔

"کمال ہے....!"اُس نے صفدر کے زانو پر ہاتھ مار کر کہا۔"عمران صاحب کی گاڑی میں

بھی کوئی عورت ہے۔!"

"میں بھی تو کوئی عورت نہیں لگ رہا۔!"

"میں قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ بھی کوئی عورت ہی ہے۔!"

"بس ختم کرو....! ہو گی....!"

"ایک عورت ساتھ اور دوسری تعاقب کر رہی ہے۔!"

"کچھ ادھر اُدھر گھروں میں بھی بیٹھی عمران ہی کے گیت گا رہی ہوں گی۔ آخر تم اتنے حیرت زدہ کیوں ہو۔!"

"عورتوں کے معاملے میں بے حد بدذوق آدمی ہے۔!"

صفدر کچھ نہ بولا.... موٹر سائیکل بھی بائیں جانب مڑی تھی۔ صفدر کی گاڑی کا رخ بھی ادھر ہی ہو گیا۔

"چکر کیا ہے....؟"نیمو نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"چکر بھی وہی حضرت جانیں۔!"

"یہ طریق کار بسا اوقات بڑی دشواریوں میں ڈال دیتا ہے۔!"

"ایکس ٹو کی پالیسی بدلوا سکو تو کوشش کر دیکھو.... ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔!"صفدر سر ہلا کر بولا۔

"یار بے حد خونخوار آدمی ہو گا۔!"

"لیکن عمران صاحب کبھی کبھی اُس سے اپنی بات بھی منوا لیتے ہیں۔!"

"مسخرے تو بادشاہوں کی دھجیاں بھی اڑا دیا کرتے تھے۔!"

"کیا بولتے رہنا ضروری ہے....!"صفدر نے خشک لہجے میں کہا۔

"خیر ختم کرو...اب تو آگے پیچھے کوئی گاڑی بھی نہیں دکھائی دیتی قریب قریب سناٹا ہے۔!"

"ذرا صبر کرو....!"صفدر نے کہا اور پھر ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے سے نکال کر عمران کو متوجہ کیا۔

"ہلو!"اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔"اب آپ اپنی گاڑی کی رفتار کم کر کے کچے میں اتار دیجئے۔!"

"ٹھیک ہے....!"دوسری طرف سے آواز آئی۔

موٹر سائیکل کی رفتار بھی کم ہوئی تھی۔ لیکن وہ کچے میں عمران کی گاڑی کے پیچھے نہ جا سکی

سیدھی نکلی چلی گئی.... صفدر نے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھائی اور موٹر سائیکل کے برابر پہنچ گیا۔!

وہ سچ مچ عورت ہی تھی....! جین اور جیکٹ میں ملبوس سر پر آہنی خود اس طرح منڈھا ہوا تھا کہ بال چھپ گئے تھے۔! اُس نے سر گھما کر کینہ توز نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

ادھر صفدر نے اپنی گاڑی کو بائیں جانب دبانا شروع کیا۔ موٹر سائیکل سے فاصلہ بتدریج کم ہوتا جارہا تھا۔ جب صرف ایک فٹ کا فاصلہ رہ گیا تو عورت چیخ کر بولی "کیا ارادے ہیں.... موت تو نہیں آئی۔!"

پھر یک بیک اُس نے بریک لگایا تھا۔! صفدر بھی غافل نہیں تھا۔ اُس کی گاڑی کے بریک بھی چرچرائے تھے۔!

عورت نے دونوں پیر سڑک پر ٹکا دیئے تھے اور انہیں گھورے جارہی تھی۔ دفعتاً صفدر نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ڈارٹ گن نکالی جو اعشاریہ تین دو کے پستول سے زیادہ بڑی نہیں تھی۔

"کک.... کیا مطلب....!" وہ بائیں جانب جھکتی ہوئی ہکلائی۔

دوسرے ہی لمحے میں صفدر نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا تھا۔ ڈارٹ نکل کر عورت کے کان کے قریب گردن میں پیوست ہوگئی۔

"یہ.... یہ.... کک.... کیا....!" عورت کی آنکھیں پھیل گئیں اور پھر ان کی ہیئت میں بے بصارتی کی جھلکیاں بھی ملنے لگیں۔!

نیمو دروازہ کھول کر نیچے کودا اور قریب تھا کہ عورت موٹر سائیکل کی سیٹ سے پھسل جاتی اُس نے جھپٹ کر اُسے سنبھال لیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اُن کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر غافل پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے اس کو ایک چادر میں اچھی طرح ڈھانپ دیا تھا۔ قبول صورت اور صحت مند عورت تھی۔ عمر پچیس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ مقامی ہی معلوم ہوتی تھی۔ واپسی کے سفر میں صفدر خاصی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ عمران کی گاڑی کہیں بھی نہ دکھائی دی۔

"پتا نہیں بیچاری کون ہے....! یہ بھی تو ممکن ہے عمران صاحب غلط فہمی میں مبتلا ہوں.... ایسے اتفاقات پیش آتے رہتے ہیں۔!"

"کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوا ہے....!" صفدر نے سوال کیا۔

"نہیں....! مجھے حالات کا علم نہیں ہے۔!"

"تو پھر رائے زنی بھی نہ کرو....!"

"اُوہو.... میرا خیال ہے کہ پوری ٹیم میں اُن کے سب سے بڑے طرف دار تمہی ہو۔!"

"اس لئے کہ میرے علاوہ شائد ہی کوئی انہیں اچھی طرح جانتا ہو۔!"

"اور میں نے یہ بھی محسوس کیا ہے کہ وہ بات بات پر تمہارا مضحکہ بھی نہیں اڑاتے ورنہ شائد ہی کوئی بچا ہو۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔ گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی اور وہ بالآخر سائیکو مینشن آپہنچے۔

قریباً آدھے گھنٹے کے بعد اُس عورت نے آنکھیں کھولی تھیں چند لمحے چھت کی طرف دیکھتی رہی تھی پھر گردن گھمائی اور ان دونوں پر نظر پڑتے ہی بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔

وہ خاموش بیٹھے رہے اور وہ غصیلے لہجے میں بولی۔ "آخر یہ سب کیا ہے.... تم لوگ کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو....؟"

"تم بتاؤ کہ تم کون ہو.... اور کیا چاہتی ہو....؟" نیمو نے اُسی کے سے لہجے میں سوال کیا۔

"پاگل معلوم ہوتے ہو....! کیا میں تم دونوں کو یہاں اٹھا لائی ہوں۔!"

"ایسا مقدر کہاں اپنا....!" نیمو ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"واقعی ایسا مقدر نہیں ہو سکتا....! کیونکہ صورت ہی سے چغد لگ رہے ہو۔!" اُس نے تڑسے کہا اور نیمو دنگ رہ گیا۔

عورت کمزور اعصاب کی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اول اول جو اضطراب اُس کے چہرے پر نظر آیا تھا اب اس کا کہیں پتا نہ تھا۔!

صفدر نے نیمو کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی اور مسکرا کر بولا۔ "کوئی اور اس طرح اظہارِ خیال کرتا تو مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے۔!"

"ارے تو تمہی کون سے بڑے گلفام ہو....!" عورت نے ہاتھ نچا کر کہا۔

"بس....!" صفدر اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "تم اس گاڑی کا تعاقب کیوں کررہی تھیں۔!"

"تم سے مطلب....؟"

"نہیں....! مجھ سے غلطی ہوئی.... سوال اس طرح ہونا چاہئے....! تمہیں کس نے اس کام پر مامور کیا تھا۔!"

"یہ بھی غلط ہے....!" عقب سے عمران کی آواز آئی۔ "یہ پوچھو کہ تمہیں پیدا ہو جانے کا

مشورہ کس نے دیا تھا۔!"

وہ دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو رہا تھا.... عورت چونک کر اُسے گھورنے لگی.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمران کی شکل دیکھتے ہی شدت سے غصہ آ گیا ہو۔!"تو یہ تمہاری حرکت تھی بے ایمان....!" وہ دانت پیس کر بولی۔

عمران خاموش کھڑا رہا۔ ویسے پل بھر کے لئے اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار ضرور نظر آئے تھے۔

"میں نہیں جانتی تھی کہ تم اتنے گرے ہوئے آدمی ثابت ہو گے۔!"

اب صفدر اور نیمو نے بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ عورت کے لہجے سے ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے دونوں کے درمیان پرانی شناسائی ہو۔!

عمران خاموش ہی رہا۔ عورت کڑک کر بولی۔ "بتاؤ وہ کتیا کون ہے جسے ساتھ لئے گھوم رہے تھے۔!"

"کتیا نہیں.... لڑکی ہے....!" عمران بولا۔

"حد ہو گئی.... بے غیرتی کی.... تم نے میری زندگی برباد کر دی۔!"

"جج.... جیج....!" عمران کی آنکھیں نکل پڑیں۔

"کیا وہ سب کچھ فریب تھا۔ وہ خوبصورت باتیں.... وہ زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ۔!"

"ارے باپ رے....!" عمران دونوں ہاتھوں سے پیٹ تھام کر رہ گیا۔!

صفدر اور نیمو معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔

"بولو.... خاموش کیوں ہو گئے....!" وہ بے حد جذباتی انداز میں کہتی رہی۔ "تم تو کہا کرتے تھے جب سے تمہیں دیکھا ہے کوئی صورت نظر پہ چڑھتی ہی نہیں.... پھر وہ کون ہے جسے تم ساتھ لئے پھرتے ہو.... بولو.... بتاؤ.... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ان دونوں غنڈوں سے میرے ساتھ یہ برتاؤ کراؤ گے۔!"

"غنڈوں۔!" عمران کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ کر رہ گئے اور وہ اُن دونوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔

اُدھر وہ دونوں بھی جواب طلب نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہے تھے۔

"تم خاموش کیوں ہو.... میری بات کا جواب دو۔!"

"محترمہ.... محترمہ.... شائد یہ ہماری پہلی ملاقات ہے....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"دغا باز....!" وہ دانت پیس کر بولی۔ "یہ تم کہہ رہے ہو.... تم.... جس نے مجھے کہیں کا نہ رکھا.... جھوٹے وعدے کر کے لوٹ لیا۔!"

"ٹھہریئے....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا.... ڈائری دیکھنی پڑے گی.... کیا آپ کو وہ تاریخ یاد ہے جب ہم پہلی بار ملے تھے۔!"

"ارے مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے صدیاں بیت گئی ہوں تمہارے ساتھ۔!"

"محسوسات کی بات نہ کیجئے....! یہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے! زندگی کی تیز رفتاری میں شکلیں تو یاد نہیں رہتیں نام کسے یاد رہیں گے.... نام اور تاریخ پلیز....!"

"فریبی.... مکار....!"

"میں پہلے ڈائری دیکھ لوں پھر ایسے حتمی فیصلے صادر فرمایئے گا۔!" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے جانے دو....!" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... بیٹھ جایئے.... آپ نے مجھ پر فریبی ہونے کا الزام لگایا ہے۔!" عمران نے کہا اور صفدر سے بولا۔ "ذرا میری ڈائری تو اٹھا لانا....!"

"کک.... کون سی ڈائری....!"

"کوئی پچاس ڈائریاں ہیں میرے پاس....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "جاؤ اسی سال والی ڈائری چاہئے جس پر جولیانا فٹنر واٹر تحریر ہے۔!"

صفدر نے سر کو جنبش دی سمجھ گیا تھا کہ وہ جولیانا کو بلوانا چاہتا ہے.... وہ دروازے کی طرف بڑھا.... نیمو بھی اٹھا تھا۔

"جی نہیں....!" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آپ تشریف رکھئے.... اس آزاد نظم کے بعد بھی آپ مجھے یہاں تنہا چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔!"

نیمو کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"ہنسئے نہیں.... عبرت پکڑیئے....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "اگر مجمع زیادہ ہو جائے تو نام تک یاد نہیں رہتے۔!"

"آخر تم کیسی باتیں کر رہے ہو....!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"ڈائری آ جانے دیجئے.... پھر آپ سے بات کروں گا۔!"

وہ مزید کچھ کہنے والی تھی کہ جولیا کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس کے پیچھے صفدر تھا۔

"اس عورت کو جانتی ہو....!" عمران نے جولیا سے پوچھا۔

"کیوں نہیں....! یہ پرنس ہوٹل کی پرچیز آفیسر ریکھا ہے۔!"

"تو....نام تو ہوا ریکھا....! اب یہ بتاؤ کہ میری اس سے پہلے ملاقات کب ہوئی تھی؟"

"میں بتاؤں....؟" جولیا غرائی۔

"ہاں ہاں.... اس کا دعویٰ ہے کہ میں نے اس سے شادی کا وعدہ کیا ہے۔!"

"شادی کا وعدہ.... اور تم....!" جولیا نے استہزائیہ سا قہقہہ لگایا۔

"کک.... کیوں....؟" عمران ہکلایا۔

"ہو سکتا ہے کر لیا ہو وعدہ.... لیکن ابھی تم شادی کے قابل کہاں ہوئے ہو۔!"

"سنا تم نے....!" عمران نے خوش ہو کر ریکھا سے پوچھا۔

"لیکن.... یہ تو نہیں تھی گاڑی میں....!" ریکھا اس بار انگلش ہی میں بولی۔

"ڈائری ساتھ نہیں لئے پھرتا.... یہ یہیں رکھی رہتی ہے۔!" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب....؟" جولیا نے جارحانہ انداز میں پوچھا۔

"مطلب بعد میں بتاؤں گا.... فی الحال یہ مسئلہ درپیش ہے کہ یہ کس کے کہنے سے میرا تعاقب کر رہی تھی۔!"

"تم اب بھی وہی بکواس کئے جاؤ گے ظالم آدمی۔!" ریکھا نے کسی قدر دردناک لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ....!" عمران کا لہجہ یکلخت بدل گیا۔

"اوہ.... تو اب دھونس جماؤ گے....!" ریکھا نے بھی آنکھیں نکالیں۔

"اس وہم میں نہ رہنا کہ اب تمہارا باس انور سردار تمہارے لئے کچھ کر سکے گا۔ میری مملکت میں کسی کی بھی نہیں چلتی۔!"

"باس کا نام کیوں لے رہے ہو۔!"

"اس لئے کہ تم محض دکھاوے کی پرچیز آفیسر ہو۔!"

"ایسی بیوقوفی کی باتیں میں نے پہلے کبھی نہیں سنیں۔!"

"تب تو تمہارا یہ دعویٰ باطل ہے کہ تم اسے پہلے ہی جانتی ہو....!" جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔ "بیوقوفی کی باتوں کے علاوہ رکھا کیا ہے اس بیچارے کے پاس۔!"

"مجھے جانے دو....!" ریکھا پھر اٹھی۔

"ہلدا کارلوس کہاں ہے....؟" عمران اُس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"میں کسی ہلدا کارلوس کو نہیں جانتی۔!"

"ہو سکتا ہے نہ جانتی ہو۔ لیکن تمہیں انور سردار ہی نے میرا تعاقب کرنے کا حکم دیا تھا۔!"

"باس حکم دیتا ہے اور ملازم تعمیل کرتے ہیں۔!"

"شادی کا وعدہ یاد دلانا ہی شائد تعمیل حکم کا دوسرا نام ہے۔!"

"وہ تو میں نے بات بنائی تھی۔!"

"تو تمہیں اعتراف ہے کہ انور سردار....!"

"ہاں.... ہاں مجھے اعتراف ہے۔ میں اُس وقت سے تمہاری نگرانی کر رہی ہوں جب سے تم نے ان کی محبوبہ مس نوشاد کے ساتھ گھومنا شروع کیا ہے۔ بے حد شکی مزاج کے آدمی ہیں۔!"

"یہ دوسری ہوئی....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"اگر تم اس حد تک اُس کے اندرونی معاملات میں دخیل ہو تو پھر ہلدا کارلوس کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہو گی۔!"

"کہتے رہو....!" وہ لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر بولی۔

"یہاں سے باہر نہیں جا سکتیں اور تمہیں مزید سوچنے کا موقع بھی دینا چاہتا ہوں۔!" عمران نے کہا۔ پھر اُس نے دوسروں کو بھی باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔!

ریکھا جہاں تھی وہیں بیٹھی رہی۔! وہ چلے گئے اور اُس نے دروازے کے قفل میں کنجی گھومنے کی آواز سنی۔

یک بیک اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار دکھائی دیئے.... جیسے اب تک محض دکھاوے کے لئے اکڑ قائم رکھی تھی۔



مس نوشاد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔! وہ ایک بڑی سی عمارت میں لائی گئی

تھی اور عمران اُسے وہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اپنے نابینا باپ کے لئے.... پریشان تھی جب مقررہ وقت پر وہ گھر نہ پہنچی ہو گی تو اُس کا کیا حال ہوا ہو گا۔

مس نوشاد کی آنکھیں بھر آئیں۔ عمران نے تو وعدہ کیا تھا کہ اُس کے باپ کی بھی حفاظت کی جائے گی۔ لیکن کس طرح....؟ اُسے کہاں لے جایا جائے گا۔ اُس کی وضاحت نہیں کی تھی۔!

یہاں اِس عمارت میں کئی افراد تھے اور اُن کا رویہ خادمانہ تھا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے پوچھتے رہتے تھے کہ اُسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ٹھیک آٹھ بجے انہی میں سے ایک نے اطلاع دی تھی کہ اُسکی فون کال آئی ہے اور اُسے اُس کمرے میں لے گیا تھا جہاں انسٹرومنٹ رکھا ہوا تھا۔!

دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔!"

"قطعی نہیں....! لیکن میرے پاپا....!"

"مطمئن رہو.... وہ محفوظ ہیں اور انہیں سب کچھ سمجھا دیا گیا ہے.... خود بھی سرکاری ملازم رہ چکے ہیں اس لئے انہیں حالات کا اندازہ ہے.... تم اس وقت اُن سے فون پر گفتگو کر سکو گی.... کیا انہیں ریسیور دوں۔!"

"نہیں....! فی الحال میں خود میں ہمت نہیں پاتی.... آخر میں انہیں کیا بتاؤں گی۔!"

"ٹھیک ہے....! میں سمجھتا ہوں....! ہاں پرنس کی پرچیز آفیسر ریکھا کو جانتی ہو۔!"

"بس صورت آشنا ہوں....! کبھی بات چیت نہیں ہوئی۔!"

"وہی ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔!"

"میں سمجھی تھی کوئی مرد ہے۔!"

"مردانہ لباس میں تھی اور خاصے فاصلے پر تھی اس لئے میں بھی اندازہ نہیں کر پایا تھا۔!"

"تو اس کا کیا ہوا....!"

"ہوتا کیا.... واپس جا کر اپنے باس کو اطلاع نہیں دے سکی۔!"

"تو مجھے کب تک یہاں رہنا پڑے گا۔!"

"جب تک ضرورت ہو گی.... ویسے تمہارے پاپا تم سے زیادہ دور نہیں ہیں....! اسی عمارت میں ہیں۔ لیکن میں بھی مناسب نہیں سمجھتا کہ تم ابھی اُن سے ملو....!"

"لیکن میں فوری طور پر آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔!"

"کوئی خاص بات....!"

"ہو سکتا ہے کوئی خاص بات پیدا ہو ہی جائے۔ ابھی تک میں آپ کی باتوں کے جواب دیتی رہی ہوں آپ سے کچھ نہیں پوچھا۔!"

"فون پر پوچھ سکتی ہو....!"

"کیا یہ مناسب ہو گا۔!"

"فکر نہ کرو.... یہاں کی لائنیں محدود نظام سے تعلق رکھتی ہیں۔!"

"آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ آخر یہ سب کچھ ہو کیا رہا ہے۔!"

"تم نے بھی تو نہیں بتایا کہ اُس نے تمہیں اس کام پر آمادہ کیسے کیا تھا....! تم ایسی تو نہیں معلوم ہوتیں کہ کوئی غیر قانونی کام کر گزرو۔!"

"میں کوئی غیر قانونی کام نہیں کر رہی تھی۔! مجھے ان بڑے افسروں کی غیر قانونی حرکات کا پردہ فاش کرنا تھا جو قانون کا احترام نہیں کرتے۔!"

"تمہاری بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی۔ ریسیور رکھ دو میں خود ہی آرہا ہوں۔!" اور پھر پانچ منٹ کے اندر ہی اندر وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔!

"تم تو رہ رہ کر ہوش اڑا رہی ہو....!" اُس نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود بھی سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"عمران صاحب....! حقیقتاً مجھ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا.... انور سردار ایک محبِ وطن آدمی ہے۔!"

"ہم سبھی محبِ وطن ہیں اپنے اپنے طور پر.... میں بیوقوفی کو رواج دینے کی کوشش میں لگا رہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے انور سردار کے سلسلے میں مجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔ بڑی مہربانی ہو گی تمہاری اگر اس سلسلے میں میری رہنمائی کرو۔!"

"آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔!"

"یہی کہ انور سردار وطن کی محبت میں کیا کر رہا ہے۔!"

"وہ آج کل سر سلطان کو اسٹڈی کر رہے ہیں۔!"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا۔!"

"اُنہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ آپ جیسے غیر متعلق آدمی کو سرکاری رازوں سے آگاہ کریں۔ آخر آپ کی حیثیت کیا ہے.... یہ عالی شان عمارت آپ کے ہاتھ کیسے لگی یہاں کی شان و شوکت

اور ملازمین کی فوج دیکھ کر میری عقل دنگ رہ گئی ہے۔!"

"واقعی یہ بات تو سوچنے کی ہے۔!" عمران اس طرح بولا جیسے کسی اور کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی ہو۔!

"آپ سر سلطان سے سرکاری راز حاصل کر کے غیر ملکی ایجنٹوں کے ہاتھوں بھاری داموں میں فروخت کرتے ہیں اور اس میں سر سلطان کا بھی حصہ ہوتا ہے۔!"

"خدا کی پناہ....!" عمران دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر کراہا۔ وہ اُسے عجیب سے نظروں سے دیکھے جارہی تھی۔ بالآخر عمران نے کہا۔ "لیکن پہلے تم اتنی نروس کیوں ہوگئی تھیں کہ جو کچھ میں کہتا رہا کرتی رہیں۔!"

"بعض باتیں ذرا دیر سے سمجھ میں آتی ہیں۔!"

"اور اس طرح سمجھ میں آتی ہیں کہ بساط بھی اُلٹ جاتی ہے....!"

"میرے پاپا کہاں ہیں۔!"

"آرام سے ہیں.... اُن کی فکر نہ کرو.... ہاں تو سردار کو اس پر اعتراض ہے کہ سر سلطان مجھے سرکاری رازوں میں شریک کر لیتے ہیں۔!"

"وہ ایسے سارے آفیسروں کی نگرانی کرا رہے ہیں جو محکموں کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔!"

"اچھا.... اچھا.... میں سمجھ گیا.... بھلا وہ کون کون سے محکمے ہیں۔!"

"مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے، سردار نے مجھے اتنا ہی بتایا تھا۔!"

"بہر حال تم سے پھر بیوقوفی سرزد ہوگئی ہے.... اگر مجھے اور سر سلطان کو مجرم سمجھتی ہو تو اتنی کھل کر گفتگو نہ کرنی چاہئے تھی....! اب تم کیا یہ سمجھتی ہو کہ میری طرف سے کسی رعایت کی گنجائش رہ گئی ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"اب اپنے باپ سمیت خود کو میری قیدی سمجھو....! میں کب چاہوں گا کہ میری یا سر سلطان کی گردن کٹ جائے.... اب تو ہم دونوں بہت زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔!"

"تم مجھے قید میں نہیں رکھ سکتے....!" یک بیک وہ جھلا کر بولی۔

"ابھی تک تو وہی ہوا ہے جو میں نے چاہا ہے۔!"

"دیکھا جائے گا.... آپ کچھ بھی کریں عمران صاحب سردار کو اس کی اطلاع ہو جائے گی کیونکہ وہ سر سلطان کے آفس کے باہر بھی آپ کی نگرانی کراتے رہے ہیں۔!"

"اُف.... فوہ....! یہ نئی اطلاع بھی پھسل ہی گئی آپ کی زبان سے.... واقعی یہ سردار بالکل چغد ہی معلوم ہوتا ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"اُس کے بارے میں سب کچھ مجھے بتائے دے رہی ہو.... آخر اُس نے کیا سمجھ کر آپ کو اپنے اس راز میں شریک کیا تھا۔!"

وہ کچھ نہ بولی.... اُس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنی قابو میں نہ رہنے والی زبان کو دل ہی دل میں کوس رہی ہو۔!"

"یہ اُس کی پرانی کمزوری تھی کہ دوسروں سے خود کو طباع اور ذہین تسلیم کرا لینے کے چکر میں کبھی کبھی اپنی کھال سے بھی باہر نکل جانے کی کوشش کرتی تھی۔ ویسے حقیقتاً وہ اتنی ذہین تھی اور نہ اتنی سمارٹ۔!"

عمران خاموشی سے اُس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اچانک اُس نے زور زور سے رونا اور اپنے بال نوچنا شروع کر دیتے تھے۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کسی قسم کا دورہ پڑ گیا ہو۔



رخسانہ متحیر رہ گئی جب اُس نے ربیکا یا رقیہ کو چوتھے دن ہی اردو بولتے سنا۔ وہ تو بالکل اُسی کی طرح اُردو بول رہی تھی اور اُس کی ماں کی ہو بہو نقل اتار کر رکھ دی تھی۔ بالکل اُسی کے سے انداز میں کہہ رہی تھی "رخسانہ بیٹی! میرے تو پہونچے دکھنے لگے اب یہ دو فراکیں تم دھو ڈالو۔!"

"بتاؤ نا....! میں صرف نقل اُتار سکتی ہوں مفہوم سے بے خبر ہوں....!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ تم اتنی کامیاب نقال ثابت ہوگی۔!" رخسانہ نے کہا اور ربیکا ہنس پڑی۔ پھر رخسانہ اُسے اُس جملے کا مفہوم بتانے لگی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ مجھے اسٹیج ڈراموں سے دلچسپی رہی ہے۔!" ربیکا نے کہا۔!

"میک اپ بھی کر سکتی ہوں.... کہو تو تمہاری شکل ہی بدل کر رکھ دوں کبھی تم نے غور کیا کہ میری

ناک اور دہانے کی بناوٹ تمہارے دہانے اور ناک کی بناوٹ سے کتنی ملتی جلتی ہے۔!"

"نہیں تو....!" رخسانہ بولی۔

"بالکل یکساں ہیں....! یقین کرو.... البتہ میری آنکھوں کی بناوٹ مختلف ہے۔ اسی کی بناء پر تم محسوس نہیں کر سکیں۔ میرے بال سنہرے ہیں اور تمہارے سیاہ اگر میں کالی وگ لگالوں اور تاریک شیشوں کی عینک استعمال کروں تو کوئی بھی مجھے ربیکا کی حیثیت سے نہیں پہچان سکے گا۔ بس یہی معلوم ہوگا کہ تم نے عینک لگالی ہے۔!"

"یقین نہیں آتا۔!"

"ابھی ثابت کئے دیتی ہوں....! میرے پاس کالی وگ بھی موجود ہے۔!"

وہ اپنا سوٹ کیس اٹھا کر باتھ روم میں چلی گئی۔ اور رخسانہ کمرے میں بیٹھی عش عش کرتی رہی۔ عجیب وغریب لڑکی تھی یہ ربیکا بھی۔!

تھوڑی دیر بعد ربیکا اُسی ہیئت کذائی میں باتھ روم سے برآمد ہوئی جس کا تذکرہ کر کے گئی تھی۔ رخسانہ بوکھلا کر کھڑی ہوگئی اُس کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ دوسری رخسانہ تاریک شیشوں کی عینک لگائے اُس کے سامنے کھڑی تھی۔!

"خدا کی قسم حیرت انگیز....!" وہ بدقت کہہ سکی۔!

"اور دیکھو کیا میں تمہاری طرح چلتی نہیں ہوں۔!" ربیکا اُس کی چال کی نقل اُتار کر بولی۔ "مگر نہیں بھلا تمہیں اپنی چال کا کیا اندازہ ہوگا۔ کیوں نہ آج تمہاری جگہ میں ہی دفتر چلی جاؤں۔!"

رخسانہ کچھ نہ بولی۔

"خاصی تفریح رہے گی.... طاہر میری اس صلاحیت سے آگاہ نہیں ہیں۔!"

"تب تو واقعی بڑا مزہ رہے گا۔!" رخسانہ بچوں کے سے انداز میں خوش ہو کر بولی۔

"تو پھر چلی جاؤں۔!"

"جیسا تمہارا دل چاہے.... ویسے طاہر بھائی کہیں بعد میں ناراض نہ ہوں۔!"

"کیا سمجھتی ہو.... میں انہیں بتاؤں گی.... بتاؤں گی اُس وقت جب وہ میری کسی حرکت کا ذمہ دار تمہیں ٹھہرائیں گے۔!"

"کک.... کیا مطلب....!"

"شام کو دوڑے آئیں تم سے تمہارے کسی رویئے کا سبب پوچھنے اور تب ہی مجھے بھی یقین

آئے گا کہ میں ایک کامیاب اداکارہ ہوں۔!"

"کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔!"

"اس کی ذمہ داری مجھ پر۔!" ربیکا اکڑ کر بولی پھر چند لمحے خاموش رہ کر پوچھا "کیا تم دفتر میں زیادہ تر انگریزی بولتی ہو۔!"

"ہاں....!" رخسانہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "زیادہ تر انگریزی بولتی ہوں۔!"

"تب تو یہ دشواری بھی رفع ہوئی میں بالکل تمہاری آواز اور تمہارے لہجے میں انگریزی بول سکوں گی.... لو سنو....!"

پھر اُس نے سچ مچ بالکل اُسی کی سی آواز اور لہجے میں بولنا شروع کر دیا تھا۔ رخسانہ کا سر چکرا گیا اور کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں۔!

"تو پھر میں جاؤں دفتر....!" ربیکا نے پوچھا۔!

"جاؤ.... لیکن نہ جانے کیوں مجھے کچھ خوف سا محسوس ہو رہا ہے۔!"

"تم فکر نہ کرو....! میں بھی کئی دنوں سے گھٹ رہی رہوں....! تھوڑی سی تفریح ہو جائے گی لیکن ماں کو اس کے بارے میں ہرگز نہ بتانا۔!"

"تمہاری عدم موجودگی اور اپنی موجودگی کا کیا جواز پیش کروں گی۔!" رخسانہ نے پوچھا۔

"کہہ دینا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے.... اور میں تمہاری چھٹی کی درخواست لے کر دفتر گئی ہوں۔

"اور پھر تم شام تک واپس نہیں آؤ گی۔!"

"اس کے لئے میں خود ہی کوئی عذر سوچ رکھوں گی تم فکر مت کرو۔!"

ماں اس وقت گھر پر موجود نہیں تھی... خورد ونوش کا سامان لینے مارکیٹ گئی ہوئی تھی۔!

رخسانہ کا دل نہیں چاہتا تھا کہ ایسی کوئی حرکت ہو لیکن وہ خاطر خواہ طور پر اس کی مخالفت نہ کر سکی.... اور ربیکا اُسی طرح آفس چلی گئی۔

ماں کی واپسی پر رخسانہ نے اُسے وہی بتایا جس کا مشورہ ربیکا دے گئی تھی پھر جیسے جیسے وقت گذرتا رہا تھا ماں کی تشویش بھی بڑھتی رہی تھی۔

"تم سے بڑی غلطی ہوئی رخسانہ....!" اُس نے کہا۔ "ایسی کون سی آفت آگئی تھی تم کل خود ہی عرضی لکھ کر دے دیتیں.... اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو ہم طاہر کو کیا منہ دکھائیں گے۔!"

"بس غلطی ہوئی امی.... وہ بھی تو بہت ضدی ہے....! جس بات پر اڑ جاتی ہے کر ہی کے دم لیتی ہے....!" رخسانہ نے بیچارگی سے کہا۔

"اللہ کی حفاظت میں دیا۔!" ماں ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ویسے شام ہوتے ہوتے اُس کی حالت خراب ہو گئی تھی۔

آخر ٹھیک ساڑھے چار بجے ربیکا کی آواز سنائی دی وہ سیاہ برقعے میں واپس آئی تھی چہرے پر نقاب بھی پڑی ہوئی تھی۔ برقعہ اتارا تو اُس میں ربیکا ہی برآمد ہوئی۔ رخسانہ نہیں....! رخسانہ خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی تھی۔

"ماں سے کہہ دو کہ میں نے برقعہ خریدا تھا اور سارے شہر میں گھومتی پھری تھی۔ کئی دن سے گھر میں بیٹھے بیٹھے تنگ آگئی تھی....!" ربیکا نے کہا۔

ماں نے رخسانہ کے توسط سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تھا اور ربیکا ہنس کر بولی تھی۔!"ماں کو اطمینان دلا دو کہ میں کوئی ننھی سی بچی نہیں ہوں۔ اپنا تحفظ خود کر سکتی ہوں۔!"

وہ بات ختم ہو گئی تھی اور رخسانہ نے اُس سے دفتر کے بارے میں پوچھا تھا۔

"بس مزہ آگیا....!" وہ ہنس کر بولی۔ "کچھ ہی دیر بعد شائد طاہر بھی پہنچ جائیں۔!"

"آخر ہوا کیا....؟"

"طاہر سے بحیثیت رخسانہ لڑ گئی تھی۔!"

"تب تو انہوں نے تمہیں پہچان لیا ہو گا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"پھر کیا کیا تم نے....!"

"کچھ بھی نہیں.... پھولی بیٹھی رہی.... دو بار کیبن میں معذرت کرنے آئے تھے لیکن میں نے لفٹ ہی نہیں دی۔!"

"خدا کی پناہ....! پھر بعد میں انہیں بتایا تھا یا نہیں۔!"

"کیوں بتاتی.... بحیثیت رخسانہ گئی تھی اور اُسی طرح واپس آئی ہوں۔!"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ لیکن لڑائی کیسے ہوئی تھی۔!"

"کچھ کاغذات ٹائپ کرنے کے لئے بھجوائے تھے۔ میں نے غلط سلط ٹائپ کر کے واپس کر دیئے اور پھر دوبارہ ٹائپ نہیں کئے۔!"

"واقعی بہت بُرا ہوا.... اب میں اُن کا سامنا کیسے کروں گی۔!"

"میں کیا جانوں....!" ربیکا نے لاپرواہی سے کہا۔

"ارے یہ تم کہہ رہی ہو۔!"

"میں ہی کہہ رہی ہوں.... مزہ تو اب آئے گا.... جب ماں کہے گی کہ رخسانہ تو آج آفس ہی نہیں گئی اور وہ کسی طرح بھی تمہاری باتوں پر یقین نہیں کریں گے۔!"

"اور تم خاموش رہو گی....!"

"میری حیثیت ایک تماشائی کی ہو گی۔!"

"کیا یہ کوئی اچھی بات ہو گی۔!"

ربیکا کچھ نہ بولی.... اس وقت وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ رخسانہ بار بار حیرت سے اُسے دیکھنے لگتی۔!

اور پھر ایک گھنٹے کے بعد طاہر بھی آ پہنچا تھا....! رخسانہ کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ لپک کر اُس کا استقبال کرے ویسے اُس پر کھسیاہٹ کا دورہ بھی پڑ گیا تھا۔!

"خدا کا شکر ہے....! تمہارا موڈ تو ٹھیک ہوا....!" طاہر نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ آج تمہیں کیا ہو گیا تھا۔!"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں! میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔ آج تو میں دفتر ہی نہیں گئی تھی۔!"

"میں بھی یہی سمجھنا چاہتا ہوں کہ آج تم دفتر ہی نہیں گئی تھیں....!" طاہر نے کہہ کر ٹھنڈی سانس لی۔!

"خدا کی قسم آج میں دفتر نہیں گئی تھی.... ماں سے پوچھ لیجئے۔!"

"کیوں اس قسم کی باتیں کر رہی ہو.... خیر ہو گا.... چلو اس سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ تمہیں اپنے رویئے پر ندامت ہے۔!"

"اُن دونوں کے درمیان انگلش میں گفتگو ہوئی تھی۔ لیکن ربیکا لاتعلق بنی بیٹھی رہی تھی۔ نہ کچھ بولی تھی اور نہ کسی موقع پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔ رخسانہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ کیونکہ سچی بات بتا دینے میں مزید شرمندگی اٹھانے کا خدشہ بھی لاحق ہو گیا تھا۔ اگر ربیکا اپنے قول کے مطابق مکر جاتی تو شائد طاہر رخسانہ کی دماغی صحت ہی کی طرف سے مشکوک ہو جاتا۔ لہٰذا اُس نے تہیہ کر لیا کہ خود اپنی زبان سے کچھ نہ کہے گی اور پھر طاہر نے بھی بات ختم

کر دی تھی۔!



سر سلطان بے حد متفکر نظر آ رہے تھے.... عمران مس نوشاد کے بارے میں سب کچھ بتا چکا تو بولے.... "آخر اُسے روکے رکھنے سے کیا فائدہ.... حوالات میں ڈال دو اور کیس بناؤ....!"

"ابھی نہیں....! انور سردار پر ابھی تک اسی لئے تو ہاتھ نہیں ڈالا جا سکا تھا کہ اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں تھا۔!" عمران نے کہا۔

"ہوں.... تو پھر....!"

"اسی طرح کے کم از کم دو شاہد اور مل جائیں تو میدان آپ ہی کے ہاتھ رہے گا۔!"

"اچھی طرح سوچ لو....!"

"بے فکر رہئے.... اس طرح دیر تو لگے گی لیکن کام پکا ہوگا۔!"

"اور وہ دوسری عورت.... ریکھا....!"

"اُس نے کسی قسم کا کوئی واضح اعتراف نہیں کیا تھا اسی لئے اس کے ساتھ دوسری تدبیر کی گئی ہے۔!"

"وہ کیا....؟"

"رات بھر بند رکھنے کے بعد صبح چھوڑ دیا۔!"

"کیا بات ہوئی....!"

"بات یہ ہوئی کہ ہوش میں آنے کے بعد اور خود کو آزاد محسوس کرنے کے باوجود بھی اُس نے پرنس ہوٹل کا رخ نہیں کیا تھا اور نہ وہیں گئی جہاں اُس کا قیام ہے.... میرے آدمی اُس کی نگرانی کر رہے ہیں۔!"

"تو اُسے چھوڑ کیوں دیا....!"

"میرے خیال سے وہ انور سردار کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ ممکن ہے ہلدا کارلوس سے متعلق بھی معلومات رکھتی ہو۔ لیکن کسی طرح کچھ اُگل دینے کے لئے تیار نہیں تھی۔ لہٰذا یہ طریق کار اختیار کیا.... بحالت بیہوشی اُسے سائیکو مینشن سے باہر نکالا گیا اور ایک ویرانے میں موٹر سائیکل سمیت چھوڑ دیا گیا۔!"

"بات کو بڑھاتے بہت ہو....!"

عمران کچھ نہ بولا.... تھوڑی دیر بعد سر سلطان نے کہا "ہلدا کارلوس کی تصویر شائع کرانے کی مخالفت ہو رہی ہے سفارت خانے کی طرف سے۔!"

"ہونی ہی چاہئے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "تصویر شائع ہو جانے پر اُس کے صورت آشنا لامحدود ہو جائیں گے۔ اس طرح اُس کے مل جانے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔!"

"آخر تمہیں کس بناء پر یقین ہے کہ وہ ابھی تک شہر سے باہر نہیں جا سکی۔!"

"اپنے آدمیوں کی کارکردگی کی بناء پر پولیس بھی پوری طرح ہوشیار ہے۔ ناکہ بندی مزید سخت کر دی گئی ہے وہ شہر سے باہر نہیں جا سکتی۔!"

"اگر نکل ہی گئی تو....؟"

"میرا اور آپ کا مقدر....!"

"جانتے ہو کیا ہوگا اس کا انجام....!"

"کئی ممالک سے ہمارے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔!" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ سر سلطان نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ کال ریسیو کی اور پھر ریسیور عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تمہاری کال ہے۔!"

عمران نے ریسیور لے لیا دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی تھی۔ "اُس نے فلیٹیز میں کمرہ حاصل کر لیا ہے۔ اپنے گھر نہیں گئی.... کمرہ نمبر ایک سو بارہ۔!"

"ٹھیک ہے.... اُسے کڑی نگرانی میں رکھا جائے.... فلیٹیز میں کون ہے۔!"

"صفدر اور نیمو....!"

"ٹھیک ہے....!" عمران نے کہا۔ ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور سر سلطان سے بولا۔ "میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ اُس نے فلیٹیز میں کمرہ لیا ہے۔ نہ اپنے گھر گئی اور نہ ہی پرنس کا رخ کیا.... بہت کچھ جانتی ہے.... انور سردار کے بارے میں اور بخوبی سمجھتی ہے کہ اگر انور سردار کو شبہ بھی ہو گیا کہ میری قید میں رہ چکی ہے تو اُس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔!"

سر سلطان کچھ نہ بولے۔

عمران چیونگم کا ایک پیس اُن کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "ہیو ون....!"

سر سلطان نے اُسے بُری طرح گھورا تھا۔!

"سوری سر....! بھول گیا تھا کہ آپ کے دانت نقلی ہیں۔!"

"تمہارے باپ کے تو اصلی ہیں کبھی انہیں پیش کر کے دیکھو....!"

"انہوں نے مسوڑھوں کے اندر فکس کرا رکھے ہیں۔ اگر ایک نکل گیا تو اُس خلاء کو پر نہیں کیا جا سکے گا اور یہ ایک بڑا قومی نقصان ہوگا۔!"

"میرے لئے نئی اطلاع ہے....!"

"کسی سے کہئے گا نہیں۔!" عمران بائیں آنکھ دبا کر آہستہ سے بولا۔ "ورنہ کہیں گے کہ بیٹا ہی بڑھاپے کی پبلسٹی کرتا پھر رہا ہے۔!"

"واقعی بہت نالائق ہو....!" سر سلطان نے کہا.... پھر سنبھل کر بولے۔ "یہ کیا بکواس شروع کر دی.... انور سردار کی بات ہو رہی تھی۔!"

"ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا۔!" عمران سر کھجاتا ہوا بولا۔ "انور سردار کے خلاف کم از کم تین ایسے گواہ ضروری ہیں جو اُس کی زندگی کے بیشتر پہلوؤں سے واقف ہوں۔!"

"وقت ضائع کر رہے ہو....!" سر سلطان نے کہا "صرف ہلدا کارلوس کی تلاش پر زور دو۔!"

"اُس کا آپ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے کہ ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر ملک سے چلے جانے پر مجبور کر دیں۔!"

"لیکن وہ چیز تو ہاتھ آ جائے گی جو اُس کے قبضے میں ہے۔!"

"اُس کے بعد انور سردار دس عدد نئی ہلدائیں پیدا کر لے گا۔!"

"میں پھر کہتا ہوں کہ جہاں تم نے اُس کے معاملے کو باضابطہ طور پر آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ کوئی بڑی رکاوٹ سامنے آ کھڑی ہوگی۔"

"میں سمجھتا ہوں.... اسی لئے تو ضابطے کے بغیر ہی کام چلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔!"

"پھر گواہوں کی فکر کیوں ہے....!"

"میں اُسکی طرف سے نا اُمید بھی نہیں ہوں کہ اُسکے خلاف باضابطہ کارروائی ہو سکے گی۔!"

"سنو....! میں باعزت طور پر ریٹائر ہونا چاہتا ہوں۔!"

"جناب عالی....! وہ صرف بڑے باپ کا بیٹا ہے.... سب سے بڑے باپ کا بیٹا نہیں۔!"

فون کی گھنٹی پھر بجی تھی....! سر سلطان نے ریسیور اٹھایا تھا۔ سنتے رہے اور پھر یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ "فائل اسد صاحب کے پاس جائے گا۔!"

"لیکن تمہارا ایک اندازہ ابھی تک غلط ثابت ہوا ہے۔!" انہوں نے عمران سے کہا۔

"کون سا اندازہ....؟"

"تم نے کہا تھا کہ سفیر ابھی ایک رپورٹ اور درج کرائے گا جس میں ہلدا کا تعاقب کرنے والوں میں سے صرف ایک کا حلیہ وضاحت کے ساتھ ہوگا اور یہ تمہارا ہی حلیہ ہوگا۔!"

"بہت سمجھ دار آدمی معلوم ہوتا ہے۔ یا پھر وہ اتنا محتاط ہے کہ خود اُس نے انور سردار سے براہِ راست رابطہ نہیں رکھا۔ بیٹی کے توسط سے معاملات ہوئے ہوں۔ خصوصیت سے میرے ہی خلاف شبہ ظاہر کرنے والا انور سردار ہی ہو سکتا ہے۔!"

سر سلطان کسی سوچ میں پڑ گئے تھے۔! عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "خدا حافظ۔!"

سر سلطان نے سر کو جنبش دی تھی اور اُن کی آنکھوں میں فکر مندی کے آثار کچھ اور گہرے ہو گئے تھے۔!

دفتر سے نکل کر عمران نے فلیٹ کی راہ لی۔ اُسے علم تھا کہ اُس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ ایک بہت پرانے موڈل کی شکستہ فورڈ دفتر سے روانہ ہوتے ہی پیچھے لگ گئی تھی جس نے فلیٹ تک پہنچا کر ہی دم لیا۔!

ادھر جوزف بیٹھا بل کھا رہا تھا کیونکہ کچھ ہی دیر پہلے کسی نے فون پر عمران کو بے نقط سنائی تھیں اور جوزف کے توسط سے اُسے متنبہ کیا تھا کہ وہ آگ سے کھیل رہا ہے۔

"ارے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے....!" عمران اُس کا شانہ تھپک کر بولا۔

"مجھے بتاؤ باس وہ کون ہے.... میں اُس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔!"

"اگر وہ ہڈیاں تڑوانے کا خواہش مند ہوتا تو کم از کم اپنا نام ضرور بتا دیتا۔!"

"نام تو نہیں بتایا تھا۔!" جوزف نے مایوسی سے کہا۔ "لیکن تم تو جانتے ہوگے باس....!"

"میں گالیاں دینے والوں سے اُن کے نام نہیں پوچھا کرتا......"

"اپنا کام کر.... کیوں وقت عزیز کو کھوتا ہے اور اگر ہڈیاں ہی توڑنی ہیں تو سلیمان کی توڑ دے۔"

"کیوں باس....؟"

"اپنی بیوی کو بھی مونگ کے پاپڑ بنانے کی ترکیب بتا دی ہے۔!"

"بڑے اچھے بناتی ہے باس.... میں نے بھی کھائے تھے۔!"

"اور تجھے شرم نہیں آئی تھی اتنے بڑے ڈیل ڈول سے کرر کرر کی آوازیں نکالتے ہوئے۔"

"آئی تو تھی باس....!" جوزف جھینپ کر بولا۔

"کہاں ہیں دونوں نا ہنجار....!"

"میٹنی شو دیکھنے گئے ہیں۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم ٹھہرو باس کہیں وہی نہ ہو۔!"

اُس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا اور ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔ "ہیلو....!"

پھر کسی قدر بوکھلائے ہوئے انداز میں عمران کی طرف دیکھا۔

"کوئی عورت ہے باس....!" وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے بولا اور عمران نے آگے بڑھ کر ریسیور اُس کے ہاتھ سے لے لیا....!

"ہلو....!"

"کون! مسٹر عمران....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہاں....! میں ہی بول رہا ہوں۔!"

"آپ نے یہ کیا کیا! کیوں پکڑا تھا... کیوں چھوڑ دیا... اب میری زندگی خطرے میں ہے۔!"

"کہاں سے بول رہی ہو....!"

"فلیٹیز کے کمرہ نمبر ایک سو بارہ سے.... گھر نہیں جا سکتی.... اٹھارہ گھنٹے کی غیر حاضری نے اُسے شبہات میں مبتلا کر دیا ہو گا۔!"

"میں نے اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ تم باقاعدہ طور پر بارات لے کر آ جاؤ میں نے شادی کا وعدہ کیا تھا نا۔!"

"مسٹر عمران پلیز....! مجھے بچایئے.... جتنا کچھ جانتی ہوں سب بتا دوں گی۔ ابھی مرنے کو دل نہیں چاہتا۔!"

جوزف حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھے جا رہا تھا۔ عمران ماؤتھ پیس میں بولا۔

"اچھی بات ہے۔! وہیں ٹھہرو.... میں کچھ کروں گا۔!"

ریسیور رکھ کر جوزف کی طرف مڑا۔

"کس سے شادی کا وعدہ کیا تھا باس....!" وہ بوکھلا کر بولا۔

"شیطان کی خالہ سے.... اپنے کام سے کام رکھو....!"

"ٹھہرو باس.... میری بات سُن لو.... پچھلی رات میں نے ایک بھیانک خواب دیکھا ہے میں نے دیکھا جیسے تم نے ایک شیرنی پالی ہے اور جب بھی تم کھانا کھانے بیٹھتے ہو تو وہ تمہیں گرا کر تمہارے سینے پر چڑھ بیٹھتی ہے۔!"

"اور کھانا پکاتا کون ہے....!"

"یہ تو نہیں دکھائی دیا تھا۔!"

"کاش کوئی شیرنی ہی مجھے سلیمانی مونگ کی دال سے نجات دلوا سکتی۔!"

"باس....! میرے اس خوف ناک خواب کو مذاق میں نہ ٹالو۔!"

"یعنی میں سچ مچ کسی شیرنی کو اپنے سینے پر سوار کرا لوں....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"تم شادی نہیں کرو گے باس....!"

"اب وہ کہہ رہی ہے۔!"

"میں نے تمہارے ساتھ کبھی کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو یہ کہہ سکے۔!"

"تو ایسی عورت کو پہچان ہی نہیں سکتا....! بکواس مت کر....!"

فون کی گھنٹی پھر بجی تھی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔! اس بار دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی۔

"ہلدا کارلوس والے کیس سے تمہارا کیا تعلق ہے۔!"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ وہ کسی سفیر کی بیٹی ہے۔!"

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم اس کا تعاقب کرتے رہے ہو۔!"

"سر سلطان کو بھی یہی اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن اطلاع دینے والے کا نام انہوں نے مجھے نہیں بتایا۔!"

"میں بتائے دیتا ہوں....!" رحمان صاحب کی غصیلی آواز آئی۔ "مجھے انور سردار نے اطلاع دی ہے۔!"

"جھگڑے سے پہلے یا بعد میں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"مجھے بھی اطلاع ملی ہے کہ کسی پارٹی میں آپ کا اُس سے جھگڑا ہوا تھا۔!"

"صحیح اطلاع ملی ہے اور تم سے متعلق اس نے مجھے جو اطلاع دی تھی اُس پر جھگڑا ہوا تھا۔!"

"لیکن یہ تو کئی دن کی بات ہے....! یعنی ہلدا کارلوس کے غائب ہو جانے سے پہلے کی۔!" عمران نے کہا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو....!" رحمان صاحب بھنا کر بولے۔

"یہی کہ وہ پیش بندی تھی مجھے علم ہے کہ سفیر نے بھی اپنی رپورٹ میں کسی تعاقب کرنے والے کا ذکر کیا ہے لیکن اس کی نشان دہی نہیں کی۔ انور سردار نشان دہی کر رہا ہے۔!"

"کسی خاص نتیجے پر پہنچے ہو۔!"

"کس سلسلے میں....!" عمران نے سوال کیا۔

"ہلدا کارلوس کے سلسلے میں۔!"

"اُس کے کسی معاملے کا مجھے علم نہیں۔!"

"کیا سر سلطان کا محکمہ اُس میں دلچسپی لے رہا تھا۔!"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ میں ہلدا کارلوس کا تعاقب کرتا رہا ہوں۔!"

"میں نے تم سے سوال کیا ہے۔!" رحمان صاحب غرائے۔

"بہتر ہوتا اگر آپ یہ سوال سر سلطان ہی سے کرتے۔! وہ سارے کام ٹھیکے پر نہیں کراتے۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کا کوئی کام انہوں نے میرے ذمے نہیں ڈالا۔!"

"سنو....! میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم انور سردار سے نہ الجھو....!"

"اور وہ خواہ مخواہ مجھے بدنام کرتا پھرے.... میرے باپ کو باور کرانے کی کوشش کرے کہ میں لڑکیوں کا تعاقب کرتا ہوں۔!"

"گھر کب آرہے ہو۔!"

"جب آپ حکم دیں۔!"

"کیا تمہیں علم ہے کہ کئی دنوں سے کچھ لوگ تمہارا بھی تعاقب کر رہے ہیں۔!"

"نہیں تو....!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اور وہ اُسی کے آدمی ہیں۔!"

"یعنی کہ وہ سیر لیس ہو گیا ہے۔!"

"عمران بکواس مت کرو.... مجھے بتاؤ کہ ہلدا کارلوس کہاں ہے۔!"

"یعنی کہ انور سردار نے تو صرف تعاقب کی بات کی تھی اور آپ کا خیال ہے کہ میں نے

اُسے اغواء کر لیا ہے۔!"

"میں کہتا ہوں بکواس مت کرو....!"

"جی بہت اچھا....!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور جوزف کی طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے اپنے سعادت مندانہ رویئے کی داد طلب کر رہا ہو۔!



سارجنٹ نیمو کی ڈیوٹی پرنس ہوٹل میں لگائی گئی تھی اور وہ میمی فاؤلر کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس کے لئے اس نے اُسی راہداری کا ایک کمرہ حاصل کیا تھا۔ جس میں میمی کا کمرہ تھا۔ میمی بہت خوبصورت تھی، حرکات و سکنات سے ایسا لگتا جیسے رگوں میں خون کی بجائے پارہ رکھتی ہو۔ کھڑی ہے تو تھرک رہی ہے بیٹھی ہے تو تھرک رہی ہے چلتی ہے تو لگتا جیسے یہ بھی رقص ہی کا کوئی انداز ہو۔ گاتی بھی تھی اور اس وقت تو اُس کے تماشائیوں کا بُرا حال ہو جاتا جب وہ اردو کی کسی فلمی غزل کی نقل اُتارتی.... پرنس کا ڈائننگ ہال کھچا کھچ بھرا رہتا تھا اس کی وجہ سے....!

ہفتے میں دو راتیں آرام کی ہوتی تھیں۔ وہ اُن راتوں میں اپنے فن کا مظاہرہ نہیں کرتی تھی لیکن اس کے باوجود بھی پرنس والوں کی آمدنی میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ کیونکہ میمی کی وجہ سے لوگ اپنی میزیں کئی کئی دنوں کے لئے مخصوص کرا لیتے تھے ان میں سے زیادہ تر اس چکر میں آتے تھے کہ شائد ان کی رسائی میمی فاؤلر تک ہو جائے لیکن وہ کسی کو گھاس نہیں ڈالتی تھی۔ جب وہ شو کے لئے تیار ہو کر اپنے کمرے سے برآمد ہوتی تو اُسے راہداری میں ان لوگوں کی بھیڑ نظر آتی جو اُس سے فرصت کے اوقات میں ملنے کے متمنی ہوتے۔!

نیمو کو علم تھا کہ آج رات کو میمی کا شو نہیں ہو گا لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنے کمرے ہی تک محدود نہ رہے گی کوئی نہ کوئی اُسے لے اڑے گا اور وہ اُسی کے ساتھ پرنس کے باہر رات گذارے گی۔! یہ "شرف" زیادہ تر ہوٹل کے مالک انور سردار کے دوستوں ہی میں سے کسی کو حاصل ہوتا تھا۔ ویسے نیمو یہ سوچ سوچ کر بور ہو رہا تھا کہ اُسے اس حال میں بھی اُس کی نگرانی کرنی ہے۔!

ٹھیک آٹھ بجے وہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈائننگ ہال میں آیا تھا اور کاؤنٹر کے سامنے پڑے ہوئے اسٹولوں میں سے ایک پر بیٹھ کر کلرک سے ٹیلی فون ڈائرکٹری طلب کی تھی۔! مقصد اس

کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ یہیں میمی کا انتظار کرے.... وہ اُدھر ہی سے گذر کر باہر جاتی....!

اُس نے ٹیلی فون ڈائرکٹری کی ورق گردانی شروع کر دی۔! ایک منٹ بھی نہیں گذرا تھا کہ روم سروس کے ایک آدمی نے اُسے ایک پرچہ تھماتے ہوئے کہا۔ "آپ کے لئے ہے جناب۔!"

نیمو نے اُس سے پرچہ لے لیا۔ تحریر دیکھی اور متحیرانہ انداز میں پرچہ لانے والے کو دوبارہ دیکھنا چاہا.... لیکن وہ جا چکا تھا۔ اُس نے پھر تحریر پر نظر ڈالی۔

"تمہیں حیرت ہوگی لیکن مجھ سے مل لو میرے
پڑوسی ہو نا.... کمرہ نمبر سترہ میں رہتے ہو۔!"

تحریر کے نیچے کمرے کا جو نمبر لکھا ہوا تھا وہ میمی فاؤلر کے کمرے کے نمبر کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا تھا۔!

نیمو سناٹے میں آ گیا.... اس کا مطلب....؟ کیا اُسے علم ہو گیا ہے کہ وہ اُس کی نگرانی کر رہا ہے۔ لیکن اُس نے تو بڑی احتیاط سے کام لیا تھا۔ تو پھر اب کیا کیا جائے۔ وہ سوچتا رہا۔ اگر اُسے شبہ ہو گیا ہے تو اس کمرے میں قدم رکھنا خطرے سے خالی نہ ہوگا۔! لیکن میمی فاؤلر.... کیا خود اُس کے دل میں یہ خواہش نہیں پیدا ہوئی تھی کہ کاش وہ بھی کچھ وقت اُس کے ساتھ گذار سکے۔ بہر حال میمی کے قرب کے احساس کی لذت بالآخر سارے اندیشوں پر غالب آ گئی۔ وہ اٹھا، ٹیلی فون ڈائرکٹری کلرک کے حوالے کی اور زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ میمی کے کمرے کے سامنے پہنچ کر رکا تھا اور دروازے پر دستک دی تھی۔

"آجاؤ....!" اندر سے آواز آئی۔ اُس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا.... میمی سنگھار میز کے قریب کھڑی تھرک رہی تھی۔ اُس کی طرف مڑی اور زور سے ہنس پڑی۔ نیمو نے غیر ارادی طور پر اس کا ساتھ دیا تھا۔

"تو اس کا مطلب ہوا کہ تمہیں اس پر حیرت نہیں ہوئی۔" میمی تھرکتی ہوئی بولی۔

"قطعی نہیں۔!" نیمو نے کہا۔ "حیرت تو اس وقت ہوتی جب تم اپنے کمرے میں بلانے کی بجائے مجھے مشورہ دیتیں کہ کسی کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"ہر آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی آدمی سے مل بیٹھے۔!"

"معقول بات ہے....!" میمی سر ہلا کر بولی۔

"ہاں اب بتاؤ کہ میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں۔!"

"میرے ساتھ باہر چلو....!"

"ضرور چلوں گا۔!"

"دراصل میں اُن لوگوں سے تنگ آ گئی ہوں جو مجھے باہر لے جاتے ہیں۔ شام سے کئی کالیں آ چکی ہیں لیکن میں اُن کے ساتھ شام نہیں گذارنا چاہتی۔! وہ سب ایک ہی طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ میں نے سبھوں سے کہہ دیا ہے کہ آج ایک پرانا دوست مل گیا ہے جو کبھی فرانس میں رہتا تھا۔!"

"تم نے غلط نہیں کہا.... میں تین ماہ پیرس میں بھی رہ چکا ہوں۔!"

"اگر کوئی مل جائے تو اس سے کہہ دینا مجھے اس وقت سے جانتے ہو جب میں ریٹا کہلاتی تھی۔!"

"ریٹا.... یہ نام بھی خوبصورت ہے۔!"

"بس تو پھر چلیں....!" میمی میز پر سے اپنا پرس اٹھاتی ہوئی بولی۔

دونوں کمرے سے باہر نکلے تھے۔

میمی نے کہا "اس کاریڈور کے سارے مکینوں میں تم ہی ڈھنگ کے لگے تھے۔!"

"شکریہ....! لیکن تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ کس قسم کی گفتگو پسند کرتی ہو۔!"

"وہ جو میری ذات سے متعلق نہ ہو۔ مجھے علم ہے کہ میں خوش شکل ہوں۔ پھر کیا ضروری ہے کہ تم بات بات پر مجھے مطلع کرتے رہو کہ میں بہت خوب صورت ہوں۔!"

"وہ جھوٹے ہیں.... تم قطعی خوبصورت نہیں ہو۔!" نیمو نے کہا۔

"یہ ہوئی نا بات۔!"

"لیکن میں واقعی بہت خوبصورت ہوں.... کیونکہ تم نے اس کاریڈور میں صرف میری طرف توجہ دی ہے۔!"

"یہ گوارا ہے کہ میں تمہارے منہ سے تمہارے ہی حسن کی تعریف سن لوں۔!"

جب وہ ڈائننگ ہال سے گذر کر صدر دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے تو اُن کی جانب بے شمار نظریں اٹھی تھیں لیکن وہ کسی کی طرف توجہ دیئے بغیر باہر نکلے چلے آئے تھے۔

"کہاں چلو گی....؟" نیمو نے پوچھا۔

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔!"

"اچھی بات ہے.... تو یہ مجھ پر چھوڑ دو۔!" نیمو نے کہا اور ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھتا رہا۔

"فلیٹیز.....!" اُس نے ٹیکسی میں بیٹھ جانے کے بعد ڈرائیور سے کہا تھا۔!



عمران اس وقت رانا پیلس میں تھا۔! کچھ دیر پہلے اپنے فلیٹ میں اُس نے ایک بار پھر ریکھا کی کال ریسیو کی تھی اور فلیٹ سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ رانا پیلس پہنچنا چاہتا تھا لیکن تعاقب کرنیوالے کو فلیٹ ہی تک محدود رکھنا بھی مقصود تھا۔ اسلئے اُسے ڈوج دینے میں بھی کچھ وقت صرف ہوا تھا۔

ایسے مواقع کے لئے اُس نے بعض دوکانیں مخصوص کر رکھی تھیں۔ یہ ایسی دوکانیں تھیں جن میں ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری سڑک پر نکل جانا بے حد آسان ہوتا تھا۔ کیونکہ آمد و رفت کے دروازے دونوں جانب ہوتے تھے۔! بس ایسی ہی ایک دوکان کے ذریعے تعاقب کرنے والے کو ڈوج دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔!

بہر حال اس وقت وہ بلیک زیرو سے ریکھا ہی کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ بلیک زیرو کا خیال تھا کہ اُسے ریکھا سے مل لینا چاہئے۔!

"میں اُس پر اعتماد نہیں کر سکتا.....!" عمران نے کہا۔

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی.....!" بلیک زیرو بولا۔

"وہ نوشاد سے مختلف ہے.....! میرا سہارا لینے کی بجائے وہ اس بات کی کوشش کرے گی کہ انور سردار سے دور رہ کر اُسے ٹھنڈا کرلے..... انور سردار اس وقت یہی تو چاہتا ہے کہ میں کسی طرح اُس کے ہتھے چڑھ جاؤں۔ اگر ریکھا کے توسط سے وہ اُس میں کامیاب ہو جائے تو اُسے ضرور بخش دے گا۔!"

"بات سمجھ میں آرہی ہے۔!" بلیک زیرو سر ہلا کر بولا..... اتنے میں فون کی گھنٹی بجی تھی۔

بلیک زیرو نے کال ریسیو کی۔ پھر ریسیور عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا "آپ کی کال ہے۔!"

دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی تھی جو فلیٹیز میں ریکھا کی نگرانی پر مامور تھا۔ لیکن میک اپ میں تھا کیونکہ ریکھا اُسے دیکھ چکی تھی۔ صفدر نے اُسے اطلاع دی کہ نیمو فلیٹیز میں میمی فاؤلر کے ساتھ رقص کر رہا ہے۔!"

"اوہ..... تو وہ اُس سے مل بیٹھا ہے۔!" عمران نے طویل سانس لی۔

"اگر مل ہی بیٹھا تھا تو فلیٹیز میں آنے کی کیا ضرورت تھی.....! میک اپ میں بھی نہیں ہے..... اور اُسے علم بھی تھا کہ ریکھا نے فلیٹیز ہی میں کمرہ لیا ہے۔!"

"کسی طرح یاد دہانی کراؤ.....!" عمران نے کہا۔

"کسی قدر مدہوش بھی ہے.....! میں اُس کے قریب جانے کا خطرہ نہیں مول لے سکتا..... آگاہ کر دیا ہے اگر آپ خود آکر سنبھال سکیں تو سنبھال لیجئے۔!"

"میں آیا تو اچھی طرح سنبھال لونگا۔ خیر تم فکر نہ کرو۔ ہاں ریکھا کمرے سے نکلی تھی یا نہیں۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ کمرے ہی تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔!"

"ہوٹل کے عملے کے علاوہ کسی اور کو بھی اُس کے کمرے میں جاتے دیکھا۔!"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"خیر..... میں پہنچ رہا ہوں..... بے فکر رہو.....!" عمران نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس طرح منہ چلانے لگا جیسے یہ حرکت کوئی مناسب سی تدبیر سجھا دے گی۔!

"کیا قصہ ہے جناب.....!" بلیک زیرو نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

عمران نے دہرایا تھا قصہ..... اور بلیک زیرو پُر تشویش لہجے میں بولا تھا۔ "نیمو اتنا احمق نہیں معلوم ہوتا کہ خود سے چھیڑ چھاڑ کرے گا۔!"

"اگر اتنا احمق نہیں ہے تب بھی یہ معاملہ تشویش ناک ہے..... اگر میمی ہی اُس کی طرف متوجہ ہوئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ لوگ نیمو کی حیثیت سے آگاہ ہو گئے ہیں.....! دونوں ہی صورتیں خطرناک ہیں۔!"

"تو پھر اب کیا کیا جائے۔!"

"مجھے جانا ہی پڑے گا۔!" عمران نے کہا اور اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں میک اپ کا سامان رہتا تھا۔ بڑے بالوں والی وگ لگائی تھی اور چہرے پر ڈھلکی ہوئی گھنی مونچھوں کا اضافہ کیا تھا۔ اس طرح رائج الوقت فیشن کے مطابق اصلی صورت کو پردہ نشین کر کے فلیٹیز کی طرف روانہ ہو گیا۔ صفدر کی کال ریسیو کرنے کے بعد فلیٹیز تک پہنچنے میں قریباً پون گھنٹہ لگ گیا تھا۔

لیکن وہ دونوں کہیں نہ دکھائی دیئے اسی تلاش کے دوران میں صفدر دکھائی دے گیا۔ عمران کو علم تھا کہ وہ کس قسم کے میک اپ میں ہے۔!

"کہاں ہیں دونوں.....؟" عمران نے پوچھا۔ صفدر آواز سُن کر چونک پڑا تھا۔ آہستہ سے

بولا۔"دونوں رقص کر رہے تھے..... میں کیا بتاؤں.... میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا.....
آپ نے آنے میں دیر کر دی.... کوئی پندرہ منٹ پہلے کی بات ہے اچانک یہاں کی بجلی فیل
ہوگئی۔ شائد تین منٹ تک اندھیرا رہا تھا۔ دوبارہ روشنی ہوئی تو دونوں غائب تھے۔ سارے میں
تلاش کر لیا۔!

"اور ریکھا....!"

"میں نہیں جانتا.... نیمو کو میمی کے ساتھ دیکھ لینے کے بعد توجہ انہی کی طرف ہوگئی
تھی.... اُس کے کمرے کی طرف نہیں گیا۔!"

"شائد تم سے زندگی کی پہلی حماقت سرزد ہوئی ہے۔!" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔
"تمہیں صرف ریکھا پر نظر رکھنے کے لئے کہا گیا تھا۔ نیمو کی ذمہ داری تم پر تو نہیں تھی۔ بس اتنا
ہی کافی تھا کہ تم نے مجھے اس سچویشن سے آگاہ کر دیا تھا۔!"

"واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔!"

"اب کڑی نظر رکھو ریکھا کے کمرے پر۔!"

فلیٹیز سے باہر آکر وہ ایک ڈرگ اسٹور میں پہنچا اور وہاں سے فون پر بلیک زیرو سے رابطہ
قائم کر کے بولا "تمہیں معلوم ہے کہ میں کہاں سے بول رہا ہوں۔!"

"جی ہاں....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"وہ جو باہر کی ڈیوٹی پر نہیں ہیں....! انہیں فوری طور پر یہاں بھیج دو۔ آگاہ کر دینا کہ اُن
سے یہیں رابطہ قائم کر لیا جائے گا۔ سب کسی ایک جگہ اکٹھا نہ ہوں۔! الگ الگ رہ کر ایک دوسرے
پر نظر رکھیں۔!"

"بہت بہتر جناب....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ
دیا۔ وہ پھر فلیٹیز کی طرف پلٹا تھا۔

اُس کے ماتحتوں نے بھی وہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ صفدر نے کہا۔ "آخر آپ کرنا
کیا چاہتے ہیں....؟"

"ریکھا کے کمرے پر ریڈ کروں گا۔!"

"کک.... کیوں....؟"

"نیمو اور میمی فاؤلر وہیں ہوں گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سردار کو علم نہیں ہو سکا کہ ریکھا کہاں ہے۔! آخر وہ اُس سے
چھپتی پھر رہی تھی.... اُس کے پاس تو نہیں گئی۔!"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا "میرا خیال ہے کہ مجھ سے اندازے کی غلطی ہوئی تھی۔
بہت چالاک عورت معلوم ہوتی ہے۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اُسے اس طرح کیوں چھوڑا گیا ہے۔
محض ہمیں دکھانے کے لئے ادھر اُدھر بھٹکتی پھری تھی اور پھر یہاں کمرہ لے لیا تھا.... کمرے
کے اندر بیٹھ کر فون پر سردار سے رابطہ قائم کر لینا کیا مشکل ہے۔!"

"خدا جانے....!" صفدر بیزاری سے بولا۔

پھر عمران کے ماتحت دو ٹکڑیوں میں تقسیم ہو کر راہداری کے دونوں سروں پر جم گئے تھے۔!
عمران تنہا ریکھا کے کمرے کی طرف بڑھا.... دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔!

"کون ہے....؟" اندر سے نسوانی آواز آئی۔

"میدان صاف ہے....!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔!

دروازہ تھوڑا ہی سا کھلا تھا کہ عمران کسی ارنے بھینسے کی طرح جھپٹ پڑا.... دروازہ کھولنے
والی دور جا گری تھی اور تین آدمی عمران کے پستول کی زد پر تھے۔!

"نہیں حضرات....!" اُس نے رسان سے کہا۔ "آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ اس پستول کی
نال پر سائیلنسر چڑھا ہوا ہے۔ کسی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی کی تو.... آہا دو خواتین بھی
ہیں.... بدتمیزی کی معافی چاہتا ہوں۔ معزز خواتین.... لیکن یہ آدمی جو بستر پر اوندھا پڑا ہوا
ہے.... زندہ ہے یا مر چکا۔!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ ریکھا فرش سے اٹھ چکی تھی اور میمی فاؤلر آنکھیں پھاڑے پستول کو گھورے
جا رہی تھی۔!

"اس کا مطلب....!" اُن تینوں مردوں میں سے ایک بولا.... ٹھیک اُسی وقت صفدر اور
چوہان بھی کمرے میں داخل ہوئے۔!

"دروازہ بند کر دو....!" عمران نے اُن کی طرف مڑے بغیر کہا۔

"آخر تم ہو کون....!" اُسی آدمی نے اس بار کسی قدر غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ یہ زندہ ہے یا مر گیا....!" عمران غرایا۔

"بیہوش ہے....! ہم نہیں جانتے کہ یہ کون ہے راہداری میں پڑا ملا تھا۔ ہم نے پولیس کو

فون کیا ہے۔!"

عمران نے میمی کی طرف دیکھ کر اُس آدمی کا جواب انگلش ہی میں دہراتے ہوئے سوال کیا "کیا یہ صحیح کہہ رہا ہے۔!"

"ہاں.... یہی بات ہے....!" وہ جلدی سے بولی۔

"کیا تم میں سے کوئی بھی اسے نہیں جانتا....!" عمران نے اُردو میں پوچھا۔

سب نے انکار میں سر ہلائے تھے پھر اُس نے انگلش میں میمی سے پوچھا "کیا تم اسے پہچانتی ہو؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا....!" میمی نے کہا "پہچانتی ہوتی تو اسے اس کے ٹھکانے پر نہ پہنچا دیا جاتا۔ یہاں کیوں ڈال رکھتے۔!"

"اور تم لوگوں نے اس کے لئے پولیس کو فون کیا ہے۔!"

"ہاں.... ہاں.... ہاں....! کتنی بار بتایا جائے۔!" ایک آدمی جھلا کر بولا۔

"تب تو پھر تم سب میرے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلو گے....!"

"کیا مطلب....؟"

"میمی فاؤلر آج کل شہر کی جانی پہچانی شخصیت ہے۔!" عمران نے انگلش میں کہا۔ "ریکریشن ہال کے درجنوں افراد اس بات کی شہادت دیں گے کہ بیہوش آدمی اُسی کے ساتھ ہال میں داخل ہوا تھا اور یہ دونوں دیر تک وہاں رقص کرتے رہے تھے۔!"

میمی کا چہرہ زرد پڑ گیا....! اور سانس تیزی سے چلنے لگی۔ عمران کہتا رہا۔ "تم سب میرے ساتھ چلو گے.... عقبی دروازے سے.... اگر ڈائننگ ہال سے گذرے تو پرنس ہوٹل کا ریپوٹیشن خطرے میں پڑ جائے گا۔ کیونکہ مردوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی۔!"

"اے ہوشیار....!" دفعتاً ریکھا بولی۔ "یہ عمران کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!"

"جنہیں تم نے اپنی مدد کے لئے طلب کیا تھا۔" عمران نے ہنس کر کہا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "ہوشیار بننے کا وقت گذر چکا....!"

انہیں بالآخر عمران ہی کی تجویز پر عمل کرنا پڑا تھا۔!



دوسرے دن عمران سر سلطان کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ دیتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "میرے اندازے کے مطابق ریکھا کی اسکیم یہی تھی کہ مجھے اپنے کمرے میں بلائے اور وہاں پہلے سے چھپے آدمی مجھ پر ٹوٹ پڑیں۔ ابھی میں فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میمی نیمو سے مل بیٹھی جو اُس کی نگرانی کر رہا تھا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ وہ اُسے میرے آدمی کی حیثیت سے نہیں جانتی تھی۔ صرف تبدیلی کی خاطر اُس نے اُس کا انتخاب کیا تھا۔ سردار کے دوستوں سے تنگ آگئی تھی لیکن جب سردار کو اطلاع ملی کہ وہ کسی جانے پہچانے آدمی کے ساتھ باہر نہیں جا رہی تو اُس نے اُن کا تعاقب کرایا۔ یہ بھی محض اتفاق ہی تھا کہ انہوں نے بھی فلیٹیز ہی کا رخ کیا۔ جہاں کے ایک کمرے میں ریکھا مقیم تھی۔ سردار کو اطلاع ملی کہ دونوں فلیٹیز پہنچے ہیں تو اُس نے فون پر ریکھا سے رابطہ قائم کر کے کہا کہ وہ میرے بیشتر آدمیوں کو دیکھ چکی ہے۔ ذرا فلیٹیز کے ریکریشن ہال میں جا کر دیکھے کہ میمی کے ساتھ رقص کرنے والا میرا ہی کوئی آدمی تو نہیں ہے....! ریکھا ریکریشن ہال میں پہنچی تھی اور نیمو کو پہچان لینے کے بعد آپے میں نہیں رہی تھی۔ تین آدمی پہلے ہی سے اُس کے کمرے میں موجود تھے جنہیں میری آمد کا انتظار تھا بس وہ اُن کے پاس دوڑی گئی اور سردار کو متحیر کر دینے کے چکر میں پڑ گئی.... یعنی اُسے یہ اطلاع دیئے بغیر کہ نیمو میرا ہی آدمی ہے پہلے اُسے قابو میں کر لینا چاہا.... اُن تینوں آدمیوں کو اس کام پر لگا دیا کہ وہ کسی طرح ان دونوں کو ریکریشن ہال سے اُس کے کمرے میں پہنچا دیں۔ اُن بیچاروں کو یہی سوجھی کہ ہال میں اندھیرا کر کے نیمو کو بیہوش کریں اور اٹھا لے جائیں۔ بہر حال میں اُس کے کمرے تک اس سے قبل پہنچ گیا تھا کہ وہ سردار کو اپنی کارگذاری کی اطلاع دے دیتی۔ اگر ایسا ہو جاتا تو میں اتنی آسانی سے انہیں فلیٹیز سے نہ لا سکتا۔ سردار اُن کی مدد کے لئے کچھ اور آدمیوں کو بھیج دیتا اور وہاں خاصا ہنگامہ برپا ہوتا۔!

"بات پھر بھی نہیں بنی....!" سر سلطان مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولے اور عمران حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔!

"اسی طرح چلے گا پتا بھی.... ورنہ میں حاضرات کا عامل تو ہوں نہیں کہ روحوں کو طلب کر کے اُن سے اُس کا پتہ معلوم کر لوں گا۔!"

"یہ بے حد ضروری ہے عمران ورنہ تمہارے شعبے کی کارکردگی پر حرف آئے گا۔!"

"تین حرف تو پہلے ہی سے آئے ہوئے ہیں....! یعنی چ غ اور دال.... اچھا اب اجازت

دیکھیے.... ابھی مجھے اُن سے باقاعدہ پوچھ گچھ کا وقت ہی کہاں ملا ہے۔!"

"ٹھہرو....!" سر سلطان سخت لہجے میں بولے۔

"جی ٹھہر گیا....!"

"میمی فاؤلز خاصی شہرت رکھتی ہے.... غیر ملکی ہے۔ اُس کی گمشدگی پولیس کو مزید دردِ سر میں مبتلا کرے گی۔!"

"وہ تو کر بھی چکی.... انور سردار نے اُس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی ہے.... نیمو کا حلیہ بھی رپورٹ کی زینت ہے.... جس کے ساتھ وہ آخری بار دیکھی گئی تھی لیکن رپورٹ میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ وہ بھی پرنس ہی کے ایک کمرے میں مقیم تھا۔!"

"ریکھا کا کوئی ذکر....!"

"جی نہیں.... ریکھا اور اُن تین آدمیوں کا کوئی ذکر نہیں۔!"

"معاملے کو الجھاتے ہی چلے جا رہے ہو۔!"

"مقدرات.... جنابِ عالی.... مجھے صرف ریکھا کی فکر تھی۔ میمی خواہ مخواہ آ پھنسی۔ میں نے تو نہیں چاہا تھا۔! لیکن میمی کے غائب ہو جانے پر سفارت خانے کے ردِ عمل پر ضرور نظر رکھے گا۔!"

"سفارت خانے سے کیا مُطلب....!"

"میرا خیال ہے کہ میمی کا تعلق بھی اُسی ملک سے ہے جس کا سفارت خانہ ہے۔!"

"نہیں.... میمی فرنچ ہے۔!"

"بڑے وثوق سے کہہ رہے ہیں۔!" عمران اُن کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا.... اور سر سلطان گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔!

عمران سر کو خفیف سی جنبش دے کر بولا۔ "فرانسیسی اُس کی مادری زبان نہیں معلوم ہوتی.... اسی بناء پر دور ہی سے اُس کی نگرانی کراتا رہا ہوں اب وہ خود ہی آ پھنسی تو کیا کروں۔!"

سر سلطان کچھ نہ بولے۔ عمران اٹھ گیا تھا۔ باہر نکلا تھا اور گاڑی میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ ایک فائر ہوا.... اور وہ اچھل کر بائیں جانب جا پڑا.... پھر پے در پے کئی فائر ہوئے تھے.... اور تھوڑے ہی فاصلے والے ایک درخت سے کسی کی لاش ٹپک پڑی تھی.... دفاتر کی کمپاؤنڈ میں ہلچل پڑ گئی۔!

عمران اٹھ کر کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ کچھ لوگ اُس کی طرف جھپٹے.... اور اُس کی خیریت دریافت کرنے لگے.... لیکن درخت سے ٹپکنے والی لاش کو دور ہی سے دیکھا جا رہا تھا۔ عمران نے

اپنی گاڑی کے مڈگارڈ میں ہو جانے والے سوراخ کی طرف اشارہ کیا۔

درخت سے گرنے والی لاش کے قریب ہی ایک رائفل بھی پڑی نظر آئی ذرا ہی سی دیر میں عمران پھر سر سلطان کے کمرے میں بیٹھا ہکلا رہا تھا۔!

"یہ کیا ہوا....!" وہ آنکھیں نکال کر بولے۔

"مجھے تو نہیں معلوم....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ "سوراخ گاڑی کی بجائے خود مجھ میں ہوا ہوتا تو پتہ بھی چلتا۔!"

"میں پوچھ رہا ہوں.... اُس پر کس نے فائر کئے تھے۔ لاش چھلنی ہو گئی ہے۔!"

"کس پر....! میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہے ہیں....؟"

"جو درخت پر تھا۔ اُس نے تم پر فائر کیا تھا.... لیکن اُس پر کس نے فائر کئے۔!"

"اپنے سیکیورٹی کے عملے سے پوچھیے.... یہ آپ کا دفتر ہے۔ یتیم خانہ تو ہے نہیں ایک مسلح آدمی اُس درخت پر کیسے پہنچا.... پھر وہ دوسرے مسلح آدمی کمپاؤنڈ میں کیسے داخل ہوئے جنہوں نے اُسے چھلنی کر دیا۔!"

سر سلطان خاموش ہو گئے۔

"زیادہ جھمیلوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔!" عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "پولیس کے لئے اس سے زیادہ موزوں بیان اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ ایک مسلح آدمی چوری چھپے کمپاؤنڈ میں داخل ہوتا ہوا دیکھا گیا....! سیکیورٹی عملے کے للکارنے پر درخت پر جا چڑھا اور وہاں سے فائرنگ شروع کر دی۔ مجبوراً سیکیورٹی والوں کو بھی فائر کرنے پڑے۔ عملے کو سمجھا دیجیے کہ اس جھوٹ کے بغیر اُس کی افادیت خطرے میں پڑ جائے گی۔!"

سر سلطان نے عمران کو قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور عمران تڑ سے بولا۔ "آپ مجھے کیوں گھور رہے ہیں۔ میں نے کیا کیا ہے....!"

انہوں نے فون پر کسی سے کہا تھا کہ سیکیورٹی چیف کو اُن کے کمرے میں بھیج دیا جائے اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی تھی۔

"اگر تم الجھن میں ڈال کر فوراً ہی اُسے رفع بھی نہ کر دو تو تمہیں گولی مار دوں۔!" وہ بالآخر مسکرا کر بولے "تمہاری ہی طرح تمہارے ماتحت بھی خاصے پھرتیلے ہیں۔!"

"مجھے اُن پر فخر ہے جناب....!" عمران نتھنے پھلا کر بولا۔

"اور مجھے تم پر ہے۔۔۔۔!"

"بس کسی طرح اُس شریف آدمی کا ہاتھ بہک گیا ورنہ فخر کرنے کی بجائے مجھ پر فاتحہ پڑھ رہے ہوتے۔!"

"اچھا تو بس اب تم جاؤ۔۔۔۔ ورنہ پولیس کے چکر میں پڑو گے۔!" سر سلطان نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"کہا سنا معاف کیجئے گا ہو سکتا ہے اگلی ملاقات بروز قیامت ہی ہو سکے۔!"

"سختی سے کہہ رہا ہوں کہ بہت محتاط رہنا۔!"

"میرے کانوں کو ہر بات نرم لگتی ہے۔۔۔۔ خدا حافظ۔!"

"ٹھہرو۔۔۔۔ میں بھی تمہاری گاڑی تک چل رہا ہوں۔۔۔۔ ورنہ وہ لوگ تمہیں پھر گھیر لیں گے۔۔۔۔!" سر سلطان اٹھتے ہوئے بولے۔



انور سردار پرنس ہوٹل کے منیجر کے کمرے میں داخل ہوا اور منیجر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"میمی واپس آئی یا نہیں۔۔۔۔!" اُس نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں جناب۔۔۔۔!" منیجر نے جواب دیا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جہاں گئی ہے اپنی مرضی سے نہیں گئی۔!"

"لیکن جناب۔۔۔۔! دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ وہ دونوں اس طرح گھل مل کر باتیں کر رہے تھے جیسے ایک دوسرے کے پرانے شناسا ہوں۔!"

"ہر چند کہ وہ آدمی ہوٹل ہی میں مقیم تھا لیکن تم لوگوں کے لئے تو اجنبی ہی تھا۔!"

"جی ہاں تھا تو، لیکن یہ کچھ مناسب نہیں معلوم ہوا تھا کہ ہم میں سے کوئی دخل اندازی کرتا۔!"

"وہ ہماری ذمہ داری تھی۔۔۔۔ ہماری حکومت کو اُس کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔!"

"مجھے احساس ہے جناب۔۔۔۔!"

"پولیس کیا کر رہی ہے۔۔۔۔؟"

"اُدھر سے یہی جواب مل رہا ہے کہ تلاش جاری ہے۔!"

"ذرا اپنی پرچیز آفیسر کو تو بلاؤ۔۔۔۔ کیا نام ہے۔!"

"ریکھا جناب۔۔۔۔ وہ تو پرسوں سے غائب ہے۔۔۔۔!"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟"

"پرسوں سہ پہر کو دو گھنٹے کی چھٹی لے کر گئی تھی۔ لہٰذا کل صبح اُسے آنا چاہئے تھا۔۔۔۔ یا نہ آنے کی صورت میں اطلاع دیتی۔!"

"عجیب بات ہے۔!" انور سردار پُر تشویش انداز میں سر ہلا کر بولا۔۔۔۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "ڈیوڈ کو میرے ریٹائرنگ روم میں بھیج دو۔۔۔۔!"

"بہت بہتر جناب۔۔۔۔!"

انور سردار منیجر کے کمرے سے نکل کر اپنے ریٹائرنگ روم کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ قد آور اور اچھی صحت کا حامل تھا۔ عمر تیس اور پینتیس کے درمیان رہی ہوگی۔ جلد کی رنگت سرخ و سپید تھی۔ بال اخروٹ کی رنگت کے تھے اگر آنکھیں بھی کرنجی ہوتیں تو کوئی سفید فام غیر ملکی معلوم ہوتا۔! ریٹائرنگ روم میں داخل ہو کر ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازے پر ہولے ہولے دستک دی تھی۔!

"آجاؤ۔۔۔۔!" سردار نے اونچی آواز میں کہا اور پھر اندر داخل ہونے والے کو خوں خوار نظروں سے دیکھتا رہا۔!

"یس باس۔۔۔۔!" آنے والا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تمہارے ناکارہ پن سے میں تنگ آگیا ہوں۔!"

"میں کیا کر سکتا ہوں باس۔۔۔۔ آپ کے احکامات دوسروں تک پہنچا دیتا ہوں اور وہ اُسی کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں۔!"

"لیکن بدلے ہوئے حالات میں اپنی عقل نہیں استعمال کرتے۔۔۔۔ گدھے ہو جاتے ہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔۔ اگر میمی شام تک یہاں نہ پہنچی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

دفعتاً پھر کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اُسے بھی اندر آنے کی اجازت دے دی گئی۔ آنے والا کسی قدر بدحواس سا نظر آرہا تھا۔

"کیا خبر لائے ہو۔۔۔۔!" سردار اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"خیرو۔۔۔۔ مار ڈالا گیا جناب۔۔۔۔!"

"کیا بک رہا ہے۔!"

"یقین کیجئے جناب.... دفتر خارجہ کی کمپاؤنڈ میں اُس کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ وہاں اُس نے ایک درخت پر سے کسی پر فائر کیا تھا۔ وہ تو بچ گیا لیکن خیرو کا جسم چھلنی ہو گیا۔!"

"کیا اُسی نے جوابی حملہ کیا تھا جس پر فائر کیا گیا تھا۔!"

"نہیں جناب....! اُس پر مختلف سمتوں سے بیک وقت کئی فائر ہوئے تھے۔! لیکن فائر کرنے والوں کا سراغ نہیں مل سکا.... ویسے پولیس کو یہ بیان دیا گیا ہے کہ اُس پر سیکیورٹی کے آدمیوں نے گولیاں برسائی تھیں۔ اُسے مشتبہ سمجھ کر سیکیورٹی والوں نے للکارا لیکن وہ ایک درخت پر چڑھ کر فائرنگ کرنے لگا۔!"

"سنا تم نے!" سردار ڈیوڈ کی طرف دیکھ کر غرایا۔ "کیا اس کام کے لئے خیرو ہی رہ گیا تھا۔!"

"وہ خود ہی آگے آیا تھا باس....!"

"اتنی آسانی سے جان نہیں چھوٹے گی تمہاری۔!" سردار اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

"میں بالکل بے قصور ہوں باس....!"

"اس مرنے والے کو خیرو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ خیرو کے توسط سے پولیس سیدھی یہیں پہنچے گی۔ خیرو ہمارے خاندان کا پشتینی غلام تھا۔!"

"ارے باس....! پولیس آپ کا کیا بگاڑ سکتی ہے۔!"

"بکواس مت کر.... میں خواہ مخواہ دردِ سر مول لینے کا قائل نہیں ہوں۔!"

"میں جھوٹ نہیں بول رہا باس....! کئی شہادتیں پیش کر سکتا ہوں کہ وہ خود ہی سر ہوا تھا اس کام کے لئے۔!"

"کچھ بھی ہوا ہو.... لیکن میمی اگر شام تک نہ ملی تو دیکھنا اپنا حشر.... ہاں اُن دونوں کی نگرانی پر کسے لگایا تھا۔!"

"آرتھر کو جنابِ عالی۔!"

"اُسے بلاؤ۔!"

"بہت بہتر باس....!" ڈیوڈ نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ سردار بعد میں آنے والے کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ "تم جا سکتے ہو۔!"

پھر وہ کمرے میں تنہا رہ گیا تھا۔ رہ رہ کر دانت پیستا اور دروازے کو گھورنے لگتا۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

کچھ دیر بعد ڈیوڈ ایک دبلے پتلے آدمی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

"یہ اُنکی نگرانی کر رہا تھا۔!" سردار نے حقارت آمیز لہجے میں سوال کیا اور آرتھر اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ ڈیوڈ نے سردار کے سوال کا جواب اثبات میں دیا تھا۔

"تو وہاں کتنی دیر ٹھہرا تھا۔!" سردار نے براہِ راست آرتھر سے سوال کیا۔

"یہ تو یاد نہیں جنابِ عالی.... لیکن ڈیوڈ کو مطلع کر دیا تھا کہ وہ فلیٹیز پہنچے ہیں اور ریکریئشن ہال میں ٹوئیسٹ کر رہے ہیں۔!"

"پھر تم نے کیا کیا تھا....!" سردار ڈیوڈ کی طرف مڑا۔

"میں نے آپ کو مطلع کر دیا تھا۔!"

"پھر میں نے کیا کہا تھا۔!"

"آپ نے کہا تھا کہ میں روم نمبر ایک سو بارہ میں ریکھا سے فون پر رابطہ قائم کر کے میمی کے ساتھی سے متعلق گفتگو کروں۔!"

"کیا گفتگو کی تھی۔!"

"یہی کہ وہ اپنے بیان کے مطابق عمران کے کئی ساتھیوں کی شناخت کر سکتی ہے۔ ریکریئشن ہال تک جا کر دیکھے کہ میمی کا پارٹنر عمران ہی کا کوئی آدمی تو نہیں۔!"

"ٹھیک ہے....!" سردار طویل سانس لے کر بولا۔ "تو اس احمق عورت نے اُسے دیکھا ہوگا۔ پہچانا بھی ہوگا۔ لیکن تمہیں اطلاع دے کر مزید ہدایات حاصل کرنے کی بجائے خود ہی کچھ کر ڈالنے کی کوشش کی ہوگی۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے باس....!"

"میمی فاؤلر....!" انور سردار بائیں ہتھیلی پر دایاں گھونسہ رسید کر کے بولا "شام تک اُس کی واپسی ضروری ہے۔!"

"میں کوشش کروں گا باس....!"

"تمہاری زندگی کا انحصار اسی پر ہوگا۔!" سردار غرایا۔ "دفع ہو جاؤ۔! تو ٹھہرے گا آرتھر۔!"

آرتھر کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ ڈیوڈ کے چلے جانے کے بعد سردار اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "تیرا کام اطلاع دینے کے بعد ختم تو نہیں ہو گیا تھا۔!"

"مجھے اس سلسلے میں کوئی خاص ہدایت نہیں دی گئی تھی باس....!"

"اطلاع دینے کے بعد کتنی دیر وہاں ٹھہرا تھا۔!"

"میرا وہاں سے ہٹنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ آدھے گھنٹے تک وہیں رہا تھا لیکن پھر اچانک وہاں کی بجلی فیل ہو گئی.... اور میں نے سوچا کہ میرا کام تو ختم ہو گیا ہے پھر میں اندھیرے میں وہاں ٹھہر کر کیا کروں۔!"

"تو دوبارہ روشنی ہونے سے پہلے ہی وہاں سے چل دیا تھا۔!"

"ہاں.... باس.... ڈیوڈ نے مجھ سے صرف اتنا ہی تو کہا تھا کہ مجھے اس پر نظر رکھنی ہے کہ وہ دونوں کہاں جاتے ہیں اور ڈیوڈ کو مطلع کر دینا۔!"

انور سردار نے بیزاری سے اُس کی طرف دیکھا تھا۔!



میمی فاؤلر نشیلی آنکھوں سے عمران کی طرف دیکھے جا رہی تھی اور اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔!

"اس کی نہیں ہوتی....!" عمران فرانسیسی میں بولا.... اور میمی چونک کر سنجیدہ ہو گئی۔

"تت تم میری زبان بول سکتے ہو۔!" اُس نے حیرت سے کہا۔

"تمہاری ہوتی تو ہرگز نہ بول سکتا۔!"

"کیا مطلب؟"

"فرانسیسی تمہاری مادری زبان نہیں ہے۔!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ تم کس بناء پر کہہ رہے ہو۔!"

"اس لئے کہ تمہارا اصل نام تانیا نشکووا ہے۔!"

"اس سے بڑا جھوٹ میں نے آج تک نہیں سُنا....!" وہ ہنس کر بولی۔ لیکن عمران اُس سے متاثر ہوئے بغیر کہتا رہا۔ "تم تین سال تک اپنے ملک کے اسپائی ٹریننگ سینٹر سے بھی وابستہ رہی ہو۔ تم نے ہر قسم کے قفل کھول لینے کی تربیت وہاں حاصل کی تھی۔!"

"اچھا تو پھر....!" دفعتاً وہ جارحانہ انداز میں بولی۔

"یہی نہیں.... بلکہ ہلدا کارلوس بھی اُسی ٹریننگ سینٹر کی تربیت یافتہ ہے۔!"

"میں تمہاری کسی بات کی نہ تائید کر رہی ہوں اور نہ تردید.... صرف سن رہی ہوں.... اور تمہارا چہرہ دیکھ رہی ہوں.... ایسا چہرہ آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔!"

"واقعی....!" عمران نے نروس ہو جانے کی ایکٹنگ کی۔

"بچوں کا سا چہرہ.... آنکھوں میں بلا کی معصومیت....!"

"بس کرو.... ورنہ میں بیہوش ہو جاؤں گا۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ویسے بہتر یہی ہو گا کہ تم میرے حُسن کی تعریف کرنے کی بجائے میری زبان سے اپنے بارے میں سب کچھ سُنو....! تم ہلدا کارلوس کی ہموطن ہو۔!"

"میں کسی ہلدا کارلوس کو نہیں جانتی۔!" وہ تھرکتی ہوئی بولی۔!

"فی الحال تسلیم کئے لیتا ہوں کیونکہ مجھے تم کو تمہاری پوری ہسٹری سنانی ہے۔! تم تانیا نشکووا ہو.... اپنے ملک کی غدار بھی ہو....! پچھلے سال تم مغربی یورپ کے ایک ملک میں اپنی حکومت کی سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے مقیم تھیں تم نے وہاں کے وزیر دفاع پر ڈورے ڈالے۔ مقصد یہ تھا کہ اپنی حکومت کے لئے اُس ملک کے فوجی راز حاصل کرو۔ لیکن وہ ڈبل کراس تھا۔ میرے پاس تمہارے خلاف دستاویزی ثبوت موجود ہے۔ لیکن تمہاری حکومت کو آج تک اس ڈبل کراس کا علم نہیں ہو سکا۔" تھرکتے تھرکتے وہ ساکت ہو گئی اور عمران مسکرا کر بولا۔ "جس دن سے تم نے میرے ملک میں قدم رکھا تھا میری آنکھیں تمہاری ہی طرف لگی ہوئی تھیں۔ لیکن میں تمہیں چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ہلدا کارلوس کی تلاش تھی مجھے۔ اگر وہ ہاتھ لگ جاتی تو میں تمہارا ذکر بھی نہ آنے دیتا کہیں۔ ہر چند کہ یہ کارنامہ اُس نے تمہاری ہی مدد سے سرانجام دیا تھا۔ بہر حال یہ محض اتفاق تھا کہ تم میرے اُسی آدمی سے مل بیٹھیں جو تمہاری نگرانی کر رہا تھا اور اس نگرانی کا مقصد بھی صرف اسی حد تک تھا کہ شائد تمہارے توسط سے ہلدا کارلوس ہاتھ آ جائے۔ یقین کرو مجھے مجبوراً تمہیں گرفتار کرنا پڑا ہے۔ اگر تم اُس وقت ریکھا کے کمرے میں موجود نہ ہوتیں تو میں تمہیں ہاتھ بھی نہ لگاتا۔!"

وہ بے حس و حرکت کھڑی پلکیں جھپکائے بغیر عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔ عمران چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ "اگر تمہاری حکومت کو علم ہو جائے کہ تم نے ریڈ لسٹ والے معاملے میں اپنی حکومت کو ڈبل کراس کیا تھا تو تمہارا کیا حشر ہو۔ تم نے اپنے چیف کو جو اطلاعات فراہم کی تھیں وہ سرے سے غلط تھیں.... صحیح اطلاعات تم نے مخالف کیمپ کے ذمہ داروں کے ہاتھ

فروخت کر دی تھیں۔ کہو تو سوئٹزر لینڈ کے اُس بینک کا نام بھی بتادوں جہاں اس غداری کے عیوض ملنے والے دس لاکھ ڈالر جمع ہیں۔!"

وہ عمران کو خوف زدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی قریبی کرسی پر بیٹھ گئی اُس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے اور سانسیں تیزی سے چلنے لگی تھیں۔!

عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "جب میں اتنے دور کے معاملات میں اس حد تک باخبر ہوں تو اپنے ہی گھر میں ہونے والے واقعات سے کیسے بے خبر رہ سکتا ہوں۔!"

"میں نے سب کچھ سن لیا۔!" دفعتاً وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"شکریہ....!" عمران کا لہجہ بے حد شریفانہ تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو....! لیکن ٹھہرو.... کیا عمران تم ہی ہو۔!"

"ہاں میرا یہی نام ہے۔!"

وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "اب بتاؤ.... تم کیا چاہتے ہو۔!"

"ہلدا کارلوس کا پتہ....!"

"میں نہیں جانتی وہ کہاں ہے.... لیکن جس آدمی کے سپرد کی گئی تھی اُس کی صورت آشنا ہوں.... نام بھی جانتی ہوں لیکن یہ نہ بتاسکوں گی کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔!"

"کیا نام ہے....!"

"طاہر....!" میمی نے کہا اور اُس کا حلیہ بیان کرنے لگی.... عمران کی پنسل تیزی سے نوٹ بک کے صفحے پر چل رہی تھی۔ اُس کے خاموش ہونے پر بولا۔ "لیکن اچانک اُسے چھپا کیوں دیا گیا۔!"

"انور سردار کو جب یہ معلوم ہوا کہ تم اُس کا تعاقب کرتے رہے ہو تو اُس نے یہ احتیاطی قدم اٹھایا تھا۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ جو کچھ اُس نے حاصل کیا ہے اُس کے لئے صرف اُسی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے کسی دوسرے پر نہیں اور وہی اُسے ملک سے باہر لے جائے گی۔!"

"تم بالکل درست سمجھے ہو۔! اُن کاغذات کو جہاں بھی پہنچنا ہے ہلدا ہی کے ہاتھوں پہنچنا ہے کسی اور پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔!"

"اور اب وہ کہیں چھپی بیٹھی کسی مناسب موقعے کا انتظار کر رہی ہے۔!"

"ہاں یہی بات ہے۔!"

"تم لوگوں کے درمیان انور سردار کی کیا حیثیت ہے۔!"

"اب.... میری باری ہے....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اُس وقت تک کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی جب تک مجھے اپنے چند سوالات کے جواب نہیں مل جائیں گے۔!"

"چلو یہی سہی....! اب تو ہماری دوستی کی بنیاد پڑ ہی چکی ہے۔!" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"پہلا سوال تو یہی کہ تم مجھ سے دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو۔!"

"اس سوال کا جواب بعد میں دوں گا.... دوسرا سوال....؟"

"یہی بنیادی سوال ہے....! اس لئے اس کا جواب پہلے چاہتی ہوں۔!"

"تم یہاں مشرق وسطیٰ کے ایک ملک سے آئی ہو۔!"

"خدا کی پناہ.... آخر تم میرے بارے میں کتنے باخبر ہو۔!"

"اسی قدر کہ جب تم صرف تین سال کی تھیں تو تمہارے باپ نے خودکشی کر لی تھی۔!"

میمی نے پلکیں جھپکانا چھوڑ دیا ایک ٹک عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔!

"ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "مشرق وسطیٰ کے جس ملک سے آئی ہو.... وہیں تمہیں پھر واپس جانا ہے میں بھی وہاں کے ایک معاملے سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ لیکن فی الحال وہاں میرا کوئی آدمی موجود نہیں لہٰذا معاملے کی بات تم سے کرنا چاہتا ہوں۔!"

"لیکن میں تو تمہاری قیدی ہوں۔!"

"قید سے فرار تو ہو سکتی ہو اور اپنے چیف کو بتا سکتی ہو کہ فرار کے بعد تم نے انور سردار سے ملنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ کیونکہ وہ بھی خطرے میں تھا۔!"

"اور اگر میں تمہارا کام کرنے سے انکار کر دوں تو۔!"

"تم یہاں قید رہو گی اور وہاں تمہاری ماں کو گولی مار دی جائے گی۔!"

"کیا مطلب....!" میمی اچھل پڑی۔

"جو دولت تم نے ڈبل کراسنگ کے عوض حاصل کی ہے اور اُسے دنیا کے مختلف بینکوں میں محفوظ کرایا ہے اُس کا وارث وہاں کے کاغذات میں اپنی ماں کو قرار دیا ہے.... اُن کاغذات پر تمہاری ماں کے دستخط بھی موجود ہیں۔!"

میمی کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر ہانپنے لگی....! پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی "انور سردار نے یہی بتایا تھا کہ تم اعلیٰ درجے کے بلیک میلر ہو۔!"

"ذرہ نوازی ہے۔!" عمران منکسرانہ انداز میں بولا۔

"اچھا....!اگر میں تمہارا کام کرنے پر رضامند ہو جاؤں تو۔!"

"ہلدا کارلوس کے ملتے ہی تمہارے فرار کا انتظام کر دیا جائے گا۔ ایسے حالات پیدا کیے جائیں گے کہ تمہارے چیف کو تمہارے بیان پر ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہوگا۔!"

"مجھے اس مسئلے پر مزید غور کرنے کا موقع دو.... اور ہلدا کو تلاش کرتے رہو....!"

"چلو منظور ہے.... لیکن ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو.... حقیقتاً یہاں سے فرار نہیں ہو سکو گی۔ یہاں سے فرار کی کوشش کرنے والے لازمی طور پر مر جاتے ہیں اور میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔!"

میمی کچھ نہ بولی.... اُس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔!



بلیک زیرو نے متحیرانہ انداز میں عمران کی روداد سنی تھی اور عمران بولا تھا "سمعی علامات شناخت (IDENTITY CAST) کے ماہر نے جو خاکہ طاہر کے حلیے کا تیار کیا ہے اس کے فوٹو پرنٹ جلد ہی تمہیں مل جائیں گے اس شخص کو تلاش کرو۔!"

"بہت بہتر.... لیکن کیا آپ سچ مچ میمی سے کوئی کام لیں گے۔!"

"اب تم بھی سوال کرو گے....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"معافی چاہتا ہوں....!" بلیک زیرو جلدی سے بولا۔

عمران نے فون پر پرنس کے نمبر ڈائیل کیے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "سردار صاحب سے ملاؤ۔!"

"کون صاحب ہیں۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سیٹھ فجا بھائی۔!"

"وہ دفتر میں تشریف نہیں رکھتے۔!"

"تشریف نہیں چاہئے بھائی.... اُن سے ملنے کا ہے۔!"

"مطلب یہ کہ وہ دفتر میں نہیں ہیں۔!"

"کدھر ہوئیں گا۔!"

"پتا نہیں....!" کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا!

"آپ پھر کہیں گے کہ سوال کر رہا ہوں۔!" بلیک زیرو مسکرا کر بولا۔

اب عمران سردار کی قیام گاہ کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ وہاں سے سردار ہی کی آواز آئی تھی۔!

"غالباً تم سمجھ گئے ہو گے کہ کون بول رہا ہے۔!"

"میں تم سے سمجھ لوں گا۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اگر اسی دوران میں خودکشی پر نہ مجبور ہو گئے تو ضرور سمجھ لو گے۔ ویسے یہ بتاؤ کہ تم اتنے بے غیرت کیوں ہو۔!"

"شٹ اپ....!" انور سردار کی دھاڑ سنائی دی۔

"بولو.... معاملہ کرتے ہو....!"

"کیا معاملہ....!"

"تین لاکھ پر بات ختم ہو سکتی ہے۔!" عمران نے کہا "تمہارے نزدیک میں ایک اعلیٰ درجے کا بلیک میلر ہوں.... اور یہ بھی سن لو کہ اتنا منظم ہوں کہ میری یہ کال تم ایکسچینج کے ذریعے ٹریس نہیں کر سکو گے۔ لہٰذا اس آدمی کو روک دو جسے تم نے دوسرے انسٹرومنٹ پر بھیجا ہے۔!"

"میں نے کسی کو نہیں بھیجا.... اور تمہاری بکواس بھی نہیں سننا چاہتا سمجھے۔!" دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ عمران نے بھی ریسیور رکھ دیا اور بلیک زیرو کی طرف مڑ کر بولا۔ "طاہر اُس کے ایسے دوستوں میں سے ہے جو اُس کے ساتھ بہت زیادہ نہیں دیکھے جاتے۔ میمی اتفاقاً اُس کے نام سے آگاہ ہو گئی تھی اور اُس کا خیال ہے کہ انور سردار کو اس کا علم نہیں کہ میمی ہلدا کے غائب ہو جانے کے بارے میں کچھ جانتی ہے۔!"

"اُسے ڈھونڈھ نکالنا مشکل نہ ہوگا۔!" بلیک زیرو نے کہا۔ "انور سردار کے آس پاس والوں میں سے کوئی نہ کوئی طاہر کو ضرور پہچانتا ہوگا۔!"

"لیکن یہ کام بہت احتیاط سے ہونا چاہئے۔!"

"آپ مطمئن رہیے۔!"

"ریکھا کے حواس درست ہوئے یا ابھی نہیں۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ آہستہ آہستہ دیوانگی کا ڈھونگ رچانے کی کوشش کر رہی ہے۔! آپ

خود دیکھ لیجئے اور وہ تینوں صرف فیلڈ ورکرز ہیں۔ معاملات کی نوعیت کا علم نہیں رکھتے۔!"

"انہیں فی الحال بند رکھنا ہے! پوچھ گچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اچھا میں ریکھا کو دیکھتا ہوں۔!"

"اُس سے مل کر آپ خوش ہو جائیں گے۔!" بلیک زیرو نے کہا اور عمران چلتے چلتے رک کر اُس کی طرف مڑا۔

"صرف آپ کا نام ہے اُس کی زبان پر....!"

"ساتھ ہی دانت تو نہیں پیستی....!" عمران نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔!

ریکھا اور اُس کے تینوں ساتھی رانا پیلس میں رکھے گئے تھے اور میمی فاؤلر سائیکو مینشن میں تھی۔! عمران ریکھا والے کمرے کا قفل کھول کر اندر داخل ہوا۔ بستر پر اوندھی پڑی نظر آئی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر نہ تو چونکی تھی اور نہ اٹھ کر بیٹھی تھی.... نیم وا آنکھوں سے عمران کو دیکھتی اور مسکراتی رہی.... حتیٰ کہ عمران سچ مچ گڑبڑا کر رہ گیا۔!

"آؤ ظالم....!" وہ بالآخر بڑے رومانی لہجے میں بولی۔ "سچ کہتی ہوں... نرے بیوقوف ہو۔!"

"اتنے خلوص سے آج تک کسی نے بھی بیوقوف نہیں کہا۔!"

"میں ضرور کہوں گی....! کسی بات کو سمجھنے تک کی صلاحیت ہے نہیں تم میں۔!"

"اتنی سچی تنقید بھی پہلی بار سُن رہا ہوں۔!"

"میں جانتی تھی کہ تم میری طرف سے مشکوک ہو گئے ہو۔! اور کیوں نہ ہو جاتے کیونکہ یہ حقیقت بھی تھی میں نے یہی چاہا تھا کہ تم باس کے ہاتھ لگ جاؤ۔!"

"واقعی....!" عمران حیرت سے بولا۔

"محض اپنی جان چھڑانے کے لئے کیونکہ میں ہلدا کارلوس کی نشان دہی نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن جب میمی فلیٹیز میں تمہارے آدمی کے ساتھ نظر آئی تو میں نے باس کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔ بلکہ انہی تینوں آدمیوں کی مدد سے اُن پر قابو پانے کی کوشش کی اور قابو پانے کے بعد بھی باس کو مطلع نہیں کیا۔ میں اچھی طرح جانتی تھی کہ اس مرحلے پر تمہارے آدمی ضرور ریڈ کریں گے اور ہم سب پکڑ لئے جائیں گے۔!"

"یعنی تم خود چاہتی تھیں کہ تمہیں دوبارہ پکڑ لیا جائے۔!"

"یہی بات ہے۔!"

"مگر کیوں....؟"

"میمی فاؤلر جو ہاتھ لگ گئی تھی اُس کے اور باس کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں بتا سکے گا کہ ہلدا کارلوس کہاں ہے....؟"

دفعتاً عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا۔!

"کیوں کیا ہوا....؟" ریکھا بوکھلا کر اٹھتی ہوئی بولی۔

"کچھ نہ پوچھو....!" عمران کراہا۔ "تقدیر پھوٹ گئی۔!"

"کیا کہہ رہے ہو.... میں کچھ نہیں سمجھی۔!"

"ارے وہ تو راستے ہی میں فرار ہو گئی تھی دوسری گاڑی میں تھی میرے آدمیوں کو جل دے کر نکل گئی۔!"

"کچھ بھی نہ ہوا....!" ریکھا چیخ کر بولی۔

"کیا نہ ہوا....!"

"خاموش رہو.... اب تمہارے فرشتے بھی نہ معلوم کر سکیں گے کہ ہلدا کارلوس کہاں ہے....! تم نے جس آدمی سے ٹکر لی ہے وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔!"

"تم نے فلیٹیز ہی میں یہ بات کیوں نہیں بتائی تھی۔!"

"تم عقل سے کورے ہی لگتے ہو! وہاں میں اُن کے سامنے وہ سب کچھ کیسے بتاتی اور پھر تم وہاں تھے کب.... تمہارے آدمیوں کو ایک بڑے بالوں والا ساؤنڈ لیڈ کر رہا تھا۔ اُس نے پستول تان رکھا تھا ہم پر۔!"

"باس جس انداز سے تمہارا ذکر کرتا ہے اُس سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ بہت بھیانک آدمی ہو گے.... لیکن تمہارا ٹائپ تو وہ ہے جس پر میری جان جاتی ہے۔!"

"یعنی کہ.... یعنی کہ....!"

"ہائے یہی ادا تو جان لیوا ہے....!" ریکھا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

عمران کے کان کی لویں سرخ ہو گئیں اُس نے اس طرح شرما کر سر جھکایا تھا جیسے کوئی پردہ نشین کنواری شرمائی ہو۔!

"ارے تو تم مجھے زندہ بھی رہنے دو گے یا نہیں.... ہائے ہائے....!" وہ بستر سے اُتر کر عمران پر جھپٹ پڑی۔

وہ ارے ارے کرتا ہوا دیوار سے جا لگا....اور وہ اُس سے دو فٹ کے فاصلے پر رک کر

بولی۔ "اب میری واپسی کا کوئی سوال ہی نہیں.... ساری زندگی تمہارے ہی ساتھ گذرے گی اسی چھت کے نیچے.... اگر انور سردار کی رسائی یہاں تک نہ ہوگئی۔!"

"مجھے اُس کے دوستوں کے بارے میں بتاؤ.... جتنے نام بھی تمہیں یاد ہوں۔!" عمران نے پرسکون آواز میں کہا۔

"اس سے کیا فائدہ ہوگا....؟"

"تم اس کی فکر مت کرو.... نام بتاؤ.... اور جن کے پتے یاد ہوں۔!"

"صرف نام ہی بتاسکوں گی.... پتوں سے مجھے کیا سروکار۔!"

"چلو یہی سہی.... بیٹھ جاؤ....!" عمران بستر کی طرف اشارہ کر کے بولا اور خود کرسی کی جانب بڑھا۔!

ریکھا نے کچھ نام گنوائے تھے.... لیکن اُن میں طاہر نہیں تھا....! عمران نے پُر تشویش لہجے میں پوچھا۔ "مجھے دراصل اُس آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں جس کی ٹھوڑی پر بڑا سا ابھرا ہوا سیاہ تل ہے....!"

"ٹھہرو.... مجھے سوچنے دو.... ہاں دیکھا ہے میں نے۔" ریکھا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "بڑا خوبصورت آدمی ہے.... لیکن ایک غیر شعوری حرکت اُس کے سارے حسن کا کباڑا کر کے رکھ دیتی ہے.... تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس طرح نتھنے پھڑکانے لگتا ہے جیسے ناک اندر سے خشک ہوئی جارہی ہو۔ اس حرکت کا اثر ہونٹوں پر بھی پڑتا ہے.... لیکن مائی ڈیئر.... اُس کا نام نہیں جانتی۔ لیکن ٹھہرو.... ایک بات یاد آرہی ہے.... کبھی کبھی میں نے اُسے ایک ایسی وین سے اترتے دیکھا ہے جس پر لارسن گوہن لمیٹڈ لکھا ہوا ہے۔!"

عمران کے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں سکڑ کر رہ گئے۔!

"کیوں....؟ کچھ بنی بات....!"

"ہوسکتا ہے.... دیکھیں گے۔!"

"اُس کی کیا اہمیت ہے۔!"

"ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔!"

"دیکھو ڈیئر....! تم بہت بُرے چکر میں پڑ گئے ہو.... انور سردار کو بلیک میل نہیں کرسکو گے۔ میں نہیں جانتی کہ ہلدا کارلوس کا کیا معاملہ ہے.... لیکن تم جانتے ہو کہ انور سردار کیا چیز

ہے۔ غالباً سمجھ گئے ہوگے۔!"

"میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے کہ میں انور سردار کو بلیک میل کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔!"

"اچھا تو پھر....؟"

"میں قانون کے محافظوں کے ساتھ ہوں اور اس بار انور سردار کو دفن کردوں گا۔!"

"وہ تو کہتا ہے کہ تم بلیک میلر ہو....! اپنے باپ کے عہدے سے بھی فائدہ اٹھاتے ہو۔!"

"تمہیں اور تمہارے تینوں آدمیوں کو مس نوشاد سمیت سرکاری گواہ بننا پڑے گا۔!"

"اور اُس کے بعد ہم سب قتل کردیئے جائیں گے۔ مجھے تو اسی پر حیرت ہے کہ تم اب تک زندہ کیسے ہو۔!"

"اللہ کی مرضی....! ویسے تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔!"

"قطعی نہیں.... نہایت شاندار ناشتہ تھا۔!"

"معمولی حوالات میں تمہاری زندگیوں کی ضمانت ہرگز نہ دی جاسکتی اسلئے یہاں رکھا گیا ہے۔!"

"انور سردار کو کس سلسلے میں گھیر رہے ہو۔!"

"وطن دشمن سرگرمیوں کے سلسلے میں۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"غیر ملکی جاسوسوں کی مدد کرتا ہے.... اور اُن سے بھاری رقومات حاصل کرتا ہے۔ ہلدا کارلوس اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔!"

"میں تصور بھی نہیں کرسکتی تھی.... میں تو اُسے صرف ایک ایسا آدمی سمجھتی تھی جو ضرورت مندوں سے بڑی رقومات حاصل کر کے انہیں اپنے اثر ورسوخ کا فائدہ پہنچاتا ہے۔!"

"بیہودگی انتہا کو پہنچ کر ذلالت بن جاتی ہے۔!"

"اگر تم اُس کے خلاف ایسا کوئی ثبوت رکھتے ہو تو اپنے خاندان سمیت بہت بڑے خطرے سے دوچار ہو....!" ریکھا نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں۔!"

"تم جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو اُس سے تمہیں کیا حاصل ہوگا۔!"

"یہ اطمینان کہ میں نے ایک غلط کام نہیں ہونے دیا۔ ملک کی ساکھ کو نقصان نہیں پہنچنے دیا۔"

"تو وہ غیر ملکی ایجنٹ بن گیا ہے۔!" ریکھا طویل سانس لے کر بولی۔ "میں بہت بُری ہوں۔

اُس کی غیر قانونی سرگرمیوں میں اس کا ہاتھ بٹاتی رہی ہوں۔ لیکن دیدہ دانستہ اس حد تک جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی.... اچھا ڈیئر عمران یہ تو بتاؤ کہ آخر اسے کس چیز کی کمی ہے.... دولت میں تو پہلے ہی سے کھیل رہا تھا۔!"

"اس کھیل میں پڑ جانے کے بعد آنکھیں کھلی رکھنا محال ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عام طور پر وہی شاخ کلہاڑی کا نشانہ بنتی ہے جس پر خود بھی بیٹھے ہوتے ہوں۔!"

"اچھا دوست!" وہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی "اب چاہے گردن بھی کٹ جائے مجھے اپنے ساتھ ہی پاؤ گے۔ لہٰذا انتہائی بُری ہونیکے باوجود بھی غدار وطن کہلانا پسند نہیں کرونگی۔!"

دونوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملائے تھے اور ریکھا بولی تھی۔ "کچھ دیر پہلے میں نے غلط بیانی سے کام لیا تھا۔ محض بات بنائی تھی دراصل ہوٹل سے انور کو فون نہیں کرنا چاہتی تھی کہ میں نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اُن تینوں میں سے کسی کو باہر بھیج کر کہیں اور سے فون کرانے کی سوچ ہی رہی تھی کہ تمہارے آدمیوں نے ریڈ کر دیا۔!"

"میں نے یقین کب کیا تھا۔!" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "ویسے تم نے اُسی گاڑی کی نشاندہی کر کے خاصی مدد کی ہے میری۔!"

"تب تو وہ شخص.... کیا نام لیا تھا تم نے۔!"

"اُس کے سلسلے میں میں نے کوئی نام نہیں لیا تھا۔ بس حلیہ بتایا تھا کسی کا اور تم نے گاڑی کی نشان دہی کر دی تھی.... نام نہ تم جانتی ہو اور نہ میں.... خیر اب آرام کرو۔!"

"بہت بُرا ہوا کہ میمی فرار ہو گئی.... وہ ضرور جانتی ہو گی کہ ہلدا کہاں ہے۔!"

"فکر نہ کرو.... دیکھا جائے گا۔!"



اُسی شام کو عمران نے صدیقی کی کال ریسیو کی....! وہ کہہ رہا تھا۔

"اُس حلئے کا آدمی مل گیا ہے.... لارسن گوہن لمیٹڈ میں ایک سیکشن کا انچارج ہے.... طاہر نام ہے۔ عظیم آباد کی کوٹھی نمبر تین سو گیارہ میں رہتا ہے۔!"

"ٹھیک ہے.... اُس پر نظر رکھو....! فی الحال چھیڑ چھاڑ کی ضرورت نہیں ہے۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے پر اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا اور آہستہ آہستہ بایاں گال کھجانے لگا۔ آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔!

"کیا ہوا جناب....؟" بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"گاڑی کی نشان دہی کار آمد ثابت ہوئی۔ طاہر کا سراغ مل گیا۔ وہ لارسن گوہن کمپنی میں کسی سیکشن کا انچارج ہے۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ ریکھا کو آپ نے توڑ لیا ہے۔!"

"حالات کے ساتھ پلٹا کھاتی رہتی ہے مجھے اب بھی یقین نہیں ہے کہ وہ پوری طرح ہمارے ساتھ ہے۔!"

"اگر میمی کا بیان سچ ہے تو پھر ہم اہم ترین آدمی تک پہنچ گئے ہیں۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجی۔ اُس نے ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی تھی "میں تو حیرت زدہ رہ گیا ہوں۔!"

"کیا دم نکل آئی ہے....؟" عمران نے سوال کیا۔

"میمی یہاں پرنس میں اپنا شو کر رہی ہے.... میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے۔!"

"گھاس تو نہیں کھا گئے۔!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "میں نے تم سے کب کہا تھا کہ میمی فرار ہو گئی ہے۔!"

"جی نہیں.... آپ نے تو نہیں کہا تھا۔!"

"اچھا تو پھر....!"

"کسی نے بھی مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں دی۔!"

"تو پھر کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"ارے جناب....! آپ خود آکر دیکھ لیجئے۔! باقاعدہ طور پر اُس کے نام کا اعلان ہوا ہے۔ اسٹیج پر رقص کر رہی ہے اپنے مقبول ترین گانے کے ساتھ.... آپ کو فون کرنے کے لئے اپنی میز سے اٹھ آیا تھا اب پھر واپس جا رہا ہوں۔!"

"میمی....! ہیڈ کوارٹر میں بدستور موجود ہے۔!" عمران نے کہا۔

"تب پھر وہ کوئی نقلی میمی ہو گی جو ہیڈ کوارٹر میں بدستور موجود ہے! یہاں وہ رقص کر رہی ہے اور اپنا مشہور گیت بھی گا رہی ہے جسے میں کئی بار سن چکا ہوں۔!"

"اچھی بات ہے....!" میں پہنچ رہا ہوں۔! اپنی میز ہی پر ملنا.... پچھلی ہی رات والے میک اپ میں ہو.... یا بدل دیا....؟"

"اُسی میں ہوں....!"

"وٹیس آل....!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

"اب کیا ہوا....؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

اور پھر صفدر کی کال کے بارے میں معلوم ہوتے ہی وہ بھی متحیر رہ گیا تھا۔"اُس کا مطلب یہ ہوا کہ پچھلی رات خود ہمارے ہی ساتھ کوئی فراڈ ہو گیا ہے۔!" وہ بالآخر بولا۔

"خود دیکھے بغیر یقین نہیں کر سکتا۔!" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔

پھر اُس نے بھی میک اپ کیا تھا اور پرنس کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ صفدر کا بیان غلط نہ نکلا.... عمران دروازے کے قریب ہی رک کر حیرت سے اسٹیج پر رقص کرنے والی کو دیکھتا رہا۔ وہ گا گا کر رقص کر رہی تھی۔ صد فیصد میمی کی آواز تھی عمران بھی کئی بار سن چکا تھا۔ گیت ختم ہوا رقص بھی تھم گیا اور وہ پردے کے پیچھے چلی گئی۔ ہال میں روشنی ہو رہی تھی اس لئے صفدر کی میز تلاش کر لینے میں اُسے کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

صفدر اُسے دیکھ کر چونک پڑا تھا۔ لیکن عمران آہستہ سے بولا۔"میں ہوں۔!"

"بیٹھ جایئے.... دیکھا آپ نے۔!"

"ہاں دیکھا...! لیکن ایک میمی سائیکو مینشن میں بھی موجود ہے۔ اسے بھی اٹل حقیقت سمجھو!"

"چلئے.... سمجھے لیتا ہوں.... لیکن یہ میمی....؟"

"اب پھر دیکھوں گا یہاں سے نسبتاً قریب ہے اسٹیج۔ کیا صرف اُسی کے پروگرام ہو رہے ہیں۔!"

"جی ہاں.... یہی اعلان ہوا ہے وہ نو بجے تک اپنے فن کا مظاہرہ کرے گی۔!"

"خیر.... دیکھتے ہیں۔!"

"طاہر کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ لارسن گوہن کمپنی میں کام کرتا ہے۔ صدیقی اُس کی نگرانی کر رہا ہے۔!"

"لیکن وہ لڑکی....!"

"اُس سے بھی زیادہ اب میمی کی فکر ہو گئی ہے۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔! تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔"سردار بھی دکھائی دیا تھا....؟"

"نہیں....! ابھی تک تو نہیں دکھائی دیا۔ آج یہاں دن بھر پولیس والوں کا تانتا بندھا رہا تھا خیرو کے بارے میں پوچھ گچھ ہوتی رہی تھی۔!"

"آہا.... یاد آیا.... ہاں وہ اُس کے خاندان کا پشتینی نمک خوار تھا۔ آخر سردار اس کا کیا جواب دے گا کہ وہ محکمہ خارجہ کے آفس کے پاس کیا کر رہا تھا۔!"

"کوئی نہ کوئی کہانی گھڑ لی ہو گی.... کہانیوں کا تو ماہر ہے۔!"

"میں نے بھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اُس نے اُس کے سلسلے میں پولیس کو کیا بیان دیا ہے۔!"

"کچھ بھی ہو.... اُس کے معاملے میں ایک خامی رہ گئی ہے۔ اگر لاش سے متعلق سرسری کارروائی ہوئی تو خیر کوئی بات نہیں۔! لیکن اگر پوسٹ مارٹم کی تفصیلات میں اُس کے جسم سے برآمد ہونے والی گولیوں کے سلسلے میں چھان بین ہوئی تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ سیکیورٹی والوں کی گولیوں کا نشانہ نہیں بنا تھا۔!"

"سر سلطان اس بات کا خیال رکھیں گے.... بچے نہیں ہیں.... اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کن کی گولیوں کا نشانہ بنا تھا۔!"

"مگر صاحب....! آپ بال بال بچے تھے۔!"

دفعتاً ہال میں پھر میوزک گونجنے لگا تھا۔! میمی اسٹیج پر نمودار ہوئی اُس کے ایک ہاتھ میں مائیک تھا اور دوسرے میں پھولوں کا گچھا اُس نے گیت شروع کیا اور تھرکنے لگی۔!

"کمال ہے....! اصل ہو یا نقل، مکمل ہے....!" عمران بڑبڑایا۔ لیکن صفدر آرکسٹرا کی گونج میں نہ سن سکا کہ کیا کہا تھا۔ لہٰذا وہ آگے جھک کر سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔

عمران نے سر کو منفی جنبش دی اور اسٹیج کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بڑی خوبصورت آواز تھی۔ اور گیت تو گویا بہاروں کا نقیب تھا۔ اور پھر اُس کے جسم کی لچک تو ایسی لگ رہی تھی جیسے اعضاء نے الگ سے کوئی اور گیت چھیڑ رکھا ہو۔!

عمران جھومتا رہا.... پھر اچانک کسی طرف سے ایک فائر ہوا تھا اور میمی اچھل کر بیک گراؤنڈ کے پردے کے قریب جا گری تھی۔ بُری طرح تڑپ رہی تھی لیکن گیت بدستور جاری تھا۔ اس میں نہ کرب شامل ہوا تھا اور نہ لے ہی ٹوٹی تھی۔ پھر وہ ساکت بھی ہو گئی لیکن گیت اب بھی ہال میں گونج رہا تھا۔!

"یہ بھی عجیب انداز ہے....!" صفدر آگے جھک کر بولا۔

"قتل اور پلے بیک میوزک!" عمران نے کہا۔ "ہوشیار رہنا.... شائد ہم پھنس گئے ہیں۔!"

دفعتاً ہال میں سناٹا چھا گیا۔

"خواتین و حضرات....!" سناٹے میں کسی کی آواز ابھری.... "رقاصہ کو کسی نے قتل کر دیا ہے.... براہِ کرم پولیس کے آنے تک وہیں ٹھہریئے جہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔!"

"یہ ہوئی ہے....!" عمران آہستہ سے بولا۔ "پھنس گئے بیٹے خان.... دروازے پہلے ہی بند کرا دیئے گئے ہوں گے۔ کوئی ہال سے نہیں نکل سکے گا۔!"

ہال میں شور برپا ہو گیا تھا۔ لوگ اپنی جگہوں سے اٹھ اٹھ کر اسٹیج کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ مائیکروفون کے ذریعے بار بار اعلان ہو رہا تھا کہ لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھے رہیں۔ لیکن کوئی نہیں سُن رہا تھا۔!

"اٹھو اور اسی بھیڑ میں گم ہو جاؤ۔!" عمران نے کہا.... "پھر میں کچھ سوچتا ہوں.... پولیس کے پہنچنے سے پہلے ہی نکل چلنا ہے۔!"

"یہ آخر ہوا کیا....؟"

"وہ میمی نہیں تھی.... اُس کے میک اپ میں تھی.... اور صرف ہونٹ ہلا رہی تھی اور میمی کے گیتوں کے ریکارڈ بجائے جا رہے تھے۔ ورنہ بھلا لاش کیسے گا سکتی۔!"

"خدا کی پناہ.... لیکن مقصد....؟"

"فی الحال خاموش رہو.... ادھر آؤ.... بائیں طرف سے چلو.... میرے پاس سائیلنسر موجود ہے.... کسی بلب پر فائر کر کے اندھیرا کر دوں گا۔ نکل چلنے کے لئے کسی دروازے کا انتخاب کر لو.... ورنہ ہم دونوں میک اپ میں ہیں اگر یہ بات پولیس کی موجودگی میں کھل گئی تو بڑی دشواریوں میں پڑیں گے۔!"

"بات تو ٹھیک ہے.... تیسری منزل پر پہنچنے کی کوشش کیجئے....! وہاں سے چکر دار عقبی زینے سے نیچے اُتر جائیں گے۔!"

"اُس کی بھی نگرانی نہ ہو رہی ہو گی؟" عمران نے کہا۔

"تب پھر انور سردار کے ریٹائرنگ روم کی طرف چلئے۔!"

"وہاں کیا ہے....؟"

"اس وقت خالی ہوگا.... اور ہم اس وقت یہ بھی معلوم کر لیں گے کہ وہ ریٹائرنگ روم کا دروازہ اندر سے بند کر کے باہر کیسے پہنچ جاتا ہے۔!"

"اُوہو.... تو یہ بات بھی ہے۔!"

"جی ہاں....! میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں.... اور یہاں کے چپے چپے سے واقف ہو گیا ہوں۔!"

"اسی لئے ایکس ٹو تمہیں دوسروں پر فوقیت دیتا ہے۔!"

"لیکن ایک دشواری ہے....! اُدھر جاتے ہوئے ہم دیکھ لئے جائیں گے۔!"

"تو پھر اندھیرا کرنا بھی ضروری ہوگا....! اندھیرا ہوا تو سارے میں ہوگا اور تم ریٹائرنگ روم سے سڑک پر پہنچنے کا راستہ تلاش نہ کر سکو گے۔!"

"تو پھر تیسری منزل ہی کی سہی۔!"

دفعتاً پورے ہال میں اندھیرا ہو گیا لیکن عمران نے کسی بلب پر گولی نہیں چلائی تھی۔

"کمال ہے....!" صفدر بڑبڑایا۔

عمران مضبوطی سے اُس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "زینوں کی طرف" شور بڑھ گیا تھا۔! لوگ اندھیرے میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ میزیں الٹ رہی تھیں۔!

وہ زینوں تک پہنچے تھے اور ریلنگ کا سہارا لے کر اوپر چڑھتے چلے گئے تھے.... دوسری منزل تک پہنچنے میں انہیں کوئی دشواری نہیں ہوئی.... لیکن تیسری منزل کے لئے زینے طے کرتے وقت عمران نے محسوس کیا کہ وہاں اور کوئی بھی موجود ہے.... اور انہی کی طرح اندھیرے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔!

عمران نے صفدر کا بازو دبایا.... اور وہ جہاں تھے وہیں رک گئے۔ اُن کے آگے والے نامعلوم آدمی نے پنسل ٹارچ روشن کی اور روشنی کی باریک سی لکیر اُس کے آگے رینگتی چلی گئی۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ اُس دروازے تک پہنچ گیا جسے خود یہ دونوں عقبی زینوں تک پہنچنے کے لئے استعمال کرنے والے تھے۔

پنسل ٹارچ کی روشنی ہی میں وہ اُس کا قفل کھولنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔! پھر دروازہ کھولا ہی تھا کہ عمران کا ہاتھ اُس کی گردن پر پڑا.... وہ خاموشی سے ڈھیر ہو گیا.... ٹارچ ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑی تھی۔!

عمران نے ٹارچ اٹھا کر اُس کے چہرے پر روشنی ڈالی... وہ ہلکی سی سیٹی بجا کر رہ گیا۔

"کون ہے...؟" صفدر نے آہستہ سے پوچھا۔

"کوئی غیر ملکی ہے... ہو سکتا ہے اُسی سفارت خانے سے تعلق رکھتا ہو اب تو یہ بھی ساتھ جائے گا۔!... آہا... بغلی ہولسٹر بھی ہے... اور اس میں ریوالور بھی موجود ہے... واہ بھئی۔! اب اطمینان سے اتر چلو... ادھر کوئی بھی نہ ہوگا۔ یہ خود سردار کی حرکت نہیں معلوم ہوتی... لیکن ٹھہرو... پہلے میں نیچے اترتا ہوں... ہو سکتا ہے کوئی اُس کا منتظر ہو۔!"

اُس کا یہ اندیشہ غلط بھی نہیں نکلا تھا...! ابھی زینے طے ہی کر رہا تھا کہ ایک آدمی مخالف سمت کے اندھیرے سے برآمد ہوا اور زینوں کے قریب آکھڑا ہوا... تاروں کی چھاؤں میں ایک تاریک ہیولیٰ لگ رہا تھا... جیسے ہی عمران نچلی سیڑھی پر پہنچا... نامعلوم آدمی نے آہستہ سے کہا۔ "جلدی سے نکل جاؤ۔!"

لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران کا جچا تلا ہاتھ اُس کی کنپٹی پر پڑا تھا۔! وہ تیورا کر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔!



پرنس ہوٹل سے فرار ہونے کی کوشش کرنے والے غیر ملکی کو سائیکو مینشن کے ایک کمرے میں ہوش آیا تھا...! لیکن صورت سے تو ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے محاورتاً ہوش اڑ گئے ہوں۔ کیونکہ میمی فاؤلر سامنے ہی بیٹھی تھی۔!

"تت... تم... زندہ ہو...!" وہ ہکلائی۔!

"ہاں میں زندہ ہوں...!" وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"لیکن... لیکن...!"

"ہاں... تم نے تو مجھے گولی مار دی تھی۔!"

وہ تھوک نگل کر رہ گیا... پھر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "ہم کہاں ہیں...؟"

"جہنم میں...!" میمی غرائی۔!

"میں نہیں سمجھ سکتا۔!"

"تمہیں میرے قتل کا حکم کس سے ملا تھا۔!"

"کس سے مل سکتا ہے...!" اُس نے سنبھالا لے کر میمی کو بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں...!"

"کس پوزیشن میں...!"

"یہ بھی سوال ہی ہے... سوالات میں کروں گی...! تم نہیں۔!"

"پہلے تم صرف یہ بتادو کہ ہم کہاں ہیں...!"

"کسی نامعلوم آدمی کی قید میں...!"

"کیا تم نے اُسے دیکھا نہیں۔!"

"نہیں...! میں نے اُسے نہیں دیکھا...!"

"وہ کیا چاہتا ہے...!"

"میں نہیں جانتی...! بتاؤ تم نے مجھے مار ڈالنے کی کوشش کیوں کی تھی...؟"

"اوپر سے یہی حکم آیا تھا۔!"

"اب ہم دونوں ہی مار ڈالے جائیں گے۔!"

"کیوں نہ یہاں سے نکل جانے کی کوشش کریں۔!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"اس کمرے سے تو نکل نہیں سکتے۔!"

"کیوں... آخر کیوں...؟"

"دروازہ ہی کھول کر دکھاؤ...!" میمی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیوں...؟ دروازے کو کیا ہوا ہے...؟"

"ہینڈل میں برقی رو موجود ہے۔!"

اُس نے ایک بار پھر چاروں طرف نظر دوڑائی اور بولا۔ "یہ سرکاری حوالات تو ہو نہیں سکتی... یقیناً ہم اُسی بلیک میلر کے قیدی ہیں۔!"

"تم ٹھیک سمجھے ہو...!" دفعتاً بائیں جانب سے آواز آئی۔ وہ اچھل کر اُس طرف مڑا...

عمران باتھ روم سے برآمد ہو رہا تھا۔ اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر میمی فاؤلر سے بولا۔ "غالباً اب تمہیں یقین آگیا ہوگا۔!"

"میں تمہیں مار ڈالوں گا...!" قیدی نے کہا اور عمران پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن اپنے ہی زور میں سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔! عمران تو بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ وہ پھر پلٹا لیکن

کچھ کر نہ سکا کیونکہ عمران کی ٹھوکر اُس کی ٹھوڑی پر پڑی تھی۔ لمبا لمبا لیٹ گیا اور اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے کچھ سجھائی ہی نہ دیتا ہو۔!

"یہ اُس لڑکی کا قاتل ہے جو تمہارے میک اپ میں وہاں رقص کر رہی تھی۔ انور سردار نے یہ ڈھونگ مجھے پھانسنے کے لئے رچایا تھا۔!" عمران نے کہا اور خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔

"سفارت خانے والوں کو اُس نے مطلع کر دیا تھا کہ تم میرے ہاتھ لگ گئی ہو اور تمہاری گمشدگی کی رپورٹ درج کرا دی تھی۔ لیکن پھر شائد ضروری نہیں سمجھا تھا کہ سفارت خانے کو اس سے بھی مطلع کر دے کہ تمہارے سلسلے میں کوئی ڈھونگ بھی رچانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ سفارت خانے والوں نے سمجھا کہ کسی طرح تمہاری واپسی ہو گئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے تمہیں ختم کرانے کی اسکیم بنا ڈالی۔ بہر حال ہلدا سفیر کی بیٹی ہے اور اُسے ایک اہم ترین کام بھی انجام دینا ہے.... لہٰذا اُسے تم پر فوقیت دی گئی....! تم اُس کے راز سے پوری طرح آگاہ ہو.... اور میری نظروں میں بھی آ گئی تھیں۔ لہٰذا تمہارا زندہ رہنا اُن کے لئے خطرناک ہوتا۔!"

"بس کرو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "سب کچھ سمجھ گئی۔!"

"اس لئے اب فرار نہیں ہو سکتیں....! بہتر یہی ہو گا کہ سفارت خانے کے خلاف سرکاری گواہ بن جاؤ.... میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں عمر قید نہ ہونے دوں گا۔ اُس کے بعد تم اپنے معاملات میں آزاد ہو گی اور تمہارا دوسرا راز بھی میرے ہی سینے میں دفن رہے گا۔!"

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔!" کہہ کر اُس نے طویل سانس لی اور بولی "میں مرنا نہیں چاہتی۔!"

قیدی پھر بیہوش ہو گیا تھا۔ اُس کو اسی حال میں چھوڑ کر وہ دونوں کمرے سے نکل آئے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم ہو کیا چیز....؟" میمی نے چلتے چلتے رک کر کہا۔!

"انور سردار غلط فہمی میں مبتلا ہے.... میں بلیک میلر نہیں ہوں۔!" عمران بولا۔

"مجھے اب اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ تم کیا ہو اور کیا نہیں ہو۔! ہاں....! ہلدا کا سراغ ملا یا نہیں۔!"

"صرف طاہر کا ملا ہے۔!"

"یہی بڑی بات ہے.... میں صرف حلیہ ہی بتا سکی تھی۔!"

"اور اس میں اتنی باقاعدگی تھی کہ جلد ہی کامیابی ہو گئی۔!"

وہ دوسرے کمرے میں آئے تھے اور میمی نے عمران سے پوچھا تھا۔!" باس تم ہی ہو۔!"

"نہیں....! باس کے احکامات کا پابند ہوں۔!"

"مجھے اپنے باس سے ملاؤ....!"

"وہ خود بھی کسی سے نہیں ملتا۔!"

"یہ بڑی اچھی بات ہے.... اور مجھے تم لوگوں کا طریق کار بھی پسند آیا ہے۔ کسی قسم کے تشدد کے بغیر مجھے راہ پر لے آئے ہو۔!"

"اس کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ تمہارے بارے میں وہ معلومات فراہم کرنی پڑیں جو تمہاری بوڑھی ماں کی ذات سے آگے نہیں بڑھی تھیں۔!"

"یہ غلط ہے....! محض غلط فہمی کہ وہ ہمی دونوں تک محدود رہی ہیں اگر یہ بات ہوتی تو تم تک کیسے پہنچتا یہ راز....!"

"ہمارے بیرونی ممالک کے ایجنٹ بہت تیز ہیں.... لیکن خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔!"

"مجھے صرف آرام کرنے دو.... میں بہت تھک گئی ہوں....!" میمی نے کہا اور آرام کرسی پر نیم دراز ہو گئی۔!

عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔ وہ نیم وا آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھتی رہی۔ عمران سر جھکائے بیٹھا تھا۔!

"انور سردار یہاں کا ایک بہت بارسوخ آدمی ہے۔!" میمی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "لیکن نہ جانے کیوں....! تم سے خائف رہتا ہے۔! بڑے سے بڑے سرکاری آفیسر کو کچھ نہیں سمجھتا۔!"

"مجھے خود بھی حیرت ہے....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔



آج طاہر نے کسی دوست کے گھر ایک غیر ملکی فلم دیکھنے کا پروگرام بنایا تھا....! وہ تینوں سر شام ہی روانہ ہو گئے۔ ربیکا برقعے میں تھی اور پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ طاہر گاڑی چلا رہا تھا اور رخسانہ اُس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کبھی ایسا نہ کرتی لیکن ربیکا اسی پر مصر

رہی تھی۔!

"فلم کہاں سے ہاتھ آگئی....!" رخسانہ نے پوچھا۔!

"میرا دوست مشرق وسطیٰ سے لایا ہے.... ویڈیو ٹیپ ہے.... ٹی وی پر دیکھیں گے۔!"

"اس کی وجہ سے بڑی آسانی ہوگئی ہے۔!"

"میرے دوست سے مل کر خوش ہو جاؤ گی۔!"

"امی اس طرح جانے کی اجازت ہرگز نہ دیتیں اگر آپ کا معاملہ نہ ہوتا۔!"

"اس اعتماد کے لئے اُن کا شکر گذار ہوں۔!"

"بالکل بیٹوں کی طرح آپ کا ذکر کرتی ہیں.... دراصل ترسی ہوئی ہیں۔! میرے کبھی کوئی بھائی نہیں تھا۔!"

"اب تو ہے....!" طاہر ہنس کر بولا۔

"ہاں.... خدا کا شکر ہے آپ نے یہ کمی پوری کردی ہے۔!"

طاہر کچھ نہ بولا۔ نہ جانے کیوں یک بیک اُس کے چہرے پر اضمحلال سا طاری ہوگیا تھا۔

ربیکا پچھلی سیٹ پر خاموش بیٹھی ہوئی تھی.... اور اپنے چھوٹے سے سوٹ کیس کا ہینڈل مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔!

گاڑی تیز رفتاری سے کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھی۔! سورج غروب ہونے والا تھا۔ شہر کی بھری پُری سڑکوں پر گذر کر وہ ایک سنسان راستے پر ہو لئے۔!

"آخر جانا کہاں ہے....؟" رخسانہ نے پوچھا۔

"سمن ہاؤزنگ سوسائٹی.... شارٹ کٹ اختیار کیا ہے....!" طاہر نے جواب دیا۔!

"وہاں تو بہت بڑے لوگ رہتے ہیں۔!"

"میرا دوست بھی خاصا ذی حیثیت ہے۔!"

وہ کچھ نہ بولی.... پھر بقیہ راستہ خاموشی ہی سے طے ہوا تھا اور سمن ہاؤزنگ سوسائٹی کی بڑی بڑی عمارتوں کے درمیان اُنکی گاڑی اس طرح چکراتی پھر رہی تھی جیسے کسی ایسی عمارت کی تلاش ہو جسے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو! بالآخر وہ ایک دور افتادہ اور زیر تعمیر عمارت کے سامنے رکی تھی۔!

"کیا یہی ہے....!" رخسانہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں یہی ہے....!" طاہر نے جواب دیا۔

"لیکن یہ تو ابھی بن رہی ہے۔!"

"کچھ حصے مکمل ہوگئے ہیں اور رہائش کے قابل ہیں۔ وہاں سب کچھ موجود ہے۔ اندر پہنچ کر تم ذرا ہی سی دیر میں بھول جاؤ گی کہ کسی زیر تعمیر عمارت میں بیٹھی ہوئی ہو۔!"

وہ اندر داخل ہوئے تھے اور پھر جس بڑے کمرے میں پہنچے تھے وہاں کی آرائش دیکھ کر سچ مچ یہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی مکمل عمارت میں آئے ہوں۔ لیکن اُس بڑے کمرے میں اُن تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا....! ربیکا نے برقعہ اتارا ہی تھا کہ رخسانہ اچھل پڑی۔ کیونکہ وہ اُسے اپنی ہی جیسی دھج میں نظر آئی تھی۔ سر پر سیاہ وگ تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک۔

طاہر ہنس پڑا اور رخسانہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "بے فکر رہو.... یہ سب کچھ مجھے بتا چکی ہیں.... اُس دن آفس میں تم نہیں یہی تھیں جنہوں نے مجھ سے جھگڑا کیا تھا۔!"

"لل.... لیکن یہاں....!" رخسانہ ہکلائی۔

"اُوہ.... میں دراصل اپنے دوست کو متحیر کردینا چاہتا ہوں اُس سے کہوں گا کہ دونوں جڑواں بہنیں ہیں۔!"

"اچھا.... اچھا....!" رخسانہ بھی ہنسنے لگی۔

"بڑا مزہ رہے گا....!" طاہر بولا۔ "آہستہ آہستہ اُس پر حقیقت کا انکشاف کروں گا پہلے رقیہ عینک اُتاریں گی اور میں کہوں گا کہ دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ ایک کی آنکھیں نیلی ہیں اور دوسری کی سیاہ۔!"

"اور آخر میں جب یہ وگ اُتاریں گی تو مزہ آجائے گا۔!"

"بالکل.... بالکل....!" طاہر نے قہقہہ لگایا۔ لیکن اُس قہقہے کا کھوکھلا پن رخسانہ نے بھی محسوس کرلیا تھا۔!

اور شدت سے بے چینی محسوس کرنے لگی تھی۔ ربیکا خاموش اور لاتعلق بیٹھی رہی۔ رخسانہ مسلسل سوچے جارہی تھی آخر اس کی ضرورت ہی کیا ہے....؟ طاہر اپنے دوست کو کیوں سرپرائز دینا چاہتا ہے۔!

"کک.... کہاں ہیں.... آپ کے وہ دوست....!" وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔

"بس آہی رہا ہوگا۔!" طاہر نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"تو آپ نے رقیہ بھابی کو پہلے ہی سے آگاہ کردیا ہوگا کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔!"

"بالکل.... بالکل.... اسی لئے تو یہ پوری تیاری سے آئی ہیں۔!"

ٹھیک اُسی وقت دروازہ کھلا تھا اور ایک قوی ہیکل وجیہہ آدمی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"اوہ.... ہلو!" وہ دروازے کے قریب ہی رک گیا تھا اور اُن دونوں کو بغور دیکھے جا رہا تھا۔

"جڑواں بہنیں....!" طاہر نے انگلش میں کہا۔

"واقعی.... حیرت انگیز....!" نووارد دو چار قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"ان سے ملو....!" طاہر نے اُن دونوں سے کہا۔ "یہ میرے دوست انور سردار ہیں۔!"

انور سردار کسی قدر خم ہوا تھا اور ان دونوں کے ہاتھ پیشانیوں کی طرف اٹھ کر رہ گئے تھے۔

"اب تم اپنی عینک اُتار دو!" طاہر نے ریکا سے انگلش میں کہا۔ اُس نے فوراً تعمیل کی تھی۔!

"بس اتنا سا فرق ہے۔!" طاہر بولا۔ "ان کی آنکھیں نیلی ہیں یہ رقیہ ہیں اور یہ رخسانہ۔!"

"آپ دونوں سے مل کر خوشی ہوئی۔!" انور سردار نے خشک لہجے میں کہا اور طاہر کی طرف مڑ کر بولا "تم ذرا میرے ساتھ باہر آؤ.... ان دونوں کو یہیں چھوڑ کر۔!"

رخسانہ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اُس نے انور سردار کے لہجے میں کچھ ایسا ہی محسوس کیا تھا جیسے وہ طاہر کو بہت حقیر سمجھتا ہو۔!

اُس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ طاہر اور سردار کمرے سے جا چکے تھے۔ رخسانہ نے ریکا کی طرف دیکھا۔ اُس نے پھر عینک لگالی تھی اور اُس کی ماحول سے لاتعلقی اب بھی برقرار تھی۔!

"میں نہیں سمجھ سکتی۔!" رخسانہ نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔ لیکن وہ صرف شانوں کو جنبش دے کر رہ گئی۔!

غالباً رخسانہ اپنا جملہ پورا کرنے ہی والی تھی کہ دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا اور وہ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے فرش پر آگرے۔

ریکا اور رخسانہ بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

دروازے میں ایک آدمی کھڑا نظر آیا۔ جس کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ہوا پستول تھا۔

وہ دونوں فرش سے اٹھ گئے تھے۔ طاہر پر بدحواسی طاری تھی۔ لیکن انور سردار پستول والے کو قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

دفعتاً پستول والے نے کسی کو آواز دے کر کہا۔ "آجاؤ کیپٹن شائد کھیل ختم ہو گیا ہے۔!"

دوسرے ہی لمحے میں ایک باوردی آدمی اُس کے عقب سے نکل کر کمرے میں داخل ہوا۔!

"تم لوگ کون ہو.... اور اس حرکت کا مطلب....؟" انور سردار نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"انکا تعلق فیڈرل سیکیورٹی فورس سے ہے اور مجھے تو تم جانتے ہی ہو۔!" پستول والے نے کہا۔

"اور تم شائد مجھے اچھی طرح نہیں جانتے۔!" انور سردار نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کتوں کی ساری نسلیں مجھے زبانی یاد ہیں۔!" پستول والے نے کہا۔ پھر باوردی آدمی سے بولا۔

"کیپٹن....! سیاہ عینک والی ہی ہو سکتی ہے۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....!" انور سردار حلق پھاڑ کر چیخا۔

"چاروں طرف سے جکڑے جا چکے ہو سردار.... میں تو تمہیں خودکشی کا موقع دینا چاہتا تھا لیکن اوپر والوں نے سیکیورٹی فورس طلب کر لی۔ یہ عمارت اس وقت گھیرے میں ہے۔!"

"آخر کیوں....؟ کیا چارج ہے میرے خلاف۔!"

"تم غیر ملکی جاسوسوں کے آلہ کار ہو.... ثبوت وہ سامنے بیٹھا ہوا ہے ہر چند کہ وہ دونوں ہم شکل نظر آتی ہیں۔!"

"خاموش رہو! بلیک میلر....!"

"مجھے بات پوری کرنے دو.... گالیاں بعد میں دے لینا....! ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ چشمے والی کی آنکھیں یقینی طور پر نیلی ہوں گی اور سنہرے بال اس سیاہ وگ کے نیچے پوشیدہ ہوں گے۔"

"عمران....! میں تمہیں جہنم رسید کر دوں گا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میمی فاؤلر اور ریکھا میرے ہی قبضے میں ہیں اور وہ تمہارے خلاف اپنے تحریری بیان دے چکی ہیں.... ورنہ فیڈرل سیکیورٹی فورس کیوں حاضر خدمت ہوتی۔!"

"تت.... طاہر بھائی....!" رخسانہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی اور لہرا کر فرش پر گر پڑی۔

لیکن طاہر اُس کی طرف دیکھ کر رہ گیا تھا۔

فورس کے کیپٹن نے ہتھ کڑی کا جوڑا نکالا اور انور سردار کی طرف بڑھا۔

"خبردار....! وہیں ٹھہرو.... تم جانتے ہو....! میں کون ہوں....؟" انور سردار دھاڑا۔

"خاموشی سے ہتھ کڑیاں پہن لو.... بعد میں یہ بھی سُن لوں گا کہ تم کون ہو۔!" کیپٹن نے کہا۔

لیکن انور دیوانہ وار اُس پر ٹوٹ پڑا.... اور دونوں گتھے ہوئے فرش پر چلے آئے۔

دفعتاً ریکا نے دوسرے دروازے کی طرف دوڑ لگائی تھی لیکن عمران نے جھپٹ کر اُسے

پکڑ لیا اور پھر رخسانہ ہی کی طرح وہ بھی فرش پر گر گئی۔

"انور.... خود کو مقدر کے حوالے کردو.... ورنہ کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا....!" عمران نے پستول کی نال اُس کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا۔

اتنے میں دو باوردی اور مسلح آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور یہ کھیل زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ انور اور طاہر کے ہتھ کڑیاں لگادی گئیں۔



"وہ بلا کی اداکارہ ہے جناب....!" عمران نے سر سلطان سے کہا۔ "رخسانہ کے ساتھ اسی لئے رکھی گئی تھی کہ اُس کی آواز اور چال ڈھال کی نقل اُتار سکے۔ اُس کا دوہا پاسپورٹ بھی ہاتھ لگ گیا ہے جو رخسانہ حبیب کے نام سے بنوایا گیا تھا اور اُس پر آنکھوں کی رنگت نیلی درج کرائی گئی تھی اگر طاہر کا سراغ نہ مل گیا ہوتا تو وہ کل رات ہی کو بارہ بجے والی فلائٹ سے نکل جاتی اور رخسانہ کو اُس وقت تک اُس عمارت میں روکے رکھا جاتا جب تک کہ طیارہ یہاں سے پرواز نہ کر جاتا۔ وہ اسی لئے وہاں لے جائی گئی تھی۔ بیچاری مفت میں ماری گئی۔ لاعلمی میں چوٹ کھا گئی۔ اگر اُس کے مذہبی جذبات نہ اُبھارے جاتے تو وہ اس حد تک ہلدا کارلوس کی گرویدہ نہ ہوتی۔ بُری طرح ایمان لے آئی تھی اُس پر....!"

"میں نے کاغذات کے بارے میں پوچھا تھا۔!" سر سلطان بولے۔

"محفوظ ہیں....! ہلدا کارلوس ہی کے پاس تھے اُس وقت....! لیکن اب آپ کے اُس چہیتے ڈپٹی سیکریٹری کا کیا بنے گا جس کی تحویل میں تھے وہ کاغذات۔!"

"جہنم میں جائے....!" سر سلطان بُرا سامنہ بنا کر بولے۔

"روز روشن میں یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ میمی اور ہلدا نے....! ڈپٹی صاحب یہیں دفتر کے ریٹائرنگ روم میں ہلدا کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہے تھے اور میمی فاؤلر نے دفتر کی سیف پر ہاتھ صاف کر دیا تھا۔!"

"ہاں.... میں نے میمی کا بیان دیکھا ہے۔!"

"اب سنئے....! کہ سردار پر میری نظر بہت دنوں سے تھی کیونکہ وہ اپنی غیر ملکی رقاصاؤں

کا تعارف ذمہ دار شخصیتوں سے کراتا رہتا تھا اور اسی طرح میمی کو آپ کے ڈپٹی سیکریٹری سے ملوایا تھا اور پھر میمی ہی کے توسط سے ہلدا اُس تک پہنچی تھی۔!"

"مت بور کرو.... میں سب کے بیانات دیکھ چکا ہوں۔!"

"بور نہیں کر رہا.... مشورہ دے رہا ہوں کہ اپنے محکمے کے سارے مردوں کو کان پکڑ کر نکال باہر کیجئے اور صرف عورتوں کی بھرتی کیجئے۔!"

"پھر تم کہاں ہو گے۔!"

"عورتوں میں....!" عمران غمناک لہجے میں بولا۔

"یہ بہت بُرا ہوا کہ سردار نے خودکشی کر لی۔!"

"اُس سے بڑا ڈرپوک آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا تھا۔ بس کرائے کے غنڈوں کے بل بوتے پر ساری اکڑ تھی۔ بہر حال مجھے علم نہیں تھا کہ جدھر سے اُسے گاڑی تک لے جایا جا رہا ہے ادھر کوئی کنواں بھی ہے.... اندھیرا تو تھا ہی بس تیر کی طرح ہمارے درمیان سے نکلا اور کنوئیں میں چھلانگ لگادی۔ اُس وقت وہ سیکیورٹی فورس کی تحویل میں تھا۔ اس لئے مجھ پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی لیکن آخر یہ سیکیورٹی فورس کیوں....؟"

"میں نے اس معاملے کو براہِ راست وزیرِ اعظم تک پہنچا دیا تھا۔ انہوں نے فورس بھجوادی۔!"

"آپ یہ نہ کرتے تب بھی وہ بڑے باپ کا بیٹا بچ نہیں سکتا تھا۔ میں نے چاروں طرف سے جکڑ لیا تھا۔!"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ باعزت طور پر ریٹائر ہونا چاہتا ہوں۔!"

"مجھ سے سنئے کہ آپ لوگ خواہ مخواہ اُس سے مرعوب تھے۔ اگر باپ کی وجہ سے مرعوب تھے تو باپ تو بے حد میاں آدمی ہے۔ اگر وہ خودکشی نہ کر لیتا تو شائد باپ کی یہی کوشش ہوتی کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دے۔!"

"اچھا.... بس اب دفع ہو جاؤ.... میں بڑی تھکن محسوس کر رہا ہوں آرام کروں گا۔!"

"ذرا میں اپنے باپ سے فون پر تھوڑی سی گفتگو کر لوں۔!" عمران ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

اور سر سلطان اُسے غصیلی نظروں سے دیکھ کر رہ گئے۔!

اُس نے فون پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کئے تھے دوسری طرف سے انہی کی آواز آئی۔

"میں سر سلطان کے دفتر سے بول رہا ہوں جناب....!" عمران بولا۔

"کیا بات ہے....؟"

"بات تو سن ہی لی ہوگی آپ نے....!" عمران نے کہا کچھ اور بھی کہتا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

عمران نے بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے۔

جوزف نے کال ریسیور کی تھی۔

"ابے یہ شادی ہرگز نہیں ہو سکتی۔!"

"اُوہ.... باس.... خدا کا شکر ہے کہ تم نے ارادہ بدل دیا.... لیکن وہ دونوں صبح سے لڑ رہے ہیں۔!"

"کس بات پر....؟"

"بھنڈی پر....!"

"کیا مطلب....؟"

"وہ کہتی ہے مُسلّم بھنڈیاں پکاؤ.... لیکن وہ کتر کر پکانے پر مصر ہے۔!"

"تو ایسا کر کہ دونوں کو ہانڈی میں ڈال کر اوپر سے مسالہ ڈال دے۔!"

دوسری طرف سے جوزف کے ہنسنے کی آواز آئی تھی اور عمران بولا تھا۔ "میرے پہنچنے سے قبل اگر ایک ایک بھنڈی گھر سے نہ نکال دی گئی تو تم سب کھیت رہو گے۔!"

سر سلطان نے ریسیور اُس سے چھین کر کریڈل پر رکھ دیا اور غصیلی آواز میں بولے۔ "آخر تم چاہتے کیا ہو....؟"

"واپسی کا کرایہ.... آج صبح جیب کٹ گئی.... گاڑی خراب تھی.... بس پر بیٹھ گیا کوئی میرے بھی اُستاد ہاتھ صاف کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔!"

سر سلطان نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ پھر سر کو منفی جنبش دے کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔!

﴿تمام شد﴾